امت بنی اسرائیل نے طیبات کو خبائث سے بدل دیا اللہ کے رزق طیب کو خبیث سے بدل دیا تو خبائث کو اپنا رزق بنانے سے وہ دوبارہ اللہ کے قانون میں الاموات ہو گئے قبروں میں چلے گئے اور یوں انہوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے ان کے لیے راہنماؤں یعنی النبیّن کا کذب وقتل شروع کر دیا کیونکہ خبائث کو رزق بنانے سے صرف جسم ہی نہیں بدلتا بلکہ پھر وہ جسم انہی اعمال کا اظہار کرتا ہے جو وہ خود ہوتا ہے یعنی مفسد اعمال کرتا ہے۔ اسے ایک مثال سے بھی آپ پر واضح کر دیتے ہیں مثلاً آپ ایک شئے کھاتے ہیں جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں ذرا غور کریں جیسے ہی آپ جسم میں زہر کو داخل کریں گے تو کیا آپ کا جسم آپ کے اختیار میں رہے گا؟ آپ کے اپنے جسم پر آپ کا کنٹرول رہے گا؟ نہیں بالکل نہیں۔ اب آپ سے سوال ہے کہ ذرا غور کریں زہر کھانے کے بعد آپ کا جسم جو حرکات کر رہا ہے جسم کو ایسا کرنے کا کون حکم دے رہا ہے؟ کوئی نہ کوئی تو ایسا ہے جو جسم کو ایسا کرنے کا حکم دے رہا ہے اور وہ بالکل واضح ہے کہ جو زہر آپ نے کھایا۔ زہر کیا ہے؟ زہر بھی باقی مادی اشیاء کی طرح ایک شئے ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کا رزق ہے اور یہ جو کچھ بھی ہے یہ سب کا سب علم کا ظہور ہے یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ علم کا ہی مادی صورت میں ظہور ہے اس لیے زہر تو علم کی مادی صورت ہے جب آپ اس علم کی مادی صورت کو اپنے جسم میں ڈالیں گے تو آپ کا جسم بھی وہی بن جائے گا یعنی وہی علم آپ کے جسم اور اس کی حرکات وسکنات کی صورت میں ظاہر ہو گا یعنی یوں کہیں کہ جو بھی آپ کھاتے ہیں وہ اصل میں آپ کے جسم کے ایک ایک خلیے کے لیے ہدایات ہوتی ہیں کہ ہر خلیے نے جسم کے تمام اعضاء نے کیا کیا کرنا ہے۔ جب رزق خبیث ہو گا تو اس رزق سے جسم بھی خبیث بنے گا اور پھر وہ جسم جن اعمال کا اظہار کرے گا وہ اعمال بھی خبیث یعنی مفسد ہوں گے۔ خبیث جسم صرف اور صرف خبیث کی طرف ہی کھینچے گا خبیث کو ہی پسند کرے گا اور خبیث جس کی ضد یعنی طیب کو اپنے سے دور دھکیلے گا طیب کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کرے گا اس سے دشمنی کرے گا۔ اب غور کریں اگر ایک پوری کی پوری قوم یا پھر پوری کی پوری امت کا ہی رزق بدل دیا جائے یا وہ خود اپنے رزق کو بدل دیں یعنی طیب کو خبیث سے بدل دیں تو پوری کی پوری قوم یا امت کے اجسام آہستہ آہستہ خبیث بن جائیں گے اب وہ خبیث اجسام نہ صرف خبیث یعنی مفسد اعمال کا اظہار کریں گے بلکہ ہر لحاظ سے خبیث کو ہی پسند کریں گے خبیث اجسام صرف اور صرف اپنی خواہشات کے ہی تابع رہتے ہیں اور رہ سکتے ہیں اگر ایسوں کی خواہشات کے خلاف کوئی بات کی جائے تو وہ اس کو برداشت نہیں کریں گے بالکل ایسے ہی امت بنی اسرائیل جب ذلت کا شکار ہوئی تو اس کی ابتداء ان کے رزق سے ہوئی جو انہوں نے اپنا رزق طیب کو خبیث سے بدل دیا اور پھر وہی ہوا جو ہونا قدر میں کر دیا گیا خبائث کو اپنا رزق بنانے سے ان کے اجسام بھی طیب سے خبیث میں بدل گئے یوں جسم بدلنے کے ساتھ ساتھ اعمال بھی بدل گئے اور جو اعمال وہ کرتے رہے انہی کو ہی دین بنا لیا یوں دین حق کو بھی دین باطل سے بدل دیا گیا اب دین ان کا ان کی خواہشات ٹھہریں تو ظاہر ہے جب خواہشات ہی دین بن جائیں گی تو ایسے لوگ ہر اس کو اپنا دشمن گردانیں گے جو بھی ان کی خواہشات کے خلاف بات کرے گا جو بھی ایسی بات سامنے لائے گا جس سے ان کی خواہشات پر ضرب پڑے یوں ایسے ہر کسی کا یا تو کذب کیا جائے گا یا پھر اسے قتل کر دیا جائے گا اور ان کے برعکس جو ان کی خواہشات کو ہی دین حق کا نام دیں گے ان کی خواہشات کی ہی تائید کریں گے ان ملاؤں کو اپنے سروں پر بٹھائیں گے جب ایسا ہو گا تو نتیجہ کیا نکلے گا یہ بالکل واضح ہے۔

ذرا تصور کریں آپ کسی ایسی جگہ پر موجود ہوں جہاں کے بارے میں آپ کو رائی برابر بھی علم نہیں آپ نے اپنی منزل کو پانا ہے لیکن ایک تو آپ کو منزل پر جانے والے کسی رستے کا بھی علم نہیں اور دوسرا قدم قدم پر آپ کے دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں ذرا غور کریں ایسی جگہ پر آپ کو نہ صرف اپنے دشمنوں سے بچنا ہے بلکہ اپنی منزل پر بھی پہنچنا ہے تو اس کے لیے آپ کو کس کی ضرورت ہو گی؟

تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو کسی راہنما کی ضرورت ہو گی اور راہنما بھی صرف اور صرف وہی ہو سکتا ہے جو اس علاقے کے انگ انگ سے واقف ہو، ایسا راہنما اگر آپ کو مل جاتا ہے تو نہ صرف آپ اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو جائیں گے بلکہ بہت جلد اور ہر ممکن حد تک آسانی کیساتھ اپنی منزل کو پالیں گے۔ لیکن اگر آپ ایسا کریں کہ اپنے راہنما کی بات نہ مانیں یا پھر اسے قتل کر دیں اور اس کو اپنا راہنما سمجھنا شروع کر دیں جو اس علاقے کی الف ب کا بھی علم نہیں رکھتا تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالکل واضح ہے نوشتہ دیوار ہے کہ نہ صرف آپ کو اپنی منزل کا ہی علم حاصل نہیں ہو سکے گا اور آپ اِدھر اُدھر رستوں میں ہی ذلیل ورسوا ہوتے رہیں گے بھٹکتے رہیں گے بلکہ آپ کے دشمن آپ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔

انسان کو اس دنیا میں بھیجا گیا تو انسان کو اس دنیا کے بارے میں کوئی علم نہیں اس دنیا میں اگر عزت حاصل کرنی ہے یعنی بلندیوں پر جانا ہے کہ آسمانوں وزمین کی

تمام مخلوقات پر آپ کو ترجیح حاصل ہو سب پر آپ کو مکن یعنی حکومت و اختیار حاصل ہو آپ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں آپ کے دشمن ذلیل و رسوا ہو جائیں تو اس کے لیے ظاہر ہے آپ کو راہنما کی ضرورت ہے اور راہنما بھی صرف اور صرف وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کے انگ انگ کا علم رکھنے والا ہو جسے منزل کی طرف جانے والے ہر رستے کا اپ ٹو ڈیٹ لحمہ بہ لحمہ علم ہو یہاں تک کہ اگر ممکن ہو تو پہلے ہی رستوں کا علم حاصل ہو کہ یہ رستہ فلاں جگہ سے خراب ہے تو جب تک وہاں پہنچیں گے تب تک ٹھیک ہو جائے گا اور فلاں رستہ اگر ٹھیک ہے تو کچھ آگے جانے کے بعد وہ خراب ہونے کی وجہ سے بند ہو جائے گا اس لیے اس رستے کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور اس دنیا کا اس طرح علم رکھنے والی ایک ہی ذات ہے اور وہ ہے اللہ۔

انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے کسی بشر کی صورت میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے سامنے آتا ہے جسے عربی میں نبی کہتے ہیں نبی کے معنی ہیں میں تمہیں وہ علم دے رہا ہوں جو میرے یعنی اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں، اب اگر آپ اپنے راہنما یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے کی اطاعت و اتباع کرتے ہیں یعنی نہ صرف اس کی ہر بات مانتے ہیں بلکہ اسی کے نقش قدم پر چلتے ہیں تو ظاہر ہے دنیا کی کوئی طاقت آپ کو آپ کی منزل پانے سے نہیں روک سکتی آپ دنیا میں بلندیوں پر پہنچ جائیں گے لیکن اگر آپ اپنے اصل راہنما کو ہی قتل کر دیں اللہ کے بھیجے ہوؤں کو ہی قتل کر دیں یا پھر ان کی اطاعت و اتباع کرنے سے انکار کر دیں اور ان کے ساتھ دشمنی کریں اور جو اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں اور خود وہ اپنی زبان سے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں اس کے باوجود ان کو آپ اپنا راہنما بنا لیتے ہیں ان کے پیچھے چلتے ہیں تو نتیجہ کیا نکلے گا وہ بالکل واضح ہے۔ نہ صرف آپ اپنی منزل سے لاعلم اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں گے ذلیل و رسوا ہو جائیں گے بلکہ آپ کے دشمن آپ پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے اور اگر کسی بھی امت کیساتھ ایسا ہوتا ہے تو پھر قصور کس کا؟ ظاہر ہے قصور تو ان کا اپنا ہی ہو گا نا وہ خود ہی ظالمین تھے نہ کہ اللہ ظالم ہے۔ بالکل یہی امت بنی اسرائیل نے کیا اور وہ ذلیل و رسوا ہو گئے عذاب مھین کا شکار ہو گئے یعنی دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا گیا ان کی غلامی کا شکار ہو گئے اور اس آیت میں بنی اسرائیل کا ذکر نہیں کیونکہ آپ جان چکے اگر اس آیت میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا جا رہا ہو تو امت بنی اسرائیل سلف ہو چکی گزر چکی یوں قرآن میں یہ اساطیر الاولین بن جاتی ہیں حالانکہ اللہ نے بار بار واضح کر دیا کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں بلکہ مثلیں ہیں موجودہ امت موجودہ قوم کا ہی ذکر کیا گیا لیکن مثلوں سے اس لیے اس آیت میں امت بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ اصل میں ذکر تو اس موجودہ امت کا کیا جا رہا ہے۔ اس امت کو اگر عزت ملی یعنی انہیں اگر دنیا میں بلند مقام حاصل ہوا تھا صرف اور صرف طیبات سے ہی اور آج اگر یہ ذلیل و رسوا ہو گئے ان پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا گیا یہ دوسری قوموں کی غلامی کا شکار ہو گئے تو صرف اور صرف اسی وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کا رزق طیب کو خبیث سے بدل دیا، خبائث کو رزق بنانے سے نہ صرف وہ خبیث رزق ان کے اجسام کی صورت میں ظاہر ہوا بلکہ وہی خبائث ان خبیث اجسام سے اعمال کی صورت میں ظاہر ہوا یہ لوگ اللہ کے قانون میں اندھے، بہرے، گونگے، الاموات اور قبروں میں چلے گئے، خنزیر اور قرادہ بن گئے انہوں نے محمد کے فلٹر سے نکل کر آنے والے محمدٍ کا نہ صرف کذب کیا بلکہ انہیں قتل بھی کرتے رہے تو جب آپ اپنے اصل راہنما کی ہی بات ماننے سے انکار کر دیں گے اس کے پیچھے چلنے سے انکار کر دیں گے یہاں تک کہ انہیں قتل ہی کر دیں اور راہنما کی صورت میں راہزنوں کو اپنے راہنما سمجھ لیں گے تو نتیجہ کیا نکلے گا یہ تو آج عملاً ہر ایک کے سامنے ہے آج اس امت کی حالت ہر ایک پر واضح ہے بالکل اسی طرح آج یہ امت ذلت و مسکنت کا شکار ہے جیسے ان سے قبل بنی اسرائیل اسی ذلت و مسکنت کا شکار ہوئے، آج یہ امت بالکل اسی طرح عذاب مھین کا شکار ہے یعنی ان پر دوسری قوموں کو مسلط کر دیا گیا یہ دوسری اقوام کی غلامی میں چلے گئے جیسے ان سے قبل بنی اسرائیل عذاب مھین کا شکار ہوئے تھے۔

اگر رات دن زبان سے یا اللہ یا اللہ چلاتے ہو تو چلاتے رہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا بلکہ تم مزید ذلیل و رسوا ہی ہو گے اگر اس ذلت و رسوائی سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ تمام عالمین پر تمہیں دوبارہ فضیلت حاصل ہو جائے تو اپنے راہنما کو پہچانو اس کی اطاعت و اتباع کرو اور راہنما اللہ کے علاوہ تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا اس لیے جو بھی راہنمائی کا دعویدار سامنے آتا ہے اس سے سوال کرو کہ کیا تم اللہ ہو یا انسان؟ اگر تو وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ وہ اللہ نہیں بلکہ انسان ہے تو اسے راہنما کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ جو ہے ہی انسان یعنی جو خود اپنی ہی ذات کو نہیں جانتا وہ خاک راہنمائی کرے گا؟ جیسے پورے جسم کی ترجمان زبان ہوتی ہے اور زبان جو الفاظ ادا کر رہی ہوتی ہے مثلاً زبان سے الفاظ نکلتے ہیں مجھے بھوک لگی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ زبان کو بھوک لگی ہوئی ہے زبان کھانا مانگ رہی ہے بلکہ زبان تو ایک آلہ ہے ایک عضو زبان نہیں بول رہی بلکہ وہ ذات بول رہی ہے جس کی زبان ہے بالکل اسی طرح جو بشر بھی راہنمائی کا دعویدار

سامنے آتا ہے تو اس سے سوال کیا جائے کہ کیا تو اللہ بول رہا ہے مطلب یہ کہ جو الفاظ ادا کرتا سامنے بشر نظر آ رہا ہے یہ اس کے الفاظ نہیں ہیں یہ بشر تو محض ایک آلہ ہے ایک عضو ہے اس بشر کی صورت میں اللہ بول رہا ہے یہ بشر تو محض ایک آلے زبان کی اہمیت وحیثیت رکھتا ہے یہ بشر تو اللہ کی زبان ہے اس لیے اگر تو وہ کہے کہ ہاں میں اللہ ہوں اس بشر کی صورت میں تمہاری راہنمائی کر رہا ہوں تو وہ ہے اصل راہنما، اور کوئی صرف زبان سے یہ کہے کہ وہ اللہ ہے حالانکہ اللہ نہیں انسان ہے تو اس کی پہچان بھی بہت آسان ہے کیونکہ مثال کے طور پر آپ کے جسم میں اگر کہیں درد ہو رہا ہے یا دماغ میں کوئی بات چل رہی ہے تو اس کا علم کیا آپ کے علاوہ کسی اور کو ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا اظہار نہیں کر دیا جاتا اور اگر اظہار کیا جائے گا تو کیا آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا اظہار کرے گا؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ نہ صرف اس کا علم صرف اور صرف آپ کو ہوگا بلکہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا اظہار بھی نہیں کر سکتا بالکل ایسے ہی اگر کوئی زبان سے یہ کہے کہ ہاں میں اللہ ہوں تو پھر اس سے وہ سوال کیا جائے گا جس کا علم صرف اور صرف اللہ ہی کے پاس ہے اس کے علاوہ اسے دیکھا جائے گا کیا وہ علیم حکیم ہے؟ اسے اللہ ہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو ایسے کسی ایک سوال سے ہی اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔

اور اس کے علاوہ اس سے بھی آسان طریقہ واضح کر دیا اس کی پہچان کا کہ وہ اللہ کے ہاں سے ہے یا پھر غیر اللہ کے ہاں سے یعنی اللہ کا شریک ہے۔ دیکھو جو بھی یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے یعنی اللہ کا بھیجا ہوا ہے تو کیا اس کی تصدیق اس میں موجود ہے جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے جس کے ساتھ تم لوگوں کی راہنمائی کے دعویدار بنے ہوئے ہو؟ یعنی کیا اس کی تصدیق اس قرآن میں موجود ہے؟ اگر تو اس کی تصدیق اس قرآن میں موجود ہے قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، اگر تو اس کی تصدیق اس میں موجود ہے جو بھی کتاب اللہ سے تمہارے ہاتھوں میں ہے تو وہ واقعتاً اللہ کا رسول ہے اللہ کے ہاں سے ہے اور اگر اس کی تصدیق اس میں موجود نہیں ہے وہ اس کو سچا ثابت نہیں کر رہا تو پھر وہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے وہ اللہ کا شریک ہے اس کی اطاعت واتباع نہیں کی جائے گی بلکہ اس کا کذب وقتل کیا جائے گا۔

یہ آیت اور ایسی باقی آیات بھی کھول کھول کر واضح کر دیتی ہیں کہ اللہ نے نبوت کا دروازہ بند نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو شیاطین کا کام تھا جنہوں نے ایسا عقیدہ گھڑ کر اللہ کے بھیجے ہوؤں کے کذب وقتل کی راہ ہموار کر دی۔ ختم نبوت کے نام پر عقیدہ گھڑنے والے اور اس عقیدے کے حامل تمام کے تمام لوگ اللہ کے بدترین دشمن ہیں اگر وہ آنکھیں نہیں کھولتے اللہ اور اس کے رسولوں پر بہتان عظیم باندھنے، افتراء کرنے سے باز نہیں آتے اور اللہ سے رجوع نہیں کرتے تو ایسے تمام کے تمام انبیاء کے قاتل جان لیں نہ صرف دنیا میں ان کے لیے عذاب عظیم بالکل تیار کر کے ان کے سروں پر لایا جا چکا ہے جسے بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھنے ہی والے ہیں اور اس کا مزہ چکھیں گے بلکہ آخرت میں بھی ان کے لیے ایسا عذاب ہے کہ جس سے کبھی نہیں نکل پائیں گے جب تک کہ جہنم کی اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی۔

حق اس قدر واضح ہو جانے کے باوجود بھی اگر ایک لمحے کے لیے یہ بات مان لی جائے کہ اس آیت میں امت بنی اسرائیل کا ہی ذکر ہے نہ کہ موجودہ امت کا ذکر ہے مثل کی صورت میں تو پھر جان لیں یہاں تو آپ ان آیات کو بنی اسرائیل سے منسوب کر سکتے ہیں ان پر تھوپ سکتے ہیں لیکن یہی آیات سورۃ آل عمران میں بھی ہیں اور آل عمران میں بنی اسرائیل نہیں بلکہ اس موجودہ امت کے نام کیساتھ ان کو وہی کہا جا رہا ہے جو گزشتہ آیت میں بنی اسرائیل کا نام لیکر ان کے بارے میں کہا گیا اور آپ آل عمران کی ان آیات کو دیکھ سکتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ وَّیَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ. اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ. اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُدۡعَوۡنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ وَہُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ. ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ وَغَرَّہُمۡ فِیۡ دِیۡنِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ. آل عمران ۲۱ تا ۲۴

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ اس میں کچھ شک نہیں ایسے لوگ جو کفر کر رہے ہیں بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ کی آیات سے۔ اللہ کی آیات سے کفر کرنا یعنی انکار کرنا کیا ہے یہ اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ نہ جان لیا جائے کہ اللہ کی آیات کیا ہیں۔ لفظ آیات جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ہے آیت۔ آیت ضد ہے بیّن کی

اور بیّن کہتے ہیں بات، شئے، ذات یا وجود کا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھلم کھلا واضح ہونا سامنے ہونا اس کا کوئی ایک پہلو بھی چھپا ہوا نہ ہونا اور اس کے برعکس آیت کہتے ہیں بات، شئے، ذات یا وجود کا مکمل چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے تھوڑے سے حصے یا پہلو کے جس میں غور کرنے یعنی جس کی گہرائی میں جانے سے اصل یعنی جو چھپا دیا گیا تھا جس کا تھوڑا سا پہلو سامنے تھا وہ کھل کر واضح ہو جائے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ اپنی آنکھوں سے سورج کو زمین کے گرد گھومتا ہوا دیکھتے ہیں یہ آیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ وہ تو حقیقت پر پڑا ہوا پردہ ہے حقیقت اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے یعنی آیت اس میں غور نہیں کیا جاتا اس کی گہرائی میں نہیں اترا جاتا۔

قرآن میں اللہ نے یہ بات کئی مقامات پر واضح کر دی ہے کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ سب کی سب اللہ کی آیات ہیں یعنی دوٹوک الفاظ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے حقیقت یہ نہیں جو نظر آ رہی ہے بلکہ حقیقت ان کے پیچھے چھپی ہوئی ہے اور حقیقت کیا ہے حقیقت اللہ ہے آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کی آیات ہیں جب ان میں سے کسی میں بھی غور کیا جائے گا ان کی گہرائی میں جایا جائے گا تو اصل وجود اصل ذات اللہ ہی سامنے آئے گا، بالکل ایسے ہی جیسے آپ کا پورے کا پورا وجود چھپا دیا جائے اور جسم کا کوئی ایک حصہ سامنے رہنے دیا جائے مثلاً پاؤں تو اب جو نظر آ رہا ہے اسے ہر کوئی پاؤں کہے گا اور وہ پاؤں اصل حقیقت نہیں اصل وجود نہیں بلکہ پاؤں تو آیت ہے اصل وجود کی، اصل وجود تو چھپا ہوا ہے اور وہ اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتا جب تک کہ پاؤں جو کہ اس وجود کی آیت ہے اس میں غور نہیں کیا جائے گا۔

آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کی آیات ہیں یعنی جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے جنہیں مختلف مخلوقات کا نام دیا جاتا ہے یہ سب کا سب اللہ ہی کا وجود ہے جو نظر آ رہا ہے اس لیے آسمانوں وزمین میں اگر کسی بھی مخلوق میں چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے اس کیساتھ دشمنی کی جاتی ہے اسے اس کے مقام سے ہٹایا جاتا ہے اس میں تبدیلی کی جاتی ہے یا اس کیساتھ کچھ بھی کیا جاتا ہے تو وہ چھیڑ چھاڑ، تبدیلی، پنگا یا دشمنی وغیرہ اصل میں اللہ کیساتھ کی جا رہی ہے کیونکہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ سب اللہ کی آیات ہیں یہ مخلوقات کی صورت میں اللہ ہی کا وجود ہے جو نظر آ رہا ہے۔

اب جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کی آیات کیا ہیں اور اس کا مطلب کیا ہے تو اللہ کی آیات سے کفر کرنا بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے آپ جانتے ہیں کہ آج دنیا میں انسانوں کی اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے عقائد ونظریات کے مطابق یہ کائنات الگ وجود ہے اور اللہ الگ وجود ہے اگر کسی پر یہ بات واضح کی جائے کہ یہ حقیقت نہیں ہے یہ جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آیات ہیں تو شاید ہی کوئی اس بات کو تسلیم کرے کیونکہ اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ اس کائنات سے نہ صرف الگ ہے بلکہ اوپر آسمانوں میں چڑھ کر کہیں بیٹھا ہوا ہے اور جب بھی کوئی ان کے ان عقائد کے برعکس بات کرے گا تو وہ اس کیساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جائیں گے نہ صرف اس کا کذب کریں گے یعنی اس کی کسی بھی بات کو ماننے سے انکار کر دیں گے اور تذلیل وتحقیر کا نشانہ بنائیں گے بلکہ اسے قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

جب اکثریت نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ اللہ، گاڈ یا پھر ایشور کوئی بھی نام دے لیں وہ اس کائنات سے الگ اوپر آسمانوں میں کہیں بیٹھا ہے تو پھر ظاہر ہے وہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے جو کہ اللہ کی آیات ہیں ان کے لیے محض مادی اشیاء کے علاوہ کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رکھیں گی اور وہ ان میں بلاخوف وخطر چھیڑ چھاڑ کریں گے ان سے پنگے لیں گے ان میں تبدیلیاں کریں گے ان کو ان کے مقامات سے ہٹائیں گے ان کا غلط استعمال کریں گے اور خود کو مجرم محسوس بھی نہیں کریں گے کیونکہ جب ان کے نزدیک یہ اللہ کی ذات ہے ہی نہیں یہ جو کچھ بھی وجود رکھتا ہے یہ اللہ کی آیات ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے وہ یہی کہیں گے یہ سب کچھ تو ہمارے لیے ہی خلق کیا گیا ہے یہ سب تو ہمارے ہی استعمال کی اشیاء ہیں ہمیں اللہ نے دماغ دیا ہے تو اسی لیے کہ ہم ان اشیاء کو اپنی مرضی کے مطابق جیسے جی چاہے استعمال کریں۔

اب اگر کوئی بھی ایسا بشر جو ان پر حق واضح کرتا ہے کہ ایسا کوئی اللہ، گاڈ یا ایشور وغیرہ کوئی وجود نہیں رکھتا جو تمہارے عقائد ونظریات ہیں بلکہ ایک ہی وجود ہے اور وہ اللہ کا وجود ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا وجود نہیں یہ جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کی ذات نظر آ رہی ہے اللہ ہی نظر آ رہا ہے یہ سب اللہ کی آیات ہیں تو ایسے لوگ اس بشر کا نہ صرف کذب کریں گے اور الٹا اسے اللہ، گاڈ یا ایشور کا منکر قرار دیں گے بلکہ اسے واجب القتل قرار دیکر اس کا قتل کر دیں گے یا قتل کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور اسی کا اللہ نے آگے ذکر بھی کر دیا وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور قتل کرتے رہے بعد میں آنے والے النبیّن کو یعنی انہیں جو

رسول کے فلٹر سے نکل کر آتے رہے انہیں اللہ کے بھیجے ہوئے تسلیم کرنے کی بجائے ان کو قتل کرتے رہے بغیر حق وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ اور قتل کرتے رہے ایسے لوگوں کو جو امر کرتے رہے قسط سے لوگوں میں۔

يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ کو سمجھنے کے لیے پہلے لفظ قسط کو سمجھ لیجئے۔ مثال کے طور پر آپ کو کسی شئے کی ضرورت ہے اب آپ جس سے وہ شئے حاصل کرتے ہیں تو اسے وہ شئے آہستہ آہستہ اس طرح واپس کرنی ہے کہ جس سے ایک ہی بار میں ضرورت پڑنے پر شئے حاصل کی تھی اسے کسی قسم کا کوئی خسارہ نہ ہو۔

اللہ نے آسمانوں وزمین میں المیزان وضع کیا تھا آسمانوں وزمین میں ہر شئے ہر لحاظ سے مکمل اور اتنی ہی خلق کی ہے جتنی کہ ضرورت تھی اور ہر شئے کو اس کے مقام پر قائم کردیا جس سے آسمانوں وزمین میں المیزان یعنی انتہائی بہترین اور پیچیدہ ترین توازن قائم کردیا۔ انسان چونکہ بشر ہیں تو ان کی اپنی ضروریات ہیں جن کے حصول کے لیے انسان آسمانوں وزمین سے رجوع کرتا ہے یعنی اپنی ضروریات کے حصول کے لیے آسمانوں وزمین ہی کی طرف لپکتا ہے مثلاً انسان کو لکڑی کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ درختوں کو کاٹ کر اپنی ضرورت کو پورا کرتا ہے اسی طرح گوشت کی ضرورت پیش آتی ہے تو جانوروں کو کاٹ کر استعمال کرتا ہے ایسے ہی باقی ضروریات جیسے کہ اسے سانس لینے کے لیے ہر لمحے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے جس سے آسمان یعنی فضا سے حاصل کررہا ہے۔ اب ذرا غور کریں جب اللہ نے سب کا سب پورے حساب کتاب سے خلق کیا ہے نہ ہی رائی برابر کم اور نہ ہی رائی برابر زیادہ تو جب انسان ان اشیاء کا استعمال کرتے جائیں گے تو اللہ نے جو المیزان وضع کیا اس میں خسارہ ہوگا جیسے کہ اگر درخت کاٹے جائیں گے تو ظاہر ہے جیسے جیسے انسان درختوں کو کاٹتے جائیں گے درختوں میں کمی ہونے سے المیزان میں خسارہ ہوگا اللہ نے جتنے درخت خلق کیے تھے اس سے کم ہوجائیں گے اسی طرح باقی اشیاء بھی انسانوں کے مسلسل استعمال سے کم ہوتی چلی جائیں گی جس سے المیزان میں خسارہ ہوگا اور اگر اس خسارے کو روکا نہ گیا تو آسمانوں وزمین میں خرابیاں ہوں گی اور بالآخر تباہیاں آئیں گی جس کا نہ صرف باقی مخلوقات شکار ہوں گی بلکہ بذات خود انسان بھی ان کا شکار ہوں گے اس لیے کسی بھی صورت المیزان میں خسارہ نہیں ہونے دیا جائے گا جس کے لیے انسانوں پر نہ صرف یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اللہ نے آسمانوں وزمین میں المیزان قائم کیا ہوا ہے اس میزان میں خسارہ کیسے ہوتا ہے اور اس کے نقصانات کیا ہیں اور اس خسارے کو کیسے روک کر نقصانات سے بچا جاسکتا ہے بلکہ لوگ اگر یہ بات نہ مانیں تو انہیں اس کا امر کرنا ہے یعنی انسانوں پر اختیار حاصل کرکے انہیں ڈنڈے کیساتھ اس پر عمل پیرا کرنا ہے۔

اور المیزان میں ایک ہی صورت میں خسارہ نہیں ہوگا اور وہ صورت یہ ہے کہ انسان بلاشک وشبہ اپنی ضروریات کو پورا کریں کیونکہ ضروریات کے بغیر تو زندہ رہنا ممکن ہی نہیں لیکن صرف ایسا نہیں ہوگا کہ آسمانوں وزمین سے اشیاء کو صرف استعمال ہی کیا جاتا رہے بلکہ آسمانوں وزمین میں سے جو کچھ بھی استعمال کیا جائے گا وہاں بالکل اتنا ہی اور ویسا ہی قسط کیساتھ یعنی آہستہ آہستہ واپس رکھا جائے گا تاکہ المیزان میں خسارہ نہ ہو۔ مثلاً اگر درخت کاٹے جاتے ہیں تو قسط کے ساتھ اتنے ہی درخت واپس بھی لائے جائیں گے قسط کیساتھ یعنی آہستہ آہستہ اتنے ہی درخت واپس لوٹائے جائیں گے۔ اگر آپ کو ایک درخت کی ضرورت ہے تو آپ اسے کاٹ لیتے ہیں اب اگر صرف کاٹ کر استعمال کرلیا جائے گا وہاں واپس درخت نہیں لایا جائے گا تو المیزان میں خسارہ ہوگا المیزان کو خسارے سے بچانے کے لیے وہاں اتنا اور ویسا ہی درخت واپس رکھنا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہاں واپس رکھنا ہی ہے تو کاٹتے ہی کیوں؟ ظاہر ہے اسی لیے کاٹا اس کی ضرورت تھی اور پاس نہیں تھا اب جب کہ اسے کاٹ کر استعمال کرچکے ہیں تو واپس کیسے کیا جائے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جیسے پہلے وہاں درخت آیا بالکل اسی طرح وہاں درخت لایا جائے گا پہلے وہاں درخت آہستہ آہستہ ایک لمبی مدت میں آیا تھا تو ویسے ہی وہاں دوبارہ لایا جائے گا آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کرکے یعنی قسط کیساتھ۔ ایک نیا پودا لگایا جائے گا اس کی دیکھ بھال کی جائے گی اس وقت تک جب تک کہ وہ بالکل ویسا نہیں بن جاتا جیسا آپ نے کاٹا تھا بالکل اسی طرح جو کچھ بھی استعمال کیا جائے گا تو صرف استعمال ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ قسط کیساتھ واپس بھی لوٹایا جائے گا تاکہ المیزان میں خسارہ ہوکر آسمانوں وزمین کی تمام کی تمام مخلوقات کو تباہیوں ونقصانات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اب جب انسانوں کو یامرون بالقسط کیا جائے گا تو ظاہر ہے انسان آسمانوں وزمین میں صرف اور صرف اسی شئے کو استعمال کرسکیں گے جسے قسط کیساتھ واپس لوٹایا جاسکتا ہے اور وہ بہت کم ہیں مگر انسان ان کے برعکس بہت سی ایسی اشیاء کا آسمانوں وزمین میں استعمال کررہے ہیں جنہیں قسط کیساتھ یا کسی بھی صورت واپس نہیں لوٹایا جاسکتا اور وہ سب کی سب انسانوں کی خواہشات ہیں اب جب انسانوں کو یامرون بالقسط کیا جائے گا تو ان کی خواہشات پر ضرب پڑے گی جس

وجہ سے انسان انہیں اپنا دشمن تصور کرتے ہوئے ان کا کذب اور یہاں تک کہ قتل کر کے اپنے رستے سے ہٹا دیں گے۔

اسی طرح اگر یہی امر قسط کیساتھ انسانوں میں کیا جائے گا تو کوئی امیر اور کوئی غریب نہیں رہے گا امیری غریبی کا فرق بالکل ختم ہو جائے گا سب کے سب ایک جیسے ہو جائیں گے سب کے سب ایک دوسرے کے محتاج تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے جو امیر لوگ ہیں وہ اس بات کو برداشت کریں؟ وہ لوگ جن کو طرح طرح کی مراعات حاصل ہیں آسائشیں وسہولتیں حاصل ہیں وہ اس بات کو کیسے برداشت کریں گے وہ یا مرون بالقسط کرنے والوں کو کیسے برداشت کریں گے؟ وہ انہیں بالکل برداشت نہیں کریں گے اور ان کو اپنے رستے سے ہٹانے کے لیے ان کا کسی نہ کسی طرح قتل کر دیں گے۔

اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا سب اس قرآن کے نزول سے پہلے ہوتا رہا؟ یا صرف اور صرف امت بنی اسرائیل میں ایسا ہوا؟ یا پھر یہ جیسے پہلے ہوتا رہا بالکل ویسے ہی قرآن کے نزول کے بعد ہونا تھا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہ صرف یہ سب قرآن کے نزول سے پہلے بھی ہوتا رہا بلکہ قرآن کے نزول کے بعد بھی ہوتا رہا اور آج تک ہو رہا ہے اور آج تو اس کے نتائج بھی بالکل سامنے آ چکے ہیں کہ آج آسمانوں وزمین میں کوئی ایک بھی مخلوق سلامت اور محفوظ نہیں ہے۔ جب یہ سب قرآن کے نزول کے بعد بھی ہونا تھا اور ہوتا رہا تو یہ آیات کن کے لیے ہیں؟ کیا گزرے ہوؤں کی کہانیاں سنائی جا رہی ہیں؟ ان آیات میں تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان آیات میں تو مخاطب موجودہ امت محمد ہے جس کا دوٹوک الفاظ میں اگلی آیات میں ذکر موجود ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ پس ان پر ان کا انجام واضح کر دے کہ جو یہ بعد میں آنے والے النبیّن کو قتل کرتے رہے اس کے سبب ان کا انجام عذاب الیم۔ بعد میں آنے والے نبی وہ ہوتے ہیں جو رسول وخاتم النبیّن کے فلٹر سے نکل کر آنے والے ہوتے ہیں محمد نہ صرف اللہ کا رسول تھا بلکہ محمد خاتم النبیّن بھی تھا یعنی بعد میں آنے والے النبیّن کا فلٹر جب تک کہ اگلا رسول عیسیٰ نہیں آ جاتا اور آل عمران کی یہ آیات اسی عیسیٰ اللہ کے رسول کے ذریعے اللہ کا انسانوں سے کیا جانے والا کلام ہے جس کی ان آیات کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ لکھ دی گئی تھی یوں اس امت کے آخر میں آنے والے عیسیٰ کی پہچان کو اللہ نے اور آسان بنا دیا کہ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ رسول اللہ وخاتم النبیّن امت محمد پر کھول کھول کر واضح کر دے گا کہ کس طرح یہ خود کو مسلمان کہلوانے والے اللہ اور اس کے رسول محمد پر افتراء کرتے ہوئے رسول والنبیّن کا دروازہ بند کیے ہوئے تھے اور اللہ کے بھیجے ہوؤں کا کذب اور ان کا قتل کرتے رہے۔ ان کے انہی اعمال کے سبب دنیا وآخرت میں ان کا انجام کیا ہے دنیا میں بھی ان کو عظیم عذاب سے ہلاک کیا جائے گا اور آخرت میں یہ اس وقت تک جہنم میں رہیں گے جب تک کہ جہنم کی اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی یعنی یوں کہیں کہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

آج ان کی جو حالت ہے آج ان پر جو ذلت ومسکنت ڈال دی گئی دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا گیا، دنیا میں کوئی کتا مر جائے تو پوری دنیا چیخ اٹھتی ہے اور اگر ان کے لاکھوں کروڑوں مار دیئے جائیں تو دنیا میں کسی کے بھی کان پر جوں تک نہیں رینگتی ان کی اس حالت کی وجہ یہی ہے جو ان لوگوں نے اللہ کی طرف سے راہنمائی کا دروازہ بند کر لیا انہوں نے کہا کہ ہم غنی ہیں یعنی ہمیں اللہ کی طرف سے راہنمائی کی کوئی حاجت نہیں ہم اپنی راہنمائی خود کر لیں گے انہوں نے اللہ کو فقیر کہا یعنی جب جب بھی اللہ نے ان کی راہنمائی کے لیے ان کی طرف کسی کو بھیجا تو ان لوگوں نے یا تو اس کا کذب کیا یا پھر اس کا قتل کر دیا یوں ان کے ان اعمال کے سبب آج ان کی یہ حالت ہو چکی ہے یہ اللہ کے غضب کا شکار ہو چکے ہیں اور آج ان کے پاس آخری موقع ہے آج ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جس نے آج ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا اب بھی اگر یہ کفر ہی کرتے ہیں ہمارے رسول کا کذب ہی کرتے ہیں اپنی سابقہ روش برقرار ہی رکھتے ہیں تو ان پر ہمیشہ کے لیے لعنت کر دی جائے گی بالکل ایسے ہی جیسے آج سے ہزاروں سال پہلے ہندوؤں پر لعنت کی جا چکی، جیسے دو ہزار سال قبل یہودیوں پر لعنت کی جا چکی، بالکل ایسے ہی جیسے آج سے چودہ صدیاں قبل عیسائیوں پر لعنت کی جا چکی یعنی انہیں نظرانداز کیا جا چکا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ. آل عمران ۲۲

یہی وہ لوگ تھے جن کے اعمال یعنی جنہوں نے جو کچھ بھی اچھائی کے نام پر کیا یا کرتے رہے یا کریں گے دنیا وآخرت میں ان کا کوئی عمل بھی ان کے لیے کامیابی کی ضمانت نہیں بن سکتا یہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں ان کے اعمال دنیا وآخرت میں انہیں کچھ نفع نہیں دینے والے یہ ہر لحاظ سے ناکام ونامراد ہی ہونے والے ہیں اور نہ ہی دنیا وآخرت میں نصرت کرنے والوں سے کوئی نصرت کرنے والا ہے ان کی یعنی نہ صرف دنیا میں ان کے ان اعمال کے سبب ان کے لیے ذلت و رسوائی ہے ہلاکت ہے بلکہ آخرت میں بھی انہیں اسی کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ بھی ہمیشہ جب تک کہ جہنم کی بھی اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی، جن کے پلڑے

میں النبیّن اوران لوگوں کے قتل جیسا جرم ہو جو انہیں یامرون بالقسط کرتے رہے تو ایسوں کے دوسرے پلڑے میں خواہ کتنے ہی اعمال کیوں نہ ہوں کتنا ہی وزن کیوں نہ ہو وہ سب کے سب اعمال سارے کا سارا وزن بے معنی بے وقعت اور بے وزن ہے الا یہ کہ حجت سے پہلے اللہ سے رجوع نہیں کر لیتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ. آل عمران ۲۳

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو دیئے گئے ہوئے ہیں الکتاب سے حصہ، دعوت دے رہے ہیں بلا رہے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف اس لیے کہ لوگوں کے درمیان جو اختلافات ہیں ان کو فیصلہ کن کرنے کے لیے یعنی ان پر واضح کرتے ہیں کہ کیا حق ہے اور کیا نہیں۔

آج آپ دیکھتے ہیں کہ دین کی طرف دعوت دینے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جو کہ فرقہ در فرقہ تقسیم ہے ان دین کی طرف دعوت دینے والوں کو لوگ علماء، شیوخ، مفتیان، حضرت، علامہ، پروفیسرز، سکالرز سمیت طرح طرح کے القابات سے جانتے ہیں ان میں سے کثیر تعداد ایسی ہے جو اپنے اپنے فرقے کی طرف دعوت دیتی ہے یہ لوگ ہر مسئلے ہر معاملے میں اپنے فرقے کے موقف کو ہی حق اور دوسروں کو باطل قرار دیتے ہیں ان کے اس عمل کی وجہ سے عوام کی اکثریت اس شش و پنج میں مبتلا ہو چکی ہے کہ آیا ان میں سے حق پر کون ہے یا فلاں مسئلے میں کس فرقے کا موقف حق ہے تو ایسی صورت میں دین کی طرف دعوت دینے والوں کی ایک چھوٹی سی تعداد ایسی ہے یعنی ایسے دین کے داعی بھی موجود ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی بھی فرقے سے پاک ہیں اور وہ صرف اللہ کی کتاب کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں اسے حق سمجھتے اور بیان کرتے ہیں جسے اللہ کی کتاب حق کہتی ہے یہ لوگ یعنی ایسے علماء کہلانے والوں کے بارے میں اکثریت کا خیال یہ ہے کہ لوگ غیر جانبدار ہے جس کی جو بات حق ہو اس کی تائید و تصدیق کرتے ہیں اور جس کی جو بات بھی باطل ہو اسے واضح کرتے ہیں لیکن حقیقت کیا ہے اسی کا اللہ نے آگے ذکر کر دیا کہ جب اللہ کا رسول عیسیٰ جس نے اس امت کے آخر میں آنا تھا وہ آ گیا اور اس نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا تو ان میں سے یہ جو غیر جانبدار علماء کہلوانے والے تھے کسی بھی فرقے کی لعنت سے خود کو پاک قرار دے رہے تھے یہ بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ان میں سے ایک فریق پھر گیا یعنی عیسیٰ کی بعثت سے قبل قرآن قرآن قرآن چلا رہے تھے ہم صرف قرآن کی طرف دعوت دے رہے ہیں قرآن ہی حق ہے باقی سب باطل تو جب عیسیٰ نے آ کر قرآن ہی کو کھول کھول کر رکھ دیا تو قرآن اللہ کی کتاب سے ہی پھر گئے حالانکہ جب یہ اللہ کی کتاب کی طرف دعوت کے دعویدار تھے اور جب اللہ کی کتاب سے ہی کچھ سامنے لایا جاتا ہے تو ان پر فرض ہے کہ اسے نہ صرف تسلیم کریں بلکہ لوگوں پر بھی واضح کریں کہ ہاں اللہ کی کتاب یہی کہہ رہی ہے یہ بالکل حق ہے لیکن انہوں نے اس کے برعکس کیا اپنے ہی دعوے سے پھر گئے عیسیٰ نے جب اللہ کی کتاب قرآن کو کھول کھول کر رکھ دیا تو اللہ کی کتاب سے ہی پھر گئے جس کی تاریخ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان الفاظ میں درج کر دی تھی ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ پھر پھر گیا ان میں سے ایک فریق۔ ان کا پھر جانا کیا ہے اس کو بھی اللہ نے واضح کر دیا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور یہ فریق یہ کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعویدار اعراض کر رہے ہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ ان کا پھر جانا اس وجہ سے ہے کہ ان کے سامنے عیسیٰ نے اللہ کی کتاب واضح کی اور یہ آگے سے دلائل کی بنیاد پر اس کا رد کر رہے ہیں جس وجہ سے اسے نا قابل تسلیم سمجھتے ہوئے اس سے پھر رہے ہیں بلکہ اعراض کر رہے ہیں حق ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعویداروں کو چاہیے تھا کہ اب کتاب اللہ کو تسلیم کرتے اگر تسلیم نہیں کرتے تو وجہ بیان کرتے اس کا رد کرتے ثابت کرتے کہ یہ کتاب اللہ سے نہیں ہے لیکن یہ تو اس کے بالکل برعکس عیسیٰ کی طرف سے کتاب اللہ کے کھول کھول کر واضح کیے جانے کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں کیونکہ ان کے پاس رد ہے ہی نہیں انہیں علم ہے اگر اسے توجہ دی گئی تو ان کی اپنی حقیقت سامنے آ جائے گی جو یہ آج تک کتاب اللہ کی طرف دعوت کے لبادے میں دھوکا دیتے رہے اپنے پیٹ میں آگ بھرنے کی خاطر کتاب اللہ کا نام استعمال کرتے رہے انہوں نے دیکھا کہ لوگ فرقوں سے اکتا چکے ہیں لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جنہیں کتاب اللہ کے نام پر بہکایا جا سکتا ہے دھوکا دیکر اپنے مفادات و مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں جو یہ آج تک کرتے رہے اب جب عیسیٰ نے کتاب اللہ کو کھول کھول کر رکھ دیا اور یہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اب اگر اس سے پھرنے کی بجائے عیسیٰ کی تصدیق کرتے ہیں اس کی نصرت کرتے ہیں تو سب سے پہلا سوال ہی ان کے سامنے یہ آئے گا کہ آج یہ شخص یعنی عیسیٰ تو اس کے بالکل برعکس کچھ اور بتا رہا ہے جو آج تک تم کتاب اللہ کے نام پر ہمیں بتاتے رہے کتاب اللہ کی ترجمانی کرتے رہے؟ اس کی ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس امت کے شروع سے لیکر آج تک اکثریت کا عقیدہ و نظریہ ہے کہ اس امت کے آخر میں عیسیٰ آئے گا اور اس

کی بنیاد روایات کو قرار دیتے ہیں دوسری طرف وہ لوگ جو روایات جنہیں احادیث کے نام پر جانا جاتا ہے انہیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں کیونکہ وہ واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہدایت کا ذریعہ روایات نہیں بلکہ صرف اور صرف کتاب اللہ ہے اس لیے اگر تو عیسیٰ نے آنا ہے تو کتاب اللہ سے ثابت کرو اب پہلا گروہ جو کہ اکثریت ہے ان کے پاس قرآن کی ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے وہ یہ ثابت کر سکیں کہ عیسیٰ کے آنے کا قرآن میں ذکر ہے وہ قرآن سے عیسیٰ کی بعثت کو ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں یوں کتاب اللہ سے راہنمائی اور کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعویدار کہتے ہیں کہ جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہم اس بات کو کیسے مان لیں اس لیے کوئی عیسیٰ نہیں آنے والا یہ سب من گھڑت ہے اور پھر کتاب اللہ کے دعویدار قرآن سے ہی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ کوئی عیسیٰ نہیں آنے والا لیکن حقیقت کیا ہے یہ جگہ جگہ آپ پر واضح کر دی گئی کہ قرآن میں تو عیسیٰ کے نام کیساتھ عیسیٰ کی بعثت کا ذکر کیا گیا جس عیسیٰ نے اس امت کے آخر میں آنا تھا اس پر تو قرآن کی سینکڑوں آیات موجود ہیں سینکڑوں آیات اسی عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں سینکڑوں آیات اسی عیسیٰ کی تاریخ ہے جو آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے اتاری تھی پورے کا پورا قرآن ہی اس کی تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔

انتہائی مختصر بات کرتے ہیں کیونکہ تفاصیل تو پہلے ہی بیان کی جا چکیں۔ قرآن میں ایک عیسیٰ جو کہ عیسیٰ ابن مریم ہے جسے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا اس نے کہا تھا کہ میرے بعد رسول آئیں گے آیت میں لفظ رسول کی ل کے نیچے دو زیریں ہیں یعنی لفظ رسولٍ ہے دو زیروں کے آنے سے یہ جمع کا صیغہ بن جاتا ہے کہ جتنے بھی رسول ہو سکتے ہیں رسول کب اور کیسے آتا ہے اس کی وضاحت بھی کتاب میں جگہ جگہ موجود ہے تو عیسیٰ ابن مریم نے نہ صرف یہ کہا کہ میرے بعد رسول آئیں گے بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ ہر رسول کا اسم احمد ہو گا۔

سورۃ الزخرف میں عیسیٰ ابن مریم نہیں بلکہ ابن مریم کی مثل عیسیٰ کا ذکر کیا گیا اور عیسیٰ کا نام لیکر کہا گیا کہ عیسیٰ اس امت کے آخرین میں نہ صرف موجود ہے بلکہ انہیں کہہ رہا ہے کہ کس کا انتظار کر رہے ہو جس کا یہ انتظار کر رہے تھے اس کی بعثت سے پہلے اسے کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ یہ سب کا سب تو ماضی کا قصہ بن چکا سب کا سب ہو چکا اب ان میں سے کچھ نہیں آنے والا سوائے الساعت کے۔ اب الساعت کے سوائے کچھ نہیں آنے والا یعنی عیسیٰ نے کہا کہ میرے بعد صرف اور صرف الساعت آئے گی باقی سب کا سب آچکا الساعت کی تمام کی تمام اشراط آچکیں۔

تھوڑا سا غور کریں تو اندھوں کو بھی نظر آرہا ہے کہ قرآن میں ایک عیسیٰ نہیں بلکہ دو عیسیٰ کا ذکر کیا گیا کیونکہ کیا یہ ایک عیسیٰ ہو سکتا ہے جو ایک مقام پر یہ کہے کہ میرے بعد رسول آئیں گے ہر رسول کا اسم احمد ہو گا اور وہی عیسیٰ دوسرے مقام پر یہ کہہ رہا ہے کہ اب کچھ بھی نہیں آنے والا سب کا سب آچکا اب صرف اور صرف الساعت بچی ہے جو تم پر آنے والی ہے جو اچانک ہی آجائے گی یعنی ایک مقام پر یہ کہہ رہا ہے کہ میرے بعد رسول آئیں گے اور دوسرے مقام پر وہی عیسیٰ یہ کہے کہ اب کچھ بھی نہیں آنے والا میرے بعد صرف اور صرف الساعت ہے۔

اندھوں کو بھی نظر آرہا ہے کہ یہ ایک عیسیٰ نہیں ہے بلکہ دو عیسیٰ ہیں ایک عیسیٰ ابن مریم جسے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا اور دوسرا عیسیٰ ابن مریم جو کہ سلف ہو چکا اس کی مثل عیسیٰ جسے اس امت کے آخرین میں بعث کیا جانا تھا یعنی آپ نے دیکھا کہ قرآن میں تو اس امت کے آخر میں بعث کیے جانے والے عیسیٰ کا نام کیساتھ ذکر موجود ہے اور یہ کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعوے دار آج تک یہی کہتے آئے کہ کوئی عیسیٰ نہیں آنے والا قرآن میں کسی عیسیٰ کے آنے کا ذکر نہیں اور جب آج یہ حقیقت ان کے سامنے لا رکھی گئی تو ان کی حالت کیا ہو گی یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔ یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعویداروں میں سے بھی ایک فریق آج جب عیسیٰ نے ان پر کتاب اللہ کو ہی کھول کھول کر رکھ دیا تو کتاب اللہ سے ہی پھر گئے اور پھر عیسیٰ کی طرف سے کتاب اللہ کو کھول کھول کر رکھ دینے سے اعراض کر رہے ہیں اسے کوئی توجہ نہیں دے رہے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو بالکل نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ان کا اللہ کیساتھ وعدہ تھا کہ جب بھی ہمارے پاس حق آیا تو ہم سب سے پہلے نہ صرف حق کو تسلیم کریں گے بلکہ گواہی دیں گے حق کی نصرت کریں گے اور ظاہر ہے حق تو اسی طرح آتا ہے جیسے اللہ کا قانون ہے انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر جو اللہ کا رسول ہوتا ہے ان کی طرف بھیجتا ہے جو ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے یوں انہوں نے خود اللہ سے یہ عہد کیا تھا اللہ کے ساتھ میثاق باندھا تھا کہ جب بھی ہمارے پاس حق آئے گا تو ہم اس کو نہ صرف تسلیم کریں گے اس کے حق ہونے کی گواہی دیں گے بلکہ حق کی نصرت کریں گے اور آج جب حق آگیا یعنی اللہ کا رسول عیسیٰ آگیا ان میں موجود ہے تو یہ لوگ اللہ کیساتھ اپنے عہد کو ہی بھول گئے یہ لوگ اللہ کیساتھ کیے ہوئے اپنے میثاق سے ہی پھر رہے ہیں۔ آج ان تمام کتاب اللہ کی طرف دعوت دینے والوں اور کتاب اللہ کے

دعویداروں کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے جان لیں اگر اعراض ہی کریں گے تو ان سے بڑا اللہ کا مجرم اور کوئی نہیں ہوگا اور نہ ہی دنیا و آخرت میں ان کی نصرت کرنے والا کوئی ہوگا۔

پھر اسی آیت کو ایک دوسرے پہلو سے بھی آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیتے ہیں جو کہ نہ صرف آج کی تاریخ ہے بلکہ یہ آیت آج آپ کو یاد دلا رہی ہے کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول جس کو آج تم میں تمہی سے بعث کیا جانا تھا جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ. آل عمران ۲۳

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دیئے گئے ہوئے ہیں الکتاب سے حصہ یعنی جو خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں بلایا جا رہا ہے کتاب اللہ کی طرف ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے یعنی انہیں کہا جا رہا ہے کہ آؤ کتاب اللہ کی طرف کتاب اللہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر تو یہ لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو رہے ہیں ان میں سے ایک فریق حق سے پھر رہا ہے اور ایک فریق جو ہے وہ تو حق سے سرے سے ہی اعراض کر رہا ہے حق کو بالکل نظرانداز کر رہا ہے حق کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا۔

یعنی آج جب اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں تو انہیں یہی کہہ رہا ہوں کہ آؤ کتاب اللہ کی طرف کتاب اللہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے، اگر تو کتاب اللہ میری تصدیق کرتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کس وجہ سے تم حق سے کفر کر رہے ہو؟ تو خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے جواب میں دو حصوں میں تقسیم ہو رہے ہیں ایک فریق جس نے یہ بات مان لی کہ ٹھیک ہے کتاب اللہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں تو جب کتاب اللہ نے میری اللہ کے رسول کی تصدیق کر دی تو اس کے باوجود حق سے پھر رہے ہیں منہ موڑ رہے ہیں حق کو ماننے کو تیار ہی نہیں حالانکہ بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور ان میں سے ایک فریق تو سرے سے ہی اللہ کے رسول سے اعراض کر رہا ہے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی دعوت کو ایسے نظرانداز کر رہا ہے جیسے کہ انہیں کچھ سنائی اور دکھائی ہی نہیں دے رہا۔ اور دیکھیں کیا آج یہ نہیں ہو رہا؟ کیا آج میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بار بار کتاب اللہ ہی کی طرف نہیں بلا رہا؟ میری کوئی ایک بھی بات ایسی ہے جس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود نہیں؟ کیا کتاب اللہ کھول کھول کر اپنا فیصلہ نہیں سنا رہی کہ یہ احمد عیسیٰ اللہ کا وہی رسول ہے جس کی بعثت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے؟ اب جب کتاب اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تم لوگوں پر حق کھول کر واضح کر دیا گیا دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے غلط ثابت نہیں کر سکتی تو پھر تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ کیا تم لوگ بھی بالکل وہی نہیں کر رہے جو تم سے پہلے بنی اسرائیل نے عیسیٰ ابن مریم کیساتھ کیا تھا جب ان کے آخرین میں ان کی طرف عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا گیا تھا؟ کیا تم لوگ بنی اسرائیل کی مثل نہیں بن رہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے اور ان کے علماء کے نام پر نبیوں آخر یہ اتنے ذہین لوگ جو کتاب اللہ کی طرف دعوت دینے کے دعویدار ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ عیسیٰ رسول اللہ و خاتم النبیّن ان کے درمیان موجود ہے اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی یہ عیسیٰ رسول اللہ و خاتم النبیّن سے اعراض ہی کر رہے ہیں؟

اگر عیسیٰ رسول اللہ و خاتم النبیّن کی تصدیق کی بجائے کذب کر رہے ہیں اسے تسلیم کرنے کی بجائے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کفر کر رہے ہیں عیسیٰ اللہ کا رسول ان میں موجود ہے اگر رسول کا کفر کیا جائے یہ علم ہو جانے کے بعد کہ رسول موجود ہے اور اس نے اللہ کی آیات کو کھول کھول کر رکھ دیا تو اس کا انجام دنیا و آخرت میں انتہائی بھیانک ہوگا اور انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں آخر ایسا کیسے یہ لوگ کر سکتے ہیں؟ رسول موجود ہے اور یہ بالکل انجان بنے ہوئے ہیں اس سے اعراض کر رہے ہیں آخر یہ کتاب اللہ کی طرف دعوت کے دعودار اور خود کو مسلمان کہلوانے والے اس طرح کیسے کر سکتے ہیں یہ اتنے بے فکر کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب بھی اللہ نے اگلی آیت میں ہی دیدیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ وَغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ. آل عمران ۲۴

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ وہ ایسا اس وجہ سے کر رہے ہیں قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ ان کا کہنا ہے کہ ہرگز نہیں ہمیں چھوئے گی النار یعنی کہ ہم ہرگز جہنم میں نہیں جائیں

گے اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ مگر چند گنتی کے دن۔ اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی سوال کا جواب بالکل واضح کر دیا کہ ان میں اللہ کا رسول عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّن موجود ہے اور انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں عیسیٰ کی طرف سے اللہ کی آیات کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اعراض کر رہے ہیں انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی یہ حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود حق سے پھر ہی رہے ہیں اور اعراض ہی کر رہے ہیں یعنی حق کو کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے اسے بالکل نظر انداز کر رہے ہیں تو صرف اور صرف اس لیے ایسا خود کو مسلمان کہلوانے والے اس لیے کر رہے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں النار چھوئے گی ہی نہیں یعنی ہم جہنم میں جائیں گے ہی نہیں ہم تو ہیں ہی جنتی ہم اللہ کے چہیتے ہیں اور اگر بالفرض جہنم میں چلے بھی گئے تو بالآخر ہمارا ٹھکانا جنت ہے ہمیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

اب ذرا غور کریں یہ کون لوگ کہتے ہیں؟ کیا یہ یہی امت نہیں جن کا کہنا ہے کہ پہلی بات کوئی بھی مسلمان جہنم میں نہیں جائے گا اور اگر چلا بھی گیا تو بالآخر اس کا ٹھکانہ جنت ہے اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا؟ یہ وجہ ہے جس وجہ سے یہ لوگ النبیّن یعنی محمد رسول اللہ وخاتم النبیّن کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن کو قتل کرتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ان میں عیسیٰ اللہ کا رسول اور خاتم النبیّن موجود ہے اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی ان کو کوئی پرواہ ہی نہیں یہ عیسیٰ رسول اللہ سے اعراض ہی کر رہے ہیں اس سے پھر رہے ہیں وَغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ اور انہیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے ان کے دین نے مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور جو ان کا دین ہے وہ صرف اور صرف وہی ہے جو یہ افتراء کر رہے ہیں یعنی آج جس کو بھی یہ دین کا نام دیتے ہیں کہ اللہ نے انہیں یہ دین دیا ہے یہ اللہ نے نہیں دیا بلکہ یہ سب کا سب ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے جو یہ اللہ سے منسوب کر رہے ہیں اللہ نے انہیں ایسا کوئی دین نہیں دیا اللہ نے ایسا کوئی دین وضع نہیں کیا اللہ نے انہیں ایسا کچھ نہیں کہا نہ ایسا کوئی حکم دیا بلکہ ان کا جو دین ہے وہ ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے اور ان کے اپنے گھڑے ہوئے دین نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے یہ اپنے ہی گھڑے ہوئے دین کے دھوکے میں مبتلا ہیں اس میں ڈوبے ہوئے ہیں انہیں اس کے علاوہ کچھ بھی سنائی اور دکھائی نہیں دے رہا جو ان کے خود ساختہ دین میں موجود ہے۔

آپ نے جان لیا کہ جہاں ان آیات میں اللہ نے اس امت کے آخر میں عیسیٰ رسول اللہ کی پہچان کو منفرد پہلوؤں سے واضح کر دیا عیسیٰ رسول اللہ کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی تھی تو وہیں ان آیات میں دوٹوک الفاظ میں اس امت کی طرف سے کیے جانے والے النبیّن کے قتل کا بھی ذکر کر دیا کہ یہ موجودہ امت، محمد کے بعد محمد کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن کو قتل کرتی رہی اور پھر اتنا ہی نہیں النبیّن کے قاتلوں کا انجام بھی بالکل واضح کر دیا اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ آج تک ایسا کیوں کرتے رہے کس وجہ سے کرتے رہے کہ ان کے دین نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور ان کا دین ان کا اپنا خود ساختہ گھڑا ہوا ہے جس کا اللہ کے دین کیساتھ رائی برابر بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

دنیا کی کوئی طاقت اس بات کا رد نہیں کر سکتی کہ محمد آخری نبی یا رسول نہیں تھے۔ محمد نہ صرف اللہ کا رسول بلکہ خاتم النبیّن یعنی اگلے رسول کی بعثت تک آنے والے النبیّن کا فلٹر بنائے گئے تھے ان النبیّن کا جنہیں یہ امت قتل کرتی رہی۔ محمد کو آخری نبی و رسول کہنے والو اگر تم سچے ہو تو آؤ میدان میں جان لو تمہارے سامنے اللہ کا رسول عیسیٰ اور خاتم النبیّن موجود ہے اگر سچے ہو تو آؤ اللہ کا مقابلہ کرو اگر تم اللہ کو عاجز کر سکتے ہو تو اللہ کو عاجز کر کے دکھاؤ؟ جان لو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے تم پر حق کھول کر واضح کر دیا گیا اللہ سے رجوع کرو اس سے پہلے کہ تمہیں وہ دن دیکھنا پڑ جائے جب عذاب عظیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تمہارے ہاتھ میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے، جان لو تب تم مانو گے لیکن تب تمہارا ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا عذاب عظیم تمہارے سر پر کھڑا ہے۔

محمد آخری رسول یا نبی نہیں تھا یہ بات پھیر پھیر کر مختلف پہلوؤں سے واضح کی جا چکی حق اس قدر واضح کیا جا چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی لیکن اس کے باوجود قرآن کی مزید آیات سے آپ کے سامنے مزید یہی بات رکھتے ہیں جس میں اس امت کا نام لیکر ان کے جرائم جن میں سب سے بڑا جرم النبیّن کا قتل ہے ذکر کیا گیا اور پھر دنیا و آخرت میں انجام بھی واضح کر دیا گیا۔

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَوۡ ءَامَنَ أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُم مِّنۡهُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ. لَن يَضُرُّوكُمۡ إِلَّآ أَذًى وَإِن يُقَٰتِلُوكُمۡ يُوَلُّوكُمُ ٱلۡأَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ. ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ أَيۡنَ مَا ثُقِفُوٓاْ إِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ ٱلنَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَسۡكَنَةُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَانُواْ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلۡأَنۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ. آل عمران ۱۱۰ تا ۱۱۲

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ ہوتم خیر تھے جتنی بھی امتیں ہیں۔

خَيۡر عربی میں کہتے ہیں جس میں ہرلحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو جس سے رائی برابر بھی نقصان کا سامنانہ کرناپڑے یعنی خیر اس کو کہا جاتا ہے جس سے کسی بھی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو بلکہ اس سے ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو۔

أُمَّةٍ جمع کا صیغہ ہے یعنی جتنی بھی امتیں ہوسکتی ہیں اور اس کا واحد ''امۃ'' یعنی ایک امت ہے لفظ ''امۃ'' دوالفاظ کا مجموعہ ہے ''ام اور ۃ''۔ ''ام'' عربی میں کہتے ہیں جس میں جڑ یا بنیاد کی خصوصیات وصفات ہوتی ہیں جیسے جڑ جس سے نہ صرف درخت وجود میں آتا ہے بلکہ اس پر پورا درخت قائم ہوتا ہے جیسی جڑ ہوگی ویسا ہی درخت ہوگا اگر جڑ مضبوط ہوگی تو اس پر کھڑا پورا درخت مضبوط ہوگا کوئی آندھی یا بڑے سے بڑا طوفان بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا، اسی طرح بنیاد جس پر پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے جیسی بنیاد ہوگی ویسی ہی عمارت ہوگی یہی وجہ ہے جس وجہ سے عربی میں ماں کو بھی ''ام'' کہا جاتا ہے کیونکہ ماں سے نہ صرف اولاد نکلتی ہے بلکہ ماں اولاد کی بنیاد ہوتی ہے ماں جیسی اولاد کی تربیت کرے گی ویسی ہی اولاد بنے گی اور ''ۃ'' اس کا اظہار کر رہی ہے جسے ''ام'' کہا جا رہا ہے۔

اس آیت میں کس امت کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کی وضاحت آیت کے اگلے ہی الفاظ کر دیتے ہیں أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ کیا تم نکلے لوگوں کے لیے۔ اس آیت میں دنیا میں آباد لوگوں کی ''ام'' کا ذکر کیا جا رہا ہے جیسے اولاد کے لیے والدین ''ام اور اب'' کہلاتے ہیں اس لیے کیونکہ والدین اولاد کے لیے جڑ کی اہمیت وحیثیت رکھتے ہیں والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے بچوں کی تربیت کرنا ان کے اچھے برے کا خیال رکھنا بچوں کی راہنمائی کرنا ان پر واضح کرنا کہ ان کے لیے کس میں فائدہ ہے اور کس میں نقصان اگر بچے نقصان کی طرف بڑھیں تو انہیں پیار سے سمجھا بجھا کر روکنا اور اگر پیار سے نہیں رکتے تو انہیں قوت سے روکنا کیونکہ اس میں بچوں کا اپنا ہی فائدہ ہے اور والدین کو بچوں پر اختیار اسی لیے دیا گیا کہ بچے والدین کی ذمہ داری ہیں۔

لوگوں کے لیے ''ام'' یعنی دنیا میں آباد لوگوں کے لیے ''ام'' کون ہے کیا کوئی ایک ہے یا پھر ایک سے زیادہ جب دنیا میں آباد لوگوں میں غور کریں گے تو حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی ذرا غور کریں جیسے والدین کو بچوں پر اختیار حاصل ہوتا ہے بالکل اسی طرح دنیا میں وہ کون لوگ ہیں جن کو انسانوں پر اختیار حاصل ہے؟ کیا وہ کوئی ایک شخص ہے؟ ایک گروہ ہے یا پھر ایک سے زیادہ گروہ؟

جیسے والدین فیصلہ کرتے ہیں کہ بچوں نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا یعنی والدین کا کام ہے کہ وہ طے کریں گے کہ بچوں نے کس طرح زندگی گزارنی ہے بالکل اسی طرح غور کریں کہ دنیا میں آباد لوگوں میں کون ہیں جنہیں نہ صرف انسانوں پر اختیار حاصل ہے بلکہ وہ طے کر رہے ہیں کہ انسانوں کو کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا کیسے زندگی گزارنی ہے جو انسانوں کے نفع ونقصان کے بارے میں سوچتے ہیں؟

جیسے بچے اگر کوئی ایسا کام کرتے ہیں یا کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں جن میں والدین کے مطابق بچوں کے لیے نقصان ہے تو والدین بچوں کو سمجھاتے بجھاتے ہیں اور پھر بھی اگر بچے باز نہ آئیں تو انہیں سختی کیساتھ روکتے ہیں بالکل ایسے ہی وہ کون لوگ ہیں جو دنیا میں آباد انسانوں کا نہ صرف نفع ونقصان طے کرتے ہیں بلکہ اگر انسان ان کی ہدایات کے خلاف چلتے ہیں تو انسانوں کو پیار یا قوت کیساتھ روکتے ہیں؟ جیسے والدین بچوں کی تربیت کرتے ہیں ذرا غور کریں وہ کون ہیں جو دنیا میں آباد انسانوں کی تربیت کر رہے ہیں؟

جیسے والدین بچوں کی بنیاد ہوتے ہیں جیسے والدین ہوتے ہیں ویسے ہی بچے بنتے ہیں بالکل ایسے ہی دنیا میں وہ کون سے لوگ ہیں جو دنیا میں آباد لوگوں کی

جڑ یعنی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے وہ خود ہوتے ہیں اسی طرح وہ دنیا کے انسانوں کو بنا رہے ہیں؟
جب غور کریں گے تو آپ کے سامنے کوئی ایک شخص نہیں آئے گا نہ ہی کوئی ایک گروہ بلکہ سینکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے گروہ آپ کے سامنے آئیں گے جنہیں عربی میں امۃِ کہا جاتا ہے۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تمام کے تمام گروہ یعنی امتیں ان کو حق حاصل ہے اس کا یعنی امت بننے کا؟ اور کیا ان سے انسانوں کو فائدہ حاصل ہوگا یعنی جیسا یہ انسانوں کو بنا رہے ہیں اگر انسان ویسے بن جائیں جیسا یہ انسانوں کو کہتے ہیں اگر انسان ویسا ہی کرتے ہیں تو کیا انسانوں کو ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ حاصل ہوگا؟ اگر انسان ان امتوں کی تربیت پر چلتے ہیں ان کے طے کردہ قوانین پر چلتے ہیں تو کیا انسانوں کو ہر لحاظ سے فائدہ ہی حاصل ہوگا اور انسان ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں گے؟ جب تک اس سوال کا جواب واضح نہیں ہوجاتا آگے بڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس سوال کا جواب بہت آسان ہے جسے آپ ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھ سکتے ہیں مثلاً آپ ایک نئی گاڑی خریدتے ہیں اور آپ کو ڈرائیور کی ضرورت ہے تو آپ کسے ڈرائیور رکھیں گے؟ کیا کسی ایسے کو ڈرائیور رکھیں گے جس کو گاڑی کے بارے میں کوئی علم نہیں اور اگر علم ہے بھی تو نامکمل علم ہے؟ جیسے آدھا سچ پورے جھوٹ سے کئی گنا بڑھ کر خطرناک ہوتا ہے بالکل اسی طرح نامکمل علم، علم نہ ہونے سے کئی گنا زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہوتا ہے کیونکہ اگر کسی کے پاس کسی شئے کے بارے میں علم نہیں ہوگا تو وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا جس سے وہ شئے اس کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچ جائے گی لیکن اگر کسی کے پاس نامکمل علم ہے تو وہ ضرور اس شئے میں چھیڑ چھاڑ کرے گا اس میں پنگے لے گا کیونکہ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے پاس علم ہے اور نامکمل علم کی وجہ سے وہ شئے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا تو آپ سے سوال تھا کہ آپ کیا کسی ایسے شخص کو ڈرائیور رکھیں گے جس کے پاس علم نہیں یا پھر نامکمل علم ہو؟
تو جواب بالکل واضح ہے کہ بالکل نہیں کیونکہ اس سے شئے تباہ و برباد نہیں کروانی ہاں ڈرائیور صرف اور صرف اسی کو رکھا جائے گا جو ڈرائیونگ کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہو اور اس کے پاس حکمہ یعنی تجربہ بھی ہو۔
اب ذرا غور کریں کہ کیا اس زمین پر صرف انسان ہی آباد ہیں یا پھر انسان کے علاوہ بھی بہت سی مخلوقات ہیں؟ تو کیا ان کو امت بننے کا حق حاصل ہے جن کے پاس آسمانوں و زمین کا علم ہی نہ ہو؟ اور اگر علم ہے بھی تو نامکمل علم؟ نہیں بالکل نہیں۔ ایسے کسی کو بھی امت بننے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ نہ صرف انسانوں بلکہ آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا اور اب جب ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ دنیا میں اس وقت سینکڑوں ہزاروں امتیں ہیں تو کیا ان کے پاس انسان اور آسمانوں و زمین کے بارے میں علم ہے؟ اگر ہے تو کیا مکمل علم ہے یا پھر نامکمل؟ تو جواب بالکل واضح ہے اکثریت کے پاس تو آسمانوں و زمین کا علم ہے ہی نہیں اور جن کے پاس ہے ان کے پاس بھی مکمل علم نہیں بلکہ نامکمل علم ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر انسانوں سمیت آسمانوں و زمین کو فائدے نہیں بلکہ تباہیوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اس لیے اللہ اس آیت میں ان کو کہہ رہا ہے کہ ہو تم خیر امت جن کو الکتاب دی گئی۔
الکتاب آسمانوں و زمین ہیں اور جو کچھ بھی آسمانوں و زمین میں ہے یہ الکتاب کی آیات ہیں اللہ نے الکتاب یعنی آسمانوں و زمین کا علم اس قرآن کی صورت میں دے دیا اور ان کو دیا جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اس کے اہل ہیں یعنی وہ لوگ جو خود کو امت محمد کہلواتے ہیں وہ اہل الکتاب کہلائیں گے اہل الکتاب یعنی اس قرآن پر ایمان لانے کے دعویداروں کو اللہ کہہ رہا ہے کُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ جتنی بھی امتیں ہیں یعنی دنیا میں جتنے بھی ایسے گروہ ہیں جو انسانوں کے نفع و نقصان طے کر رہے ہیں جو آسمانوں و زمین کا نظام چلانے کے دعویدار ہیں جو انسانوں کی تربیت کر رہے ہیں جو انسانوں کے لیے طے کر رہے ہیں کہ انہوں نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، کیسے زندگی گزارنی ہے اگر انسان ان کے وضع کردہ قوانین پر عمل نہیں کرتے تو وہ انسانوں کو قوت کیساتھ ان پر عمل کرواتے ہیں وہ سب کے سب گروہ ایسے ہیں کہ انسانوں کو ان سے فائدے نہیں بلکہ نقصانات ہی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کی ہدایات پر عمل کرنے سے تباہیوں و ہلاکتوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا ان میں واحد تم ایک ایسی امت ہو جو خیر ہو یعنی تم انسانوں یا آسمانوں و زمین کے لیے نقصانات کی بجائے فائدے مند ہی ثابت ہو سکتے ہو انسانوں سمیت آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے انہیں فائدے ہی فائدے حاصل ہوں گے لیکن آگے اللہ نے کچھ شرائط عائد کر دیں اگر ان پر تم عمل کرتے ہو تو اور اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں اترتے تو پھر جان لو کہ اللہ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا ہے خیر کا جوڑا شر ہے اس لیے اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں اترتے تو پھر تم امت خیر نہیں بلکہ امت شر بن جاؤ گے۔ اور وہ شرائط کیا ہیں ان کا آگے ذکر کر دیا أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ کیا تم نکل رہے ہو دنیا میں آباد لوگوں کے لیے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہے نکلنا دنیا میں آباد لوگوں یعنی انسانوں کے لیے تو اسی کا اللہ نے آگے جواب بھی دے دیا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم جو نکل رہے ہو جو کر رہے ہو وہ امر کر رہے ہو معروف سے یعنی انسانوں کو وہی کرنے کا حکم دے رہے ہو جس کے کرنے سے فائدے ہی فائدے ہوں نقصان نہ ہو جس کے کرنے کا تم پر واضح کیا گیا کہ یہ ہے جو انسانوں کو کرنا ہے اور انہیں الگ کر رہے ہو منکر سے یعنی انسانوں کو اس سے روک رہے ہو جس سے رکنے کا کہا گیا جس سے رکنے سے ہی نقصانات سے بچا جا سکتا ہے ورنہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے جس کے کرنے کا انسانوں کو حکم دینا ہے انسانوں سے کروانا ہے اور جس سے انہیں روکنا ہے؟ تو اس کا جواب بھی اللہ نے آگے واضح کر دیا وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور وہ ہے جو اللہ سے تمہاری طرف آ رہا ہے اسے تسلیم کر کے اس پر عمل کر رہے ہو۔

دنیا میں جتنی بھی امتیں ہیں یعنی ایسے گروہ جو انسانوں کے نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں جو انسانوں کے لیے قوانین وضع کرتے اور ان قوانین پر چلاتے ہیں جو انسانوں کے لیے جڑ، ان کی بنیاد کی اہمیت و حیثیت رکھتے ہیں ان میں کوئی ایک بھی گروہ یعنی امت ایسی نہیں ہے جو انسانوں سمیت باقی تمام مخلوقات کے لیے فائدہ مند ہو بلکہ تمام کی تمام ہی انسانوں سے سمیت آسمانوں و زمین کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے سوائے تمہارے جنہیں الکتاب دی گی لیکن اس صورت میں کہ تم اگر نکلتے ہو انسانوں کے لیے ایسا نہیں کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو تو تم خیر امت ہو نہیں بلکہ تم نے انسانوں کے لیے نکلنا ہے اللہ سے جو تمہاری طرف اتارا جائے انسانوں کو اس پر چلانا ہے ویسی ہی انسانوں کی تربیت کرنی ہے ان سے وہی کروانا ہے جو اللہ واضح کر رہا ہو اور انسانوں کو اس سے روکنا ہے جس سے اللہ رکنے کا کہہ رہا ہو اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تم خیر امۃ نہیں بلکہ تم شر امۃ ہو گے تم سے انسانوں تو کیا دنیا کی کسی مخلوق کو بھی فائدہ حاصل نہیں ہو گا بلکہ الٹا تم انسانوں سمیت دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے ہلاکتوں و تباہیوں کا باعث بنو گے۔

اس امت کو اس لیے وجود میں لایا گیا تھا تاکہ یہ انسانوں کو دنیا و آخرت میں ہلاکت سے بچا سکے امت کی حیثیت والدین کی سی ہوتی ہے یعنی یوں کہیں کہ جیسے گھر میں والدین ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کرنا ہوتی ہے بلکہ بچوں کے نفع و نقصان کا اختیار بھی والدین کو حاصل ہوتا ہے بچوں کو علم نہ ہونے کی وجہ سے جو بھی انہیں اچھا لگتا ہے وہ اسے حاصل کرنے کی ضد کرتے ہیں اس کی طرف بڑھتے ہیں جیسے اگر آگ سامنے موجود ہو تو بچے تو آگ کو بھی چھو لیں گے کیونکہ انہیں علم نہیں ہوتا اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کا خیال رکھیں ان کو ان کاموں سے روکیں جن سے بچوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے بچے ضد کرتے ہیں تو والدین نہ صرف پیار سے انہیں سمجھاتے ہیں بلکہ اگر سختی کی ضرورت پیش آئے تو سختی بھی کرتے ہیں اگر والدین اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کریں گے تو ایک بہترین نسل وجود میں آئے گی لیکن اگر والدین ہی اپنی ذمہ داری کو ترک کر دیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ بچے آزاد ہو جائیں گے انہیں جو اچھا لگے گا اس کے پیچھے پڑیں گے اور پھر انہیں طرح طرح سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا بچے گھر کو تباہ برباد کر کے رکھ دیں گے بالکل اسی طرح اس امت کو دنیا کے انسانوں کے لیے بطور والدین وجود میں لایا گیا کہ نہ صرف تمہیں انسانوں سے اس گھر کو محفوظ رکھنا ہے گھر کی دیکھ بھال کرنی ہے بلکہ انسانوں کے نفع و نقصان کا اختیار تمہارے پاس ہے جیسے بچے ہوتے ہیں جو بھی انہیں نظر آتا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے ضد کرتے ہیں بالکل ایسے ہی انسان بھی جو ان کا دل چاہے گا جو انہیں اچھا لگے گا اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر انسانوں کو اس سے روکا نہ گیا تو یہ انسانوں سمیت آسمانوں و زمین کو تباہ برباد کر کے رکھ دیں گے۔

اب ذرا غور کریں جب اس امت کو وجود میں لایا گیا تو اس وقت یہ کیسی امت تھی اور دنیا کی حالت ان کی وجہ سے کیسی تھی؟ اور آج یہ امت کیسی ہے کیا کر رہی ہے اور آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں جو کہ ان کی رعایا تھا ان سب کی حالت کیا ہے؟ آپ کو آسمان و زمین کا فرق نظر آئے گا۔ آج آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب کو طرح طرح کے نقصانات و تباہیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور یہ سب اسی وجہ سے ہوا کہ اس امت کو جو ذمہ داری دی گئی تھی انہوں نے اس ذمہ داری کو ترک کر دیا جس سے یہ خیر امۃ کی بجائے شر امۃ ثابت ہو گئی۔

اور آج بذات خود اس امت کی اپنی حالت کیا ہے یہ بھی ہر ایک کے سامنے ہے دنیا میں کوئی کتا بھی مر جائے تو پوری دنیا یک زبان ہو کر چیخنا اور آنسو بہانا شروع کر دیتی ہے اور اس امت کے لاکھوں کروڑوں کو کتوں کی موت مار دیا جاتا ہے تو دنیا میں کسی کے بھی کان پر جوں تک نہیں رینگتی یعنی کس قدر یہ امت ذلیل و رسوا ہو چکی ہے اسی کا اللہ نے آگے ذکر بھی کر دیا وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اور اگر مان جاتے یعنی جو انہیں کہا گیا اسے تسلیم کر لیتے اہل الکتاب یعنی جن کو الکتاب دی

گئی جو الکتاب کے اہل تھے یہ موجودہ امت ہے خود کو مسلمان کہلوانے والے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو ہر لحاظ سے ان کو فائدے ہی فائدے حاصل ہوتے انہیں رائی برابر بھی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑتا آج جو انہیں شر کر سامنا کرنا پڑ رہا ہے انہیں اس شر کا سامنا نہ کرنا پڑتا چونکہ انہوں نے بھی وہی کیا جو بنی اسرائیل نے کیا تھا بنی اسرائیل کا جب اس ذمہ داری کے لیے انتخاب کیا گیا تو انہوں نے نہ صرف اس ذمہ داری کو ترک کر دیا بلکہ الٹا خود کو اللہ کے چہیتے سمجھنا شروع ہو گئے کہ دنیا میں صرف وہی اللہ کے لاڈلے ہیں یوں ذلیل ورسوا ہو گئے اور اس امت نے بھی بالکل وہی کیا جو ذمہ داری ان پر عائد کی گئی تھی ان کو جو الکتاب دی گئی وہ محض الفاظ واوراق کا مجموعہ محض بوجھ نہیں تھا بلکہ ذمہ داری تھی آسمانوں وزمین کی ذمہ داری ان کی دیکھ بھال کرنا تھی لیکن انہوں نے ذمہ داری کو ترک کر دیا اور محض اوراق کا بوجھ گدھے کی طرح خود پر لاد کر خود کو اللہ کے چہیتے سمجھتے رہے اور آج جس حالت سے دوچار ہیں اسی وجہ سے جو انہیں کہا گیا تھا انہوں نے اسے تسلیم ہی نہ کیا۔

اب آج پھر ایک بار ان کے پاس موقع موجود ہے جیسے بنی اسرائیل کو عیسیٰ ابن مریم کو بھیج کر موقع دیا گیا بالکل عین اسی طرح آج اللہ نے اس امت میں بھی عیسیٰ اپنے رسول کو بھیج دیا آج اس امت کے پاس ذلت ورسوائی سے نکلنے کا ایک موقع ہے اگر انہوں نے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو تسلیم کرنے کی بجائے کفر کر کے یہ موقع ہاتھ سے گنوا دیا تو عنقریب یہ اپنی آنکھوں سے عظیم عذاب کو دیکھیں گے اور کتنے ہیں جو اس موقع سے فائدہ اٹھا پائیں گے اور کتنے اس موقع کو ضائع کر کے ہلاکت کا سودا کریں گے اس کا بھی جواب اللہ نے آگے دے دیا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ان میں ہیں جو عیسیٰ کی دعوت کو تسلیم کر کے اس پر عمل کرنے والے ہیں اور اکثریت ان میں فاسقون کی ہے حق کو بدلنے والوں کی ہے۔

جیسے آج اللہ نے اس امت کو ایک آخری موقع دیا ہے ایسے ہی محمد کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن کے ذریعے بھی اللہ مواقع دیتا آیا اس امت میں جب بھی بگاڑ آیا یہ لوگ اپنی ذمہ داری کو بھول کر دنیا میں دھنسنے لگے تو محمد کے فلٹر سے نکل کر النبیّن آتے رہے جنہوں نے اس وقت کے تقاضے کے مطابق واضح کیا کہ اس وقت کیا ذمہ داری ہے اور اسے پورا کیسے کرنا ہے بہت تھوڑے ہوتے تھے جو ان کی دعوت پر لبیک کہتے اور اکثریت اہل الکتاب یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی دشمنی پر اتر آتی یہاں تک کہ النبیّن اور ان کے ساتھیوں سے لڑائی تک کرتے رہے جس کا ذکر اللہ نے اگلی آیت میں کر دیا لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ہرگز نہیں تمہیں نقصان پہنچا سکیں گے الا کچھ تکلیف، پچھلی آیت کے آخر میں جو کہا گیا کہ ان میں ایمان لا کر اس پر عمل کرنے والے بھی ہیں اور اکثریت فاسقون کی دین بدلنے والوں کی ہی رہی تو جب جب ان میں کوئی نبی آیا یہ لوگ اسے عالم وغیرہ کی صورت میں جانتے تھے ہر اس نبی نے جب اپنے وقت کے مطابق حق واضح کیا تو ایمان لا کر جیسا وہ کہتا ویسے کرنے والے بھی ہوتے رہے لیکن اکثریت فاسقین کی ہی رہی اور فاسقین نے ہر دور میں یہی کیا کہ نبی اور اس کے ساتھیوں جو اصل امت رہی ہر دور میں ان کے ساتھ قتال یعنی لڑائی ہی کی تو جب بھی لڑائی کی النبیّن اور ان کے ساتھیوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے سوائے تھوڑے نقصان کے اور بالآخر بھگوڑے ہی ثابت ہوئے اسی کا آگے اللہ نے ذکر کر دیا وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ اور اگر تم سے لڑ رہے ہیں تو پھیر رہے ہیں پیٹھ تمہاری طرف یعنی اگر لڑتے ہیں تو ڈٹنے والے نہیں بلکہ بھگوڑے ہیں پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ پھر نہیں نصرت کیے جا رہے۔

جب محمد کے بعد محمد کے فلٹر سے نکل کر وقتاً فوقتاً انبیاء آتے رہے شروع میں ان نبیوں کی دعوت پر ایمان لانے والوں کی کثرت ہوتی فاسقوں کی قلت اور فاسقون کو ذلت ورسوائی کا ہی سامنا کرنا پڑتا رہا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا جہالت بڑھتی گئی ایمان لانے والوں کی قلت اور فاسقین کی کثرت ہوتی گئی جس وجہ سے النبیّن کے قتل کا سلسلہ بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ سو فیصد جہالت چھا گئی تو سو فیصد ہی فاسق ہو گئے یوں یہ امت محمد مجموعی طور پر دنیا میں ذلت کا شکار ہو گئی اور اسی کا اللہ نے اگلی آیت میں ذکر کر دیا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ. آل عمران ۱۱۲

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا ڈال دی گئی ان پر ذلت یہ دنیا میں جہاں کہیں ملیں گے یعنی محمد کے ذریعے جب اس امت کو وجود میں لایا گیا تو ان کو

تمام عالمین پر فضیلت دی گئی سب سے اوپر بلند مقام پر کھڑا کر دیا لیکن جب یہ اپنی ذمہ داری ہی کو بھول گئے اسے ترک کر دیا تو یہ ذلت کا شکار ہونے لگے بلندیوں سے پستیوں کی طرف سفر کرنے لگے یہاں تک کہ سب سے نیچے پستیوں میں چلے گئے دنیا میں جہاں کہیں بھی ملیں گے اب ان کا مقدر ذلت ہے اِلَّا مگر یعنی سوائے اس کے بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ دو ذریعے ہیں جن میں سے کسی بھی ایک کو اختیار کرنے سے یہ ذلت سے بچ سکتے ہیں اور بچے ہوئے ہیں ان میں ایک ''حبلٍ من اللہ'' کیساتھ ہے جو اللہ سے ہیں یعنی اللہ جب بھی ہدایت کے لیے کسی بشر رسول کی صورت میں سامنے آتا ہے تو اس کو پکڑ لیا جائے جو وہ کہے ہر حال میں اس کی اطاعت واتباع کی جائے تو ذلت کا شکار نہیں ہوں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ وہ ذریعہ ہے جس سے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی ذلت سے بچ جائیں گے اور فلاح پائیں گے اور دوسرا ذریعہ ہے ''حبلٍ من الناس'' جو دنیا میں باقی انسان کر رہے ہیں اسی رسی کو یہ بھی پکڑ لیں جیسے باقی انسان دنیاوی تعلیم و تربیت حاصل کر کے مال و دولت حاصل کرتے ہیں دنیا میں منفرد مقام حاصل کرتے ہیں بالکل اسی طرح یہ بھی انہی رستوں پر چلیں انہی لائنوں پر چلیں انہی کی طرح بن جائیں اس سے یہ دنیا میں تو ذلت سے بچ جائیں گے لیکن آخرت میں نہیں ان دو ذرائع کے علاوہ اگر یہ لوگ امت محمد ہونے کے دعوے بھی کریں اور اللہ سے رجوع نہ کریں تو کبھی بھی یہ ذلت سے باہر نہیں آسکتے ان کے لیے دنیا میں ہر جگہ ذلت ہے یہ دنیا میں جہاں بھی چلے جائیں یا دنیا میں جہاں بھی ملیں گے تو ان کا مقدر ذلت ہے۔ اگر یہ ذلت سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے ذلت سے نکلنے کے لیے صرف اور صرف دو ہی ذرائع ہیں ایک یہ ہے کہ یا تو یہ اللہ کی حبلِ کو پکڑ لیں یعنی جو اللہ کہہ رہا ہے وہی کریں یعنی تزکیہ کر کے قتال کریں تو یہ ذلت سے بچ جائیں گے اور اس ذریعے سے نہ صرف ذلت سے بچ جائیں گے بلکہ دنیا وآخرت میں بلند مقام ان کا مقدر ہے ورنہ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ دین کے دعوے کرنا چھوڑ دیں اور جیسے دنیا میں باقی لوگ کر رہے ہیں بالکل ان ہی کی طرح بن جائیں تو یہ ذلت سے بچ جائیں گے اور اگر یہ زبان سے اللہ کے چہیتے کہلواتے ہیں اور اللہ نے جو کہا وہ بھی نہیں کرتے تو پھر نہ صرف ان کے لیے دنیا میں جہاں بھی ہوں گے ذلت ہی ذلت ہے بلکہ آخرت میں بھی ان کا مقدر ذلت ہی ذلت ہے۔

آج آپ غور کریں کیا حقیقت یہی نہیں ہے؟ آج یہ امت خود کو مسلمان کہلوانے والے ذلت کا شکار نہیں ہو چکے؟ دنیا میں جہاں کہیں بھی ملتے ہیں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے؟ یہ پستیوں میں جا چکے ہیں دنیا میں کتا مر جائے تو ساری دنیا اس پر آنسو بہاتی ہے لیکن ان کے لاکھوں کروڑوں کو مار دیا جاتا ہے ان کی عزتیں پامال کی جاتیں ہیں کسی کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیا اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی ذلت ہو سکتی ہے؟ اور ان میں سے جو اس ذلت سے بچے ہوئے ہیں وہ صرف اور صرف دو طرح کے ہیں ایک وہ جو اللہ کی غلامی اختیار کرنے والے ہیں یعنی جیسے ہی کوئی اللہ کا بھیجا ہوا آیا تو اس کے ساتھ مضبوطی کیساتھ چمٹ گئے جو اللہ نے کہا وہی کیا اور دوسرے وہ جو انسانوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں وہی کر رہیں ہیں جو دنیا میں باقی انسان کر رہے ہیں انہی کی طرح بنے ہوئے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف دنیا کا حصول ہے اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور اللہ سے غضب کے سبب واپس اسی حالت میں چلے گئے جس حالت میں یہ پہلے تھے یعنی جب محمد کے ذریعے ان کو جس حالت سے نکالا تھا جیسے عیسیٰ کے ذریعے ان کو جس حالت سے نکالا تھا جیسے موسیٰ کے ذریعے ان کو جس حالت سے نکالا تھا یہ پھر واپس اسی حالت میں چلے گئے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ اور ڈال دی گئی ان پر مسکنت یعنی انتہائی غربت، ناپسندیدہ اور بدترین حالات محتاجی، بے بسی وغیرہ آگے اللہ نے ان کی اس حالت کی اصل وجہ بالکل کھول کر واضح دوٹوک الفاظ میں بتا دی ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وہ اس وجہ سے کہ یہ کفر کر رہے ہیں کفر کرتے رہے اللہ کی آیات سے اور قتل کر رہے ہیں قتل کرتے رہے انہیں جو ان میں انبیاء بھیجے گئے بغیر حق ان کو قتل کرتے رہے۔

پیچھے بھی یہ بات بالکل واضح کی جا چکی جب آپ اپنے راہنما کو ہی قتل کر دیں گے اور راہزنوں کو اپنا راہنما سمجھ بیٹھیں گے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ جب اتنا بڑا جرم کریں گے تو پھر ذلت و رسوائی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی جس کا آج یہ امت شکار ہو چکی ہے اس پر پچھلی آیات میں بھی کھل کر بات ہو چکی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وہ یعنی جس ذلت کا یہ شکار ہوئے وہ اس وجہ سے کہ جو یہ نافرمانی کر رہے ہیں یعنی اللہ کے بھیجے ہوؤں کی بات نہ ماننے کی وجہ سے ان کی دعوت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ اور اس وجہ سے کہ جو حدود اللہ نے لگائیں ان سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اللہ نے ہر صورت طیب کو رزق بنانے کا حکم دیا تو انہوں نے طیب کو خبیث سے بدل دیا اللہ نے جو حدود لگائیں ان لوگوں نے ہر حد سے تجاوز کیا۔

جیسے مثال کے طور پر اللہ نے لوہے کے استعمال کی اجازت دی تھی تو محدود اجازت دی انہوں نے حدود سے تجاوز کیا، اللہ نے حالت اضطراب میں خبیث

کھانے کی ایک حد تک اجازت دی تو انہوں نے کسی حد کا خیال نہ کیا ہر حد کو پار کیا تو جب اللہ کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کیا جائے گا تو نتیجہ تو نوشتہ دیوار ہے۔ آج غور کریں اس امت کی حالت کیا ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں یہ سب حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی جو آپ پر واضح کر دی گئی بالکل اسی طرح امت سلف بنی اسرائیل ذلیل ورسوا ہوئی جیسے یہ امت ذلیل ورسوا ہوئی۔ آپ نے جان لیا کہ ان آیات میں بھی اللہ نے اس امت کا نام لیکر ان کو انبیاء کے قتل کا مجرم کہا۔ اس امت کی آج جو حالت ہے انبیاء کو بغیر حق قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ کی عائد کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی وجہ سے۔ ان آیات میں بھی اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ نے نبوت کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ یہ تم مشرکین کا اللہ پر افتراء ہے بہتان عظیم ہے دنیا کی کوئی طاقت محمد کو آخری نبی ثابت نہیں کر سکتی اور دنیا کی کوئی طاقت اس بات کا بھی رد نہیں کر سکتی کہ میں احمد عیسیٰ اللہ کا رسول وخاتم النبیّن ہوں۔ جان لو آج اگر تم نہیں تسلیم کرتے تو جلد ہی تم سب خود گواہی دو گے کہ ہاں تُو اللہ کا رسول ہے لیکن تب تمہاری اس گواہی کا تمہیں کوئی نفع نہیں ہوگا تمہارا ماننا فرعون کے ماننے کی مثل ہوگا اور جان لو تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنی موت سے قبل یہ گواہی نہ دے دے کہ ہاں اے احمد عیسیٰ بے شک تُو اللہ کا رسول ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے خود دل سے ماننے والوں کی تعداد انتہائی قلیل ہوگی اور ڈنڈے کو دیکھ کر اس کے ڈر سے اکثریت مان جائے گی جب ڈنڈا یعنی عذاب یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور وہ وقت دور نہیں ہے وہ تمہارے سر پر آچکا ہے۔

الحاقه

اَلۡحَآقَّةُ. مَا الۡحَآقَّةُ. وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ. كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ. فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ. وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ. سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوۡمًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ. فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ. وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ. فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً. اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ فِى الۡجَارِيَةِ. لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ. فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ. وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً. فَيَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ. وَانۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوۡمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ. وَّالۡمَلَكُ عَلٰٓى اَرۡجَآئِهَا وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ. يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ. فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ فَيَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا كِتٰبِيَهۡ. اِنِّىۡ ظَنَنۡتُ اَنِّىۡ مُلٰقٍ حِسَابِيَهۡ. فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ. فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ. قُطُوۡفُهَا دَانِيَةٌ. كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا بِمَآ اَسۡلَفۡتُمۡ فِى الۡاَيَّامِ الۡخَالِيَةِ. وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ لَمۡ اُوۡتَ كِتٰبِيَهۡ. وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِيَهۡ. يٰلَيۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِيَةَ. مَآ اَغۡنٰى عَنِّىۡ مَالِيَهۡ. هَلَكَ عَنِّىۡ سُلۡطٰنِيَهۡ. خُذُوۡهُ فَغُلُّوۡهُ. ثُمَّ الۡجَحِيۡمَ صَلُّوۡهُ. ثُمَّ فِىۡ سِلۡسِلَةٍ ذَرۡعُهَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُكُوۡهُ. اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ. وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ. فَلَيۡسَ لَهُ الۡيَوۡمَ هٰهُنَا حَمِيۡمٌ. وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِيۡنٍ. لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخَاطِئُوۡنَ. فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ. وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ. اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ. وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ. وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ. تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ. وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ. لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ. ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ. فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ. وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ. وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ. وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ. وَاِنَّهٗ لَحَقُّ

الۡیَقِیۡنِ. فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ.

یہ سورۃ الحاقہ کی آیات ہیں جیسا کہ پیچھے بار بار ہر لحاظ اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اس میں سے کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے یوں جیسے ہی کوئی واقعہ ہو رہا ہو تو قرآن میں اس کی تاریخ پر مبنی آیت یا آیات نہ صرف کھل کر واضح ہو جائیں گی بلکہ یوں قرآن بذات خود یاد دلا دے گا کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

سورۃ الحاقہ اللہ کے ایک رسول کی تاریخ پر مبنی آیات ہیں اور ان آیات نے تب تک بیّن نہیں ہونا تھا جب تک کہ اللہ اپنا وہ رسول بعث نہیں کر دیتا اور جیسے ہی اللہ اپنا رسول بعث کرے گا تو اس کی دعوت کو اگر دیکھا جائے تو یہ آیات نہ صرف بیّن ہو جائیں گی یعنی کھل کر واضح ہو جائیں گی بلکہ یہ آیات یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی دعوت کی جس کے کردار کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ اور آج نہ صرف اللہ نے اپنا وہ رسول بعث کر دیا بلکہ اس کی دعوت کو اگر سامنے رکھا جائے تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آیات اللہ کے اسی رسول کی تاریخ ہیں۔

اَلۡحَآقَّۃُ یہ جملہ ہے جو کہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے ''ال، حاق، ۃ'' ال جب بھی کسی لفظ یا جملے کے شروع میں استعمال ہوا اور اگر وہ اس کے اصلی حروف میں سے نہ ہو یعنی الگ سے استعمال کیا گیا ہو تو اسے مخصوص کر دیتا ہے یعنی خاص کا ذکر کیا جا رہا ہوتا ہے نہ کہ عام کا اور اگلا لفظ ہے ''حاق'' جس کے معنی ہیں ہر طرف سے گھیراؤ کر لینا چھا جانا اور ''ۃ'' براہ راست اس کا اظہار کر رہی ہے جس نے ہر طرف سے گھیراؤ کر لیا جو ہر طرف سے چھا گیا۔ اَلۡحَآقَّۃُ کی ۃ پر پیش ہے جس سے یہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے یعنی اللہ کا ایک رسول ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ آج جو ہر طرف سے تمہارا گھیراؤ کر لیا گیا ہے یہی ہے وہ مخصوص حاق جس سے تمہیں متنبہ کیا جاتا رہا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مخصوص حاق کیا ہے؟ تو اس کا جواب پورے قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے محمد رسول اللہ کو بعث کیا اور محمد کے ذریعے کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ دین کیا ہے یعنی دین فطرت ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے تم نے اپنا رخ فطرت سے نہیں ہٹانا یعنی کہا گیا تھا ''لا الہ الا اللہ'' نہیں کوئی الہ یعنی وہ ذات جس کے فیصلے کے مطابق جو کچھ بھی دیا گیا اس کا استعمال کیا جائے اور کون ہے وہ ذات جو نہیں الہ میں نہیں آتی وہ اللہ ہے۔ اللہ کیا ہے یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ وہی ہے جو تمہارا ربّ ہے یعنی ذرا غور کریں آپ کو وجود کس نے دیا آپ کی تمام تر ضروریات کو آپ کو مہیا کر رہا ہے اور آپ کس سے وجود میں آئے اور کس میں واپس پلٹنا ہے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ فطرت یہی وجود جو ہر طرف نظر آ رہا ہے یہی تو ہمارا ربّ ہے اور یہی ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ یہ جو ہر طرف آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا آپ نے ان میں سے کسی کا بھی اس وجود کے علاوہ کسی کے پیچھے استعمال نہیں کرنا یعنی فطرت سے بغاوت نہیں کرنی بلکہ ہر طرف سے کٹ کر خالصتاً فطرت کی ہی غلامی کرنی ہے ہر لحاظ سے فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے اور اگر تم نے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی یعنی اگر تم نے اللہ کے علاوہ اوروں کو الہ بنایا تمہیں جو سننے دیکھنے جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے اور پھر عمل کرنے کی صلاحیت دی، تمہیں جو وقت دیا یا جو کچھ بھی دیا اگر تم نے ان میں سے کسی کا بھی فطرت سے ہٹ کر استعمال کیا تو پھر جان لو آسمانوں وزمین میں جو المیز ان وضع ہے اس میں بگاڑ ہو جائے گا یعنی اگر تم نے آسمانوں وزمین میں اپنی مرضیاں کیں اپنی من مانیاں کی فطرت سے بغاوت کی تو آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا اور پھر بالآخر وہ فساد طرح طرح کی تباہیوں وہلاکتوں کی صورت میں ظاہر ہو گا جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گا جسے عربوں کی زبان میں الحاقہ کہا جاتا ہے۔

تو جب انسانوں نے اللہ کے علاوہ اوروں کو الہ بنایا یعنی فطرت سے بغاوت میں، فطرت میں چھیڑ چھاڑ میں، فطرت میں تبدیلیاں کرنے میں آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آسمانوں زمین میں وضع کردہ المیز ان میں خسارہ ہو گیا آسمانوں وزمین میں فساد عظیم ہو کر طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کی صورت میں فساد ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ پوری دنیا کو طرح طرح کی ہلاکتوں نے گھیر لیا لیکن اس کے باوجود کوئی نہیں جس کو یہ ادراک ہو رہا ہو کہ یہ الحاقہ ہے یعنی یہ سب انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ہو رہا ہے بلکہ اس سب کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرایا جانے لگا کہ یہ سب اللہ کر رہا ہے یہ زلزلے اللہ لا رہا ہے، یہ تباہیاں وہلاکتیں اللہ لا رہا ہے، یہ جو بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں یہ اللہ لا رہا ہے، یہ موسموں میں جو بگاڑ ہو چکا یہ سب اللہ کر رہا ہے، یہ سونامی، سیلاب، طوفان وغیرہ یہ سب اللہ کر رہا ہے یہاں تک کہ یہ ہلاکتیں بڑھتے بڑھتے ایک عظیم عذاب انسانوں کے بالکل سر پر آ گیا تو اس سے پہلے کہ اللہ

اس عذاب کے ذریعے ان کوان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کا مزہ چکھائے عذاب لائے اللہ نے اپنے وعدے کیمطابق ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کر دیا تا کہ عذاب لانے سے قبل اللہ اپنے اس رسول کے ذریعے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دے انہیں کھول کھول کر متنبہ کر دے اور کل کو یہ لوگ یا ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ اگر تُو نے عذاب دینے سے پہلے کم از کم ایک بار رسول بھیج کر ہمیں متنبہ کیا ہوتا تو ہم ایمان لے آتے اور عذاب عظیم سے بچ جاتے لیکن جب تُو نے بغیر رسول بھیج کر متنبہ کیے ہی عذاب دے دیا تو پھر آج حساب کس بات کا یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے اپنا رسول بعث کر دیا تا کہ کل کو کسی کے پاس بھی کوئی بہانہ نہ رہے اور ہر کسی پر حجت ہو جائے۔

تو آج جب عذاب عظیم بالکل سر پر آ کھڑا ہے تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کیا جس نے آ کر حق کھول کھول کر واضح کرتے ہوئے کہا اَلۡحَآقَّةُ یعنی یہ جو آج تمہیں ہر طرف سے طرح طرح کی ہلاکتوں نے گھیرا ہوا ہے زلزلے، طوفان، آندھیاں، سیلاب، سونامی، موسموں میں بگاڑ قتل و غارت، جنگ و جدل، خوراک کی قلت، پانی کے مسائل، فرقہ واریت، نفرت، عدم برداشت، طرح طرح کی بیماریاں، زمین کا دھنسنا، لاوے پھٹنا، جنگلوں میں آگ سمیت آج جو تمہیں طرح طرح کی ہلاکتوں نے گھیر لیا ہوا ہے یہ سب تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے نتائج ہیں جان لو اب بھی تمہارے پاس ایک آخری موقع ہے اگر اب بھی تم فساد کرنے سے باز نہ آئے اور اسی روش کو برقرار رکھا تو یہ ہلاکتیں بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جائیں گی کہ یہ زمین جہنم بن جائے گی لیکن اللہ کے رسول کو آگے سے انسانوں کا جو جواب آ رہا ہے وہ یہ ہے مَا الۡحَآقَّةُ کیا ہے الحاقہ یعنی اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو ان پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے نتائج ہیں یہ فطرت سے بغاوت کا نتیجہ ہے اب بھی وقت ہے فطرت کی طرف پلٹ آؤ تو بجائے یہ کہ حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے پر اسے تسلیم کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں فلاح کا سودا کریں الٹا استکبار کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کیا ہے الحاقہ یعنی کوئی الحاقہ نہیں ہم نہیں مانتے یوں اللہ کے رسول کا کذب کر رہے ہیں تو اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسان کو جواباً کہہ رہا ہے وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ اور کیا ادراک تجھے کیا ہے الحاقہ یعنی اے انسان تجھ پر ابھی کوئی ایسی ہلاکت آئی نہیں اس لیے تیرے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہے تجھے الحاقہ کا ادراک نہیں ہو رہا، تو اپنے ہاتھوں سے خلق کی جانے والی اشیاء جنہیں تو اسباب و وسائل کا نام دیتا ہے جنہیں تُو سہولتوں و آسائشوں کا نام دیتا ہے ان کے مزے لوٹ رہا ہے اس لیے تجھے الحاقہ کا ادراک نہیں ہو رہا لیکن فکر نہ کر بہت جلد تجھے الحاقہ کا ادراک ہو جائے گا اور ایسا ادراک ہوگا کہ تجھے معلوم پڑ جائے گا کہ الحاقہ کیا ہے كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ جیسے آج تم میں تمہی سے اللہ نے اپنا رسول بعث کر دیا جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بالکل ایسے ہی جو ثمود تھے اور جو عاد تھے انہیں بھی متنبہ کیا گیا تو انہوں نے بھی بالکل ایسے ہی کذب کیا تھا جیسے آج تم کذب کر رہے ہو گویا کہ یہ تم نہیں بلکہ ثمود و عاد ہی آج اس وقت بھی موجود ہیں انہیں ہی متنبہ کیا جا رہا ہے تو جیسے آج تمہیں الحاقہ سے کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی انہیں القارعہ سے کھول کھول کر متنبہ کیا گیا لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، انہیں بھی القارعہ کا ادراک نہیں ہو پا رہا تھا اور پھر بالآخر کیا ہوا؟ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ پس جو ثمود تھے پس انہیں ہلاک کر دیا گیا ان کی بغاوت کے سبب بالکل اسی طرح آج تم بغاوت کر رہے ہو نہیں بات مان رہے اور بالکل اسی طرح آج تم بھی ہلاک کیے ہی جا رہے ہو وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ اور وہ جو عاد تھے انہیں ہلاک کیا ایسی ہواؤں کیساتھ جو صرر صرر کر کے آنے والے میزائیلوں اور بموں کے پھٹنے سے پیدا ہوتی ہے یہ تھی القارعہ اور آج تمہیں بھی بالکل اسی طرح ہلاک کیا جانے لگا ہے گویا کہ یہ آج تم نہیں بلکہ وہی عاد موجود ہیں جنہیں متنبہ کیا جا رہا تھا تو وہ آگے سے کذب ہی کر رہے تھے۔

یعنی جیسے آج تمہیں الحاقہ سے متنبہ کیا جا رہا ہے اور تمہارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی بالکل ایسے ہی قوم عاد و ثمود کو القارعہ سے متنبہ کیا جا رہا تھا جب ان کے درمیان چھوٹے موٹے دھماکے ہو رہے تھے تو انہیں متنبہ کیا جا رہا تھا لیکن وہ باز نہ آئے وہ فطرت سے بغاوت پر ہی قائم رہے تو پھر بالآخر القارعہ نے انہیں آ لیا تب انہیں ادراک ہوا القارعہ کا۔ آج تمہیں جب الحاقہ سے متنبہ کیا جا رہا ہے تو تمہارے کانوں پر بھی جوں تک نہیں رینگ رہی تمہیں الحاقہ کا ادراک نہیں ہو پا رہا لیکن جان لو اسی الحاقہ میں یعنی تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں و تباہیوں میں ایک ایسی تباہی بھی ہے جو تمہیں الحاقہ کا بخوبی ادراک کروا دے گی جو آج تمہیں الحاقہ کا ادراک نہیں ہو رہا اور وہ ہے الحاقہ میں ایک عظیم تباہی القارعہ۔ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ

سَبۡعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ قوم عاد کی مثل آج تم پر بھی جب القارعہ یعنی عالمی ایٹمی جنگ ہوگی تو یہ مسلسل سات راتیں اور آٹھ ایام جاری رہے گی اس میں آج اس وقت جو لوگ موجود ہیں جو ہمارے رسول کا کذب کر رہے ہیں ان کی حالت ایسے ہو جائے گی جیسے کہ کھجور کے درخت عظیم طوفان کے بعد جڑوں سے اکھڑ کر زمین پر بچھے پڑے ہوتے ہیں جیسے قوم عاد و ثمود کا القارعہ میں نام ونشان مٹا کر رکھ دیا گیا ان کا کچھ بھی باقی نہ بچا، جو کچھ بھی انہوں نے اثاثے بنا رکھے تھے یعنی ایجادات اور ترقی یافتہ کہلوائے جانے والے شہر بلند و بانگ عمارتیں اور مشینیں وغیرہ کچھ بھی باقی نہ بچا ان کی صدیوں کی منصوبہ بندیاں خاک میں ملا کر رکھ دی گئیں بالکل ایسے ہی آج ہونے والا ہے اور آج جب القارعہ ہو جائے گی تو القارعہ کے فوری بعد اللہ اپنے رسول کے ذریعے پیچھے بچ جانے والوں کو کہہ رہا ہے فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ پس کیا دیکھا ان کو ان میں سے کچھ باقی بچا؟ یعنی القارعہ میں ان کا نام ونشان تک مٹا کر رکھ دیا جائے گا جو آج یہ بڑے ترقی یافتہ ہونے کے دعویدار ہیں ان کے شہروں کے شہر، ان کی عمارتیں، ان کی مشینیں یعنی یہ الدجّال القارعہ کے دوران ایٹمی بموں کی آگ میں پگھل جائے گا ان کی صدیوں سے کی گئی منصوبہ بندیوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے گا کچھ بھی باقی نہیں بچے گا۔ وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ جیسے آج تم میں تمہی سے ہمارا رسول آ گیا جس نے تمہاری غلطیاں تم پر کھول کھول کر واضح کر دیں اور تم نہیں مان رہے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی بجائے الٹا ان پر ڈٹے ہوئے ہو بالکل ایسے ہی فرعون اور وہ جو اس سے پہلے تھے اور وہ جنہیں زمین سے لاوے پھٹنے کی صورت میں پگھلے ہوئے لاوے تلے دفن کر دیا ان میں بھی انہی سے ہمارے رسول آئے تھے ہمارے رسولوں نے ان کی غلطیوں کو جو کچھ بھی انہوں نے غلط کیا اسے کھول کھول کر واضح کر دیا لیکن انہوں نے اپنی غلطیوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی غلطیوں کے سبب ہلاک کر دیئے گئے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً پس جیسے آج تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول بعث کر دیا جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے بالکل ایسے ہی ہم نے ان میں انہی سے رسول بعث کیے جنہوں نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا لیکن جیسے آج تم نافرمانی کر رہے ہو رسول کی بات نہیں مان رہے بالکل یہی انہوں نے کیا تو پھر ان کے ربّ نے ان کو کیسی پکڑ پکڑا؟ بالکل ایسے ہی تمہیں ایسی پکڑ پکڑا جانے والا ہے اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ فِى الۡجَارِيَةِ اس میں کچھ شک نہیں جو کہ پانی کا نظام درہم برہم ہو گیا پانی میں بغاوت یعنی طغیانی آ گئی تو ہم نے ہمارے رسول اور مومنوں کو اس میں سوار کر لیا جو پانی پر بہہ رہی تھی لیکن ہمارے رسول کا کذب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا انہیں غرق کر دیا یعنی بالکل ایسے ہی آج ہم اپنے رسول اور جو اس کی دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں انہیں تو بچانے والے ہیں مگر جو کذب کر رہے ہیں انہیں القارعہ سے صفحہ ہستی سے مٹانے والے ہیں لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کیوں ہم نے نوح اور اس کے ساتھ مومنوں کو اس بحری جہاز میں سوار کر کے اس عذاب سے بچا لیا؟ اور آج کیوں تمہیں بتا رہے ہیں؟ اس لیے کہ ہم نے کر دیا اسے تمہی کو یعنی بالکل اسی طرح تم کو بھی بچانا ہے یہ جو آج تمہیں بتایا جا رہا ہے یہ تمہیں یاد دلانے کے لیے بتایا جا رہا ہے تمہیں کان دیئے گئے اگر سن رہے ہو تو چوکنے ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ بالکل اسی طرح ہم اپنے رسول اور جو اس کی دعوت کو مان رہے ہیں انہیں عین عذاب کے دوران بچانے والے ہیں یہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ یہ تو الاولین کی مثلوں سے تمہاری تاریخ تھی تاکہ جب جب کوئی واقعہ ہو یا ہو رہا ہو تو قرآن کی آیات تمہیں یاد دلا دیں کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی ان آیات کی صورت میں الاولین کی مثلوں سے تاریخ اتار دی گئی تھی اس لیے اگر آج تمہارے آخرین میں ہم نے تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو تمہیں بالکل اسی طرح کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اور تم سن رہے ہو تو چوکنے ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ بالکل اسی طرح آج ہم اپنے رسول اور جو اس کی دعوت کو مان رہے ہیں انہیں تو بچانے والے ہیں اور جو کذب کر رہے ہیں انہیں القارعہ میں ہلاک کرنے والے ہیں۔

یہاں تک تو آپ نے جان لیا کہ یہ آج کی تاریخ ہے لیکن ایک لمحے کے لیے اسے نظرانداز بھی کر دیں اور قرآن سے ہی سوال کریں کہ یہ کب ہوگا یعنی اللہ اپنا یہ رسول کب بعث کرے گا جو نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کرے گا کھول کھول کر متنبہ کرے گا بلکہ اس کی موجودگی میں عظیم عذاب آئے گا جیسے قوم نوح پر آیا، جیسے قوم عاد پر آیا، جیسے قوم ثمود پر آیا، جیسے قوم شعیب پر آیا، جیسے قوم لوط پر آیا، جیسے آل فرعون پر آیا تو جب اسی طرح عظیم عذاب آئے گا اور رسول اور جو اس کی دعوت کو مان رہے ہوں گے انہیں تو بچا لیا جائے گا اور کذب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے گا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا آخر یہ کب ہوگا؟ یعنی الحاقہ

کب آئے گی، الحاقہ جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں آنے والی طرح طرح کی تباہیاں و ہلاکتیں ہیں جو پوری دنیا کے انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گی اور پھر اسی دوران جب عظیم عذاب سر پر آ جائے گا تو انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے سے پہلے ان میں انہی سے رسول بھیج کر کھول کھول کر متنبہ کیا جائے گا اور جب وہ ایمان لانے کی بجائے کذب ہی کریں گے تو رسول اور اس کے ساتھیوں کو تو بچا لیا جائے گا مگر کذب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے گا یہ وقت کب آئے گا تو دیکھیں اگلی آیات میں اسی کو اس طرح واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ پس تب ہوگا یعنی تب الحاقہ ہوگی جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آسمانوں و زمین میں ہونے والے فساد کے نتیجے میں آنے والی طرح طرح کی ہلاکتیں انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گی اور تب ان میں انہی سے رسول بعث کیا جائے گا اور اس کے متنبہ کرنے کے بعد نہ صرف عذاب لایا جائے گا بلکہ رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو تو بچا لیا جائے گا اور کذب کرنے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا جب نفخ فی الصور ہوگا جو کہ ایک ہی بار ہوگا۔ ویسے تو پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ نفخ فی الصور کیا ہے اس کے باوجود یہاں ایک بار پھر مختصراً واضح کر دیتے ہیں۔

نفخ فی الصور یہ ہے کہ ایک وقت تھا جب انسان اپنے ہی ہاتھوں سے صورتیں خلق کرتا تھا یعنی پتھروں سے صنم وغیرہ تراشتا تھا لکڑی سے صنم وغیرہ تراشتا تھا لوہے، لکڑی و مٹی وغیرہ سے مختلف صورتیں خلق کرتا تھا جن کا مقصد اپنی حاجات کو پورا کرنا ہوتا تھا جن میں اصنام یعنی بت اور باقی ضرورت کی اشیاء ہوتی تھیں لیکن ان میں نفخ کرنے کی صلاحیت انسان میں نہیں تھی یعنی انسان میں ایسی صلاحیتیں نہیں تھیں کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ صورتوں میں جان ڈال سکے انہیں اس قابل بنا سکے کہ ان میں نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیتیں آ جائیں۔

یہی اللہ نے کہا تھا کہ جب نفخ فی الصور ہوگا یعنی ایک وقت آئے گا جب انسان اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ صورتوں کو صنم سے وثن بنانے کی صلاحیت حاصل کر لیں گے یہ جو صورۃ بھی خلق کریں گے اس میں جان ڈالنے یعنی اس میں کرنے کی صلاحیتیں ڈال دیں گے ان میں نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیتیں ڈال دیں گے۔

جب انسان ایک بار یہ صلاحیت حاصل کر لیں گے کہ وہ ایسی مخلوقات خلق کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیں گے کہ جو مخلوقات انہیں نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیتیں رکھتی ہیں جنہیں عربوں کی زبان میں اوثان کہا جاتا ہے تب وہ وقت آئے گا یعنی الحاقہ آئے گی اور تب ہی القارعہ ہوگی جس میں ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا جائے گا اور رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو یعنی مومنین کو بچا لیا جائے گا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کیا آج آپ اسی دور میں نہیں ہیں؟ آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں آج نہ صرف کب کا نفخ فی الصور ہو چکا بلکہ آج تو الحاقہ بھی آ چکی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی طرح طرح کی ہلاکتوں نے آج پوری دنیا کے انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا ہوا ہے وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً جب نفخ فی الصور ہوگا تب جو کچھ بھی زمین نے ان کی صورۃ اٹھائی ہوں گی یعنی ان کی مشینیں، ان کی عمارتیں، ان کی ترقی کے نام پر جو ہر طرف اوثان ہی اوثان زمین نے اٹھائے ہوئے ہوں گے جنہیں یہ ترقی، خوشحالی، آسائشوں و سہولتوں کا نام دے رہے ہوں گے وہ اور پہاڑوں کو بھی ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

اب جب دیکھا جائے تو آج نہ صرف کب کا نفخ فی الصور ہو چکا انسانوں کی صورۃ سے زمین بھر چکی ہے یعنی انسانوں کے خلق کردہ اوثان سے پوری زمین بھر چکی ہے بلکہ آج تو الحاقہ بھی کب کی آ چکی ہے یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آسمانوں و زمین میں نہ صرف فساد ہو چکا بلکہ وہ فساد طرح طرح کی ہلاکتوں و تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہو چکا اور اس نے پوری دنیا کے لوگوں کو گھیر لیا ہوا ہے تو آخر آج کب القارعہ ہوگی یعنی ایک ہی بار میں جو کچھ بھی انسانوں کی صدیوں کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے جسے یہ ترقی کا نام دیتے ہیں یہ مشینیں، یہ جدید ترین شہر، عمارتیں وغیرہ اور پہاڑ تک بھی ریزہ ریزہ کیے جائیں گے؟ تو آگے اس سوال کا جواب بھی دے دیا گیا فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پس یہ اس ایک لمبی مدت کے دوران ہوگا جب واقع ہوگا مخصوص واقعہ۔ یعنی القارعہ جو کہ عالمی ایٹمی جنگ ہے جس میں انسانوں کی یہ صدیوں سے کی گئی منصوبہ بندیاں جو کہ آج جسے یہ جدت کا نام دیتے ہیں ترقی کا نام دیتے ہیں یہ مشینیں، یہ ٹیکنالوجی، یہ عمارتیں، شہروں کے شہر وغیرہ اور پہاڑ تک بھی ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے یہ تب ہوگا جب

الحاقہ آئے گی اور الحاقہ کے دوران ایک مخصوص واقعہ واقع ہوگا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مخصوص واقعہ کیا ہے جب یہ مخصوص واقعہ واقع ہوگا جو کہ ایک لمبی مدت ہوگی یہ ایک لمبی مدت پر مشتمل واقعہ کیا ہوگا تو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا وَانۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوۡمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ اور شق کر دیا جائے گا یہ آسمان یعنی فضا جس میں آپ سانس لیتے ہیں پس وہی مدت ہوگی جس مدت کے دوران القارعہ ہوگی جس میں انسانوں کی صورت جو کہ ان کی صدیوں کی منصوبہ بندیاں ہوں گی انہیں اور پہاڑوں تک کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

وَانۡشَقَّتۡ:۔ جو کہ شق سے ہے جس کے معنی محنت کرنے کے کر دیئے جاتے ہیں اصل میں شق کے معنی ہیں کسی شئے کو چھیڑنا جس سے وہ اپنی اصل حالت میں نہ رہے اس میں تبدیلی آجائے یعنی انسان کا کسی شئے کو چھیڑنا جس سے وہ خراب ہو جائے اس کی حالت بدل جائے۔ السماء اس فضا کو کہتے ہیں جس میں آپ سانس لیتے ہیں جو کہ سطح زمین سے تین تا بارہ کلومیٹر تک بلند ہے۔ وَانۡشَقَّتِ السَّمَآءُ کو قرآن میں اور پہلوؤں سے بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب انسان فطرت میں چھیڑ چھاڑ کریں گے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے فطرت کے مقابلے پر اپنی ضروریات کو خود خلق کریں گے تو ایک وقت آئے گا جب ان کے ان اعمال سے گیسیں خارج ہوں گی جو السماء یعنی اس فضا میں بھر جائیں گی اسے وَانۡشَقَّتِ السَّمَآءُ کہا گیا۔

القارعہ نے تب ہونا تھا جب دخانٍ سے السماء یعنی پوری دنیا کی فضا بھر جائے گی جو کہ انسانوں کی مشقت کا نتیجہ ہوگا تو دیکھیں کیا آج یہ نہیں ہو چکا کیا آج یہ واقعہ واقع نہیں ہو چکا؟ کیا آج پوری دنیا کی فضا میں گیسیں نہیں بھر چکیں جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کا نتیجہ ہے؟ کیا آج آپ اسی مدت میں موجود نہیں ہیں؟ پھر دیکھیں اس وقت کی پہچان کو مزید کھول کر واضح کر دیا گیا وَّالۡمَلَكُ عَلٰۤى اَرۡجَآئِهَا وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اور جو مخصوص قوت ہے جو زمین پر آ جا رہی ہے جو تیرے ربّ کا عرش یعنی نظام کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہے اس مدت کے دوران چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی۔ قرآن میں اور مقامات پر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں و زمین میں چار ملائکہ یعنی قوتیں ہیں جو نظام چلانے پر معمور ہیں یعنی یہ جو فطرت کا نظام چل رہا ہے یہ ان چار نوری قوتوں نے اٹھایا ہوا ہے کہا کہ اس مدت میں یہ چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی چار تیرے ربّ کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہوں گی اور چار انسانوں کا۔

جب آپ غور و فکر کریں تو آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ بنیادی طور پر آسمانوں و زمین میں چار ایسی قوتیں ہیں جو نظام چلانے پر معمور ہیں ان میں سے ایک جسے عربوں کی زبان میں جبرائیل کہا جاتا ہے اور آج انسان اسے ریڈیو ویوز کا نام دیتا ہے جس پر انسانوں کا مواصلاتی نظام کھڑا ہے۔ ایسے ہی ایک جسے عربوں کی زبان میں عزرائیل کہا جاتا ہے اور آج انسان اسے بجلی کا نام دیتا ہے جس پر آج انسانوں کا نظام کھڑا ہے الدجّال جو کہ اصل ربّ کے مقابلے پر نقل ربّ ہے اس کا عرش یعنی نظام قائم ہے۔ پھر ایک جسے عربوں کی زبان میں اسرافیل کہا جاتا ہے اور آج انسان اسے ساؤنڈ ویوز کا نام دیتا ہے جس پر آج انسانوں کا نظام کھڑا ہے یعنی اصل ربّ فطرت کے مقابلے پر نقل ربّ الدجّال کا عرش کھڑا ہے۔ پھر ایک جسے آج خالی جگہ میں موجود قوت جس کے ایٹمز کے فلو کو ہوا کا نام دیا جاتا ہے یوں آپ پر واضح ہو چکا کہ واقعتاً آج چار کی بجائے آٹھ ہو چکے ان میں سے چار اصل ربّ فطرت کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہیں اور وہی چار فطرت یعنی جو اصل ربّ ہے اس کی بجائے فطرت کے مقابلے پر نقل ربّ الدجّال کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہیں۔ یوں آپ پر یہ بھی کھل کر واضح ہو چکا کہ کس طرح آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتار دی گئی تھی جو آج آپ کو قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ وقت یہ تھے وہ واقعات جن کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ پھر اسی وقت کی پہچان کو اگلی آیت میں مزید کھول کر واضح کر دیا گیا يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ اس ایک لمبی مدت میں تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جس سے تم اعراض کر رہے ہو یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل جب حق کھول کھول کر واضح کیا تھا کہ چار نوری قوتیں ایسی ہیں جو فطرت کا نظام اٹھائے ہوئے ہیں، فطرت میں چھیڑ چھاڑ مت کرنا کیونکہ المیز ان وضع کر دیا گیا اللہ کے علاوہ کسی کو الہ نہ بنانا اور اگر نہیں مانو گے تو پھر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب تم پر طرح طرح کی ہلاکتیں آئیں گی، موسم بگڑ جائیں گے، گرمی دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جائے گی، زلزلے آئیں گے جو دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جائیں گے، طوفان آئیں گے، آندھیاں آئیں گی، سونامی آئیں گے، لاوے پھٹیں گے، زمین جگہ جگہ سے دھنس جائے گی، طرح طرح کی بیماریوں کا

سیلاب امڈ آئے گا، بچے مفلوج پیدا ہوں گے، جنگ وجدل قتل وغارت عام ہو جائے گی، یہ زمین جہنم بننے کے مراحل میں داخل ہو جائے گی اور پھر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردِ اعمال میں سے ایک ایسا عظیم ردِ عمل ایک عظیم زلزلے کی صورت میں بھی آئے گا جس میں کوئی ایک بھی نہیں بچے گا اور اس سے پہلے القارعہ آئے گی القارعہ الحاقہ کے دوران آئے گی تو جب آج سے چودہ صدیاں قبل یہ حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تو اکثریت نے اس سے اعراض ہی کیا اور اعراض ہی کرتے رہے اور کہا تھا کہ بالآخر وہ وقت بھی آجائے گا جب ان میں سے تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا سب کا سب تمہارے سامنے آجائے گا، آسمانوں وزمین کو کیسے خلق کیا یہ بھی تمہارے سامنے آجائے گا، تمہیں کیسے خلق کیا یہ بھی کھل کر تمہارے سامنے آجائے گا، ملائکہ کیا ہیں اور کیسے تمہارے ربّ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں یعنی نظام چلا رہے ہیں یہ بھی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا بلکہ تب تو وہی چار تمہارا عرش بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے، آسمانوں وزمین میں اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ بنانے سے کیوں منع کیا گیا تھا اگر تم اعراض ہی کرو گے تو پھر بالآخر تمہارے سامنے آجائے گا کچھ بھی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا تو اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آج وہی وقت نہیں ہے؟ کیا آج وہ سب کا سب کھل کر سامنے نہیں آگیا؟ کیا آج کچھ بھی پوشیدہ رہ گیا ہے؟ آج سب کا سب کھل کر سامنے آچکا کچھ بھی پوشیدہ نہیں تو پھر کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ یہی تو وہ وقت تھا جب عذاب عظیم القارعہ بالکل سر پر آچکی ہونا تھی اور اللہ کے رسول کو موجود ہونا تھا جس نے ثمود وصالح کی مثل القارعہ سے کھول کھول کر متنبہ کرنا تھا جس نے صالح کی مثل کہنا تھا کہ تین ایامِ انتظار کرو القارعہ آئے گی، جس کی موجودگی میں القارعہ کی صورت میں عذاب آئے گا تو اس میں اسے اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو تو بچا لیا جائے گا بالکل ایسے ہی جیسے نوح اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچایا گیا تھا اور کذب کرنے والوں کو ہلاک کیا جانا تھا تو کیا آج ایسا رسول موجود نہیں ہے؟ نہ صرف آج ایسا رسول موجود ہے بلکہ حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اور آج القارعہ جو کہ عذاب عظیم ہے وہ آپ کے بالکل سر پر آچکا ہے جس میں آپ کی صدیوں کی منصوبہ بندیوں کو خاک میں ملا دیا جائے گا آج موجودہ انسانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا ان کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے گا۔ یہ سب کی سب دعوت تو میری یعنی احمد عیسیٰ رسول اللہ کی ہے وہ میں ہی تو ہوں جس نے آکر یہ سب کا سب کھول کھول کر واضح کر دیا جس کا دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کر سکتی اور یہ میں ہی تو ہوں جس نے دو ہزار سولہ میں القارعہ سے متنبہ کرتے ہوئے تین ایامِ جو کہ واضح کر دیا گیا تھا کہ تین سال ہیں انتظار کرنے کا کہا تھا جو کہ اب پورے ہونے کو ہیں۔ یہ ساری کی ساری دعوت تو میری ہے۔ سورۃ الحاقہ کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں ہی میری تاریخ اتار دی گئی تھی جو آج قرآن ان آیات کی صورت میں آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ وہ میں ہی تو ہوں جس نے آکر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ آج جتنی بھی ہلاکتیں وتباہیاں آرہی ہیں جنہوں نے انسانوں کو گھیرا ہوا ہے یہ اللہ نہیں لا رہا بلکہ یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے نتائج ہیں جو تمہارے لیے سزا ہے اور آج جب کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو اس کے باوجود بھی نہیں مان رہے کذب ہی کر رہے ہو تو پھر تمہیں بہت جلد ادراک ہو جائے گا القارعہ تمہیں ادراک کروائے گی۔ اب اس کے باوجود بھی اگر میرا کذب ہی کیا جاتا ہے تو جان لو دنیا کی کوئی طاقت کذب کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں عذاب الیم سے نہیں بچا سکتی، تمہیں نہ صرف دنیا میں نشانِ عبرت بنا دیا جانے والا ہے بلکہ آخرت میں بھی تمہارے لیے ذلت آمیز اور جلانے والا عذاب ہے۔

القارعہ ’’عالمی ایٹمی جنگ‘‘

اَلْقَارِعَةُ. مَا الْقَارِعَةُ. وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ. يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ. وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ.

یہ سورۃ القارعہ کی پہلی پانچ آیات ہیں قرآن چونکہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس لیے اس سورۃ میں قرآن کے نزول کے بعد قیام الساعت سے قبل ایک عظیم واقعے کا ذکر کیا گیا اور اس کا ذکر کرنے والا اللہ کا ایک رسول ہے جسے قرب قیام الساعت آنا تھا جس نے آکر القارعہ سے متنبہ کرنا تھا اور ان آیات نے اس وقت تک بیّن نہیں ہونا تھا یعنی کھل کر واضح نہیں ہونا تھا جب تک کہ اللہ کا وہ رسول بعث نہیں ہو جاتا اور آکر القارعہ سے متنبہ نہیں کرتا اور جیسے ہی اللہ کے رسول کو بعث کیا جانا تھا اور اس نے القارعہ سے متنبہ کرنا تھا تو قرآن کی ان آیات کی صورت میں یاد دلا دینا تھا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں قرآن میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اَلْقَارِعَةُ یہ جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ال، قار، ع، ۃ'' کا مجموعہ ہے۔ ''ال'' شروع میں استعمال ہو تو مخصوص کر دیتا ہے اور اگلا لفظ ہے ''قار'' جو کہ ''قر'' سے ہے جس کا معنی ہے کسی شئے کا دوسری شئے پر گرنا، ٹکرانا وغیرہ جس سے پیدا ہونے والے ردعمل کو قر کہتے ہیں اور ''ع'' کا معنی ہے اپنی ذات میں ہونا اور ''ۃ'' اس کا اظہار کرتا ہے جس کا پیچھے ذکر کیا جا رہا ہے۔ القارعہ کا معنی بنتا ہے ایک ایسا مخصوص واقعہ جس میں عین خود یعنی یہ وجود جو کہ یہ آسمانوں و زمین ہیں ان کا ایک دوسرے پر ٹکرانا جس سے جو ردعمل ظاہر ہوگا وہ القارعہ کہلائے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آسمانوں و زمین کیا خود ہی آپس میں ایک دوسرے پر ٹکرائیں گے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں ایسا ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ نے آسمانوں و زمین کو قدر کیساتھ خلق کیا یعنی پورے حساب کتاب کیساتھ اور ان میں المیز ان قائم کیا جس وجہ سے ایسا ممکن ہی نہیں کہ آسمانوں و زمین میں خود ہی کوئی بھی ایسا عمل ہو جس سے آسمانوں و زمین میں خرابی یا تباہی آئے اور القارعہ سے تو آسمانوں و زمین میں وسیع پیمانے پر تباہی ہونی ہے اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ آسمانوں و زمین یعنی زمین اور کے گرد گیسوں کی تہیں خود ہی ایک دوسرے پر کسی بھی صورت میں گریں یا ٹکرائیں۔ اور دوسری بات کہ زمین پر انسان کو نائب بنایا گیا یعنی زمین کا اختیار انسان کو دیا گیا اور انسان جس کا معنی ہی یہ ہے جو خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا اور یہ جو بشری وجود ہے اسے ہی اپنی اصل اور مکمل حقیقت سمجھتا ہے جس وجہ سے جو بھی اسے اچھا لگتا ہے اس کے حصول کے پیچھے پڑ جاتا ہے خواہ اس سے آسمانوں و زمین میں کتنی ہی تباہی کیوں نہ آ جائے اس لیے القارعہ کا ذمہ دار انسان ہوگا نہ کہ اللہ۔

انسان کو نہ صرف زمین پر اختیار دیا گیا بلکہ انسان کو سننے دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی اور پھر عمل کرنے یعنی آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی بھی صلاحیت دی لیکن یہ بات واضح کر دی کہ اس وقت تک کوئی بھی عمل نہیں کرنا جب تک کہ اس کام کے بارے میں مکمل علم حاصل کر کے اطمینان حاصل نہ کر لیا جائے ورنہ آسمانوں و زمین میں فساد ہو جائے گا اور انسان نے اس بات کو ماننے سے سرے سے ہی انکار کر دیا اور انسان نے بغیر مکمل علم حاصل کیے آسمانوں و زمین میں چھیڑ چھاڑ کرنا شروع کر دی فطرت میں چھیڑ چھاڑ اور تبدیلیاں کرنا شروع کر دیں۔ آسمانوں و زمین میں فساد کرنا شروع کر دیا فطرت کے مقابلے پر اس کی ضد اس کا شریک کھڑا کرنا شروع کر دیا اور اسی وجہ سے ایک حدثہ پیش آئے گا جسے القارعہ کہا گیا جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آئے گی۔

بہر حال جب اگلی آیت کی طرف بڑھیں گے تو آیات سے بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ القارعہ کیا ہے۔ اللہ نے اس امت کے آخرین میں ان میں انہی سے اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کرنا تھا جس نے آکر القارعہ سے کھول کھول کر متنبہ کرنا تھا جب اللہ نے ان میں انہی سے اپنا وہ رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا تو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے آکر کھول کھول کر القارعہ سے متنبہ کیا تو اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس کی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی۔ اَلْقَارِعَةُ یہ حال کا صیغہ ہے جب القارعہ بالکل سر پر آ چکی اور اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے تو احمد عیسیٰ رسول اللہ کہہ رہا ہے اَلْقَارِعَةُ القارعہ ہے یعنی کھول کھول کر القارعہ سے متنبہ کر رہا ہے تو آگے سے انسانوں کا ردعمل یہ ہے مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے القارعہ یعنی کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی انہیں کوئی احساس ہی نہیں کوئی ادراک ہی نہیں ہو رہا القارعہ کا اور اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ وہ دنیاوی آسائشوں، سہولتوں و آسانیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں موجیں کر رہے ہیں اس لیے انہیں دنیا کے القارعہ کی طرف جاتے ہوئے حالات نظر ہی نہیں آ رہے انہیں لگتا ہے کہ کچھ نہیں ہونے والا دنیا ایسے ہی چلتی رہے گی اور وہ موجیں کرتے رہیں گے اگر یہ چھوٹی موٹی جنگیں ہو رہی ہیں تو یہ یا تو ایسے ہی چلتی رہیں گے یا پھر ختم ہو جائیں گی اور اگر ایسے ہی چلتی رہیں تو ہم

جن معاشروں میں موجود ہیں وہاں کوئی خطرہ نہیں یہ تو وہاں ہو رہی ہیں جہاں کوئی قانون جو ہماری طرح ترقی یافتہ معاشرے نہیں ہیں اس لیے کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی تو اس کے جواب میں اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسان کو کہہ رہا ہے وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور تجھے کیا ادراک کہ القارعہ کیا ہے یعنی اے انسان تیرے سر پر ابھی پڑی جو نہیں اس لیے تجھے القارعہ کا کوئی ادراک نہیں ہو رہا لیکن جب تیرے سر پر پڑے گی تب تجھے ادراک ہوگا، آج جب تجھے القارعہ سے کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا ہے تجھے کوئی فرق نہیں پڑ رہا کیونکہ تجھے یہی لگتا ہے کہ دنیا ایسے ہی چلتی رہے گی اور تو دنیاوی مزے لوٹتا رہے گا کچھ نہیں ہونے والا لیکن جان لے يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ القارعہ کا جو مرحلہ ہے وہ اللہ کے قانون میں ہو چکا یعنی طے شدہ ہے القارعہ ہو کر رہنے والی ہے جب ہو رہی ہوگی تو اس وقت لوگوں کی حالت یہ ہوگی لوگ ایسے ہو رہے ہیں جیسے کے فرش بچھے پڑے ہوتے ہیں یعنی جیسے جب کوئی دھاکہ ہو تو اس کے آس پاس اگر لوگ موجود ہوں تو وہ ایسے گرے پڑے ہوتے ہیں جیسے کہ فرش بچھا ہوا ہو یا پھر جیسے کسی چراغ کے گرد پتنگے مر کے بچھے پڑے ہوتے ہیں وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور جب القارعہ ہو رہی ہے تو اس میں پہاڑ بالکل ایسے ہو رہے ہیں جیسے کہ روئی دھنکی جا رہی ہوتی ہے تو روئی کے تنکے اڑ رہے ہوتے ہیں یعنی جیسے دھول اڑ رہی ہوتی ہے یہ حالت پہاڑوں کی اس میں ہو رہی ہے۔

یوں ان آیات سے بھی بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ القارعہ اصل میں تباہ کن ایٹمی بموں سے ہونے والی جنگ ہے جس میں دنیا کے لوگ ایسے مارے جائیں گے جیسے کہ فرشوں پر فرش کی تہیں چڑھ جاتی ہیں اور اس میں پہاڑ تک ایسے اڑیں گے جیسے دھنکتے وقت روئی اڑتی ہے۔ اور اس کے علاوہ جب یہ واضح کر دیا گیا کہ قوم عاد و قوم ثمود بھی القارعہ سے ہی ہلاک ہوئیں تو آج ان علاقوں میں پائی جانے والی ریڈی ایشنز سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ماضی میں ایٹمی بم نہ صرف موجود تھے بلکہ ان خطوں میں انہیں ایٹمی بموں سے تباہی ہوئی تھی کیوں کہ ان خطوں میں پائی جانے والی ریڈی ایشنز بالکل وہی ہیں جو جاپان میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے جانے والے ایٹمی بموں کے بعد پائی گئیں جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ماضی میں ان خطوں میں جن میں انڈیا اور پاکستان کے علاقے بھی شامل ہیں جیسے کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ وغیرہ پر ایٹمی حملے کیے گئے۔

قرآن میں جنہیں قوم عاد کہا گیا یہ وہ لوگ تھے جو آج موجودہ انڈیا اور پاکستان کا علاقہ ہے اور ماضی میں ان میں ہونے والی ایٹمی جنگ کا احوال آج بھی ہندوؤں کی کتاب مہابھارتا میں موجود ہے جسے دیو مالائی کہانیاں بنا دیا گیا جس میں باقاعدہ یہ بات درج ہے کہ اس خطے میں بہت بڑے بڑے خودکار تیر آ کر گرے جو اس وقت ایک دوسرے پر چلائے گئے وہ ایسے تیر تھے کہ جن کے پیچھے آگ تھی جو نہیں آگے کو دھکیلتی تھی اور جہاں پر وہ گرے تو وہاں نہ صرف سورج سے ہزاروں گنا زیادہ روشن آگ کا شعلہ بلند ہوا بلکہ ان آگ کے دھماکوں نے سب کچھ پگھلا کر ہوا بنا کر اڑا دیا۔ اس کے علاوہ جنگی تیاروں، ایٹمی بموں اور میزائلوں وغیرہ کا کثرت کیساتھ ذکر ہے جسے ان لوگوں نے دیو مالائی قصے و کہانیاں بنا دیا۔

بہر حال آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ القارعہ عالمی ایٹمی جنگ ہے جس میں موجودہ تہذیب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ القارعہ کب ہوگی تو اس کا جواب پیچھے الحاقہ پر بات کرتے ہوئے واضح کر دیا گیا کہ پہلے نفخ فی الصور ہوگا اس کے بعد الحاقہ آئے گی جب الحاقہ آئے گی یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں و تباہیوں کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گی جو کہ آج آپ الحاقہ میں ہی موجود ہیں تو الحاقہ میں ہی جب ایک واقعہ واقع ہوگا تب القارعہ ہوگی اور وہ واقعہ ہے کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب السماء یعنی یہ فضا جس میں آپ سانس لیتے ہیں یہ طرح طرح کی گیسوں سے بھر جائے گی جو کہ ایک لمبی مدت ہوگی جس دوران القارعہ ہوگی۔ اور آج جب آپ غور کریں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ آج تو یہ واقعہ بھی کب کا ہو چکا آج پوری دنیا کی فضا گیسوں سے بھر چکی ہے آج اسی واقعے والی مدت جاری ہے جس سے یہ تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ القارعہ بالکل قریب آ چکی ہے لیکن آخر اس مدت کے دوران وہ کون سا وقت ہے جب القارعہ ہوگی تو اس کا جواب بھی دے دیا گیا۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ. سباء ۴۵

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور کذب کیا ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے یعنی جیسے آج ان میں انہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جو ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو نہیں عذاب سے کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے تو یہ لوگ حق کو تسلیم کرنے کی بجائے ہمارے رسول کا کذب ہی کر رہے

ہیں تو بالکل ایسے ہی وہ جوان سے پہلے تھے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین، قوم لوط اور آل فرعون ان میں بھی انہی میں ہم نے اپنے رسول بھیجے جنہوں نے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا لیکن انہوں نے بھی ہمارے رسولوں کا کذب کیا وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰھُمْ اور نہیں پہنچ رہے نہ پہنچ سکتے ہو ان کے دس فیصد کو بھی جو ہم نے انہیں دیا تھا یعنی یہ جو آج تمہیں دیا گیا جسے تم اسباب و وسائل کا نام دیتے ہو ٹیکنالوجی کا نام دیتے ہو جدت کا نام دیتے ہو اسلحے و بارود کا نام دیتے ہو یہ اس کا دس فیصد بھی نہیں ہے اور نہ ہی تم اس کے دس فیصد کو بھی پہنچ رہے ہو جو انہیں دیا تھا جو تم سے پہلے تھے فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ پس تم کذب کر رہے ہو میرے رسول کا پس کیسا ہوا تھا انجام ان کا جنہوں نے تم سے پہلے کذب کیا تھا؟ یعنی کیا وہ کذب کر کے بچ گئے تھے؟ وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے تھے؟ کیا ہمارا رسول کذاب ثابت ہوا تھا؟ تو ہمارے رسول کا کذب کرنے کا انجام جو ان کا ہوا بالکل وہی تمہارا ہو گا جو کہ تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تاریخ ہے یہ بات تو آج میں نے آ کر کھول کھول کر واضح کر دی کہ جو آج تمہیں حاصل ہو چکا یہ ان قوموں کا دس فیصد بھی نہیں اور نہ ہی تم ان کے دس فیصد کو پہنچ سکتے ہو اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ بہرحال اس آیت میں آپ نے جان لیا کہ اللہ کا کہنا ہے آج جو تمہیں حاصل ہو چکا یہ ان قوموں کا دس فیصد بھی نہیں اور نہ ہی تم ان کے دس فیصد کو پہنچ رہے ہو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان قوموں کا دس فیصد بنتا کتنا ہے؟ یا تو اللہ کو یہ بتانا چاہیے کہ وہ قومیں کہاں پہنچ چکی تھیں جس سے ان کا دس فیصد نکالا جا سکتا ہے یا پھر اللہ کو ان کا دس فیصد بتانا چاہیے کہ ان کا دس فیصد کتنا بنتا ہے تو اللہ نے قرآن میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ وہ قومیں کہاں پہنچ چکی تھیں جس سے ان کا دس فیصد کتنا بنتا ہے وہ بھی کھول کھول کر اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے واضح کر دیا۔

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ. ھود ۴۲

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کہ جب نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور اس نے اپنی قوم کو کھول کھول کر متنبہ کر دیا اور انہوں نے کذب ہی کیا تو پھر وہ عذاب آ گیا جو کہ عظیم طوفان تھا جسے آپ سونامی کہتے ہیں یوں نوح اور اس کے ساتھ مومنین کو بچانے کے لیے ایک بحری جہاز بنایا گیا تھا اس میں سوار کر لیا تو وہ جہاز بہہ رہا تھا ایسی بلند و بانگ لہروں میں جیسے کہ پہاڑ ہیں۔

اس آیت میں اللہ کا یہ کہنا کہ نوح کا بحری بیڑہ اس طوفان میں پہاڑوں کے جیسی بلند و بانگ لہروں میں تیر رہا تھا جس سے ایک تو آپ کو اس طوفان کی شدت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس قدر عظیم طوفان تھا اور دوسری بات یہ آخری وہ لہریں اتنی بلند کیوں تھیں اور ان کو پہاڑوں سے مماثلت کیوں دی؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ اللہ نے سب کا سب قدر کیساتھ خلق کیا یعنی پورے حساب کتاب کیساتھ، آسمانوں و زمین میں اگر کچھ بھی ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر ناپ تول کر ہوتا ہے پورے حساب کتاب کیساتھ ہوتا ہے نہ ہی رائی برابر بھی کم اور نہ ہی رائی برابر بھی زیادہ۔ اس طوفان میں اتنی بلند لہریں اس لیے تھیں کیوں کہ ان لوگوں نے اس قدر فساد کیا ہوا تھا وہ لوگ جس بلندی پر جا چکے تھے اسی کے مطابق ان کے اعمال کا بھیانک ردعمل ظاہر ہوا۔ جیسے آج کسی بھی قوم کی ترقی کا اندازہ ان کی تعمیرات سے لگایا جاتا ہے بالکل ایسے ہی اللہ نے ان قوموں اور موجودہ قوم کا آپس میں موازنہ ان کی تعمیرات سے کیا اور اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ وہ صرف تعمیرات میں اس قدر بڑھ کر تھے بلکہ تمام شعبے ساتھ ساتھ ہی آگے بڑھتے ہیں لیکن معیار کسی ایک کو ہی طے کیا جاتا ہے جو تمام کے تمام شعبوں کا احاطہ کرے اس لیے تعمیرات واحد ایسا شعبہ ہے جو باقی تمام شعبوں کیساتھ نہ صرف منسلک ہے بلکہ اس سے کسی بھی قوم کی ترقی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

قوم نوح پر آنے والے طوفان میں پہاڑوں جیسی بلند لہروں کا ذکر کرنے کا اصل مقصد ہی یہی تھا کہ جس بلندی پر وہ لوگ جا چکے تھے اس بلندی کا اظہار کیا جائے جیسے آج عمارتوں کی اونچائی مختلف ہے کم سے کم بلند اور زیادہ سے زیادہ بالکل اسی طرح پہاڑ بھی کم اور زیادہ بلند ہیں اور ایسے ہی قوم نوح کی پہاڑوں جیسی بلند عمارتیں تھی۔ پھر پہاڑوں کے ساتھ ہی ان کا موازنہ اس لیے کیا کیونکہ اس وقت اور آج کے درمیان پہاڑ واحد ایسی شئے ہیں کہ جن میں کمی یا زیادتی نہیں ہوئی ان کے علاوہ اگر کسی اور شئے کو پیمانہ اخذ کیا جاتا تو ہر شئے میں وقت کیساتھ ساتھ کمی یا زیادتی ہوتی رہتی ہے لیکن پہاڑ تب بھی قائم تھے اور آج بھی قائم ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی چونکا دینے والی ہے کہ پہاڑوں کی بلندی کیا ہے یہ راز بھی آج انسان پر کھلا آج ایک ایک پہاڑ کی بلندی معلوم ہو چکی اس سے پہلے کسی کو

پہاڑوں کی بلندی کا صحیح علم نہیں تھا جس سے آج آپ ان قوموں کا دس فیصد با آسانی نکال سکتے ہیں۔

دنیا میں جو سب سے بلند پہاڑ ہے وہ ہے ماؤنٹ ایورسٹ جس کی بلندی ہے ۸۸۴۸ میٹرز یعنی قوم نوح کی بلند سے بلند عمارت ۸۸۴۸ میٹرز بلند تھی اور اب اس کا دس فیصد نکالنے کے لیے اسے دس پر تقسیم کریں تو ۸۸۴ میٹرز بنے گا مطلب یہ کہ موجودہ قوم جہاں باقی شعبوں میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں وہ عمارتوں میں بھی آگے بڑھ رہی ہے تو جب یہ قوم عمارتوں میں ۸۸۴ میٹرز کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس سے اگلا ان کا دعویٰ اس کے برابر یا اس سے زائد کا ہوگا جو کہ ان قوموں کا دس فیصد سے زائد بنتا ہے تو یہ اس کو نہیں پہنچ سکیں گے یعنی انہوں نے وہاں تک پہنچنا ہے جہاں تک ان کا دعویٰ ان کے دس فیصد کے نیچے رہتا ہے اور اس سے اگلا دعویٰ ان کے دس فیصد یا اس سے زائد کا ہو۔ اب آج جب دیکھیں کہ آج موجودہ قوم کس بلندی پر جا چکی تو آج سب سے بلند عمارت دبئ میں ہے جس کی بلندی ۸۲۸ میٹرز ہے جو کہ قوم نوح کے دس فیصد سے کم اور نو فیصد سے زیادہ بنتی ہے اور اس سے اگلا دعویٰ سعودی عرب کے شہر جدہ میں تعمیر ہونے والی عمارت کنگڈم ٹاور ہے جس کی بلندی ۱۰۰۸ میٹرز ہے جو کہ قوم نوح کے دس فیصد سے زائد ہے جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ موجودہ قوم نے جس بلندی پر جانا تھا جا چکے یعنی یہ ۸۲۸ میٹرز سے ایک سینٹی بھی اوپر نہیں جا سکتے جس دن یہ موجودہ بلندی سے ایک ملی میٹر بھی آگے بڑھے تو وہ دن اور وہ لمحہ ہوگا جب القارعہ شروع ہو جائے گی جو سات راتیں اور آٹھ دن جاری رہے گی۔

یوں یہ سمجھیں کہ سعودی عرب کے شہر جدہ میں تعمیر ہونے والی عمارت کنگڈم ٹاور وہ گھڑی ہے جو القارعہ کا بالکل صحیح ٹائم بتا رہی ہے کہ جس دن اس کی بلندی کی سوئی ۸۲۸ میٹرز سے اوپر گئی تو وہ دن اور وہ لمحہ اس قوم کا آخری دن اور لمحہ ہوگا جب انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا ان کی صدیوں کی منصوبہ بندیاں خاک میں ملا دی جائیں گی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ اس عمارت کو ۲۰۲۰ میں مکمل کرلیں گے جس سے آپ پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر یہ لوگ اس کی تعمیر کو اپنے منصوبے کے مطابق جاری رکھتے ہیں تو ۲۰۱۹ میں یہ اس بلندی کو چھوئیں گے یوں ۲۰۱۹ ہی ان کی ہلاکت کا سال ہوگا جس میں انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا ان کی صدیوں کی منصوبہ بندیاں جو آج یہ اس مقام پر پہنچے انہیں خاک میں ملا دیا جائے گا اور زمین ایک بار پھر واپس فطرت پر چلی جائے گی لیکن وہ زیادہ عرصہ نہیں ہو گا کیونکہ انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے زمین کو اس قدر فساد زدہ کر دیا کہ اب ان کے اعمال کے رد اعمال نہیں تھمیں گے جب تک کہ یہ زمین مکمل جہنم نہیں بن جاتی۔

التکویر

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ. وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ. وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ. وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ. وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ. وَاِذَاالۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ. وَاِذَاالنُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ. وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ. بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ. وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ. وَاِذَاالسَّمَآءُ کُشِطَتۡ. وَاِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ. وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ. عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّآ اَحۡضَرَتۡ. فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ. الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ. وَالَّیۡلِ اِذَاعَسۡعَسَ. وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ. اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ. ذِیۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ. مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ. وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ. وَلَقَدۡ

رَاٰهُ بِا لْاُفُقِ الْمُبِیْنِ. وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ. وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ. فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ. لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ. وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ. التکویر ۱ تا ۲۹

یہ سورۃ التکویر ہے التکویر جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''ال، ت، کویر'' کا مجموعہ ہے۔ ''ال'' شروع میں استعمال ہو تو خاص کر دیتا ہے یعنی خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا اور اگلا لفظ ''ت'' ہے جو اس کا اظہار کر رہا ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے اور تیسرا لفظ ''کویر'' ہے جو بذات خود جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''کور اور ی'' کا مجموعہ ہے ''کور'' کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر آپ کے ہاتھ میں ایک بال ہو جس پر دھاگے کا سرا چپکا ہوا ہو اور وہ دھاگہ دور تک بچھا ہوا ہو جس وجہ سے اس کا سرا کافی دور پڑا ہوا ہو اب آپ بال یعنی گیند کو گھمائیں جس سے دھاگہ گیند پر لپٹتا جائے گا اور اس کا سرا قریب آتا جائے گا اسے کور کہتے ہیں اور اس کے درمیان میں ''ی'' کے استعمال سے ''کویر'' بن جاتا ہے جس کا معنی بنتا ہے ایسے ہی مسلسل کسی شئے کا قریب سے قریب تر آتے چلے جانا یعنی جس کا ذکر کیا جا رہا ہے جیسے جیسے وقت گزرتا جائے ویسے ویسے وہ مسلسل قریب سے قریب تر آتا جائے۔ جیسے مثال کے طور پر اگر آپ کو کسی کام سے اس لیے روکا جائے کہ کل کو آپ کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اور آپ وہی کام کریں تو آپ جیسے جیسے وہ کام کرتے چلے جائیں گے تو نقصان مسلسل قریب سے قریب تر آتا چلا جائے گا اسے عربوں کی زبان میں تکویر کہتے ہیں ایسے ہی آپ درجنوں نہیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں مثالیں لے سکتے ہیں تکویر آپ کے سامنے آتے چلے جائیں گی مثلاً بیج بویا جائے تو ظاہر ہے ایک وقت آئے گا جب وہ درخت بن کر پھل دینا شروع کر دے گا تو پھل دینے کے وقت کو منزل تصور کر لیں یعنی آخری سرا تصور کر لیں تو جیسے ہی بیج بویا اور اس کی نگہبانی کرنا شروع کر دی تو جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے پھل قریب سے قریب تر آتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے گا جب پھل بھی سامنے آ جائے گا اسے تکویر کہتے ہیں یوں لاتعداد تکویر سامنے آ جائیں گے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کس تکویر کا ذکر کیا جا رہا ہے تو تکویر کے شروع میں ''ال'' کا استعمال اسے مخصوص کر دیتا ہے التکویر یعنی مخصوص تکویر کا ذکر کیا جا رہا ہے تو وہ مخصوص تکویر کیا ہے جس کا ذکر کیا گیا اب اسے بھی آپ کے سامنے بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں۔

آپ کو سننے کے لیے کان دیئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں، جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی کہ آپ سنیں دیکھیں جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں اور پھر عمل کرنے کی یعنی آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تا کہ آپ عمل کر سکیں لیکن تب تک کسی بھی عمل کے قریب نہیں جانا جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل سن دیکھ اور سمجھ نہیں لیا جاتا جب اطمینان حاصل ہو جائے تب ہی عمل کے قریب جایا جائے گا۔

اب آپ سے سوال ہے کہ کیا ہے جو آپ کو ہر طرف سے سنائی اور دکھائی دے رہا ہے؟ کیا آپ نے کبھی اسے سمجھا؟ آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے جب آپ اسے سمجھیں گے تو آپ پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا مثلاً اسی بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل اس قرآن میں بھی کہا گیا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی. الروم ۸

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ کیا اور نہیں خود ہی تفکر کر رہے اپنی ہی ذات میں یعنی کیا انہیں سننے دیکھنے اور پھر جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت نہیں دی؟ جب نہ صرف انہیں سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیتیں بھی دیں تو پھر یہ کیوں نہیں اپنی ہی ذات میں تفکر کر رہے اپنی ہی ذات میں غور و فکر کر رہے سوچ بچار کر کے اپنی ہی ذات کو سمجھ رہے؟ اگر یہ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کریں تو ان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی نہیں تھی خلق اللہ ہے السماوات اور ارض اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے مگر بالحق اور ان کی اجل بھی خلق کیں اجل مسمی بھی۔ یعنی ان کو جو سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو اسی مقصد کے لیے دیں کہ یہ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کریں آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان سب میں غور و فکر کریں جب یہ غور و فکر کریں گے تو ان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ ان کو کیسے خلق کیا گیا تو جو کچھ بھی انہیں اپنی ذات میں نظر آئے گا بالکل اسی طرح آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے ان کی مثال ہے۔

تمہارا جسم لاتعداد مخلوقات کا مجموعہ ہے ہر خلق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لیے ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کر دیا جس سے ان سب کے درمیان ربط قائم ہے سب کے سب ایک دوسرے سے مربوط و مشروط ہیں ایسے ہی جیسے کہ مشین میں تمام پرزے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و مشروط ہوتے ہیں جس سے ایک بہترین میزان قائم ہے یہ میزان تب تک قائم رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کریں گے اور ایسا تب تک ممکن ہے جب تک تمام کی تمام مخلوقات کو ان کی ضروریات بروقت ملیں گے ان کی جو مقدار اور معیار ہے اس میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا ورنہ اگر فرق آیا تو اجل آئے گی یعنی ردعمل آئے گا میزان میں خسارہ ہو کر جسم کی اجل آئے گی یعنی خرابی ہو گی جسے بیماری کا نام دیا جاتا ہے اور اگر اسے دور نہیں کیا جائے گا تو بالآخر اجل مسمیٰ آجائے گی یعنی موت ہو جائے گی، پھر تمہارا جسم جو لاتعداد مخلوقات کا مجموعہ ہے وہ مخلوقات الگ نہیں اور تم الگ نہیں بلکہ انہیں جب اور ایک، اور ایک، اور ایک کرتے کرتے جب تک حد نہیں آجاتی اور اور کیا جائے تو تم سامنے آؤ گے یہ تمہارا اپنا وجود ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی خلق بغاوت کرتی ہے تو وہ تمہاری شریک بن جائے گی جسے تم برداشت نہیں کرو گے یعنی حقیقت یہ ہے کہ تمہارے جسم میں جو کہ لاتعداد مخلوقات ہیں حقیقت میں ان کا اپنا کوئی وجود نہیں حقیقت میں وجود تمہارا ہے بالکل یہی مثال آسمانوں زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کی ہے، آسمان اور زمین تمہاری طرح ایک ہی وجود ہے اور تمہارے سمیت جو کچھ بھی ان میں ہے وہ ایسے ہی ہیں جیسے تمہارے جسم میں اعضاء ہیں اور یہی اللہ ہے یعنی آسمانوں و زمین میں تمہیں جو کچھ بھی نظر آرہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آرہا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا جس جس مقصد کے لیے خلق کیا سب کے سب کو ان ان کے مقامات پر قائم کر دیا سب کی اپنی اپنی الگ الگ ضروریات ہیں ان کا معیار الگ ہے مقدار الگ الگ ہے تو جب تک سب کا سب اپنے اپنے مقام پر رہے گا ان میں رائی برابر بھی چھیڑ چھاڑ یا مداخلت نہیں کی جائے گی تب تک ان میں قائم توازن برقرار رہے گا ورنہ اجل آئے گی یعنی خرابیاں ہو کر تباہیاں آئیں گی۔ پھر تم اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو کہ تم کیسے وجود میں آئے؟ تمہیں کس نے اور کیسے خلق کیا؟ تمہارا ربّ کون ہے؟ جب غور و فکر کرو گے تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ جو کچھ بھی نظر آرہا ہے اسی سے تم وجود میں آئے اور تمہارا ربّ یہی ذات ہے، جیسے وجود میں آئے ایسے ہی واپس اسی میں ڈل جاؤ گے یعنی واپس مل جاؤ گے اس لیے اس وجود کیساتھ جو تمہارا ربّ ہے دشمنی نہیں کرنی، اس کیساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے حق کیساتھ خلق کیا حق کیساتھ خلق کرنے کا کیا مطلب ہے اس کا جواب اللہ نے آپ کی اپنی ہی ذات میں رکھ دیا کہ جب تک آپ اپنی ہی ذات میں غور و فکر نہیں کریں گے آپ کو اس کا جواب نہیں ملے گا اس لیے اگر آپ اس کا جواب چاہتے ہیں کہ حق کیساتھ خلق کرنے کا مطلب کیا ہے تو آپ کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ہی ذاتوں میں غور و فکر کرنا پڑے گا کیونکہ آپ کو بھی اسی نے ہی خلق کیا اور آپ کا وجود بھی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے ان میں سے ہے اس لیے آپ کو بھی اللہ نے حق کیساتھ خلق کیا۔ اور حق کیساتھ خلق کرنا کیا ہے اس کا جواب قرآن یوں دے رہا ہے کہ غور و فکر کرو اپنی ہی ذاتوں میں۔

اب اپنی ہی ذات میں مختصراً غور و فکر کرتے ہیں تاکہ آپ پر حق کیساتھ خلق کرنا واضح ہو جائے۔ آپ کا جسم بہت سے اعضاء کا مجموعہ ہے بنیادی طور پر آپ کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہے ایک بیرونی ظاہری حصہ اور دوسرا اندرونی باطنی حصہ۔ بیرونی ظاہری حصہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہے جن میں ایک حصے میں وہ اعضاء آجاتے ہیں جن کا استعمال کیا ہے بالکل واضح ہے۔ جیسے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں، منہ وغیرہ اس کے علاوہ دوسرا حصہ جس میں کچھ اعضاء بالکل ظاہر تو ہیں لیکن ان کا استعمال کیا ہے اس کا علم اللہ نے آپ کو نہیں دیا یا اگر علم دیا ہے تو کم۔ جیسے کہ ناخن، بال وغیرہ ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ یہ بے کار یا فضول ہیں بلکہ ان کو خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے خواہ آپ کو اس کا علم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

بیرونی حصے میں وہ تمام اعضاء جن کی تخلیق کا مقصد بالکل واضح ہے وہ محکم حصہ کہلائے گا یعنی بشر کے تمام اعضاء بھی اللہ کی آیات ہیں اور یہ محکم آیات ہیں لیکن ان کے برعکس جو اعضاء ظاہر تو ہیں لیکن ان کے بارے میں علم نہیں دیا گیا کہ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے یہ سب آیات متشابہات کہلائیں گی اور متشابہات غیب کا حصہ ہیں یعنی اللہ کے غیب میں سے ہیں۔

اب جسم کا اندرونی حصہ جو کہ بالکل پوشیدہ ہے یعنی چھپا ہوا ہے جس میں بھی بہت سارے اعضاء ہیں یہ جسم میں اللہ کا غیب ہیں۔

پھر جب مزید غور وفکر کریں تو جسم میں کوئی ایک بھی عضو ایسا نہیں جس کے وجود کا کوئی نہ کوئی مقصد نہ ہو مثلاً اگر ہاتھوں کی ہی مثال لے لیں کہ اگر ہاتھ نہ ہوں تو کن تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح اگر پاؤں نہ ہوں تو ایسا شخص چلنے پھرنے سے قاصر ہو جائے گا اور مختلف تکالیف ومصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا تصور کرنا بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے اسی طرح آنکھیں اگر نہ ہوں، کان یا ناک نہ ہو تو کن کن تکالیف ومشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان سب کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے ان کا تو ہمیں واضح علم ہے لیکن ان کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہ ہو ان سب کی تخلیق کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔

پھر اسی طرح وہ اعضاء جو جسم میں اللہ نے چھپا کر رکھ دیئے یعنی دل، گردے، پھیپھڑے، خون وغیرہ سمیت سب کے سب اگر ان میں غور کریں کہ اگر دل نہ ہو تو جسم پر کیا اثرات مرتب ہوں گے یعنی کہ دل کے بغیر تو جسم کے وجود کا ہی تصور ناپید ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر جسم میں خون نہ ہو یا پھر اگر جسم سے خون نکال لیا جائے تو جسم کانپ اٹھے گا اور بالآخر موت سے دوچار ہوگا بالکل اسی طرح گردے، پھیپھڑوں وغیرہ سمیت باقی جتنے بھی اندرونی اعضاء ہیں ان کے عدم وجود سے بھی کیا نقصانات ہو سکتے ہیں ان کا اندازہ لگانا آج بالکل بھی مشکل نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے بغیر بھی زندگی کا تصور ختم ہو جاتا ہے جس سے اللہ کا ایک قانون ہم پر واضح ہوتا ہے کہ ہمارے جسم میں جتنی بھی مخلوقات ہیں یعنی جتنے بھی اعضاء ہیں خواہ ہمیں کسی کے بارے میں علم دیا گیا یا نہ دیا گیا، خواہ جو ظاہر ہیں یا وہ بھی جو پوشیدہ ہیں سب کے سب کو اللہ نے کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا۔ پھر تمام کے تمام اعضاء کو اللہ نے احسن خلق کیا اور خلق کر کے ہر ایک کو جس مقصد کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے مقام پر لگا دیا جس سے توازن قائم ہو گیا اور جب تک تمام کے تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے اور کسی بھی قسم کی کوئی کمی، کجی یا لاپرواہی نہیں کریں گے تب تک جسم میں توازن یعنی میزان قائم رہے گا اور جب بھی کسی عضو نے کام کرنا یعنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ترک کر دیا یا کمی، کوتاہی کی، کوئی عضو اپنے مقام سے ہٹ گیا اس میں تبدیلی ہوئی تو جسم میں توازن یعنی میزان میں بگاڑ آ جائے گا جس کی وجہ سے جسم میں خرابی ہوگی جسے آپ بیماری یا بیماریوں کا نام دیتے ہیں اسے قرآن میں اللہ نے اجل کہا ہے اور اگر جسم میں قائم میزان میں بگاڑ ہونے سے پیدا ہونے والی خرابی یعنی بیماری کا علاج نہ کیا جائے تو وہ بیماری بڑھتے بڑھتے ایک دن اس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ پورے کا پورا جسم ہی بے کار ہو کر خاتمے سے دوچار ہو جاتا ہے جسے اللہ نے اجل مسمیٰ کہا ہے۔

جیسے اگر دل کام کرنا چھوڑ دے تو موت ہو جائے گی لیکن اگر دل اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کوئی کمی واقع کر دے تو جسم پر اسی نوعیت کے منفی اثرات مرتب ہوں گے اور اگر دل کو دوبارہ واپس اسی مقام پر نہ لایا جائے جو مقام اللہ نے اس کا مقرر کیا تو جسم میں منفی اثرات بڑھتے بڑھتے ایک دن بڑے نقصان کی دہلیز پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ ایسے ہی جسم میں ہر عضو یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے ذرے کا معاملہ ہے بالکل اس طرح اللہ نے نہ صرف آپ کے جسم میں بلکہ آسمانوں وزمین میں میزان قائم کر دیا جس کا ذکر اللہ اس آیت میں کرتا ہے۔

وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ ۔ الرحمٰن ۷

اور وضع کر دیا میزان

سورۃ الرحمٰن کی اس آیت میں اللہ نے جس المیزان کی بات کی اصل میں وہ صرف یہی میزان نہیں جو میزان صرف آپ کے جسم میں قائم کیا بلکہ وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ہر ایک میں قائم کیے گئے میزان کا ذکر ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے جو وجود ہے پورے کے پورے وجود میں ہر سطح پر میزان قائم کیا گیا اور پھر ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا۔

اَلَّا تَطۡغَوۡا فِى الۡمِيۡزَانِ ۔ الرحمٰن ۸

جان لو یہ جو تم کر رہے ہو نہ ہدایات کے خلاف عمل کرو المیزان میں یعنی یہ جو اللہ نے ہر شئے میں توازن قائم کیا ہوا ہے یہ جو اعمال تم کر رہے ہو تم ہدایات کے خلاف کر رہے ہو جس سے ہر شئے میں قائم توازن بگڑ رہا ہے لہذا ایسا مت کرو ہدایات کے خلاف اعمال مت کرو۔

اللہ نے حکم دے دیا کہ جان لو تم نے میری دی ہوئی ہدایات کے خلاف بالکل کچھ بھی نہیں کرنا المیزان میں یعنی اگر تم نے کوئی ایک بھی ایسی حرکت کی کوئی ایسا عمل کیا جس سے میں نے تمہیں روک دیا یا جس کی اجازت نہیں دی یا پھر جس کا حکم نہیں دیا تو اس سے یہ توازن یعنی میزان بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں نکلے گا یعنی ایسا ہر گز نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین یعنی زمین اور اس کے گردگیسوں کی سات تہوں میں جو کہ سات آسمان ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے اللہ کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا جائے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے جس کی اللہ نے سرے سے اجازت ہی نہیں دی بلکہ الٹا سختی سے منع کیا ہے اور فطرت پر ہی قائم ہونے کا حکم دیا۔ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر انسان اپنی حدود سے باہر نکلتا ہے یعنی فطرت کی ضد بنتا ہے فطرت میں تبدیلیاں کرتا ہے تو لامحالہ حادثاتی طور پر اس کے سامنے وہ قوانین کھلتے جائیں گے وہ مخلوقات اس پر ظاہر ہوتی جائیں گی جو انسان سے چھپا دیئے گئے اور انسان ان متشابہات کے پیچھے پڑتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے واپسی ناممکن ہوگی جیسے کہ ماضی میں چھ قومیں اس کا شکار ہو چکیں اور موجودہ قوم دنیا میں آباد موجودہ انسان بھی اس مقام پر پہنچ چکے۔

یہ سب اللہ نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ اگر اللہ کے قول کے خلاف ہی کرو گے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اللہ کی خلق کو بدلو گے اس میں تبدیلیاں کرو گے تو پھر جان لو الساعت آئے گی یعنی ایک ایسی عظیم تباہی آئے گی جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا اور اس سے پہلے اس کی اشراط آئیں گی یعنی اشراط الساعت آئیں گی مثلاً تباہیاں آئیں گی، زلزلے آئیں گے، طوفان آئیں گے، سمندروں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا مخلوقات عیب دار ہو جائیں گی، بیماریاں ہی بیماریاں ہوں گی، نسلیں مفلوج ہو جائیں گی حتیٰ کہ بچے ہی عیب دار پیدا ہوں گے، موسم تبدیل ہو جائیں گے یعنی ہر سطح پر فساد ہی فساد ہو جائے گا اور بالآخر یہ زمین جہنم بن جائے گی تو جب الساعت کی اشراط آئیں گی تو عذاب عظیم تمہارے سر پر آ چکا ہوگا تو اس عذاب سے عین قبل ہم تم میں تمہی سے اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کریں گے جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دے گا تمہیں کھول کھول کر متنبہ کرے گا اور یہی سب سورۃ التکویر میں کہا۔

یعنی جب تم نہیں مانو گے اللہ کے علاوہ اوروں کو ہی الہ بناؤ گے تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ میں فساد ہو جائے گا تب وہ سب کچھ آئے گا جس کا سورۃ التکویر میں ذکر کیا گیا اور جب وہ سب آئے گا تب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہوگی اس لیے تب ہم تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کریں گے جو تم پر الساعت کی تمام کی تمام اشراط کھول کھول کر واضح کر دے گا کہ یہ سب کا سب ہو چکا اب بھی کس کا انتظار کر رہے ہو یوں رسول کی موجودگی میں نہ صرف عذاب لایا جائے گا بلکہ رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو تو بچا لیا جائے گا مگر کذب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے گا اور ہمارے رسول کے بعد صرف اور صرف الساعت رہ جائے گی جو کہ اچانک ہی آ جائے گی کسی کو اس کا شعور ہی نہیں ہوگا۔

یہ سب کہا گیا سورۃ التکویر میں اور دوسری بات کہ جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو پھر ظاہر ہے سورۃ التکویر تو قرآن کے بعد الساعت کے قیام کے قریب کی تاریخ ہے اور پھر جب قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر سورۃ التکویر نے اس سے پہلے کیسے بیّن ہونا تھا جب تک کہ یہ سب ہو نہیں جاتا اور اللہ کا وہ رسول بعث نہیں کر دیا جاتا جس نے آ کر یہ سب کھول کھول کر واضح کرنا تھا اور قرآن میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی۔ یوں آج جب نہ صرف وہ وقت آ گیا کہ وہ سب کا سب ہو رہا ہے اور ہو چکا بلکہ تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو آج کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور قرآن تمہیں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب آئیں سورۃ التکویر کی طرف جو کہ اب واضح تو ہو چکی لیکن اس کے باوجود آپ کے سامنے کھول کر واضح کر دیتے ہیں تا کہ ہر کسی پر حجت ہو جائے۔

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے محمد رسول اللہ کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ فطرت پر ہی قائم ہونا فطرت سے بغاوت مت کرنا اگر تم نہیں مانے اور فطرت سے بغاوت کی فطرت کو بدلنے کی کوشش کی تو پھر آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا تب جو الشّمس ہے یہ کورت ہو جائے گا یعنی گرمی کی شدت دن بہ دن اس طرح بڑھتی چلی جائے گی جیسے گویا کہ سورج قریب سے قریب تر آتا چلا جا رہا ہے۔ تو کیا آج یہ آپ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کیا آج الشّمس کورت نہیں ہو چکا؟ آج درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا ہی نہیں چلا جا رہا؟ نہ صرف آج یہ ہو چکا بلکہ آج یہ آیات آپ کو یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا الشّمس کورت۔ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ اور تب ستارے ایسے ہو جائیں گے جیسے کہ دھندلا جاتے ہیں یعنی تب تمہارے اپنے ہی ہاتھوں

سے کیے جانے والے اعمال کے سبب یہ جو السماء ہے یعنی فضا یہ طرح طرح کی گیسوں سے بھر جائے گی جس سے ستارے دھندلا جائیں گے۔ کیا آج یہ نہیں ہو چکا؟ کیا آج انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسوں جنہیں آپ دھویں کا بھی نام دیتے ہیں پوری دنیا کی فضا بھر نہیں چکی؟ آج سے چند سال قبل رات کو آسمان ستاروں سے چمک رہا ہوتا تھا شیشے کی مانند لیکن کیا آج آپ رات کو بالکل وہی مناظر دیکھتے ہیں یا پھر آج ستارے دھندلا چکے؟ آج نہ صرف النجوم انکدرت ہو چکے بلکہ آج جب یہ واقعہ ہو چکا تو قرآن کی یہ آیت آپ کو یاد دلا رہی ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ تب جو پہاڑ ہیں ان کو سیر کرائی جائے گی یعنی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر سواریوں پر لاد کر پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے گا تو کیا آج یہ بھی نہیں ہو چکا؟ کیا آج پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ان کی مائننگ کر کر کے انہیں ٹرکوں، ٹرالوں، ٹرینوں اور جہازوں تک میں ماربل، سیمنٹ، بجری وغیرہ کے نام پر پوری دنیا میں سیر نہیں کرائی جا رہی؟ کیا آپ کو یہ منظر اپنی آنکھوں سے نظر نہیں آ رہا؟ نہ صرف آج یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ یہ آیت آپ کو آج یاد دلا رہی ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور آج جب یہ حدثہ ہوا تو نہ صرف یہ آیت بیّن ہو گئی یعنی کھل کر واضح ہو گئی بلکہ اس آیت نے آپ کو یاد دلا دیا کہ آج آپ کس قدر نازک وقت میں موجود ہیں۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جو تمہیں کہا کہ تم ان قوموں کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچ سکتے جو تم سے پہلے اس زمین پر آباد تھیں انہیں جو کچھ دیا تھا جنہیں ہلاک کر دیا گیا تو جب تم ان کے دس فیصد کے قریب جہاں تم نے پہنچنا ہے پہنچو گے تب آسمانوں و زمین میں کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں ہو گی جس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو گا جس مقصد کے لیے اس کو وجود میں لایا گیا بلکہ ہر شئے کا غلط استعمال کیا جائے گا ہر شئے کو اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے گا ہر شئے کو اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل ہی نہیں رہنے دیا جائے گا جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لائی گئی، ہر شئے کو خراب کر دیا جائے گا، ہر شئے کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کیا جا رہا ہو گا، ہر شئے کا مقام بدل دیا جائے گا۔ تو کیا آج یہ سب نہیں ہو چکا؟ آج کون سی ایسی شئے ہے جس کو اس کے اصل مقام پر رہنے دیا گیا؟ آج وہ کون سی ایسی شئے ہے جس کا بالکل وہی استعمال ہو رہا ہے جو فطرت پر تھا جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا گیا تھا؟ آج کون سی ایسی شئے ہے جس میں تبدیلیاں نہیں کی جا رہی؟ آج کون سی ایسی شئے ہے جس کا غلط استعمال نہیں کیا جا رہا؟ آج کون سی ایسی شئے ہے جس کو آج انسان اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال نہیں کر رہا؟ زمین کا خون جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے جو آج ترقی کے نام پر فساد عظیم کی بنیاد ہے کیا اسے اسی مقصد کے لیے خلق کر کے زمین کی گہرائیوں میں رکھا گیا تھا؟ یا پھر اس سے زمین پر حیات وجود میں لائی جاتی ہے زمین پر حیات کی موت تھی؟ آج جو زمین سے قدرتی وسائل کے نام پر زمین کے دل، گردے، پھیپھڑے نکالے جا رہے ہیں کیا انہیں اسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا تھا؟ آج جو پہاڑوں سے قدرتی وسائل کے نام پر اللہ کے غیب سے کفر کرتے ہوئے اللہ کی آیات کو نکالا جا رہا ہے تو کیا انہیں اسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا تھا؟ آج جسے آپ بجلی کا نام دیتے ہیں کیا فطرت نے اسے اسی مقصد کے لیے وجود میں لایا جس مقصد کے لیے آج اس کا استعمال کیا جا رہا ہے؟ آج آسمانوں و زمین میں کوئی ایک بھی ایسی شئے نہیں رہی جس کو اس کے مقام سے ہٹا نہیں دیا گیا، جس میں فساد نہیں کر دیا گیا، جس کا غلط استعمال نہیں کیا جا رہا اور آج جب یہ حدثہ ہو رہا ہے تو آج نہ صرف قرآن کی اس کی تاریخ پر مبنی یہ آیت کھل کر واضح ہو چکی بلکہ قرآن کی آیت کی صورت میں آپ کو کھول کھول کر یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور جب یہ سب کیا جائے گا وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور تب الوحوش کو وجود میں لا لا کر خلق کر کر کے اکٹھا کیا جائے گا یعنی زمین الوحوش سے بھر دی جائے گی۔ الوحوش الوحش کی جمع ہے اور الوحش جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ال اور وحش'' کا مجموعہ ہے۔ ''ال'' مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور وحش کے معنی ہیں ایسی عجیب الخلقت مخلوق جو موجود نہ ہو تو تصوراتی مخلوق اور اگر موجود ہو تو بہت زیادہ مشہور و معروف مخلوق۔

ایسی مخلوق جو بے قابو اور ہر طرف سے نقصان پہنچائے۔

ایسی مخلوق جو جہاں موجود ہو اسی کو اتنا فساد زدہ کر دے کہ وہ شئے تباہ و برباد ہو جائے۔

ایسی مخلوق جو بے قابو ہو کر ہر طرف کے در و دیوار توڑ دے۔

ایسی مخلوق جو عیب دار ہو۔

ایسی مخلوق جو قوت وزور اور ہر طرح کی صلاحیتوں میں بہت بڑھ کر ہو۔

ایسی مخلوق جو اپنے وزن اور حجم کے اعتبار سے بہت لمبی، چوڑی، اونچی یا بڑی ہو۔

عجیب الخلقت مخلوق جو خلاف قانون خلق کی جائے۔

ایسی مخلوق جو انتہائی پر خطر یعنی خطرے سے بھری ہوئی ہو۔

ایسی مخلوق جس کے سامنے اس سے پہلے موجود مخلوقات طاقت، زور، صلاحیتوں سمیت ہر لحاظ سے بہت کم اور بے بس ہو جائیں۔

ایسی مخلوق جو جہاں موجود ہو وہاں موجود مخلوقات میں سے طاقتور ترین مخلوق پر بھی غالب آجائے۔

ایسی مخلوق جس کے سامنے شیر صفت بھی چوہے سے بھی کم تر نظر آئے۔

تو آج کیا یہ الوحوش موجود نہیں ہیں؟ کیا آج اَلْوُحُوْشُ حُشِرَتْ نہیں ہو چکے؟ یہی وہی الوحوش ہیں جن کا قرآن میں اس مقام پر ایک پہلو سے ذکر کرتے ہوئے الوحوش کہا گیا اور انہیں کو قرآن میں دوسرے مقام پر دابۃ الارض کہا گیا جس کی تفصیل علامات واشراط الساعت میں دابۃ الارض کی موضوع پر بیان کی جا چکیں۔ آج اَلْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ہو چکے اور پوری دنیا میں دھندناتے پھر رہے ہیں جنہیں آپ گاڑیوں، جہازوں، ہیلی کاپٹروں، ٹینکوں، کرینوں، اور ایسی ہی طرح طرح کی مشینوں کا نام دیتے ہیں جو آسمانوں وزمین کو رات دن فساد زدہ کر رہے ہیں کھوکھلا کر رہے ہیں الساعت جو کہ زلزلہ عظیم ہے اس کا سبب بن رہے ہیں اور آج جب یہ حدثہ ہو رہا ہے تو آج نہ صرف قرآن کی یہ آیت بیّن ہو چکی یعنی کھل کر واضح ہو چکی بلکہ قرآن نے اس آیت کی صورت میں یاد دلا دیا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جو آج تم پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور تب جو پانی کی جگہیں ہیں یعنی جو دریا ہیں، جھیلیں ہیں، نہریں ہیں اور سمندر وغیرہ ہیں ایک تو یہ ان کا پانی کناروں سے باہر بہہ پڑے گا اور دوسرا ان کا پانی بخارات بن کر اڑ جائے گا ان کا پانی خشک ہو جائے گا یعنی گرمی کی شدت کی وجہ سے موسموں کے نظام میں فساد ہو جانے کے سبب ایک تو ان میں سے پانی خشک ہو جائے گا اور جب ان میں پانی آئے گا تو کناروں سے باہر بہہ پڑے گا۔ جب پانی خشک ہو جائے گا تو پانی کی قلت اور قحط کا سامنا کرنا پڑے گا اور جب پانی آئے گا تو کناروں سے باہر بہہ پڑے گا سونامی آئیں گے، طوفان آئیں گے، سیلاب آئیں گے یعنی دونوں صورت میں ہی عذاب ہی ہوگا تو دیکھیں کیا آج یہ سب نہیں ہو رہا؟ کیا آج جو البحار ہیں یعنی پانی والی جگہیں وہ سجرت نہیں ہو چکیں یعنی یا تو وہ خشک پڑی ہیں دریا، نہریں، جھیلیں خشک پڑی ہیں پانی کی قلت اور قحط کا سامان ہے یا پھر جب پانی آتا ہے تو پانی ان کے کناروں سے باہر بہہ پڑتا ہے جس سے سیلاب آتے ہیں، سونامی آتے ہیں، طوفان آتے ہیں؟ آج البحار سجرت ہو چکے تو آج جب یہ حدثہ بھی ہو چکا تو نہ صرف آج قرآن کی یہ آیت کھل کر واضح ہو گئی یعنی آج جب اس آیت کے بیّن ہونے کا وقت آیا آج جب اس نبا کا مقرر وقت آیا تو یہ نبا دے دی گئی بلکہ آج قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور تب جو مخصوص نفوس ہیں ان کا آپس میں اختلاط کروایا جائے گا یعنی مختلف جنسوں کا آپس میں اختلاط کروایا جائے گا جو کہ آج ہو رہا ہے جیسے کہ فصلوں کی جنسوں کا سائنسی طریقوں سے اختلاط کروایا جا رہا ہے، ہر طرح کے جانداروں کا اختلاط کروایا جا رہا ہے اور یہ عمل تو آج پوری دنیا میں کثرت کیساتھ ہو رہا ہے۔ مختلف جانداروں کا سائنسی طریقوں سے اختلاط کروایا جا رہا ہے ایک دوسرے کے جینز ایک دوسرے میں ڈال کر نئے سے نئے بیج اور جنسیں خلق کی جا رہی ہیں اور آج جب یہ سب ہو رہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیت بھی بالکل کھل کر واضح ہو گئی بلکہ آج قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور تب جو المؤدہ ہے اس سے سوال کر لیا جائے گا یعنی کوئی بھی ایسی شئے جس میں جان نہیں ہے جو مردہ ہے خواہ وہ کب کی مردہ پڑی ہے یا پھر کوئی بھی مادی شئے ہو اس سے سوال کر لیا جائے گا اس کے بارے میں یعنی اگر وہ جاندار شئے کا مواد ہے تو اس سے پوچھ لیا جائے گا کہ تیری موت کب ہوئی، تُو کتنی پرانی ہے، تُو کن مراحل سے گزر چکی ہے، مثلاً کوئی کپڑا ہے تو اس سے پوچھ لیا جائے گا کہ تُو کتنا پرانا ہے، اگر کوئی پتھر ہے، کوئی اینٹ ہے کوئی بھی پرانی شئے ہے تو اس سے پوچھ لیا جائے گا کہ تُو کتنی پرانی ہے اور کن کن عوامل ومراحل سے گزر چکی ہے اور ایسے ہی بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ اگر کسی کا قتل کیا گیا تو پوچھ لیا جائے گا یعنی مردے سے ڈیڈ باڈی سے مردہ جسم سے پوچھ لیا جائے گا کہ کس جرم سے اسے قتل کیا گیا مثلاً چھری سے قتل کیا گیا اور کب کیا گیا کیسے کیا گیا، زہر

دیکر، پانی میں ڈبو کر، گولی مار کر، اونچائی سے گرا کر یا کس طرح اور کب قتل کیا گیا وغیرہ تو اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آج یہ سب نہیں ہو رہا؟ کیا آج کاربن فورٹین ڈیٹنگ کے نام سے اور اس سے بھی جدید ٹیکنالوجی حاصل نہیں ہو چکی جس سے اشیاء کے بارے میں جان لیا جاتا ہے کہ وہ کتنی پرانی ہیں وہ اشیاء جو اپنے آپ میں مردہ ہیں یعنی ان میں جان نہیں ہے محض مواد ہوتا ہے اور ایسے ہی اگر کسی کا قتل ہوا خواہ وہ تازہ قتل ہوا یا پھر پرانا تو یہ جان نہیں لیا جاتا کہ اس کا قتل کیسے اور کب ہوا؟ آج یہ سب بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آج جب یہ حدثہ ہو رہا ہے تو نہ صرف آج قرآن کی یہ آیات بھی کھل کر واضح ہو گئی بلکہ آج قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور تب الصحف نشرت ہوں گے یعنی تب معلومات کا سیلاب آ جائے گا جو الصحوف ہوں گے یعنی جو بھی علم ہو گا جو بھی معلومات ہوں گی ان کو نشر کیا جا رہا ہو گا یوں معلومات کا انفارمیشن کا سیلاب آ جائے گا تو کیا آج یہ سب بھی نہیں ہو رہا؟ کیا آج الصحف نشرت نہیں ہو چکے؟ یعنی آج معلومات کا سیلاب نہیں آ چکا؟ اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ سے معلومات کا سیلاب نہیں آ چکا؟ یہ حقیقت بھی آج آپ کے سامنے ہے آج آپ اسی دور میں موجود ہیں یوں آج جب یہ وقت موجود ہے تو نہ صرف آج یہ نبا دی جا رہی ہے جس کا آج ہی وقت مقرر تھا یعنی نہ صرف آج یہ آیت کھل کر واضح ہو چکی بلکہ قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور تب یہ جو السماء ہے یعنی یہ فضا جس میں آپ سانس لیتے ہیں اس کو مختلف قوتوں یعنی لہروں اور طرح طرح کی گیسوں سے بھر دیا جائے گا اس میں لہروں کا جال بچھا دیا جائے گا تو دیکھیں کیا آج اس فضا میں طرح طرح کی لہروں کا جال نہیں بچھا دیا گیا؟ طرح طرح کی گیسوں سے آسمان کو بھر نہیں دیا گیا؟ آج نہ صرف آسمان کو طرح طرح کی گیسوں سے بھر دیا گیا بلکہ اس میں طرح طرح کی لہروں کے جال بچھا دیئے گئے جن کی بنیاد پر آج کا سارے کا سارا مواصلاتی نظام کھڑا ہے یعنی جن کی بنیاد پر ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، راڈار، سیٹیلائٹس، جی پی ایس وغیرہ سمیت تمام کا تمام مواصلاتی نظام کھڑا ہے یوں جب آج یہ حدثہ بھی ہو رہا ہے تو آج نہ صرف قرآن کی یہ آیت بھی بالکل کھل کر واضح ہو گئی بلکہ آج قرآن یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں اس قرآن میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور آج جب اس نبا کا مستقر آیا تو آج یہ نبا بھی دے دی گئی یعنی یہ علم جو اس سے پہلے صرف اور صرف اللہ کے پاس تھا آج جب اس کے جل کرنے کا وقت آیا تو اللہ نے یہ علم انسانوں کو دے دیا ان پر جل کر دیا، انسانوں کے نزدیک بالکل غیر متوقع طور پر اچانک ہی اپنے رسول کے ذریعے کھول کھول کر واضح کر دیا۔ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور تب لوگ جو بھی سعی کر رہے ہوں گے یعنی لوگ جو بھی اعمال کر رہے ہوں جو بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے اس سے یہ زمین آگ ہی بنتی چلی جائے گی یعنی تب جو لوگ موجود ہوں گے اور وہ جو بھی جس کے حصول کی کوششیں کر رہے ہوں گے ان کی ان کوششوں سے یہ زمین گرم سے گرم تر ہوتی چلی جائے گی وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور تب الجنت یعنی اس زمین کا سرسبز ہونا اس کی گریزی درجہ بہ درجہ ختم ہونے کے قریب ہوتی چلی جائے گی یعنی تب جو لوگ موجود ہوں گے اس وقت جو اعمال بھی کر رہے ہوں گے جس کے حصول کی کوششیں کر رہے ہوں گے ان کے ان اعمال ان کوششوں سے انہیں جو صلاحیتیں دی گئیں ان کے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال سے یہ زمین گرم سے گرم تر ہوتی چلی جائے گی اور یہ زمین جو کہ جب وجود میں لائی گئی تھی تو مکمل طور پر سرسبز باغ تھی تو ان کے ان مفسد اعمال سے زمین کی گریزی ختم ہوتی چلی جائے گی یہ زمین درجہ بہ درجہ باغ سے دور اور جہنم کے قریب ہوتی چلی جائے گی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا اس وقت جو بھی نفس موجود ہو گا جو اس نے اس زمین پر آگے بھیجا تھا یعنی اس وقت لوگوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے اعمال کے نتائج طرح طرح کی تباہیوں کی صورت میں ان کے سامنے آ جائیں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا۔

اب آپ خود غور کریں کیا آج آپ اسی وقت میں موجود نہیں ہیں؟ آج پوری دنیا کے لوگ جو بھی سعی کر رہے ہیں یعنی انہیں جو کچھ بھی دیا گیا جو صلاحیتیں دی گئیں ان کا جس کے حصول کے لیے استعمال کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟ کیا وہ یہی دنیاوی مال و متاع نہیں جو کہ الدجّال ہے؟ اور ہر کوئی فتنہ الدجّال کا شکار ہو کر ہی اسی کے حصول کے لیے تگ و دو کر رہا ہے تو پھر اس سے زمین کیا آگ نہیں بن رہی؟ یہ زمین جو کہ الجنۃ تھی یعنی ایک باغ تھی یہ آہستہ آہستہ گرم سے گرم تر نہیں ہوتی چلی جا رہی اور باغات یعنی اس کا سبزہ پن ختم نہیں ہوتا چلا جا رہا؟ یہ جو گاڑیوں، کارخانوں، مشینوں، یہاں تک کہ گھروں میں استعمال ہونے والی تمام کی تمام الیکٹرانکس اشیاء کا استعمال کیا جا رہا ہے ان سے طرح طرح کی گیسیں خارج ہو رہی ہیں کیا ان سے زمین دن بہ دن گرم سے گرم تر نہیں ہوتی چلی

جارہی؟ زمین سے جو خام تیل نکالا جارہا ہے، زمین سے اور پہاڑوں سے جو قدرتی وسائل کے نام سے اللہ کے غیب سے کفر کرتے ہوئے اللہ کی آیات سے کذب کرتے ہوئے انہیں نکالا جارہا ہے کیا اس سے زمین دن بہ دن آگ نہیں بنتی چلی جارہی؟ آج پوری دنیا کے انسان جو بھی ترقی کے نام پر اعمال کررہے ہیں کیا ہر ایک کی تگ و دو کا نتیجہ یہ زمین دن بہ دن گرم سے گرم تر ہوتے چلے جانے کی صورت میں نہیں نکل رہا؟ لاوے نہیں پھٹ رہے؟ زمین جگہ جگہ سے دھنس نہیں رہی اور زمین پر پانی کی قلت نہیں ہوتی چلی جارہی؟ دریا، نہریں، چشمے اور جھیلیں خشک نہیں ہوتی چلی جارہیں؟ زیرزمین پانی کے ذخائر خشک نہیں ہوتے چلے جارہے؟ زمین بنجر نہیں ہوتی چلی جارہی؟ صحراؤں میں اضافہ نہیں ہوتا چلا جارہا؟ زمین پر درختوں کو کاٹنے سے، جنگلات کے خاتمے سے اور جدید ترین شہروں کی آبادکاری سے، فضا میں طرح طرح کی گیسوں کے بھر جانے سے زمین پر سبزہ یعنی جنگلات و باغات کم ہو کر یہ زمین درجہ بہ درجہ جنت سے یعنی باغ سے دور نہیں ہوتی چلی جارہی اور پھر جو کچھ بھی انسان ترقی کے نام پر کرتے رہے ان کے اعمال کے نتائج آج طرح طرح کی تباہیوں، ہلاکتوں کی صورت میں سامنے نہیں آرہے؟ زلزلوں کی صورت میں، طوفانوں کی صورت میں، سیلابوں، سونامیوں، طرح طرح کی بیماریوں، زمین کے جگہ جگہ سے دھنسنے، لاوے پھٹنے، جنگلات میں آگ لگنے، درجہ حرارت دن بہ دن بڑھنے، موسموں کے بگڑنے، جنگ و جدل، لڑائیوں، فرقہ واریت، عدم برداشت، دھوکہ، فراڈ، مکاری سمیت طرح طرح کی تباہیوں و ہلاکتوں کی صورت میں اعمال کے نتائج سامنے نہیں آچکے؟ آج یہ سب ہو رہا ہے اور آج ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور آج جب یہ سب ہو رہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیات کھل کر واضح ہوگئیں بلکہ قرآن نے ان آیات کی صورت میں یاد دلا دیا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ پس نہیں ہم قسم کھاتے ہیں کہ خنس کیساتھ تمہیں نہیں برداشت کیا جائے گا۔ خنس کا معنی ہے یہ فضا جس میں آپ موجود ہیں اس میں گند پھیلا دینا، آسمانوں و زمین کو گند سے بھر دینا یہ جو فضا ہے اس میں انسانوں نے جو گیسوں اور یہ جو لہروں کے جال بچھا دیئے ہیں جو گند ہی گند بھر دیا ہے۔ فلا اقسم کا مطلب ہے کہ اسے کسی بھی صورت برداشت نہیں کیا جانے والا بلکہ اس سارے کے سارے گند کو ہٹا دیا جائے گا جس میں اس گند کو پھیلانے والے انسانوں کی بھی کثرت ہے جو کہ گند ہی ہیں انہیں بھی اس کیساتھ برداشت نہیں کیا جانے والا اب برداشت کی حد ہوگئی الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اس وقت جو آسمانوں و زمین میں گند بھر چکا ہے اور اس گند کو پھیلانے والے انسان جو کہ بذات خود بھی یہ گند ہی میں شمار ہیں اس سارے کے سارے گند کو جھاڑو پھیر کر آگ لگا کر جلا کر صاف کرنے کا وقت آچکا ہے جو ہمارا عہد تھا جو کہ اب بالکل قریب ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ. وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ. لیل کے معنی ہیں کمیوں کا ہونا یعنی جب ظلمات ہوتی ہیں جب حق ناپید ہو جاتا ہے ہر طرف ظلم ہی ظلم ہوتا ہے اور عسعس کہتے ہیں جیسے اگر کوئی شخص جس کو سانس لینے میں انتہائی دشواری ہو رہی ہو اور اس وجہ سے یعنی سانس نہ لے پانے سے موت ہونے والی ہو اس قدر سانس لینے میں مشکل آرہی ہو تو اس وقت جو سانس لینے کی کیفیت ہوتی ہے اسے عس عس کہتے ہیں اور اس کی ضد ہے تنفس جس کا معنی ہے اس طرح سانس کا آنا کہ اب کوئی سختی، تکلیف یا موت کا کوئی خطرہ نہیں بلکہ ایسے سانس لے رہے ہیں کہ جیسے موت آنی ہی نہیں جیسے ایک بالکل صحیح جیتا جاگتا شخص سانس لے رہا ہوتا ہے اور صبح کا معنی ہوتا ہے جب لیل یعنی ظلمات ختم ہو جائیں ظلم ختم ہو جائے بالکل سکون ہو جائے سختیاں، تکالیف، مشکلات وغیرہ سب ختم ہو جائیں۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ. وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ. جب اور لیل یعنی جب ظلمات چھا جاتی ہیں ظلم ہی ظلم یعنی ہر طرف کمیاں ہی کمیاں ہوتی ہیں تب اللہ کے عباد کی حالت عسعس ہو جاتی ہے تو یہی کہا گیا کہ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہوگا جس کا پیچھے ذکر کر دیا گیا کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو یہ ہے لیل تب جو اللہ کے عباد ہوں گے یعنی آسمانوں و زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں ان سمیت یہ جو بشر ہیں ان میں بھی جو اللہ کے غلام ہیں ان کی حالت ایسے ہی ہوگی جیسے کہ جب سانس لینے میں اس قدر دشواری ہو کہ ایسے لگے بس موت آنے ہی والی ہے لیکن موت بھی نہ آئے یعنی انتہائی مشکل اور تکلیف سے عس عس کر کے سانس لے رہے ہونا تو جب ایسی حالت ہو چکی ہوگی دنیا گند سے بھر چکی ہوگی جو کہ آج بالکل وہی حالت ہے آج ہر طرف جو اللہ کے عباد ہیں انسانوں کے علاوہ آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب اللہ کے عباد ہیں ان کی حالت بالکل یہی ہے تو کہا تھا کہ تب الصبح ہوگی یعنی لیل ختم ہوگی ظلمات کو ہٹا دیا جائے گا اس گند کو صاف کر دیا جائے گا جس کے لیے رسول کی بعثت ناگزیر ہوتی ہے کیونکہ یہ جو الصبح ہونی ہے اس کے لیے گند کا صاف کرنا لازم ہے اور گند عذاب عظیم سے صاف کیا جائے گا اور عذاب تب تک نہیں لایا جاتا جب تک کہ رسول بعث کر کے حجت نہیں کر لی جاتی اور رسول تب بعث کیا جاتا ہے جب عذاب بالکل سر پر آکھڑا ہو اس لیے تب اللہ اپنا رسول بعث کرے گا جو حق کھول کھول کر واضح کر دے گا جو کھول کھول کر متنبہ کر دے گا اور ہر کسی پر حجت ہو جائے گی تاکہ کل کو کسی کے پاس بھی کوئی

عذر یا بہانہ نہ رہے یوں جب رسول حق کھول کھول کر پہنچا دے گا کھول کھول کر متنبہ کر دے گا تب نہ صرف عذاب سے اس گند کو صاف کر دیا جائے گا بلکہ رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بالکل ایسے ہی بچا لیا جائے گا اور بعد میں زمین کا وارث بنا دیا جائے گا جیسے الاولین میں جب جب کذب کرنے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا تو رسولوں اور ان کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچا لیا گیا۔

تو آج آپ دیکھیں جب وہی سب ہو رہا ہے اور عذاب بالکل سر پر آ چکا تو کیا الصبح کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے نور نہیں آیا یعنی اللہ نے اپنا رسول بعث نہیں کیا؟ کیوں نہیں یہ آج جو آپ پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے آخر یہ کون ہے؟ یہ احمد عیسیٰ اللہ کا وہی نور ہی تو ہے یہ اللہ کا وہی رسول ہی تو ہے جسے تب بھیجنا تھا جب لیل کو ختم کر کے الصبح کرنا تھی اور پھر قرآن کی یہ آیات آج آپ کو یاد دلا رہی ہیں کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یہ جو حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کیا یہ شیطان الرجیم کا قول ہے یا پھر یہ اللہ کے ان رسولوں کا قول ہے جو رسولٍ کریم ہیں؟ اور دیکھیں یہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اگلی آیات کی صورت میں اتار دیا گیا تھا تا کہ جب یہ وقت آئے تو قرآن بذات خود یاد دلا دے کہ یہ جو تم پر آج حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے یہ شیطان کا قول نہیں بلکہ اللہ کے رسولِ کریم کا قول ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ اس میں کچھ شک نہیں یہ جو تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے یہ ان رسولوں کا قول ہے جو کریم ہیں ان میں سے ایک رسول وہ جس نے آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں یہ بتا دیا تھا اور دوسرا جو آج تم میں موجود ہے ہمارا رسول احمد عیسیٰ جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تمہیں کھول کھول کر سنا رہا ہے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اس لیے جان لو یہ کسی شیطان کا قول نہیں ہے یہ کوئی شیطان بات نہیں کر رہا بلکہ یہ ہمارا وہ رسول بات کر رہا ہے جو ہمارے سب سے زیادہ قریب ہے ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ جسے وہ قوتیں حاصل ہیں جو اسے حاصل ہیں جو العرش پر مکن دیا گیا ہوا ہے یعنی روح القدس مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ہمارے اس رسول میں یعنی احمد عیسیٰ میں اطاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ اپنی مرضی نہیں کر رہا یہ اپنی خواہشات کی اتباع نہیں کر رہا یہ اپنے طور پر کچھ بھی گھڑ کر تمہیں نہیں بتا رہا بلکہ یہ تو مکمل طور پر ہماری اطاعت کر رہا ہے جو ہم کہہ رہے ہیں وہی کر رہا ہے پھر یہ ہمارا رسول احمد عیسیٰ مکمل طور پر امین ہے اسے جو امانت دی گئی اس کا حق ادا کر رہا ہے اس امانت کو بالکل اسی طرح پہنچا رہا ہے جس طرح ہم اسے کہہ رہے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور نہیں ہے تمہارا صاحب مجنون کیساتھ یعنی یہ جو اس وقت تم میں موجود ہے جو کہ ہمارا رسول ہے احمد عیسیٰ یہ جو کچھ بھی تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو بھی تمہیں کہہ رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس میں جن ہیں جن کیساتھ یہ تمہیں یہ سب کہہ رہا ہے نہیں بلکہ جان لو یہ ہماری روح القدس ہے ہم تم سے کلام کر رہے ہیں ہم تم سے بات کر رہے ہیں تمہیں متنبہ کر رہے ہیں تمہیں کھول کھول کر پہنچا رہے ہیں یہ ہمارا رسول احمد عیسیٰ ہم ہی ہیں یہ ہماری زبان ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ اور تم کو سننے دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو کیوں دی گئیں؟ ظاہر ہے اسی لیے کہ جب آج تم کو سنایا جا رہا ہے تو اسے سمجھو تم اپنی تحقیق کر لو بالآخر وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ طے شدہ ہے یعنی جو قدر میں کر دیا ہمارے رسول احمد عیسیٰ نے جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اس نے اسے دیکھا یعنی خود اپنی ہی ذات کو دیکھا اللہ کو دیکھا جو روح ہم نے دی اسے اس کیساتھ وہاں جو تمہارے لیے نا قابل رسائی مقام ہے اس نے اسے اللہ کو یعنی خود اپنی ہی ذات کو بالکل کھلم کھلا دیکھا ہر طرف اسے یعنی اپنی ہی ذات کو دیکھا وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور جو کہ ھُوَ ہے غیب پر اس کیساتھ کنجوس نہیں ہے کہ ہمارا رسول حق کھول کھول کر واضح کرنے میں کنجوسی کرتا ہے یا نہیں بتاتا جیسا کہ تم لوگوں کو لگتا ہے بلکہ اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرتا بلکہ اللہ اپنا ہر کام اس کے وقت پر کرتا ہے اس لیے ہمارا رسول احمد عیسیٰ کوئی بات نہیں بتاتا یا بتا رہا تو ایسا نہیں کہ وہ کنجوسی کر رہا ہے یا پھر ھُوَ یعنی اللہ کنجوسی کر رہا ہے بلکہ سب کچھ کھول کھول کر واضح کیا جائے گا لیکن اپنے وقت پر کچھ بھی اپنے وقت سے قبل نہیں کیا جائے گا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ھُوَ یعنی ہمارا رسول جو کہ ہمارا وجود ہے جو بھی بات کر رہا ہے شیطان کی بات سے بات کر رہا ہے نہیں بلکہ یہ خالص اللہ کا قول ہے اللہ تم سے کلام کر رہا ہے اللہ تم سے بات کر رہا ہے فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پس کدھر اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو اپنی خرافات کو ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی طرف سے کھول کھول کر واضح کیے جانے والے حق پر غالب کرنے کی کوششیں کر رہے ہو؟ جان لو یہ ناممکن ہے تم ہمیں عاجز نہیں کر سکتے تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ جب حق تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو حق کو تسلیم کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں فلاح کا سودا کر لو ورنہ جان لو تم ہمیں عاجز نہیں کر سکتے تم کبھی بھی اپنی خرافات کو اپنی جہالت کو حق پر غالب نہیں کر سکتے عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ جو کچھ بھی تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے مگر یاد دلایا جا رہا

ہے عالمین کے لیے۔ اب اگر کوئی یاد نہیں کر لیتا یعنی جب حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو اس سے نفع حاصل نہیں کرتا ہدایت حاصل نہیں کرتا تو جان لے اس پر حجت ہو چکی کل کو اس کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا۔ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ یہ جو آج ہم نے تم میں تمہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کیا جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے کھول کھول کر یاد دلا رہا ہے یہ ہم نے اس کے لیے قانون میں کیا تھا تم میں سے جو چاہ رہا ہے کہ وہ قائم ہو اس لائن پر جس لائن پر قائم ہونے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور تم جو جی چاہے قوانین بنالو جو چاہے کرنا طے کرلو یعنی آج جب تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول بعث کر دیا جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو تمہیں ناگوار گزر رہا ہے تو جو بھی تم ہمارے رسول کے خلاف کرنا طے کیے ہوئے ہو جو بھی قوانین تم لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور بنا رہے ہو یہ تم خود سے کچھ بھی نہیں کر سکتے نہ کر رہے ہو مگر کہ اللہ ہے جو اللہ نے قانون بنا دیا جو کہ ربّ ہے عالمین کا۔ یعنی تم جو بھی منصوبہ بندیاں کر رہے ہو، تم نے جو بھی قوانین بنا رکھے ہیں مثال کے طور پر توہین رسالت کے نام پر کہ اگر کوئی رسول ہونے یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو اس کی صرف اور صرف ایک ہی سزا ہے اور وہ ہے اس کا قتل اور اس کے لیے باقاعدہ تم لوگوں نے اپنے قوانین بنا رکھے ہیں کہ کوئی بھی موت کے ڈر یا خوف سے سامنے نہ آئے تو جان لو یہ جو تمہارے قوانین ہیں اگر اللہ کے قانون میں یہ نہ ہوتا تو کبھی بھی نہ بن سکتے تھے تم لوگوں کے جو قوانین ہیں جو اصول و قوانین تم لوگوں نے بنا رکھے ہیں یہ تو اصل میں اللہ ہی کی منصوبہ بندی ہے جس کا تم لوگ شکار ہو چکے ہو اس لیے جان لو نتیجہ وہ نہیں نکلنے والا جو تمہاری چاہت ہے یعنی جو تم نے قوانین بنا رکھے ہیں جن کا استعمال تم ہمارے رسول کے خلاف کرو گے بلکہ نتیجہ بھی وہی نکلے گا جو ہم نے قانون میں کر رکھا ہے جو ہمارا قانون ہے یعنی جو ربّ العالمین کا قانون ہے۔ تم اللہ کیساتھ دشمنی کر کے کیا اللہ کو عاجز کر لو گے؟ اے عقل کے اندھو پوری دنیا میں اللہ کے رسول کے خلاف قوانین صرف تمہارے ہی ہاں کیوں ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ اگر اللہ نے قدر میں نہ کیا ہوتا تو کیا تم ایسے قوانین بنا سکتے تھے؟ نہیں ممکن ہی نہیں تھا تو پھر اللہ نے تمہارے ہاں ہی ان قوانین کا بننا قدر میں کیوں کیا؟ اس میں بھی تمہارے لیے آیات ہیں اگر تم غور و فکر کرو تو۔

یوں آپ نے جان لیا کہ نہ صرف آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے سورۃ التکویر اس کی تاریخ پر مبنی تھی جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتار دی تھی بلکہ آج جب وقت آ گیا تو سورۃ التکویر بھی کھول کر واضح کر دی گئی اور پھر سورۃ التکویر نے بھی آپ کو یاد دلا دیا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور دنیا کی کوئی طاقت میرا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا رد نہیں کر سکتی۔

میری تو وہ تصدیق کر رہا ہے جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے یہ قرآن پورے کا پورا میری تصدیق کر رہا ہے تو اے وہ جو انسانیت کی راہنمائی کے دعویدار ہو جنہیں عربوں کی زبان میں نبی اور لوگ تمہیں علماء کے نام سے جانتے ہیں ذرا غور کرو کیا تم اپنا عہد بھول چکے؟ اگر بھول بھی چکے تو کیا تمہیں کھول کھول کر یاد نہیں دلایا جا چکا کہ تم سے عہد لیا گیا تھا اور تم نے کئی بار خود اس کا اقرار کیا تھا کہ تم حق کا ساتھ دو گے تم اللہ کی نصرت کرو گے تو آج تمہارے پاس حق آ گیا آج تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول بھیج دیا اور ہم نے تمہیں کہا تھا کہ ہمارے ہاں سے رسول وہ ہوگا جس کی اس میں تصدیق موجود ہو جس کیساتھ تم لوگوں کی راہنمائی کے دعویدار بنے ہوئے ہو جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اگر اس میں اس کی تصدیق موجود ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم نے نہ صرف ہمارے رسول کو تسلیم کرنا ہے بلکہ ہمارے دشمنوں کے مقابلے پر اس کی نصرت کرنی ہے تو آج تم کیا کر رہے ہو؟ آج تم اپنے عہد سے پھر رہے ہو؟ جان لو اگر تم ہمارے رسول کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کی نصرت نہیں کرتے تو تمہارا انجام نہ صرف دنیا میں بھی بلکہ آخرت میں بھی انتہائی ذلت آمیز ہوگا تم پر ہمیشہ کے لیے لعنت کر دی جائے گی تمہاری طرف کبھی نظر نہیں کی جائے گی۔ آج وقت ہے آنکھیں کھولو اور حق کا ساتھ دو ورنہ کل کو تمہارے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا۔

الصلاۃ

اس سے پہلے کہ ہم الصلاۃ کو آپ پر کھول کر واضح کریں ایک بات واضح کرنا بہت ضروری ہے کہ اگر آپ بالکل غیر جانبدار ہو کر حق کی طلب کی خاطر پڑھیں گے تو تب ہی آپ کو فائدہ ہوگا کیونکہ یہ موضوع نہ صرف اصل دین ہے بلکہ آج جسے الصلاۃ سمجھا جاتا ہے اس کا الصلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں جب الصلاۃ پر بات کی جائے گی تو اسکے لیے غیر جانبدار اور صبر کا ہونا لازم ہے۔ اگر آپ کسی بھی فرقے و گروہ سے تعلق رکھتے ہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر رہے کہ آپ اپنے فرقے و گروہ کو ترک کر دیں بلکہ ہم آپ کو اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر آپ خود کو سچا کہتے یا سمجھتے ہیں تو آپ پر یہ فرض ہے کہ خود کو سچا ثابت بھی کرنا ہوگا۔ حق ہوتا ہی وہ ہے جو لا جواب کر دے اور حق کسی بھی قسم کے سوال سے گھبراتا نہیں۔ حق تو ہر لمحے یہی دعوت دیتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا حق کا دعویدار ہے تو جاؤ اس کے پاس اس کی بات سنو اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو اگر تمہیں کہیں سے حق ملتا ہے تو جاؤ اخذ کر لو اور حق ایسا اس لیے کہتا ہے کیونکہ حق کو علم ہے کہ وہ حق ہے اس کے مقابلے پر یا اس کے برعکس جو بھی ہے وہ باطل ہے وہ حق کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بالآخر اسے حق کے مقابلے پر پسپا ہی ہونا پڑے گا پاش پاش ہونا پڑے گا لیکن اس کے برعکس باطل کو ہر لمحے یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ یہ جو بات سامنے آ رہی ہے کہیں یہ حق ہی نہ ہو کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ باطل ہے وہ اس وقت تک کھڑا ہے اس کا اس وقت تک وجود ہے جب تک کہ حق سامنے نہیں آ جاتا جیسے ہی حق سامنے آیا تو باطل پاش پاش ہو جائے گا اس لیے باطل کبھی بھی نہیں چاہتا کہ کوئی اپنی تحقیق کرے بلکہ باطل الٹا تحقیق کرنے سے دوسروں کی بات سننے سے روکتا ہے باطل دیواریں کھڑی کرتا ہے۔

اس لیے اگر آپ حق پر ہیں تو آپ کو کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے البتہ آپ کا یہ ضرور فرض بنتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا حق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو باطل ثابت کریں۔ اگر آپ حق کے طالب ہیں تو الصلاۃ کے موضوع پر کی جانے والی بات کو بالکل غیر جانبدار ہو کر اور پوری توجہ کیساتھ پڑھیں حق آپ پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا اور اگر آپ حق کے دعویدار ہیں تو تب بھی آپ انتہائی سکون و اطمینان کیساتھ اسے پڑھیں اور پھر اپنے آپ کو یا اپنے موقف یا اپنے نظریے کو حق سمجھتے ہیں تو اسے حق ثابت کرتے ہوئے ہماری طرف سے کھول کھول کر واضح کیے جانے والے حق کو باطل ثابت کریں اور اگر آپ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر جان لیں کہ حق کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا جو عاجز آ جائے وہ حق نہیں ہو سکتا اس کے باطل ہونے میں کچھ شک نہیں رہتا۔ اگر آپ اسے باطل ثابت کر دیتے ہیں تو آپ حق اور اگر آپ عاجز آ جاتے ہیں تو پھر آپ حق نہیں ہو سکتے، آپ کے نسل در نسل صدیوں سے چلے آنے والے عقائد و نظریات کسی بھی صورت حق نہیں ہو سکتے۔

آتے ہیں اپنے موضوع کی طرف اور ہمارا موضوع ہے ''الصلاۃ''

الصلاۃ کیا ہے؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں الصلاۃ کا ترجمہ نماز کیا جاتا ہے اور آج تقریباً ہر وہ شخص جو قرآن میں اللہ کے دیئے گئے اس حکم پر عمل پیرا ہونے کا دعویدار ہے الصلاۃ کو نہ صرف نماز سمجھتا ہے بلکہ بہت ہی سختی کیساتھ اس پر ڈٹا ہوا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج تک جسے الصلاۃ قرار دیا جاتا رہا اور الصلاۃ قرار دیا جا رہا ہے یہ نماز واقعتاً الصلاۃ ہی ہے؟ یا پھر حق اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟ اگر تو نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ قرآن میں اللہ نے الصلاۃ کے حوالے سے جو کچھ بھی بیان کیا، کیا یہ نماز اس سب پر پورا اترتی ہے؟ اگر تو نماز قرآن میں بیان کردہ الصلاۃ کی وضاحت پر پورا اترتی ہے تو بلا شک و شبہ نماز ہی الصلاۃ ہے لیکن اگر نماز قرآن کی الصلاۃ کے حوالے سے بیان کردہ وضاحت و تفصیلات پر پورا نہیں اترتی یا اس سے متصادم ہوتی ہے تو پھر نماز الصلاۃ کیسے ہو سکتی ہے؟ نماز الصلاۃ نہیں ہو سکتی اور ہر اس شخص کو فکر لاحق ہو جانی چاہیے جو خود کو مومن و مسلم یا اللہ کا عبد سمجھتا یا کہلاتا ہے کہ جسے میں آج تک الصلاۃ سمجھتا رہا صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ اکثریت اسی کو الصلاۃ کہتی ہے حالانکہ یہ قرآن میں بیان کردہ الصلاۃ کسی بھی حوالے سے ثابت نہیں ہوتی تو پھر آخر الصلاۃ ہے کیا؟ اور آج تک میں کیوں نماز کے نام پر الصلاۃ سے غافل رہا؟ اس کے علاوہ مزید جتنے بھی سوالات سامنے آئیں ان کے جوابات تلاش

کیے جائیں اور وہ تمام وجوہات بھی تلاش کی جائیں جن کی بنا پر آج تک نماز کو ہی الصلاۃ قرار دے کر ہر کوئی الصلاۃ سے ہی غافل ہو چکا ہے اور اس وقت تک الصلاۃ کے نام پر کچھ بھی نہ کیا جائے جب تک کہ اطمینان نہیں ہو جاتا جب ہر سوال کا جواب مل جائے یعنی اطمینان حاصل ہو جائے تو جو الصلاۃ ثابت ہوا سے قائم کیا جائے خواہ اس کے لیے کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے یا کچھ بھی قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔

سب سے پہلے ہم نماز کو الصلاۃ قرار دینے والوں کے ان بنیادی نکات و دلائل کو سامنے رکھیں گے جن کی بنیاد پر وہ نماز کو الصلاۃ قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد آگے بات کی جائے گی۔

سب سے پہلا بنیادی اور مضبوط ترین نکتہ اور دلیل یہ ہے کہ قرآن میں اللہ نے الصلاۃ کا حکم تو دیا ہے مگر اسے قائم کیسے کرنا ہے اس بارے میں کوئی راہنمائی موجود نہیں ہے اس حوالے سے قرآن مکمل خاموش ہے اس لیے الصلاۃ کیا ہے اور کیسے قائم کرنی ہے اس کی وضاحت ہمیں سنت رسول محمد علیہ السلام سے ملتی ہے اور سنت ہم تک پہنچتی ہے ان روایات کی صورت میں جنہیں احادیث کا نام دیا جاتا ہے اس لیے احادیث کے نام پر روایات سے راہنمائی حاصل کی جائے گی کہ الصلاۃ کیا ہے اس لیے جسے بھی روایات میں الصلاۃ قرار دیا گیا یعنی جو طریقہ ثابت ہوتا ہے وہی الصلاۃ ہے اور جب روایات جنہیں احادیث کا نام دیا جاتا ہے ان سے الصلاۃ کے حوالے سے راہنمائی حاصل کی جائے تو روایات میں الصلاۃ کا طریقہ یہی ہے جسے آج نماز کہا جاتا ہے اور ہر کوئی الصلاۃ کے نام پر نماز پڑھ رہا ہے، روایات میں پانچ نمازوں کا ذکر ملتا ہے ان کے اوقات اور ان کا طریقہ کار چھوٹے موٹے اختلافات کیساتھ ہم تک پہنچتا ہے جس کے مطابق آج ہم الصلاۃ جو کہ نماز ہے پڑھ رہے ہیں۔

اپنی اسی بات کو سچا ثابت کرنے کے لیے اپنی طرف سے قرآن سے ہی ایک دلیل بھی پیش کی جاتی ہے کہ اللہ نے قرآن میں بار بار حکم دیا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اللہ کی اطاعت تو قرآن میں ہے اور رسول کی اطاعت کرنے کے لیے رسول کی سنت کا علم ہونا لازم ہے جس کے لیے روایات جنہیں احادیث کا نام دیا جاتا ہے ان سے راہنمائی لینا ناگزیر ہے اور جب روایات سے الصلاۃ کے بارے میں راہنمائی لی جائے تو روایات اس نماز کو الصلاۃ قرار دیتی ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ الصلاۃ جو کہ یہ ہماری نماز ہے یہ ایسا عمل ہے جو نسل در نسل تواتر سے چلا آ رہا۔ جب محمد علیہ السلام سے لیکر آج تک یہ عمل پوری امت میں تواتر یعنی بغیر کسی تعطل کے چلا آ رہا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ الصلاۃ نماز کے علاوہ کچھ اور ہو؟ ایسا ممکن ہی نہیں ہے اس لیے نماز ہی الصلاۃ ہے۔

اب اگر پہلی بنیادی دلیل ہی غلط ثابت ہو جاتی ہے باطل ثابت ہو جاتی ہے تو دوسری دلیل خود بخود بے بنیاد و باطل ثابت ہو جائے گی کیونکہ دوسری دلیل کی بنیاد بھی احادیث کے نام پر روایات ہیں اس لیے اگر احادیث کے نام پر روایات کی کوئی اہمیت وحیثیت نہ رہے وہ اللہ کی بجائے غیر اللہ کی طرف سے ثابت ہو جائیں تو پھر نماز کے دونوں بنیادی دلائل کا خاتمہ ہو جائے گا۔

آپ نے جان لیا کہ یہ دو بنیادی اور مضبوط ترین دلائل ہیں جن کی بنیاد پر نہ صرف نماز کو ہی آج تک الصلاۃ قرار دیا جاتا رہا اور قرار دیا جا رہا ہے بلکہ انہی دلائل کی وجہ سے کبھی کسی نے سوچنے یا غور و فکر کرنے کی زحمت محسوس نہیں کی اور ہر کوئی آنکھیں بند کر کے نماز کو ہی الصلاۃ سمجھ کر کر رہا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ بہت بڑا مومن و مسلم ہے۔ جس بنیاد پر نماز کو الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے اب اگر ان دلائل کو غلط و باطل ثابت کر دیا جاتا ہے یعنی ان دلائل کی اپنی ہی کوئی بنیاد نہ رہے انہیں بے بنیاد و باطل ثابت کر دیا جائے تو پھر ظاہر ہے نماز کا تو وجود ہی ختم ہو جاتا ہے نماز کا کوئی وجود رہتا ہی نہیں اور اگر یہ دلائل واقعتاً دلائل ثابت ہو جاتے ہیں تو پھر بلاشک و شبہ نماز ہی الصلاۃ تھی اور ہے۔

اس سے پہلے کہ بات کی جائے نماز کے الصلاۃ ہونے کے ان دونوں بنیادی دلائل پر اور ان کی حقیقت کھول کر واضح کی جائے جس سے الصلاۃ کے نام پر نماز کو الصلاۃ قرار دیئے جانے کا دجل چاک ہو پہلے کچھ سوالات ہیں جن کی بنیاد پر نماز کو الصلاۃ قرار دینے والوں یا سمجھنے والوں کے لیے نماز کی حقیقت کو کھول کر واضح کرتے ہیں۔

جن میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ مثلاً اگر ان لوگوں سے سوال کیا جائے جو نماز کو ہی قرآن میں مذکور الصلاۃ قرار دیتے ہیں کہ نماز کن پر فرض ہے؟ یعنی کیا نماز مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسرے مذہب یا دین کے لوگوں پر فرض ہے جنہیں دائرہ اسلام سے خارج یا کافر کہا یا سمجھا جاتا ہے؟ مثلاً کیا عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں سمیت کسی بھی غیر مسلم پر نماز فرض ہے؟ تو فوراً جواب یہ آئے گا کہ نہیں نماز صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔

یہی سوال اگر دوسرے پہلو سے کیا جائے کہ کیا نماز کا حکم کسی ہندو، یہودی، عیسائی، پارسی، بدھ مت وغیرہ کو دے سکتے ہیں تو جواب آئے گا کہ نہیں نماز کا حکم صرف اور صرف اسی کو دیا جائے گا اسی کو نماز پڑھنے کا کہا جائے گا جو دائرہ اسلام میں ہے یعنی جو مسلمان ہے جو مسلمان نہیں اس کو نماز کا حکم نہیں دے سکتے اسے نماز کا نہیں کہہ سکتے۔

یعنی نماز ایسا عمل ہے جو صرف اور صرف مسلمانوں پر فرض ہے ان کے علاوہ آپ کسی کو نماز کا حکم نہیں دے سکتے، صرف اور صرف اسی کو نماز کا حکم دیا جائے گا جو مسلمان ہوگا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مجموعی طور پر مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے نہ کہ ان میں موجود فرقہ در فرقہ لوگوں کی ورنہ تو ہر فرقے کے نزدیک باقی تمام کافر ہیں ان کی نماز، نماز نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

مثلاً آپ کسی بھی مولوی، حضرت، شیخ، علامہ، مفتی وغیرہ کے پاس چلے جائیں اور جا کر سوال کریں کہ حضرت میرا ایک دوست ہندو ہے، یہودی ہے، عیسائی ہے یعنی وہ مسلمان نہیں ہے تو کیا اسے نماز کا کہہ سکتا ہوں کہ آؤ بھائی نماز پڑھو؟ یعنی کیا کسی غیر مسلمان کو نماز کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

جب آپ سوال کریں گے تو آگے سے مولوی صاحب جواب دیں گے کیا آپ پاگل تو نہیں؟ مجھے تو لگتا ہے آپ خود مسلمان نہیں جنہیں ایک عام سی بات کا ہی علم نہیں ایسی بات کہ جو ہر مسلمان یہاں تک کہ بچہ بچہ جانتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملاں جی آگے سے آپ کے سامنے یہ مثال پیش کریں کہ آپ مسلمان ہو اور آپ کا دوست ہندو تو کیا آپ کا ہندو دوست آپ کو کہے گا کہ آؤ مسلمان بھیا مندر میں ہنومان جی کو ماتھا ٹیکو؟ نہیں نا؟ تو پھر ایک غیر مسلم کو نماز کا کیسے کہا جا سکتا ہے؟ نماز کا حکم صرف مسلمان کو دیا جائے گا اور جو مسلمان نہیں پہلے وہ اسلام قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو اس کے بعد اسے نماز کا حکم دیا جائے گا۔

یعنی آپ بھی جانتے ہیں اور ہر کوئی جانتا ہے کہ کسی بھی غیر مسلمان کو آپ نماز کا نہیں کہہ سکتے بلکہ نماز کا حکم صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔

اب آتے ہیں قرآن کی طرف اور دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں الصلاۃ کے حکم کے حوالے سے کوئی ایسی پابندی لگائی ہے کہ الصلاۃ کا حکم صرف انکو دیا جا رہا ہے جو ایک خاص مسلمان نامی دائرے میں بند ہیں اور باقیوں کو اس وقت تک حکم نہیں جب تک کہ وہ اس دائرے میں داخل نہیں ہو جاتے؟

آپ پورے کا پورا قرآن کھول کر دیکھ لیں تو اللہ نے پورے کے پورے قرآن میں کسی ایک مقام پر بھی صرف اور صرف مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ اے مسلمانو الصلاۃ کا حکم صرف اور صرف تمہارے لیے ہے تمہارے علاوہ کسی کے لیے الصلاۃ کا حکم نہیں۔ اس کے علاوہ آپ درج ذیل آیت میں خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس آیت میں کن لوگوں کو الصلاۃ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ. الحج ۴۱

اَلَّذِيْنَ ایسے لوگ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اگر جنہیں بھی زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا ا کیوں زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا کیوں حکومت دی گئی؟ قَامُوا قائم کر رہے ہو الصَّلٰوةَ الصلاۃ تھی جس کو قائم کرنے کے لیے زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا زمین میں حکومت دی گئی۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ جنہیں بھی زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے زمین میں حکومت دی جاتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ الصلاۃ قائم کی جائے اور جنہیں مکن یعنی حکومت دی گئی اقتدار و اختیار دیا گیا ہے زمین میں جو وہ کر رہے ہیں جو امور بھی وہ انجام دے رہے ہیں یہی تو تھی الصلاۃ اگر وہ تمام امور کو اسی طرح کریں گے جیسا کہ کرنے کا حق ہے تو الصلاۃ کہلائے گی اور اگر ویسا نہیں کرتے بلکہ بغیر سنے دیکھے اور سمجھے اندھوں کی طرح زمین میں امور انجام دے رہے ہیں تو الصلاۃ قائم نہیں ہوگی بلکہ اس کی ضد فساد ہوگا۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں بالکل کھلے الفاظ میں یہ بات واضح کر دی کہ جن لوگوں کو بھی زمین میں کہیں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے حکومت دی جاتی ہے تو وہ صرف اور صرف اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ الصلاۃ قائم کریں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الصلاۃ کا حکم صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے ہی مخصوص تھا اور ہے تو پھر زمین میں اختیار و اقتدار یا حکومت صرف اور صرف ان لوگوں کو ملنی چاہیے جو مسلمان ہیں یا پھر اس کا مطلب کہ جن جن کو بھی زمین میں

حکومت ملتی ہے وہ سب کے سب مسلمان ہوتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں تو پھر آپ خود غور کریں کہ کیا الصلاۃ کا حکم صرف اور صرف مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے؟ اور الصلاۃ وہی نماز ہے جسے آج تمام کے تمام مسلمان پڑھ رہے ہیں؟

اور پھر آپ سے اور ان تمام لوگوں سے یہ سوال ہے جو نماز کو ہی الصلاۃ قرار دے رہے ہیں یا نماز کو الصلاۃ سمجھ کر پڑھ رہے ہیں کیا قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قوم لوط، اخوان لوط، فرعون اور آل فرعون وغیرہ جنہیں اللہ نے ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ہلاک کر دیا وہ سب کے سب مسلمان تھے؟ کیا فرعون مسلمان تھا؟ کیونکہ اللہ نے قرآن میں بالکل واضح کہا ہے کہ ان تمام کے تمام کو الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا انہوں نے الصلاۃ قائم نہ کی اور ظاہر ہے وہی کیا جو الصلاۃ کی ضد تھی اسی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے جیسا کہ آپ درج ذیل آیات میں دیکھ سکتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ. وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ. وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ وَکُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ. الحج ۴۱ تا ۴۴

ان آیات میں اللہ نے نہ صرف یہ بات واضح کر دی کہ جنہیں زمین میں حکومت دی جاتی ہے زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ الصلاۃ قائم کریں زمین میں اقتدار و اختیار کا ملنا یہ ذمہ داری الصلاۃ قرار دی بلکہ یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر تم لوگوں نے جو موجودہ لوگ زمین پر آباد ہو جنہیں زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا تو الصلاۃ قائم نہیں کرتے بلکہ جو الصلاۃ کی ضد ہے وہی کرتے ہو تو پھر جو قومیں تم سے پہلے زمین پر آباد تھیں جنہیں زمین میں مکن دیا گیا تھا تو ان کو بھی یہی حکم دیا تھا اور انہوں نے بھی الصلاۃ کی بجائے جو الصلاۃ کی ضد تھی وہی کیا تو ان کا انجام کیا نکلا؟ ان کا جو انجام ہوا وہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا جو آج تم اپنی آنکھوں سے طرح طرح کی ہلاکتوں و تباہیوں کی صورت میں دیکھ رہے ہو بالکل وہی انجام تمہارا ہوگا۔

آپ نے ان آیات میں بالکل واضح دیکھ لیا کہ قوم نوح ہو، قوم عاد ہو، قوم ثمود، قوم شعیب ہو، قوم لوط ہو یا آل فرعون سمیت جو لوگ بھی زمین پر آباد تھے ان سب کے سب کو بھی الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور آپ سب یہ جانتے ہیں کہ وہ سب کے سب مومن نہیں تھے بلکہ مشرک تھے اور اسی شرک کی وجہ سے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور آخرت میں بھی ان کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں الصلاۃ وہ ہے جس کا حکم ہر شخص کو دیا جا رہا ہے یا پھر الصلاۃ وہ ہے جس کا حکم صرف اور صرف مسلمان قوم کے لیے ہے؟ آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ الصلاۃ وہ ہے جس کا حکم ہر اس شخص کو دیا جا رہا ہے جس کو بھی زمین میں مکن دیا گیا خواہ زمین کے ایک انچ پر یا پھر وسیع خطے پر یا پھر الصلاۃ نماز ہے جس کا حکم صرف اور صرف ان کے لیے ہے جو ایک مخصوص دائرے میں بند خود کو مسلمان کہلواتے ہیں؟ کیا الصلاۃ وہ ہے جس کا حکم بلا تفریق سب کے سب کو دیا گیا یا پھر الصلاۃ وہ ہے جو الصلاۃ کے نام پر نماز ہے جس کا حکم صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟

قرآن میں اللہ نے جسے الصلاۃ کہا ہے اللہ نے الصلاۃ کا حکم کسی مخصوص دائرے میں بند قوم کو نہیں دیا کسی مسلمان نامی قوم کے لیے خاص نہیں کیا بلکہ زمین پر موجود ہر بشر کو الصلاۃ کا حکم دیا لیکن اس کے بالکل برعکس نماز جسے آج تک الصلاۃ کہا، سمجھا اور پڑھا جا رہا ہے اس کا حکم صرف اور صرف مسلمان نامی قوم کے لیے ہے نہ کہ سب کے لیے تو کیا نماز الصلاۃ ہو سکتی ہے؟ نہیں بالکل نہیں نماز نہ ہی الصلاۃ تھی، ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے بلکہ نماز تو الصلاۃ کے نام پر دجل عظیم ہے دھوکہ ہے جو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اب ان تمام لوگوں سے سوال ہے جو نماز کو ہی ھذا القرآن میں مذکور الصلاۃ قرار دیتے ہیں کہ اگر نماز کا حکم غیر مسلمان کو نہیں دیا جا سکتا تو پھر اللہ نے تو بالکل واضح کر دیا کہ الصلاۃ کا حکم تو ہر اس کو دیا جا رہا ہے جنہیں تم کافر کہتے ہو۔ ذرا غور کرو کیا جنہیں تم ہندو کہتے ہو انہیں زمین میں مکن حاصل نہیں ہے یعنی زمین میں حکومت اقتدار و اختیار حاصل نہیں ہے؟ کیا جنہیں عیسائی کہتے ہو انہیں زمین میں حکومت اقتدار و اختیار حاصل نہیں ہے؟ کیا یہودیوں اور بدھ مت سمیت جتنے بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں تم غیر مسلمان کافر و مشرک سمجھتے ہو کیا انہیں زمین میں مکن حاصل نہیں ہے؟ اگر انہیں مکن حاصل ہے تو پھر قرآن میں تو اللہ نے بالکل واضح کر دیا کہ انہیں الصلاۃ کا حکم دیا جا رہا ہے اور اگر تمہاری نماز ہی الصلاۃ ہے تو ذرا اس بات کا جواب دو کیا تم نے کبھی کسی غیر مسلمان کو نماز کا حکم دیا؟

کیا کسی ہندو، عیسائی، یہودی، بدھ مت اور پارسی وغیرہ کو کہا کہ آؤ نماز پڑھو؟ اگر نہیں تو جان لو یہ تمہاری نمازیں الصلاۃ نہیں ہے یہ محض دھوکا ہے جو تم خود اپنے آپ کو دے رہے ہو۔

☆ اب آئیں دوسرے سوال کی طرف:۔ جسے بھی الصلاۃ کہا جائے خواہ وہ نماز کی بجائے کچھ اور ہی کیوں نہ ہو ہم اسے الصلاۃ ماننے کو کھلے دل سے تیار ہیں لیکن سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آخر آپ کی بات کو کیوں مان لیا جائے؟ کیا آپ نے اس کائنات کو وجود دیا؟ کیا آپ بشر کے خالق ہو جو آپ کی بات کو آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے؟ اگر آپ خالق و مالک نہیں ہو تو پھر کوئی بھی ہو جو خالق و مالک نہیں ہے اس کی بات کو اس وقت تک نہیں مانا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنی بات کو سچا ثابت نہیں کر دیتا۔

اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیکھیں قرآن الصلاۃ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ. العنکبوت ۴۵

اس میں کچھ شک نہیں الصلاۃ تھی روک دیتی ہے الفحشاء سے یعنی بے حیائی والے کاموں سے اور ان کاموں سے جن سے رکنے کا کہا گیا ہے جو کہ ایسے کام ہیں جن کے کرنے سے آسمانوں و زمین میں فساد ہوتا ہے مخلوقات کو نقصان پہنچتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے بالکل دوٹوک الفاظ میں یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ بلا شک و شبہ یعنی جو کہا جا رہا ہے بالکل ایسا ہی ہے کہ الصلاۃ نہ صرف فحاشیوں سے بلکہ ان کاموں سے بھی روک دیتی ہے جن سے رکنے کا حکم دیا گیا جن کو کرنے سے منع کیا گیا جو کہ وہ کام ہیں جن کے کرنے سے آسمانوں و زمین میں فساد ہوتا ہے مخلوقات کو نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر اسے اللہ کے قرآن میں کہے گئے ان الفاظ کے مطابق فحاشیوں بے حیائیوں اور ان کاموں سے روک دینا چاہیے جن سے رکنے کا اللہ نے حکم دیا جن کے کرنے سے اللہ نے منع کر دیا جو کہ وہ کام ہیں جن کے سبب آسمانوں و زمین میں فساد ہوتا ہے مخلوقات کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر نماز ایسا نہیں کرتی تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ نماز الصلاۃ نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات بھی واضح رہے کہ قرآن میں اللہ نے یہ نہیں کہا کہ نماز پڑھنے والا بے حیائی اور برے کاموں سے رک جائے گا بلکہ الصلاۃ روک دیتی ہے الصلاۃ تنہا کر دیتی ہے فحش اور منکر سے یعنی جہاں بھی الصلاۃ قائم کی جائے گی تو وہاں اس معاشرے میں لوگوں کیساتھ آپ کو الفحشاء اور منکر یعنی وہ کام ہوتے ہوئے نہیں نظر آئیں گے جن کو کرنے سے منع کیا گیا۔

جو لوگ نماز کو ہی قرآن میں حکم دی گئی الصلاۃ قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں ان سے سوال ہے کہ بتائیں کتنی نمازیں پڑھنے سے انسان بے حیائی اور ان کاموں سے رک جائے گا جن سے اللہ نے منع کر دیا جن کے کرنے کی اجازت نہیں دی جن سے اللہ نے روک دیا؟

ویسے اگر قرآن کو دیکھا جائے تو قرآن نے جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا بلکہ ایک ہی الصلاۃ کا کہا ہے تو اب آپ بتائیں گے کہ جہاں یہ بشری معاشرے موجود ہیں جہاں بھی بشر آباد ہیں اگر وہاں ایک نماز پڑھی جاتی ہے تو نماز وہاں سے بے حیائیوں اور منکرات کو نکال کر معاشرے کو بالکل پاک صاف کر دے گی؟ ایک نماز پڑھنے سے نماز لوگوں کو بے حیائی اور ان کاموں جن سے اللہ نے منع کیا وہاں سے نکال کر ایسے معاشرے ایسے ماحول میں لے آئے گی کہ فحش اور منکر کا نام و نشان نہ رہے؟ اگر ایک نماز سے ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر بتائیں آخر کتنی نمازیں پڑھنا ہوں گی کہ نماز الفحشاء اور منکر سے الگ کر دے؟ کیا ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ ایک ہفتہ کی؟ ایک مہینہ کی؟ ایک سال کی؟ سات سال کی؟ چالیس سال کی؟ یا پھر پوری زندگی کی؟

اور اگر پوری زندگی بھی نمازیں پڑھنے سے بدلاؤ نہیں آتا انسان فحاش رہتا ہے انسان وہی کام کرتا ہے جن سے اللہ نے روک دیا تھا معاشرہ بے حیائی اور منکرات سے بھرا پڑا ہی رہتا ہے تو پھر بالکل صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ اپنے دعوے میں جھوٹے ہو، جسے الصلاۃ کا نام دے رہے ہو وہ الصلاۃ ہے ہی نہیں بلکہ نماز یا الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل ہیں آپ کو علم ہی نہیں کہ الصلاۃ اصل میں ہے کیا، آپ جو الصلاۃ کے نام پر نماز پڑھ رہے ہیں یہ الصلاۃ ہے ہی نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر دھوکا ہے دجل و فریب ہے جس کا نہ تو خالق اللہ ہے اور نہ ہی کبھی بھی اللہ نے اسے پڑھنے کا حکم دیا بلکہ یہ تمہارے مشرک آباؤ اجداد کی کارستانی ہے جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں پر افتراء کیا جو کہ جرم عظیم ہے۔

اور پھر یہ اٹل حقیقت اور اصول ہے کہ آزمایا اس کو جاتا ہے جسے پہلے آزمایا نہ گیا ہو، کیا وہ جاتا ہے جو پہلے نہ کیا گیا ہو یا پھر اس بات پر اعتراض ہو کہ جس طریقے سے کرنے کو کہا جا رہا ہے وہ طریقہ پہلے آزمایا نہیں گیا اس طریقے پر پہلے عمل نہیں کیا گیا اگر تو اس طریقے پر پہلے عمل نہیں کیا گیا تو پھر اسے کم از کم ایک بار آزمایا جانا لازم ہے۔ مگر آپ کی نماز تو صدیوں سے روزانہ کروڑوں کی تعداد میں لوگ پڑھ رہے ہیں اور ہر اس طریقے سے پڑھ رہے ہیں جس جس طریقے سے آپ لوگ چاہتے ہو، کوئی ایک بھی ایسا طریقہ نہیں کہ جس طریقے سے آپ لوگ کہہ سکو کہ یہ اصل طریقہ ہے ابھی تک اس پر عمل نہیں کیا گیا۔

جب کروڑوں کی تعداد میں خود کو مسلمان کہلوانے والے ہر طریقے سے نمازیں پڑھ رہے ہیں تو کیا آج تک دنیا میں کوئی بدلاؤ آیا؟ کیا آج تک بشری معاشروں سے الفحشاء و منکر الگ ہو کر معاشرے تمام تر خامیوں و نقائص سے پاک ہو گئے؟ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو دن میں پانچ پانچ بار نمازیں پڑھتے ہیں اور تسلسل کیساتھ پڑھتے ہیں اس کے باوجود ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے اللہ نے منع کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں جس سے اللہ نے منع کیا، دھوکہ دیتے ہیں، چوری کرتے ہیں، زنا کرتے پکڑے جاتے ہیں، ان کی اپنی آنکھیں ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں، لڑکوں سے جنسی رغبت رکھتے ہیں، ملاوٹ کرتے ہیں، دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہیں، آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کر رہے ہیں یہاں تک کہ کونسا ایسا کام ہے جس سے اللہ نے روکا ہو اور یہ لوگ کر نہ رہے ہوں؟

جب لاکھوں کروڑوں لوگ ہر طریقے سے نمازیں پڑھ رہے ہیں اور حاصل کچھ بھی نہیں ہو رہا تو پھر بھی اگر کوئی آزمائے یا آزمانے کی بات کرے تو وہ کوئی عقل کا اندھا پاگل و بے وقوف ہی ہو سکتا ہے نہ کہ عقل مند شخص۔ آزمایا اسے جاتا ہے جو پہلے آزمایا نہ گیا ہو اور جسے صدیوں سے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہر طریقے سے جسے وہ درست سمجھتے ہیں کر رہے ہیں اس کے باوجود نہ تو بے حیائی ختم ہوئی نہ ہی وہ کام جن سے اللہ نے منع کر دیا بلکہ الٹا دن بہ دن بے حیائی اور وہ کام بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں تو ایسی صورت حال میں اب بھی کوئی یہ کہے کہ نماز ہی الصلاۃ ہے تو کم از کم ایسا کہنے والا کوئی عقل مند نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا کہنے والا نچلے ترین درجے کا جاہل اور بے وقوف ہی ہو سکتا ہے۔ یوں آپ یہ بات کھل کر جان چکے ہیں کہ اس پہلو سے بھی نماز کسی بھی صورت قرآن میں الصلاۃ کے بارے میں کی ہوئی باتوں پر پورا نہیں اترتی جس سے یہ بات کھل کر ثابت ہو جاتی ہے کہ نماز الصلاۃ نہیں ہے بلکہ الصلاۃ کے نام پر بہت بڑا دھوکہ ہے دجل عظیم ہے جس نے الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کر رکھا ہے لوگ نماز کی صورت میں الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ کا ہی کفر کر رہے ہیں۔

ایسے ہی نہ صرف مزید بہت سے سوالات ہیں بلکہ بہت سے پہلو ہیں جن سے الصلاۃ کے نام پر نماز کو الصلاۃ قرار دیے جانے والے دھوکے کو آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

الصلاۃ جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ال، صل، ا، ۃ'' کا مجموعہ ہے جن میں اصل لفظ ''صل'' ہے یعنی الصلاۃ بنا ہے ''صل'' سے جسے حروف اصلی یا مادہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ قرآن میں تقریباً دو سو انیس مقامات پر استعمال کیا گیا۔ الصلاۃ کو نماز یا نماز کو الصلاۃ قرار دینے والوں کے جتنے بھی تراجم و تفاسیر ہیں ان تراجم و تفاسیر کرنے والوں نے ان تمام مقامات پر اس لفظ کا ایک ہی معنی نہیں کیا بلکہ ایک سے زائد مختلف تراجم و معنی بیان کیے۔ مثلاً چند ایک مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔

سورت آل عمران کی آیت میں ایک جملہ استعمال ہوا ہے ''صلی'' جس میں اصل لفظ ''صل'' ہے جو الصلاۃ میں موجود ہے یا یوں کہیں کہ جس سے الصلاۃ بنا ہے اس مقام پر اس کا ترجمہ نماز کر دیا گیا کہ زکریا محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ ذیل میں آیت کے تراجم میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ. آل عمران ۳۹

وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی۔ فتح محمد جالندھری

تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ احمد رضا خان بریلوی

جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ ابوالاعلیٰ مودودی

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس مقام پر صلی کا ترجمہ نماز کیا گیا اور بالکل یہی لفظ اور مقامات پر بھی استعمال کیا گیا تو اس کا کیا ترجمہ کیا گیا وہ بھی اپنی

آنکھوں سے دیکھیں۔

وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡہِ نَارًا. النساء ۳۰

اور جو تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔ فتح محمد جالندھری

اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے۔ احمد رضا خان بریلوی

جو شخص ظلم وزیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اُس کو ہم ضرور آگ میں جھونکیں گے۔ ابوالاعلیٰ مودودی

اس آیت میں بھی بالکل وہی جملہ ''صلی'' جس میں اصل لفظ ''صل'' ہے استعمال کیا گیا جس کا ترجمہ پچھلی آیت میں نماز کیا گیا لیکن اس مقام پر دو مترجمین نے اس کا ترجمہ داخل کرنا کر دیا اور ایک نے جھونکنا۔

اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر صل یا صلی کا ترجمہ نماز ہے تو پھر اس آیت میں بھی اس کا ترجمہ نماز ہی کیا جانا چاہیے تھا یہاں اس آیت میں اس کا ترجمہ نماز کیوں نہ کیا گیا؟ اگر صل یا صلی کا معنی نماز ہے تو پھر اس آیت کا ترجمہ ان کو یوں کرنا چاہیے اللہ کہہ رہا ہے کہ اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کی نماز جہنم میں پڑھیں گے یعنی اللہ جہنمی کی یا جہنم میں اس کی نماز پڑھے گا۔ مطلب یہ کہ جیسے آپ اس دنیا میں اللہ کے لیے یا اللہ کی نماز پڑھتے ہیں تو اللہ جہنمی کی یا جہنمی کے لیے جہنم میں نماز پڑھے گا تو کیا ایسا ترجمہ کیا جانا ممکن ہے؟ اگر صل یا صلی کا ترجمہ و معنی نماز ہے تو اس آیت میں اس کا ترجمہ نماز کی بجائے داخل کرنا یا جھونکنا کیوں کر دیا گیا کیونکہ اگر داخل کرنا ہی معنی ہوتا تو دخل تو عربی کا لفظ ہے یہاں اللہ نے دخل لفظ کا استعمال کیوں نہ کیا؟

پھر آگے دیکھیں یہی لفظ درج ذیل آیات میں استعمال ہوا اور ان آیات میں بھی اس کا ترجمہ داخل و جھونکنا کر دیا گیا

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا. النساء ۵۶

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے۔ فتح محمد جالندھری

جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ احمد رضا خان بریلوی

جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے۔ ابوالاعلیٰ مودودی

وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ. النساء ۱۱۵

اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالف کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔ فتح محمد جالندھری

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ احمد رضا خان بریلوی

مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درآں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو، تو اُس کو ہم اُسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے۔ ابوالاعلیٰ مودودی

آپ نے دیکھا ان آیات میں بھی وہی لفظ استعمال ہوا لیکن ان آیات میں سورۃ آل عمران میں کیے جانے والے ترجمے نماز کے برعکس داخل یا جھونکنا کر دیا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز اور داخل یا جھونکنے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ دونوں کا آپس میں کوئی تعلق ہی نہیں ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ایک ہے لیکن تراجم نہ صرف مختلف بلکہ آپس میں کوئی تعلق بھی نہیں تو ایسا کیسے ممکن ہو گیا؟

دوسری بات کہ اگر اس کا ترجمہ و معنی داخل ہے تو دخل تو بذات خود عربی کا لفظ ہے یہاں اس کا استعمال کیوں نہ کیا گیا؟

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس کا ترجمہ داخل یا جھونکنا ہے تو پھر آل عمران کی آیت میں اس کا ترجمہ و معنی نماز کیوں اور کیسے کر دیا وہاں بھی اس کا معنی یہی کیا جاتا جو یہاں کیا گیا تو آخر ایسا کیوں نہ کیا گیا؟ آخر اتنا اختلاف کیوں؟

پھر مزید آیات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن میں یہی لفظ استعمال کیا گیا لیکن ان میں نہ تو اس کا ترجمہ و معنی نماز کیا گیا نہ ہی داخل و جھونکنا بلکہ وہاں ان دونوں

کے علاوہ ایک تیسرا ترجمہ ومعنی کردیا گیا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا۔ التوبہ ۸۴

اور (اے پیغمبر) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس (کے جنازے) پرنماز نہ پڑھنا۔ فتح محمد جالندھری

اوران میں سے کسی کی میت پرکبھی نماز نہ پڑھنا ۔ احمد رضاخان بریلوی

اورآئندہ ان میں سے جوکوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا۔ ابوالاعلیٰ مودودی

اس آیت میں بھی وہی لفظ استعمال ہوالیکن یہاں اس کا ترجمہ ومعنی نماز جنازہ کردیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگراس کا ترجمہ ومعنی نماز جنازہ ہے تو پھر باقی آیات میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا کیا وہاں بھی یہی ترجمہ ومعنی کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو وہاں یہ ترجمہ ومعنی کیوں نہ کیا گیا؟ اوراگر نہیں کیا جاسکتا تو پھر یہاں یہ ترجمہ ومعنی کیسے کردیا گیا؟

پھر دیکھیں اگلی آیت میں ان تینوں کے برعکس ایک چوتھا ترجمہ ومعنی کیا گیا

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ۔ التوبہ ۱۰۳

ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اوران کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعاان کے لیے موجب تسکین ہے۔ فتح محمد جالندھری

اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرااور پاکیزہ کردواوران کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعاان کے دلوں کا چین ہے۔ احمد رضاخان بریلوی

اے نبیؐ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کرانہیں پاک کرواور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ، اوران کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعاان کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔ ابوالاعلیٰ مودودی

آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس آیت میں ''صل'' کا ترجمہ بھی دعااور مکمل جملہ ''صلاۃ'' کا ترجمہ ومعنی بھی دعا کردیا گیا۔اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ یعنی کیا صلاۃ کا ترجمہ ومعنی دعا کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو پھر اس کا مطلب کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی صل یا صلاۃ کا استعمال ہوا وہاں وہاں اس کا ترجمہ ومعنی دعا کیا جائے گا تو کیا ایسا ممکن ہے؟ اگر ممکن تھا تو ان لوگوں نے مختلف تراجم ومعنی کیوں کیے؟

جس سے یہ بات تو بالکل کھل کر ثابت ہوچکی کہ نہیں بالکل نہیں ایسا کسی بھی صورت ممکن نہیں اور پھر دعا تو بذات خود عربوں کی زبان کا لفظ ہے اگر یہاں دعا کا ذکر کیا جارہا ہے تو پھر اللہ نے لفظ ''دعا'' ہی کا استعمال کیوں نہ کیا؟ کیوں کہ قرآن میں لفظ دعا کا کئی مقامات پر استعمال کیا گیا ہے تو جب قرآن میں لفظ دعا کا استعمال کیا گیا اور یہاں اگر دعا ہے تو پھر یہاں دعا کا استعمال کیوں نہ کیا گیا؟

اسی طرح اگلی آیت میں دیکھیں ان چاروں کے برعکس ایک پانچواں اور چھٹا اور ساتواں ترجمہ ومعنی کردیا گیا

هُوَ الَّذِیۡ یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ۔ الاحزاب ۴۳

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اوراس کے فرشتے بھی۔ فتح محمد جالندھری

وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اوراس کے فرشتے۔ احمد رضاخان بریلوی

وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اوراس کے ملائکہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ ابوالاعلیٰ مودودی

اس آیت کے تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اسی لفظ کا ترجمہ ومعنی ''رحمت، درود اور دعائے رحمت'' کردیا گیا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا ترجمہ ومعنی ''رحمت'' ہے تو پھر عربی میں بذات خود لفظ ''رحمت'' موجود ہے جو کہ قرآن میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے اس کا ترجمہ ومعنی کیا کیا جائے گا؟ اور پھر ''درود'' بھی بذات خود عربوں کی زبان کا لفظ ہے اگر یہاں درود کا ذکر کیا جارہا ہے تو پھر اس کے لیے لفظ درود کا ہی استعمال کیوں نہ کیا گیا؟ اور مودودی صاحب نے تو اسی آیت میں پہلے ترجمہ رحمت کیا پھر آگے اسی آیت کے ترجمے میں دعائے رحمت کردیا۔

یہ چند آیات بطور مثال آپ کے سامنے رکھی گئی ہیں ان کے علاوہ درجنوں آیات ہیں جنہیں سامنے نہیں رکھا گیا اور آپ نے ان چند مقامات پر ہی دیکھ لیا کہ ایک ہی لفظ ہے کہیں پر اس کا ترجمہ نماز، کہیں پر دعا، کہیں پر نماز جنازہ، کہیں پر رحمت، کہیں پر درود، کہیں پر دعائے رحمت، کہیں پر داخل کرنا اور کہیں پر جھونکنا کیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ دعا ہو، درود ہو، رحمت ہو یا داخل یہ تمام کے تمام الفاظ تو بذات خود عربوں کی زبان عربی کے الفاظ ہیں اس لیے اگر کہیں پر داخل کرنے کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو اللہ وہاں صل کی جگہ دخل کا لفظ استعمال کرتا، جہاں رحمت کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو وہاں رحمت کا استعمال کرتا جہاں دعا کا تو وہاں لفظ دعا کا استعمال کرتا ہے جہاں درود کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو وہاں درود کا استعمال کیا جاتا لیکن کیا ایسا ہوا؟ کیا اللہ نے ایسا کیا؟ نہیں بالکل نہیں۔

جب اللہ نے ایک ہی لفظ استعمال کیا تو پھر کیوں ان لوگوں نے دجل سے کام لیا؟ ان کو کس نے حق دیا کہ قرآن میں تراجم وتفاسیر کے نام پر اختلاف کا انبار لگا دیں؟ ان لوگوں نے کیوں قرآن میں اللہ کی بات کو بدل دیا جو کہ فسق کہلاتا ہے ان لوگوں نے فسق کیوں کیا؟ کیا ایسا کرنے سے یہ لوگ فاسق نہیں کہلائیں گے؟ اور کیا فاسقین کو ہدایت مل سکتی ہے؟ ممکن ہی نہیں کیونکہ جب بات کو اس کے مقام سے بدل دیا جائے گا تو پھر ظاہر ہے ہدایت کا تو تصور تک بھی ناپید ہو جاتا ہے اور الٹا اس کے بالکل برعکس گمراہی کا شکار ہی ہوں گے اور جو لوگ آنکھیں بند کر کے بغیر سوچے سمجھے ان کے پیچھے چلیں گے تو دنیا کی کوئی بھی طاقت انہیں بھی ہدایت نہیں دے سکتی اور نہ ہی کوئی انہیں گمراہی سے بچا سکتا ہے۔

آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ الحکیم ہے نہ صرف الحکیم بلکہ العزیز الحکیم اور قرآن میں بار بار اس کا ذکر آیا ہے۔ حکیم حکم سے ہے اور حکم کا معنی ہے فیصلہ کرنا، مثلاً آسان ترین الفاظ میں حکم کے معنی ہیں ان سوالات کے جوابات کا ہونا کہ کب کہاں کیوں کیسے اور کتنا وغیرہ یعنی اگر آپ کوئی بھی کام کرتے ہیں تو کب کرنا ہے کیوں کرنا ہے کیسے کرنا ہے کتنا کرنا ان تمام سوالات کے جوابات کا علم ہونا یہ فیصلہ کرنا کہ کون سا کام کرنا ہے کب کرنا ہے کیوں اور کیسے کرنا ہے۔ اور حکیم کہتے ہیں جو کام کر رہا ہے بالکل ایسے ہی کر رہا ہے جیسا کرنا مقصود تھا اگر کہیں فرق رکھا خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا فرق ہو تو وہ فرق وہاں آنا لازم تھا خواہ کچھ بھی ہو جائے اس فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اگر اس فرق کو نظر انداز کیا جائے تو حکیم ہونے کا انکار ہوتا ہے۔ اللہ حکیم ہی نہیں بلکہ الحکیم ہے اور الحکیم ہی نہیں بلکہ العزیز الحکیم یعنی ایسا الحکیم ہے کہ اللہ جب بھی کام کرتا ہے جو بھی کام کرتا ہے اور کر رہا ہے تو ایسا کرتا اور کر رہا ہے کہ رائی برابر یا اس سے بھی کم یا زیادہ نہیں کرتا اتنا ہی کرتا ہے جتنا درکار ہے، اللہ کے کام میں کوئی کمی، کجی، کوتاہی، لاپرواہی، نقص یا عیب وغیرہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اللہ جو بھی کرتا ہے بالکل ایسے کرتا ہے جیسا کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا اگر کہیں وہ فرق لاتا ہے تو اس فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا خواہ کچھ بھی ہو جائے کیونکہ وہ الحکیم ہے اگر اس کے کسی بھی کام میں تبدیلی کی جاتی ہے کہیں بھی اس کے رکھے ہوئے فرق کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب کہ آپ اپنے عمل سے اللہ کے الحکیم ہونے کا انکار کر رہے ہیں یہاں تک کہ رائی برابر یا اس سے بھی کم فرق کو نظر انداز کرتے ہیں تو اس کا مطلب کہ آپ اپنے عمل سے اس کے العزیز الحکیم ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔

آپ نے جان لیا کہ اللہ الحکیم ہے اور آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے یعنی اس قرآن میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کی اول تا آخر تک تمام کے تمام انسانوں سے کی ہوئی گفتگو ہے آیات کی صورت میں، اس قرآن میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ اور انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ریکارڈ ہے آیات کی صورت میں۔

جب اللہ الحکیم ہے تو پھر اس کا کام اس کا کلام کیسے الحکیم نہ ہو؟ اللہ العزیز الحکیم ہے تو اللہ کا کلام بھی العزیز الحکیم ہے یعنی اس قرآن میں جو جو لفظ جہاں جہاں اور جس جس فرق کیساتھ آیا ہے وہاں بالکل ویسا ہی آ سکتا تھا اس لیے اللہ نے وہاں ویسا ہی استعمال کیا کہیں پر بھی رائی برابر بھی فرق نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہیں پر بھی نہ تو الفاظ میں رائی برابر بھی تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی آیات میں الفاظ کی ترتیب میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی ممکن ہے اگر تبدیلی کی جاتی ہے الفاظ میں فرق کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ اپنے عمل سے اللہ کے الحکیم ہونے کا کفر کر رہے ہیں قرآن کے الحکیم ہونے کا کفر کر رہے ہیں۔ زبان سے آپ بے شک لاکھ دعوے کریں کہ آپ اللہ کو الحکیم مانتے ہیں قرآن کو الحکیم مانتے ہیں لیکن وہ سب کا سب جھوٹ ہوگا کیونکہ آپ کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے زبان جھوٹ بول سکتی ہے ضروری نہیں کہ زبان سے جو کہا جا رہا ہے حقیقت بھی وہی ہو مگر اس کے برعکس عمل ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جسے چاہ کر بھی نہیں

جھٹلایا جاسکتا۔ زبان سے آپ اللہ کو الحکیم کہیں اور عمل سے اللہ کے الحکیم ہونے کا کفر کریں تو آپ اپنے دعوے میں اپنی بات میں بالکل جھوٹے ہیں۔

اب غور کریں اللہ جو کہ الحکیم ہے نہ صرف الحکیم بلکہ العزیز الحکیم تو کیا اللہ کو علم نہ تھا کہ کہاں پر نماز کا ذکر کرنا ہے، کہاں پر دعا، کہاں پر رحمت، کہاں پر داخل یا جھونکنا، کہاں پر درود وغیرہ کا ذکر کرنا ہے اور ان لوگوں کو اس کا علم ہو گیا؟ کیا یہ اللہ کے الحکیم ہونے کا عملاً کفر نہیں ہے؟

اللہ نے اگر تمام مقامات پر ایک ہی لفظ استعمال کیا ہے تو ان لوگوں کو کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ یہ لوگ اس لفظ کو بدلیں یا اس کے معنی بدل کر طرح طرح کی تاویلات باندھیں خود کو اور اپنے مشرک آباؤاجداد کے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے؟

ذرا خود غور کریں جب یہ لوگ اس لفظ کے ایک سے زائد معنی کرتے ہیں تو پھر ان کو کس نے یہ حق دیا کہ جہاں یہ اس لفظ کا ترجمہ نماز کریں وہاں ترجمہ نماز ہی لیا جائے وہاں اس کا ترجمہ رحمت کیوں نہیں؟ درود کیوں نہیں؟ دعا کیوں نہیں؟ داخل ہونا کیوں نہیں؟ نماز جنازہ کیوں نہیں؟

اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ آیت کا پس منظر یعنی بات کا پس منظر یہ طے کرے گا کہ یہاں اس کا معنی کیا لیا جائے گا تو یہ بات جان لیں جیسے انہوں نے داخل، درود، دعا، جھونکنا، رحمت، نماز اور نماز جنازہ سمیت مختلف معنوں کو گھسایا اسطرح کہیں پر بھی کوئی بھی معنی فٹ کیا جاسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ جیسے آپ نے زبردستی آیات کو بدلنے کی بھرپور ناکام کوشش کی بالکل اسی طرح وہ بھی ایک ناکام کوشش ہوگی جس طرح آپ پر سوالات اٹھ رہے ہیں بالکل ویسا کرنے پر اور ویسا کرنے والوں پر بھی سوالات اٹھیں گے جن کے جوابات ان کے پاس نہیں ہوں گے بالکل آپ ہی کی طرح۔

جتنے اختلافات ان کے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر سامنے آتے ہیں اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ تراجم و تفاسیر اللہ کا کلام نہیں اللہ کی بات نہیں یہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے اللہ کے شریک کے ہاں سے ہے کیونکہ اسی قرآن میں اللہ نے خود ایسا کہا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. النساء ۸۲

کیا پس نہیں تدبر کر رہے القرآن، جو کچھ بھی تم پر کھول کھول کر پڑھا جا رہا ہے تمہاری راہنمائی، تمہاری ہدایت کے نام پر جو کچھ بھی تم پر پڑھا جا رہا ہے اور اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے ہاں سے ہے تو پھر یہ بات طے شدہ ہے کہ تم اس میں اختلاف کثیر پا رہے ہو یعنی اگر اللہ کے ہاں سے ہے تو اس میں تم اختلاف نہیں پاؤ گے اور اگر اللہ کے ہاں سے نہیں ہے تو پھر تم اس میں بہت زیادہ اختلاف پاؤ گے کہ ایک مقام پر کچھ بات کی جا رہی ہے اور دوسرے مقام پر کچھ اور آپس میں کوئی ربط ہی نہیں کسی بات کا۔

اب اگر یہ قرآن واقعتاً اللہ کے ہاں سے ہے اللہ کا اتارا ہوا ہے غیر اللہ کا نہیں ہے تو پھر اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے اور اگر اس میں اختلاف ثابت ہو جائے تو اللہ کے ہاں سے نہیں۔

اگر آپ تراجم و تفاسیر کو دیکھیں تو آپ کو اختلاف ہی اختلاف نظر آئے گا کہیں پر نماز، کہیں پر داخل، کہیں پر جھونکنا، کہیں پر رحمت، کہیں پر دعا، کہیں پر درود، کہیں پر نماز جنازہ تو کہیں پر دعائے رحمت وغیرہ جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ جس میں اختلاف سامنے آ رہا ہے وہ اللہ کے ہاں سے ہے ہی نہیں اور جس میں اختلاف نہیں ہے وہ اللہ کے ہاں سے ہے۔

عربی متن کو دیکھیں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ایک ہی لفظ کا استعمال کیا گیا جس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ عربی متن اللہ کے ہاں سے ہے اور اس کے علاوہ باقی جتنی بھی زبانوں میں قرآن کے نام پر جو کچھ بھی گھڑا گیا خواہ انہیں تراجم کہا جائے یا تفاسیر وہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ اللہ کے شریکوں کے ہاں سے ہے شیاطین کے ہاں سے جو کہ اختلافات سے بھرپور ہے اور جس میں اختلاف ثابت ہو جائے اللہ تو خود اس سے اعلان برأت کر رہا ہے کہ وہ میرے ہاں سے نہیں ہے۔

اب جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ تراجم و تفاسیر غیر اللہ کے ہاں سے ہیں تو پھر نماز کا ذکر تو تراجم و تفاسیر میں ہے نہ کہ اصل متن عربی میں جو کہ اللہ کے ہاں سے ہے جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ نماز کا کوئی وجود نہیں، نماز الصلاۃ نہیں بلکہ نماز الصلاۃ کے نام پر دجل عظیم ہے دھوکہ و فریب ہے جس نے اکثریت کو الصلاۃ سے غافل کر رکھا ہے۔

یہ بات آپ پر کھل کر واضح ہو چکی کہ اگر الصلاۃ سے مراد نماز لے لیا جائے تو اس کا مطلب کہ آپ اپنے عمل سے اللہ کے الحکیم ہونے کا کفر کر رہے ہیں اور اگر اللہ کے الحکیم ہونے پر ایمان لاتے ہیں یعنی اللہ کو الحکیم تسلیم کرتے ہیں تو پھر الصلاۃ کے نماز ہونے کا کفر کرنا پڑے گا۔ یوں اس پہلو سے بھی کھل کر واضح ہو گیا کہ الصلاۃ کے نام پر نماز الصلاۃ ہو ہی نہیں سکتی اور نہ نماز الصلاۃ ہے اور نہ ہی وہ لوگ جو نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتے ہیں وہ نماز کو الصلاۃ ثابت کر سکتے ہیں یا ان اعتراضات کے جوابات دے سکتے ہیں۔

بڑھتے ہیں آگے ایک اور پہلو سے الصلاۃ کے نام پر نماز کے دجل کو چاک کرتے ہیں۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا. بنی اسرائیل ۱۱۰

اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔ فتح محمد جالندھری

اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دنوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ احمد رضا خان بریلوی

اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔ ابوالاعلیٰ مودودی

آپ کو سورۃ الاسراء یا بنی اسرائیل کی آیت ۱۱۰ اور نیچے انہیں لوگوں کے تراجم نظر آرہے ہیں۔ اوپر عربی متن میں کیا ہے وہ بالکل الگ بات ہے جس پر آگے چل کر بات ہو گی یہاں نہ صرف انہی لوگوں کے تراجم کو آپ کے سامنے رکھا جا رہا ہے بلکہ انہی لوگوں کے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر ان کی نماز کی حقیقت بالکل کھل کر چاک ہو جاتی ہے۔

ان کے اپنے تراجم کے مطابق قرآن میں انہیں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ نماز کو نہ ہی بلند آواز میں پڑھو اور نہ ہی آہستہ یا بالکل آہستہ آواز میں پڑھو بلکہ درمیان کا رستہ اختیار کرو لیکن آپ جانتے ہیں کہ پہلی بات ان کے ہاں نماز نہیں بلکہ نمازیں ہیں جو کہ پانچ ہیں اور دوسری بات کہ پانچ نمازوں میں سے تین مغرب، عشاء اور فجر بلند آواز میں پڑھی جاتی ہیں حالانکہ ان کے اپنے تراجم کے مطابق اللہ ان کو حکم دے رہا ہے کہ نماز کو بلند آواز میں نہ پڑھو یوں یہ اپنے ہی تراجم کے مطابق اللہ کا کفر کر رہے ہیں اور پھر پانچ میں سے باقی اور دو ظہر اور عصر آہستہ بالکل آہستہ آواز میں پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے اپنے تراجم کے مطابق ان کو اللہ نے حکم دیا کہ آہستہ بالکل آہستہ آواز میں نہ پڑھو لیکن یہ اس کے بالکل برعکس کر رہے ہیں۔

اور ان کو کہا گیا کہ درمیان کا رستہ اختیار کرو نہ ہی بلند آواز اور نہ ہی آہستہ تو یہ درمیانی رستہ اختیار ہی نہیں کر رہے بلکہ الٹا ضد کر رہے ہیں مطلب یہ کہ ان کے اپنے تراجم کیمطابق قرآن میں اللہ نے انہیں جو کام جس طرح کرنے کا کہا یہ اللہ کی بالکل نہیں مان رہے اللہ کی بات کا کفر کر رہے ہیں یہاں تک کہ الٹا نسل در نسل اس کی ضد کر رہے ہیں اور جو کرنے کا کہا اس کا کفر کرتے ہوئے وہ کر ہی نہیں رہے۔

انہی لوگوں کے تراجم کے مطابق اللہ انہیں کہہ رہا ہے کہ نماز بلند آواز میں نہ پڑھو لیکن یہ لوگ اس حکم کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے بلند آواز میں پڑھ رہے ہیں پھر انہیں کہا گیا کہ نہ ہی آہستہ آواز میں تو یہ لوگ اس حکم کا بھی انکار کرتے ہوئے الٹا ضد میں آہستہ پڑھ رہے ہیں اور کہا درمیان کا رستہ اختیار کرو تو یہ حکم بھی ماننے سے انکار کرتے ہوئے درمیان کا رستہ اختیار ہی نہیں کر رہے۔

اب یا تو یہ لوگ اپنے عمل میں سچے ہیں اور قرآن جھوٹا اور غلط ہے یا پھر قرآن تو سچا ہے لیکن یہ لوگ قرآن کو پس پشت ڈالتے ہوئے وہ کر رہے ہیں جس سے انہیں روکا گیا جس سے منع کیا گیا یعنی یہ لوگ قرآن کے علی الاعلان منکر ہیں۔ حقیقت آپ کے سامنے ہے اس میں فیصلہ کرنا بالکل بھی مشکل نہیں۔

آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان کے اپنے ہی تراجم کے مطابق جس سے قرآن انہیں روک رہا ہے قرآن کہہ رہا ہے کہ نماز کو بلند آواز میں نہ پڑھو اور یہ بات ماننے کی بجائے الٹا وہی کر رہے ہیں کہ تین نمازیں بلند آواز میں پڑھ رہے ہیں اور قرآن نے کہا کہ بالکل آہستہ آواز میں نہ پڑھو اور یہ لوگ قرآن کا حکم ماننے کی بجائے اس کے الٹ کر رہے ہیں کہ باقی دو آہستہ آواز میں پڑھ رہے ہیں اور قرآن نے کہا کہ درمیانہ رستہ اختیار کرو اور وہ یہ لوگ کر ہی نہیں رہے یہ لوگ انتہائی ڈھٹائی کیساتھ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ہی تراجم کے مطابق قرآن کے سو فیصد خلاف کر رہے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو اس کا جواب دے سکے؟ اگر کوئی ہے تو وہ میدان میں آئے اور اپنے آپ کو سچا ثابت کرے؟ اور ہاں اتنا ضرور ذہن میں رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی طرف سے تو بہت کوشش کرے اور چرب زبانی کا استعمال کرتے ہوئے اپنی طرف سے معرکہ سرانجام دے اور دوسری طرف وہ قرآن ہی کی درجنوں نہیں سینکڑوں آیات کا

کفر کردے اور پھر ان آیات کی زد میں آجائے اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر جواب دے۔
آپ پر پہلے ہی واضح کر دیا گیا کہ عربی متن میں کیا ہے ہم اس پر بات نہیں کر رہے بلکہ ہم نے ان کے اپنے ہی تراجم کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی الصلاۃ کے نام پر نماز کی حقیقت چاک کر دی۔ اب اگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جو نمازیں پڑھ رہے ہیں یہ محمد علیہ السلام نے بھی پڑھیں اور جیسے پڑھ رہے ہیں ایسے ہی محمد نے بھی پڑھیں تو اس کا مطلب کہ محمد بذات خود قرآن کا منکر ثابت ہوا ان کے اپنے ہی تراجم کی بنیاد پر اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ وہ کر رہے ہیں جو محمد نے کیا ہی نہیں بلکہ ان لوگوں کے مشرک آباؤ اجداد نے دین کے نام پر خرافات گھڑ کر ہر طرف پھیلا دیں۔

اب کچھ سوالات آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی موجودگی میں لاکھوں مربع کلومیٹر کا رقبہ فتح ہو گیا جس میں یثرب و مکہ سے سینکڑوں کلومیٹر دور نجد بھی واقع ہے تو نمازیں پڑھنے کے لیے محمد نے کہاں کہاں اور کتنے مساجد کے نام پر نماز خانے تعمیر کیے؟
نماز کو الصلاۃ قرار دینے والے خود کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد نے خود صرف اور صرف ایک ہی مسجد یثرب میں تعمیر کی جسے مسجد احمد کہا جاتا تھا اس کے علاوہ ایک اور مسجد تعمیر کی گئی لیکن اس کی تعمیر منافقین نے کی جسے گرا دیا گیا اس کے علاوہ کچھ کا کہنا ہے کہ محمد کی موجودگی میں مجموعہ طور پر تین مساجد موجود تھیں ایک مسجد الحرام دوسری مسجد احمد یعنی مسجد نبوی اور تیسری مسجد قباء۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ دو ہی مساجد تھیں ایک مسجد الحرام اور دوسری محمد رسول اللہ کی مسجد۔
اب جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ محمد کی موجودگی میں نہ صرف لاکھوں مربع کلومیٹر رقبہ فتح ہو چکا تھا بلکہ صرف اور صرف دو ہی مساجد تھیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الصلاۃ نماز ہے تو اتنے وسیع علاقے میں آباد لوگ پانچ اوقات کی نمازوں کے لیے کہاں جاتے تھے؟ کیا وہ سب کے سب بے نمازی تھے؟
پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام کتنے تھے؟ کون کون تھے؟
پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد نے اپنی مسجد یثرب میں تعمیر کی اگر محمد رسول اللہ نمازیں پڑھتے تھے تو اس کا مطلب کہ وہ اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے لیکن جب وہ مکہ فتح کرنے کے لیے گئے تو پیچھے مسجد نبوی میں امام کون تھا؟ کون اذانیں دیتا اور کون نمازیں پڑھاتا تھا؟
پھر مکہ فتح کرنے کے بعد جب محمد واپس یثرب آگئے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسجد الحرام میں امام کون تھا؟ مسجد الحرام میں اذانیں کون دیتا اور امامت کون کرتا تھا؟
یہ چند ایک سوالات ہیں جن کے جوابات دنیا کی کوئی طاقت نہیں دے سکتی ایسے ہی بہت سے سوالات ہیں لیکن انہیں یہاں سامنے لانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ اگر تو ان کے کوئی جوابات ہوں تو ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور جب ان سوالات کے ہی کوئی جوابات نہیں ہیں تو ظاہر ہے ان مزید سوالات کو یہاں بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔
ان سوالات کی بنیاد پر بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نہ تو نماز الصلاۃ ہے اور نہ ہی محمد علیہ السلام نے کوئی نمازیں پڑھیں اور نہ ہی کسی نماز نامی پوجا پاٹ کو الصلاۃ قرار دیا یا کہا۔ یوں ان سوالات کی بنیاد پر بھی نماز نامی پوجا پاٹ کی حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نماز الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کرنے کے لیے دیا جانے والا عظیم دھوکہ ہے جس کی وجہ سے ہی آج پوری دنیا کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ پوری زمین فسق و فجور سے بھر چکی ہے، زمین میں فساد عظیم کیا جا چکا۔

اب آتے ہیں ان دونوں بنیادی دلائل کی طرف جن کی بنیاد پر نماز کو الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے۔
جیسا کہ پیچھے آپ جان چکے کہ نماز کو الصلاۃ قرار دینے والوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں سب کچھ نہیں ہے قرآن میں ہر سوال کا جواب نہیں اور اپنے اس دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے کئی مثالیں بھی سامنے رکھتے ہیں مثلاً ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر قرآن میں ہر سوال کا جواب ہے تو پھر قرآن میں الزکاۃ کا حکم تو ہے لیکن کیسے اور کتنی دینی ہے اس کا جواب اور تفصیلات نہیں ہیں، قرآن میں روزے کا حکم تو ہے لیکن کیسے رکھنا ہے اس کا جواب نہیں ہے اگر ہے تو مکمل نہیں ہے اسی

طرح حج کا حکم تو ہے لیکن کیسے کرنا ہے اس کا جواب نہیں ہے اگر ہے تو مکمل نہیں ہے بالکل ایسی ہی کئی مثالیں سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن میں الصلاۃ یعنی نماز کا حکم تو ہے لیکن الصلاۃ کیا ہے اور کب کب کیسے پڑھنی ہے اس کا جواب قرآن میں نہیں ہے اور یوں انسانوں کی اکثریت آنکھیں بند کر کے یہ بات مان لیتی ہے اس پر ایمان لے آتی ہے کہ قرآن میں سب کچھ نہیں ہے اور یہ بات ماننے کا انکار کر دیتی ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا قرآن میں ہر سوال کا ہر پہلو سے جواب موجود ہے۔

آپ کو اس بات کی سمجھ آ چکی ہوگی کہ الصلاۃ کو نماز کیسے بنا دیا گیا، الصلاۃ کو نماز اس طرح بنا دیا گیا کہ قرآن میں الصلاۃ کا حکم تو ہے لیکن الصلاۃ کیا ہے اس پر قرآن راہنمائی کرنے کی بجائے بالکل خاموش ہے۔ الصلاۃ کب کیسے کتنی پڑھنی ہے اس کا جواب قرآن میں نہیں ہے اور اس کا جواب ملتا ہے سنت رسول سے۔ رسول محمد علیہ السلام ہیں اور ان کی سنت ہم تک پہنچتی ہے روایات کی صورت میں جنہیں احادیث کہا جاتا ہے تو احادیث ہمیں اس سوال کا جواب دیتی ہیں کہ الصلاۃ کیا ہے الصلاۃ نماز ہے کب کہاں کیسے کیوں اور کتنی پڑھنی ہے ان تمام سوالات کے جوابات احادیث سے ملتے ہیں اس لیے احادیث جسے الصلاۃ قرار دیں وہ الصلاۃ ہے اور احادیث نماز کو الصلاۃ قرار دیتی ہیں۔

آپ نے جان لیا کہ نماز کی بنیاد قرآن نہیں ہے یعنی ان کے نزدیک قرآن الصلاۃ پر راہنمائی کرنے سے قاصر ہے خاموش ہے اس لیے انہیں احادیث کے نام پر روایات سے راہنمائی لینا پڑی یہ جاننے کے لیے کہ الصلاۃ کیا ہے اس لیے احادیث کے نام پر روایات جسے الصلاۃ قرار دیں وہی الصلاۃ ہے۔ اب اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ قرآن میں سب کچھ ہے قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے تو ان کی الصلاۃ جو کہ نماز ہے اس کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی اس کا وجود کالعدم ہو جائے گا۔

اگر قرآن نہ صرف الصلاۃ کا حکم دے بلکہ ان سوالات کے بھی جوابات دے کہ الصلاۃ کیا ہے کب کیوں کیسے قائم کرنی ہے تو ان کی الصلاۃ جو کہ نماز ہے نماز کی بنیاد ختم ہو جائے گی اس کی جڑ کٹ جائے گی اور انہیں پھر ہر صورت ماننا پڑے گا کہ ہاں نماز الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ وہی ہے جسے قرآن الصلاۃ قرار دے رہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے نماز کو الصلاۃ اسی بنیاد پر کہا ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود نہیں ہے قرآن الصلاۃ کا حکم تو دیتا ہے لیکن یہ واضح نہیں کرتا کہ الصلاۃ کیا ہے کب کیسے اور کیوں قائم کرنی ہے یعنی اگر قرآن الصلاۃ پر مکمل راہنمائی کرے تو ہم ماننے کو تیار ہیں اور اگر آج حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دیا جاتا ہے اور اس کے باوجود کوئی حق کا کفر کرتا ہے تو اس پر حجت ہو جائے گی کل کو اس کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا۔

اب سب سے پہلے اس سوال کا دوٹوک الفاظ میں قرآن سے جواب حاصل کرتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ قرآن ایک کام کا حکم تو دیتا ہے مگر وہ ہے کیا اور کیسے کرنا ہے اس کی تفصیلات بتانے سے عاجز ہے اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں وہ کوئی جواب نہیں دیتا؟ یعنی کیا یہ بات سچ ہے کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود نہیں ہے قرآن میں مکمل راہنمائی موجود نہیں ہے؟

تو دیکھیں قرآن اس سوال کے جواب میں کیا کہتا ہے۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا. الاسراء ۸۹

اور تم کو حق حاصل ہے کہ اپنی تحقیق کر لو یعنی تمہیں سننے کے لیے کان دیئے تو آخر کیوں دیئے؟ ظاہر ہے سننے کے لیے دیئے تا کہ تم سنو۔ دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ ظاہر ہے دیکھنے کے لیے تا کہ تم دیکھو اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ ظاہر ہے اسی لیے تا کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اس لیے آج جب تمہیں کھول کھول کر سنایا جا رہا ہے دکھایا جا رہا ہے تو اسے سمجھو اپنی تحقیق کرو تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو جو کہا جا رہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ طے شدہ ہے ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لوگوں کے لیے اس قرآن میں تمام کا تمام مثلوں سے، یعنی اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے لوگوں کو جب جب جو جو راہنمائی درکار ہے وہ سب کا سب ہر لحاظ سے ہر پہلو سے پھیر پھیر کر اس قرآن میں مثلوں سے سامنے لے آئے لوگوں کے لیے پس انکار کر دیا لوگوں کی اکثریت نے یعنی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اس قرآن میں سب کچھ ہے اس قرآن میں مکمل راہنمائی موجود ہے اور وہ بھی مثلوں سے مگر اس لیے کہ جو کچھ بھی انہیں دیا گیا اسے اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرنا چاہتے جس مقصد کے لیے انہیں دیا گیا اکثریت اپنی خواہشات کی اتباع کرنا چاہتی

ہے اس لیے لوگوں کی اکثریت نے اس کا انکار کر دیا کہ اس قرآن میں سب کا سب ہے مکمل راہنمائی موجود ہے ہر سوال کا جواب موجود ہے کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے اس قرآن میں سب کا سب مثلوں سے موجود ہے تو پھر انہیں وہ سب کا سب جو انہیں دیا گیا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا پڑے گا جس مقصد کے لیے دیا اور یہی اکثریت نہیں چاہتی اور اس کے برعکس اپنی خواہشات کی اتباع چاہتی ہے جس وجہ سے اکثریت اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ اس قرآن میں سب کچھ ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ الکھف ۵۴

اور تم کو جو سننے دیکھنے اور جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی کہ تم تحقیق کرو اس لیے تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو جو کہا جا رہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا وہی طے شدہ ہے ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لوگوں کے لیے اس قرآن میں تمام کا تمام مثلوں سے یعنی اس قرآن میں ماضی میں پیش آنے والے واقعات میں سے صرف ان کا ذکر کیا جو ہو بہو اسی طرح قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک پیش آئیں گے لوگوں کے ہر سوال کا جواب ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر اس قرآن میں اس قرآن سے قبل والوں کی مثلوں سے سامنے لے آئے، قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے لوگوں کو جب جب جو جو جیسے جیسے راہنمائی درکار تھی سب کا سب اس قرآن میں ہر پہلو سے پھیر پھیر کر تمہارے سامنے لے آئے، قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا تھا یا ہونا ہے وہ بڑے سے بڑا واقعہ ہو یا پھر چھوٹے سے چھوٹا تمام کا تمام مثلوں سے اس قرآن میں پھیر کر ہر پہلو سے سامنے لا رکھا، کہیں پر اسے ایک پہلو سے سامنے لا رکھا تو کہیں دوسرے پہلو سے اسی طرح پھیر پھیر کر مثلوں سے سب کا سب سامنے لا رکھا۔ اور تھا انسان اکثریت معاملات میں جھگڑا کرنے والا سو جھگڑا ہی کیا یعنی قرآن کی بات تسلیم کرنے کی بجائے اپنی خواہشات و اپنے خود ساختہ الٰھوں کی باتوں کو قرآن پر ترجیح دی اور دے رہا ہے۔ جب بھی قرآن نے کسی معاملے میں راہنمائی کی تو اپنی بے ہودہ دلیلوں کو قرآن پر پیش کیا اور قرآن کے مدمقابل اوروں کو لا کھڑا کیا وہ بات نہ تسلیم کی جو قرآن نے کی، انسان قرآن کے برعکس اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے جب بھی قرآن سے کچھ سامنے لایا جاتا ہے تو نہیں مانتا الٹا اپنے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والی جہالت کو قرآن پر تھونپتا ہے قرآن کے مدمقابل لا کھڑا کرتا ہے۔

ان آیات میں آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا کہ اللہ نے بالکل واضح کر دیا کہ اس قرآن میں جو آپ کے سامنے ہے اس میں نہ صرف ہر سوال کا جواب دے دیا بلکہ ہر پہلو سے پھیر پھیر کر لوگوں کے لیے سامنے لے آئے مثلوں سے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس قرآن میں مکمل راہنمائی نہیں ہے بلکہ اس میں ہر سوال کا جواب موجود ہے اور پھر اس میں کوئی ایک بھی بات ایسی نہیں کی گئی کہ جو صرف ایک ہی بار کی گئی اور ایک ہی پہلو سے بلکہ اس قرآن میں ہر معاملے کو ہر اس معاملے کو جو لوگوں کو پیش آنا تھا ہر سوال کو ہر اس سوال کو جو لوگوں کے سامنے کھڑا ہونا تھا اسے ہر پہلو سے پھیر پھیر کر سامنے لا رکھا۔ ایک مقام پر ایک رخ ایک پہلو سے سامنے لا رکھا گیا تو اسی معاملے کو اسی سوال کو دوسرے رخ دوسرے پہلو سے سامنے لا رکھا اسی کو تیسرے مقام پر ایک تیسرے پہلو سے سامنے لا رکھا یوں کسی ایک بھی پہلو سے اسے پوشیدہ نہیں رہنے دیا گیا۔

قرآن میں کوئی ایک بھی معاملہ کوئی ایک بھی بات ایسی نہیں ہے جو صرف کسی ایک ہی مقام پر اور ایک ہی بار بیان کی گئی بلکہ ہر معاملے کو ایک سے زائد مقامات پر ہر پہلو سے پھیر پھیر کر بیان کر دیا، کوئی سوال ایسا نہیں جس کا جواب قرآن میں موجود نہ ہو، کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن میں موجود نہ ہو۔ اور قرآن نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ لوگوں کی اکثریت اس کا انکار کر رہی ہے یعنی اکثریت یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا، قرآن میں مکمل راہنمائی موجود ہے، قرآن میں ہر معاملے کا ہر مسئلے کا حل موجود ہے، قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے، قرآن میں ہر بات کو ہر سوال کو ہر معاملے و ہر مسئلے کو ایک سے زائد مقامات پر ہر پہلو سے پھیر پھیر کر مثلوں سے سامنے لا رکھا گیا۔ لوگوں کی اکثریت یہ ماننے کو تیار ہی نہیں اس کا انکار کر رہی ہے اور پھر اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ لوگوں کی اکثریت ایسا کیوں کر رہی ہے؟

الا کفورا یعنی لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے انہیں سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں اور پھر عمل کرنے یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ

بھی ان میں ہے ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی گئی، اس کے علاوہ جو کچھ بھی دیا گیا خواہ وہ مال و دولت ہو، اولاد ہو یا ذہنی وجسمانی صلاحیتیں ہوں، وہ کہیں یا کسی پر اقتدار و اختیار ہو یا کچھ بھی دیا گیا انسانوں کی اکثریت ان کا استعمال اس مقصد کے لیے نہیں کرنا چاہتی جس مقصد کے لیے انہیں یہ سب دیا گیا کیونکہ اگر یہ اس بات کو مان لیں کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے ہر معاملے ومسئلے کا حل موجود ہے تو ان کی خواہشات پر ضرب آئے گی اور یہی یہ نہیں چاہتے یہ اپنی خواہشات کی اتباع کرنا چاہتے ہیں اس لیے یہ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ پھر پھیر کر ہر پہلو سے مثلوں سے سامنے لا رکھا گیا۔

اسی لیے یہ قرآن کے برعکس اوروں کی طرف جاتے ہیں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں راہنمائی کے نام پر جن سے ان کی خواہشات پر ضرب نہیں آتی۔ مثال کے طور پر آج اکثریت کی زبان سے آپ سنتے ہیں اکثریت کا کہنا ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان نہیں کیا گیا قرآن میں احکامات تو ہیں لیکن ان کی تفاصیل نہیں ہیں، ان کو کیسے کرنا ہے یہ نہیں بتایا گیا مثلاً جو ہمارا موضوع ہے اسی کو لے لیں الصلاۃ کا ترجمہ نماز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں الصلاۃ کا حکم تو ہے لیکن طریقہ قرآن میں نہیں ہے اور پھر یہ جہاں سے طریقہ اخذ کرتے ہیں اس الصلاۃ کے نام پر ان کی خواہشات پر کوئی ضرب نہیں پڑتی۔ حالانکہ قرآن پورے کا پورا ایک ہی شئے کی وضاحت کر رہا ہے اور وہ ہے الصلاۃ، اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن میں الصلاۃ پر مکمل راہنمائی موجود ہے تو دنیا کی زندگی اتنی سخت ہو جائے گی کہ جیسے آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا ہو آپ کو آپ کی ضروریات پوری نہیں ملیں گی اس لیے آپ کو قناعت کرنا پڑے گی، آپ کو سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، دنیا آپ کی دشمن بن جائے گی آپ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور آپ کو صبر کرنا ہوگا اور یہی کوئی نہیں چاہتا اس لیے اکثریت اس کا انکار کرتی ہے کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ النساء ۸۲

کیا پس نہیں تدبر کر رہے؟ القرآن اور اگر تھا کسی اور کے ہاں سے اللہ کے علاوہ کہ تم پا رہے ہو اس میں کثیر اختلاف یعنی ایک مقام پر کچھ کہا جا رہا ہے اور دوسرے مقام پر کچھ اور کہا جا رہا ہے۔

اللہ کی طرف سے کھلم کھلا اعلان ہے کہ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں کثیر اختلاف پاتے یعنی اگر ہم اس آیت کو صرف پیچھے بیان کی جانے والی دو آیات کے تناظر میں دیکھیں تو ایسا ممکن ہی نہیں کہ اللہ نے قرآن میں جو سوالات اٹھائے ہوں ان کے جوابات بھی قرآن میں نہ دیئے ہوں حتیٰ کہ بشر کے اس دنیا میں موجود رہنے تک پیش آنے والا کوئی ایک بھی معاملہ ومسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن میں موجود نہ ہو کوئی ایک بھی سوال ایسا نہیں جس کا جواب قرآن میں موجود نہ ہو یہاں تک کہ کسی بھی قسم کے پیدا ہونے والے سوال کا جواب قرآن میں نہ ہو یہ ناممکن ہے۔

اور اگر ایسا ہو تو گویا کہ قرآن میں اختلاف ہے کہ ایک طرف اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے جو جو بھی راہنمائی لوگوں کو درکار ہے وہ سب کا سب پھیر پھیر کر ہر پہلو سے مثلوں سے سامنے لا رکھا لوگوں کے لیے اور دوسری طرف اللہ نے ایسے سوالات کے جوابات نہ رکھے جو بڑے بڑے سوالات ہیں جن کے جوابات جاننا بہت ضروری ہیں؟

قرآن خود ہی سوال کھڑا کرے اور اس کا جواب نہ دے اس کا جواب قرآن میں ہو ہی نہ تو ایسی صورت میں یہ پھر اللہ کی طرف سے نہ ہوا بلکہ غیر اللہ کی طرف سے ثابت ہو جاتا ہے جو کہ ناممکن ہے۔

اب آپ خود غور کریں اللہ کا کہنا ہے کہ ہر سوال کا جواب قرآن میں ہر پہلو سے پھیر پھیر کر مختلف مقامات پر سامنے لا رکھا گیا وہ بھی مثلوں سے اور دوسری طرف جب کوئی سوال کھڑا ہو کہیں پر راہنمائی درکار ہو تو آپ یہ کہیں کہ اس کا جواب قرآن میں نہیں ہے اس کے حوالے سے قرآن راہنمائی کرنے سے قاصر ہے قرآن خاموش ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہوا؟

ایک ہی صورت ہے یا تو قرآن جھوٹا اور آپ سچے ہیں یا پھر قرآن جھوٹا نہیں بلکہ قرآن سچا ہے اور اس کے برعکس آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں آپ قرآن پر الزام لگا رہے ہیں آپ قرآن پر افتراء کرتے ہیں۔ اور ذرا غور کریں اگر کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو آپ اس سوال کا جواب قرآن سے حاصل کرنے کی بجائے قرآن کے برعکس کسی اور کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آپ کا عمل کس بات کا اعلان کر رہا ہے؟ کیا آپ اپنے عمل سے یہ اعلان نہیں کر رہے کہ قرآن

کے پاس آپ کے سوال کا جواب نہیں ہے۔

کیا آپ اپنے عمل سے یہ اعلان نہیں کر رہے کہ قرآن میں اختلاف موجود ہے ایک طرف قرآن ہر سوال کے جواب دینے کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسری طرف آپ کے سوال کا جواب قرآن کے پاس ہے ہی نہیں؟ اسی لیے تو آپ نے قرآن کے برعکس کسی اور سے رجوع کیا اپنے سوال کے جواب کے لیے۔ اور اگر اسے سچ مان لیا جائے کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود نہیں تو پھر قرآن اللہ کے ہاں سے ثابت ہی نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہوتا ہے جو کہ ناممکن ہے اس لیے یہ کہنا کہ قرآن میں ہر سوال کا جواب نہیں ہے قرآن میں مکمل راہنمائی موجود نہیں ہے یہ بات بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ اللہ پر بہتان عظیم ہے یہ شیاطین کا قول ہے اور ایسا کہنے والا اللہ کا مجرم ہے وہ اللہ پر بہتان عظیم باندھ رہا ہے اگر اس نے رجوع نہ کیا تو دنیا و آخرت میں کوئی اس کی نصرت کرنے والا نہیں۔

اب ان تمام لوگوں سے سوال ہے جو نماز کو الصلاۃ قرار دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کے لیے نماز کو الصلاۃ قرار دینے کی تو بنیاد ہی یہی تھی کہ قرآن الصلاۃ کا حکم تو دیتا ہے مگر الصلاۃ ہے کیا کیسے اور کب قائم کرنی ہے سمیت کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اس لیے ہم نے احادیث کے نام پر روایات سے رجوع کیا اور روایات ہمیں الصلاۃ کے نام پر نماز دیتی ہیں اس لیے نماز ہی الصلاۃ ہے تو اللہ نے قرآن میں آپ کے اس اعتراض کو اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا یوں جس بنیاد پر آپ نماز کو الصلاۃ قرار دیتے ہیں اللہ نے آپ کی اس بنیاد کو ہی کاٹ کر رکھ دیا بنیاد ہی ختم کر دی تو اب آپ کی نماز کا وجود بھی کالعدم ہو چکا۔ اللہ نے اگر قرآن میں الصلاۃ کا حکم دیا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ نے قرآن میں ان سوالات کے جوابات ہی نہ دیئے ہوں کہ الصلاۃ کیا ہے کب کیسے اور کیوں قائم کرنی ہے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ قرآن میں ان سوالات کے جوابات نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے قول و فعل سے اللہ اور قرآن کو جھوٹا کہہ رہا ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ اور قرآن جھوٹا ہو بلکہ اگر کسی کو قرآن میں کسی سوال کا جواب نہیں ملتا تو اس میں قصور قرآن کا نہیں بلکہ قصور ان لوگوں کا اپنا ہے۔ جیسے کسی بھی پرزے کو مشین اس وقت تک قبول نہیں کرتی جب تک کہ وہ اس نقشے و معیار پر پورا نہیں اترتا جو مشین میں فٹ ہونے کے لیے طے کر دیا گیا بالکل اسی طرح آپ کو اس وقت تک قرآن میں کسی سوال کا جواب نہیں مل سکتا اس وقت تک آپ پر قرآن نہیں کھل سکتا جب تک کہ آپ اللہ کے طے کردہ معیار پر پورے نہیں اترتے۔

اب اگر آپ اس معیار پر پورا نہیں اترتے تو ظاہر ہے قرآن آپ پر کیسے کھل سکتا ہے؟ قرآن سے آپ کو آپ کے سوالات کے جوابات کیسے مل سکتے ہیں؟ تو کیا اس کا ذمہ دار قرآن ہے یا آپ خود؟ اس کا قصور وار قرآن ہے یا آپ خود؟ اگر آپ کو قرآن سے کسی سوال کا جواب نہیں ملتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ اور قرآن جھوٹا ہے بلکہ آپ اپنے گریبان میں جھانکیں آپ کو تو فکر لاحق ہو جانی چاہیے کہ قرآن میں سوال کا جواب موجود ہے لیکن مجھے نہیں مل رہا اور آپ کو اگر نہیں مل رہا آپ پر قرآن نہیں کھل رہا تو آپ ابھی تک اس معیار پر پورا نہیں اتر رہے جو قرآن کے کھلنے کے لیے طے کر دیا گیا، آپ اس شرط پر پورا نہیں اتر رہے جو قرآن کے کھلنے کے لیے عائد کر دی گئی لہذا اس کی فکر لاحق ہو جانی چاہیے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ آیا کون سی خامی اپنے اندر موجود ہے کون سی کوتاہی ہو رہی ہے کہاں لاپرواہی ہو رہی ہے کون سا عیب موجود ہے جسے اپنی ذات سے نکال کر جلد از جلد اس معیار پر لائیں جہاں قرآن اپنے راز کھولتا ہے۔ مگر انتہائی افسوس ناک اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود اپنے آپ کو غلط کہنے کی بجائے اپنے اندر خامی تسلیم کرنے کی بجائے قرآن کو نامکمل اور غلط اور خود اپنے آپ کو سچا قرار دیتے ہیں، یہ خود کو غلطیوں، کوتاہیوں و لاپرواہیوں سے پاک اور اللہ کو عیب دار قرار دیتے ہیں۔ اللہ بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے نہ صرف موجود ہے بلکہ اسے ہر پہلو سے مثلوں کیساتھ پھیر پھیر کر تمہارے سامنے لے آئے اور یہ حضرت انسان ہے کہ ماننے کو تیار ہی نہیں یہ کہتا ہے کہ نہیں قرآن میں سب کچھ نہیں ہے اور پھر اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی بے بنیاد و بے ہودہ قسم کی تاویلیں گھڑتا ہے۔

یہ بات آپ پر واضح ہو چکی اور ان لوگوں کا اپنا دعویٰ ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ نماز الصلاۃ ہے تھی نہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہ خود کہتے ہیں کہ نماز ہم نے غیر قرآن سے اخذ کی ہے جب یہ لوگ غیر قرآن سے ایک شئے کو اخذ کر رہے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ قرآن میں اس کا طریقہ نہیں مل رہا تو یہ انتہائی جہالت ہے۔ اگر آپ ایک شئے غیر قرآن سے گھڑ کر اخذ کرتے ہیں اور پھر یہ کہیں کہ قرآن اس پر خاموش ہے قرآن اس پر راہنمائی نہیں کرتا تو ظاہر ہے جب وہ شئے قرآن کی

ہے ہی نہیں تو قرآن اس پر راہنمائی کیونکر کرے گا؟ ایک شئے آپ نے اخذ کی ہوئی ہے اور وہ قرآن میں نہیں ملتی تو اس کا مطلب کہ وہ قرآن نے آپ کو نہیں دی بلکہ آپ نے خود غیر قرآن سے اخذ کی ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرنے تھوڑا ہی آیا ہے جو قرآن اس کی تائید وتصدیق کرے کہ آپ کو اس بارے میں قرآن میں کچھ ملے۔

جو لوگ نماز کو قرآن میں حکم دی گئی الصلاۃ قرار دیتے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنی نماز کو قرآن سے ثابت کر کے دکھائیں؟ اگر قرآن ان کی نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتا ہے تو ہم ماننے کو تیار ہیں اور اگر قرآن اسے الصلاۃ نہیں کہتا بلکہ اس کا رد کرتا ہے تو پھر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں آپ نماز کے نام پر الصلاۃ سے غافل ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ لوگ جس بنیاد پر نماز کو قرآن میں مذکور الصلاۃ قرار دیتے ہیں ان کی وہ بنیاد ہی ختم ہو چکی، ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن الصلاۃ کا حکم تو دیتا ہے مگر الصلاۃ ہے کیا اور کب کہاں اور کیسے قائم کرنی ہے اس پر قرآن خاموش ہے قرآن کوئی راہنمائی نہیں کرتا، قرآن میں مکمل راہنمائی موجود نہیں ہے اس لیے ہم نے الصلاۃ کو جاننے کے لیے احادیث کے نام پر روایات کی طرف رخ کیا جن سے ہم پر واضح ہوا کہ الصلاۃ نماز ہے۔

ان لوگوں کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ثابت ہو چکا ان لوگوں کا یہ دعویٰ نہ صرف بے بنیاد و باطل ہے بلکہ اللہ اور قرآن پر بہتان عظیم ہے۔

اس کے علاوہ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ قرآن میں اللہ نے بار بار حکم دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اللہ کی اطاعت کے لیے قرآن ہے اور رسول چونکہ ہم میں موجود نہیں اس لیے رسول کی اطاعت کے لیے احادیث کے نام پر روایات سے راہنمائی لینا ناگزیر ہے کیونکہ رسول کی اطاعت کے لیے صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے احادیث کے نام پر روایات، احادیث کے نام پر روایات بھی اللہ ہی کی اتاری ہوئی ہیں، احادیث کے نام پر روایات بھی اللہ کی طرف سے اتارا ہوا ہے اس لیے ہم احادیث کے نام پر روایات سے رسول کی اطاعت کی خاطر رجوع کرتے ہیں اور روایات سے ہی ہم پر واضح ہوا کہ قرآن میں اللہ نے جو الصلاۃ کا حکم دیا ہے وہ نماز ہے۔

مطلب یہ کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ احادیث کے نام پر روایات اللہ کا اتارا ہوا نہیں ہے اور جو اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں اللہ اس سے راہنمائی لینے سے سختی کیساتھ منع کرتا ہے تو الصلاۃ کے نام پر نماز جس کی بنیاد ہی احادیث کے نام پر روایات ہیں نماز بے بنیاد و باطل ثابت ہو جائے گی جس کا الصلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں، نماز الصلاۃ کے نام پر محض ایک دھوکہ ہے جو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر تو اللہ نے اس قرآن میں ہر سوال کا جواب نہیں دیا اس قرآن میں سب کا سب نہیں ہے تو پھر بلا شک وشبہ راہنمائی کے لیے کسی بھی سوال کے جواب کے لیے قرآن کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس سے رجوع کیا جاسکتا ہے اس سے راہنمائی لی جاسکتی ہے اور اگر قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے اگر قرآن میں سب کا سب موجود ہے اور ہر پہلو سے موجود ہے تو پھر غیر قرآن سے راہنمائی کی نوبت ہی پیش نہیں آتی اور نہ ہی کسی بھی صورت غیر قرآن سے کسی بھی معاملے یا مسئلے کے حل کے لیے یا راہنمائی کے لیے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

اگر اللہ نے قرآن میں سب کا سب بیان کر دیا ہر سوال کا جواب رکھ دیا تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے ایسا اللہ نے صرف اور صرف اسی لیے کیا کیونکہ اللہ نہیں چاہتا ہے کہ اس قرآن کے علاوہ کسی اور کی طرف رجوع کیا جائے اور اگر اس کے باوجود کوئی رجوع کرتا ہے تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ نہ صرف وہ اس بات کا کفر کرتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ ہے بلکہ غیر قرآن اس کی کسی بھی معاملے میں راہنمائی کر ہی نہیں سکتا اور ایسا کرنے والا ہر لحاظ سے گمراہی کا ہی شکار ہو گا۔

پیچھے آپ جان چکے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں ہی یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے وہ سب کا سب نہ صرف بیان کر دیا بلکہ ہر پہلو سے ایک سے زائد مقامات پر پھیر پھیر کر مثلوں سے بیان کر دیا ہر سوال کا جواب رکھ دیا مکمل راہنمائی رکھ دی جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی بھی صورت غیر قرآن کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا نہ ہی غیر قرآن کسی بھی سوال کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے خواہ

کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اور اگر اس کے باوجود کوئی غیر قرآن سے راہنمائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لیے صرف اور صرف گمراہی ہی ہو گی۔ اور نماز کے بارے میں تو ہر کوئی جانتا ہے کہ نماز کے بارے میں قرآن میں اشارہ تک بھی نہیں ہے نماز مکمل طور پر غیر قرآن کی وضع کردہ ہے جس سے نماز کی حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نماز الصلاۃ کے نام پر عظیم دھوکہ ہے جو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اور دوسری بات جو کہا جاتا ہے کہ روایات حدیث ہیں احادیث کے نام پر روایات بھی اللہ کی اتاری ہوئی ہیں جیسے قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے تو دیکھیں اس بارے میں بھی اللہ نے قرآن میں کیا کہا۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۔ الزمر ۲۳

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ یعنی اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی ایسی بہترین تاریخ ہے کہ اس سے بہتر کوئی تاریخ ہو ہی نہیں سکتی كِتٰبًا ایک ہی کتاب مُّتَشَابِهًا جو سامنے تو سب کے ہے سب کو نظر آ رہی ہے ہر کوئی دیکھ سن اور پڑھ رہا ہے لیکن وہ کیا ہے اس کے بارے میں علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں ہے مَّثَانِىَ ایسے ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار یعنی اس میں ہر دوسری آیت، ہر دوسرا جملہ، لفظ بات ایسی ہے کہ ان میں ایسا ربط قائم ہے جیسے جسم میں تمام کے تمام اعضاء کا آپس میں گہرا ربط قائم ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ اللہ کا اتارا ہوا کیا ہے اللہ نے اس آیت میں یہ بھی نہیں کہا کہ اللہ نے قرآن اتارا تھا بلکہ اللہ کا کہنا ہے کہ اللہ کا اتارا ہوا وہ ہے جس میں یہ خصوصیات و شرائط پائی جاتی ہیں پہلی خصوصیت و شرط کہ وہ احسن الحدیث ہو یعنی اپنے اتارے جانے سے لیکر الساعت کے قیام تک کی بہترین تاریخ ہو ایسی بہترین کہ اس جیسی یا اس سے بہتر کوئی تاریخ ہو ہی نہیں سکتی پھر دوسری خصوصیت و شرط کہ ایک ہی کتاب تیسری وہ ہے تو سب کے سامنے ہر کوئی اسے دیکھ، سن یا پڑھ رہا ہے لیکن اس کے بارے میں مکمل علم چھپا دیا گیا کسی کو نہیں علم کہ اس میں کہاں کیا کہا جا رہا ہے جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس نہیں اس لیے اسے اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا کہ کہاں کیا بات کی گئی ہے کہاں کیا کہا گیا ہے اور چوتھی خصوصیت و شرط ہے کہ مثانی ہے یعنی اس میں ہر دوسری آیت، جملہ، لفظ یا بات ایسی ہے کہ اس کا اگلی سے گہرا ربط ہے بالکل ایسے ہی جیسے کہ مشین میں تمام کے تمام پرزوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط ہوتا ہے جیسے جسم میں تمام اعضاء مثانی ہیں یعنی ہر عضو دوسرے کیساتھ جڑا ہوا ہے دوسرے کیساتھ مشروط ہے۔

اب اگر کوئی بھی دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں اللہ، ایشور یا گاڈ کا اتارا ہوا ہے فلاں کتاب اس کی اتاری ہوئی ہے تو ایسے تمام کے تمام مواد کو سامنے رکھا جائے گا تمام کی تمام کتابوں کو جس جس کے بارے میں بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے اور پھر دیکھا جائے گا کہ ان میں سے کون سا ایسا ہے کہ اس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ وہ ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو جس میں بھی یہ خصوصیات پائی جائیں جو بھی ان شرائط پر پورا اترے وہ بلا شک و شبہ اللہ کا اتارا ہوا ہے اور جس میں بھی یہ خصوصیات و شرائط نہیں پائی جائیں وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں خواہ کوئی کچھ ہی کیوں نہ کر لے۔

اور جب ایسے تمام کے تمام مواد کو پرکھا جائے تو صرف اور صرف عربی متن میں قرآن ہے جس میں نہ صرف یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں بلکہ ان شرائط پر پورا اترتا ہے۔ حدیث یا احادیث کے نام پر روایات تو بعد کی بات ہے قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر جو کچھ بھی موجود ہے ان میں سے بھی کچھ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہوں جو ان شرائط پر پورا اترا ہو یہاں تک کہ کوئی ایک بھی ترجمہ و تفسیر تک ایسا نہیں ہے۔ اب جب کوئی ایک بھی ترجمہ و تفسیر ایسا نہیں کہ جس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہوں جو ان شرائط پر پورا اترے تو تراجم و تفاسیر میں کی گئی کسی بھی بات کو اللہ کی بات کہنا اللہ پر بہتان عظیم ہے روایات کو اللہ کا اتارا ہوا کہنا اور ان سے راہنمائی کی خاطر رجوع کرنا یہ شرک عظیم ہے بھلا جس کے بارے میں اللہ خود کہہ رہا ہے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں تو پھر اس کی بات کی اہمیت و حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ اس سے راہنمائی کیونکر لی جا سکتی ہے؟

کسی بھی صورت اس سے راہنمائی نہیں لی جا سکتی یوں اس طرح بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ نماز کی بنیاد روایات کے علاوہ قرآن کے نام پر قرآن پر باندھا گیا بہتان عظیم جو کہ شیاطین کا کلام تراجم و تفاسیر ہیں نہ کہ قرآن، جس وجہ سے نماز کا الصلاۃ کیساتھ کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ نماز الصلاۃ کے نام پر دیا جانے والا وہ عظیم دھوکہ ہے جس نے نہ صرف اکثریت کو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کر دیا بلکہ آج پوری زمین اسی وجہ سے ہی فساد عظیم اور

اس کے سبب طرح طرح کی تباہیوں کی زد میں ہے یہ سب کا سب اسی نماز کی ہی مرہون منت ہے اسی نماز ہی کی وجہ سے ہے۔

پھر اس کے علاوہ آپ پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ جب یہ رسول کی اطاعت کے لیے ختم نبوت کے نام پر النبیّن و رسول کی بعثت کا دروازہ ہی بند کر دیتے ہیں جس سے یہ کہتے ہیں کہ رسول محمد تھا اور محمد کی اطاعت کے لیے حدیث کے نام پر روایات ناگزیر ہیں ان کے یہ تمام تر عقائد ونظریات بالکل بے بنیاد اور باطل ہیں ان کا حق کیساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ سب تو الٹا حق کی ضد باطل ہے۔ اللہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ اللہ نے دروازہ بند کر دیا بلکہ اللہ نے کہا کہ مومن ہیں ہی وہ جو رسولوں کو تسلیم کرنے والے ہیں یعنی جب ان کی موجودگی میں کوئی اللہ کا بھیجا ہوا آتا ہے تو جو اس کی بات کو مانیں گے اس کی اطاعت کریں گے وہ مومن ہوں گے نہ کہ اللہ نے اس کی اطاعت کا کہا جس کی موت ہو چکی ہے جو موت کو الٰہ بناتے ہیں ان سے بڑا کوئی مشرک ہو سکتا ہے؟

حدیث کا نام دیں یا احادیث ان روایات کی کسی بھی قسم کی کوئی حیثیت واہمیت نہیں ہے سوائے قرآن کے شریک کے، یہ سب کا سب جو کچھ بھی حدیث کے نام پر موجود ہے اور جو بھی تراجم وتفاسیر کے نام پر موجود ہے قرآن کے شریک ہیں اس لیے حدیث کے نام پر دیئے جانے والے دھوکے کی بنیاد پر نماز کا تو کوئی وجود ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ نماز تو کالعدم ثابت ہو جاتی ہے اور جو نماز نماز کے رٹے لگا رہے ہیں وہ تمام کے تمام لوگ الصلاۃ کے منکر ہیں وہ الصلاۃ کا کفر کر رہے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ الصلاۃ اصل میں ہے کیا۔

نماز کو ہی الصلاۃ قرار دینے والوں کے لیے ایک نکتہ جو انتہائی اہم ہے وہ یہ ہے کہ الصلاۃ دین کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے یعنی دین کی جب بنیاد رکھی گئی جب انسانوں کو دین دیا گیا تو پانچ ارکان پر مشتمل دین دیا گیا ان میں دوسرا بنیادی رکن الصلاۃ ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الصلاۃ سے مراد یہی نماز ہے تو لامحالہ پیچھے جتنے بھی رسول گزرے ان سب کو یہی نماز ہی پڑھنی چاہیے تھی تو ذرا غور کریں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی رسول ایسا ملتا ہے جس نے الصلاۃ کے نام پر یہی نماز پڑھی یا اپنی قوم کو نماز کا حکم دیا؟

نوح اور اس کے فلٹر سے نکل کر آنے والے جو کہ نوح ہی بنے ان کو لے لیں کیا نوح اللہ کا رسول نہیں تھا؟ اگر رسول تھا تو کیا نوح نے الصلاۃ قائم نہیں کی؟ اگر نوح نے الصلاۃ قائم کی تو پھر نوح نے کیا الصلاۃ کے نام پر یہی نماز پڑھی یا پھر نوح نے ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی بلکہ اس کے بالکل برعکس کچھ اور کیا جسے اللہ نے الصلاۃ کہا جو کہ الصلاۃ تھی؟ آخر وہ کون سی الصلاۃ ہے جو نوح نے قائم کی؟ اسی طرح عاد اور اس کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن کو لے لیں اور پھر ان کی قوم کی طرف بھیجے جانے والے ان کے بھائی ھود کو لے لیں ان سب نے کون سی الصلاۃ قائم کی؟ کیا انہوں نے بھی الصلاۃ کے نام پر نمازیں پڑھیں؟ یا پھر انہوں نے کچھ اور کیا جسے اللہ نے اس قرآن میں عربوں کی زبان میں الصلاۃ کہا؟ ایسے ہی ثمود اور اس کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن اور پھر ان کی قوم کے آخرین میں ان کے بھائی صالح کو ان کی قوم میں بھیجا تو کیا ان سب نے بھی الصلاۃ کے نام پر یہی نمازیں پڑھیں یا پھر انہوں نے کچھ اور کیا جسے اللہ نے اس قرآن میں عربوں کی زبان میں الصلاۃ کہا؟ ایسے ہی مدین اور اس کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن اور ان کی قوم کے آخرین میں بھیجے جانے والے ان کے بھائی شعیب کو ہی لے لیں انہوں نے کیا کیا جسے اللہ نے الصلاۃ کہا یا پھر انہوں نے بھی یا ان میں سے کسی ایک نے بھی الصلاۃ کے نام پر یہی نمازیں پڑھیں جو آپ آج تک پڑھ رہے ہیں؟ ایسے ہی لوط کی مثال لے لیں، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ وعیسیٰ اور ان کے درمیان آنے والے النبیّن کو لے لیں یہاں تک کہ محمد کی بعثت سے قبل تک جتنے بھی رسول بعث کیے گئے یا ان کے فلٹر سے نکل کر آنے والے جتنے بھی النبیّن ہیں کسی ایک کو بھی سامنے رکھ لیں تو آپ کو کسی ایک کی بھی ذات میں کسی ایک کی بھی زندگی میں الصلاۃ کے نام پر کسی بھی قسم کی کسی نماز کا شائبہ تک نہیں ملے گا اور جب کسی ایک بھی رسول یا نبی نے الصلاۃ کے نام پر ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی تو پھر محمد اللہ کا رسول ایسا کیسے کر سکتا ہے؟

کیونکہ اگر نماز ہی الصلاۃ تھی تو پھر ہر رسول کو نماز ہی پڑھنی چاہیے تھی۔ اللہ نے روز اول سے انسانوں کے لیے ایک ہی دین کا انتخاب کیا جسے بار بار بدل دیئے جانے پر اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے بار بار واضح کیا اور اسی کا دوسرا رکن الصلاۃ ہے۔

اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رسول ایسا سامنے نہیں آتا جس نے نماز کو ہی الصلاۃ کے نام پر کیا تو اس کا مطلب ہے کہ جس نماز کو آج الصلاۃ کہا جا رہا ہے یہ بالکل بے بنیاد ہے اس کا الصلاۃ کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ الصلاۃ کے نام پر دیا گیا وہ دھوکہ ہے جس نے الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی

غافل کر دیا۔ یوں اس پہلو سے بھی یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نماز الصلاۃ نہیں ہے بلکہ الصلاۃ کے نام پر دیا جانے والا دھوکہ ہے دجل عظیم ہے فریب ہے جس نے اکثریت کو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کر دیا۔

پیچھے آپ پر مختلف پہلوؤں سے واضح کر دیا گیا کہ نماز الصلاۃ نہیں ہے بلکہ نماز نہ صرف الصلاۃ کے نام پر دیا گیا دھوکہ ہے بلکہ نماز نے الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کر دیا جس وجہ سے آج کسی کو بھی نہیں علم کہ الصلاۃ کیا ہے سوائے اللہ کے۔ اور جن دلائل کی بنیاد پر نماز کو الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے ان کی بھی حقیقت آپ پر واضح کر دی گئی ان کے علاوہ قرآن کی کچھ ایسی آیات ہیں جن کے تراجم و تفاسیر کو بنیاد بناتے ہوئے ان سے یہ لوگ اپنی نماز ہی کی مثل غسل، وضو، تیمّم، قصر نماز اور نمازوں وغیرہ کے اوقات اور نمازوں کے نام وغیرہ اخذ کرتے ہوئے انہیں اپنی نماز کے لیے بطور دلائل استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اگر نماز الصلاۃ نہیں تو پھر الصلاۃ سے پہلے غسل کا کیا کرو گے جس کا مطلب نہانا ہے، وضو کا کیا کرو گے جس کا مطلب چہرہ، ہاتھ، پاؤں دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے یعنی سر پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنا مراد ہے، تیمّم کا کیا کرو گے جس کا مطلب مٹی کو ہاتھ پر مل کر چہرے اور ہاتھوں پر ملنا ہے وغیرہ اور قصر کا کیا کرو گے اوقات کا کیا کرو گے وغیرہ اور پھر بالآخر کہتے ہیں کہ یہ سب کا سب تو صرف اور صرف نماز پر ہی فٹ ہوتا ہے اس لیے نماز ہی الصلاۃ ہے۔

چونکہ کسی کے پاس علم نہیں ہے، جس وجہ سے لوگ ان کی ان بے ہودہ، بے بنیاد اور جہالت پر مبنی باتوں کا شکار ہو کر نماز کو ہی الصلاۃ تسلیم کر لیتے ہیں لیکن اب ایسا نہیں ہوگا بلکہ ان کا قرآن کی آیات کو بنیاد بنا کر دیا جانے والا یہ دھوکہ بھی آگے چل کر اپنے مقام پر آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا جس سے نہ صرف ان کے غسل، وضو، تیمّم، قصر اور اوقات نامی دھوکے چاک کر دیئے گئے بلکہ جتنا ان لوگوں کے لیے یہ آیات تراجم و تفاسیر کی صورت میں تقویت بنی ہوئی تھیں جن سے یہ اپنی نمازیں ثابت کرتے اس سے کئی گنا بڑھ کر انہی آیات سے ان کی نمازوں کی حقیقت کھول کر واضح کر دی گئی انہیں آیات نے ان کی نماز کی تمام تر بنیادیں ہی اکھاڑ کر رکھ دیں۔

یہاں یہ بات بھی جان لیں کہ نماز جسے یہ الصلاۃ قرار دیتے ہیں نماز پڑھی جاتی ہے نہ کہ قائم کی جاتی ہے اور پورے قرآن میں اللہ نے کسی ایک مقام پر بھی یہ نہیں کہا کہ الصلاۃ پڑھو بلکہ اس کے بالکل برعکس الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا۔

اور پھر اگر ان کے سامنے قرآن کی ان آیات کو رکھا جائے کہ قرآن میں تو اللہ الصلاۃ کے قیام کا حکم دے رہا ہے نہ کہ پڑھنے کا تو ان لوگوں کا جواب ہوتا ہے کہ نماز کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں میں صفیں باندھ کر یعنی لائنوں میں مولوی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا الصلاۃ قائم کرنا کہلاتا ہے اور پھر اس سے ایک قدم مزید آگے بڑھتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان معاشرے میں اقیمو الصلاۃ مطلب ہے کے نماز کا نظام قائم کرنا ہے اور نماز کا نظام یہ ہے کہ پورے مسلمان معاشرے میں جیسے ہی نماز کا وقت ہو اور اذان دی جائے تو سب کے سب کاروبار، کام کاج وغیرہ چھوڑ کر مسجدوں کا رخ کر لیں اور صفیں باندھ کر مولوی کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس وقت کہیں بھی کوئی بے نمازی نہیں ہونا چاہیے یہ ہے اقیمو الصلاۃ یعنی نماز کا قائم کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کے یہ جتنے بھی خود ساختہ بے ہودہ و بے بنیاد و جہالت پر مبنی دلائل ہیں جیسے جیسے آپ آگے بڑھیں گے تو ان کی حقیقت آپ پر واضح ہوتی چلی جائے گی اور پھر خواہ کوئی کچھ ہی کیوں نہ کر لے وہ نماز کو الصلاۃ قرار دینا تو بہت دور کی بات ہے نہ تو اپنی نمازوں کا دفاع کر پائے گا اور نہ ہی اپنی نمازوں کا کوئی وجود ثابت کر پائے گا۔

اب تک یہ بات واضح ہو چکی کہ نماز کسی بھی صورت الصلاۃ نہیں ہے بلکہ نماز الصلاۃ کے نام پر دیا جانے والا دھوکہ ہے جس کا شکار ہو کر اکثریت الصلاۃ سے غافل ہو چکی ہے لیکن اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز الصلاۃ نہیں جو کہ بالکل کھل کر واضح ہو چکا تو پھر الصلاۃ آخر ہے کیا؟ اور اسی سوال کا جواب ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرنے کے لیے اب ہم بات کریں گے الصلاۃ پر کہ الصلاۃ کیا ہے اور الصلاۃ کے بارے میں مکمل بات کریں گے، الصلاۃ پر اس طرح ہر پہلو سے کھول کھول کر بات کریں گے کہ جس سے نہ صرف الصلاۃ پر مکمل راہنمائی ہو جائے بلکہ الصلاۃ کے بارے میں کوئی

سوال سوال نہ رہے یہاں تک کہ کوئی چاہ کر بھی کوئی سوال کھڑا نہ کر سکے یا کسی بھی قسم کے شک وشبہ کا شکار نہ رہے اور ہر کسی پر الصلاۃ ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے مکمل طور پر کھل کر واضح ہو جائے۔

الصلاۃ:۔ عربی کے علاوہ بھی یہ مسلّم اصول ہے کہ اگر کسی بھی بات، شیئے یا ذات کی سمجھ نہ آئے تو اس کی ضد کو سمجھ لیا جائے اگر اس کی ضد کی سمجھ آ جائے تو وہ بات وہ شیئے یا وہ ذات آپ کو خود بخود سمجھ آ جائے گی یعنی خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گی۔ ہمارا موضوع ہے ''الصلاۃ'' اگر اس جملے ''الصلاۃ'' کی سمجھ نہیں آتی تو اس کی ضد کو سمجھ لینا چاہیے اگر اس کی ضد سمجھ آ جائے تو ''الصلاۃ'' کی خود بخود سمجھ آ جائے گی الصلاۃ کیا ہے خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گی۔ الصلاۃ کی ضد کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ہوگا کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے جس کے لیے اللہ سے سوال کیا جائے کہ اے اللہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے تو اللہ نے قرآن میں اس سوال کا جواب بھی رکھ دیا کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے اس لیے اب آپ پر لازم ہے کہ آپ قرآن سے اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے۔ اور جب آپ قرآن کو کھول کر قرآن میں الصلاۃ تلاش کریں تو ہر مقام پر آپ کو الصلاۃ کے علاوہ اس کی ضد بھی ملے گی لیکن یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ اللہ نے قرآن میں کسی بھی بات کو نہ ہی کسی ایک مقام پر بیان کیا اور نہ ہی کسی ایک پہلو سے بلکہ اللہ نے جو بھی بات کی اسے ایک سے زائد مقامات پر مختلف پہلوؤں سے سامنے رکھا اس لیے اگر کہیں سمجھ میں نہ آئے کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے تو باقی مقامات پر دیکھ لیا جائے جس سے بہت ہی آسانی کیساتھ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے۔

اب جب قرآن میں الصلاۃ کی ضد کو تلاش کیا جائے تو پورے قرآن میں مختلف پہلوؤں سے فساد کو الصلاۃ کی ضد قرار دیا یعنی الصلاۃ کی ضد ''فساد'' ہے۔ مثلاً آپ سورت الفاتحہ کے بعد قرآن کی ابتداء میں ہی سورت البقرہ کی پہلی پانچ آیات کو دیکھیں تو ان میں اللہ نے ان لوگوں کو واضح کر دیا جو فلاح پا رہے ہیں اور اس کے لیے اللہ نے الصلاۃ کا حکم دیا اور پھر اگلی پانچ آیات میں ان کا ذکر کیا جو فلاح نہیں پا رہے بلکہ ان کے لیے عذاب الیم ہے اور پھر جس وجہ سے ان کے لیے عذاب الیم ہے وہ وجہ یہی ہے کہ حکم الصلاۃ کا دیا گیا لیکن انہوں نے الصلاۃ قائم نہ کی اور ظاہر ہے اگر الصلاۃ قائم نہیں کی تو پیچھے اس کی ضد ہی رہ جاتی ہے کیونکہ اللہ نے ہر شیئے سے اس کا جوڑا خلق کیا ہے اگر الصلاۃ قائم نہیں کی جاتی تو پھر ایک ہی شیئے بچتی ہے اور وہ ہے الصلاۃ کی ضد جو انہوں نے کیا جس کی وجہ سے ان کے لیے عذاب الیم ہے اور پھر اسی کو اگلی آیات میں اللہ نے فساد کہا جیسا کہ ترتیب کیساتھ سورۃ البقرۃ کی آیات سے الصلاۃ اور اس کی ضد فساد کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ. الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ. وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِکَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. البقرة ۱ تا ۵

یہ سورۃ البقرۃ کی پہلی پانچ آیات ہیں جن میں اللہ نے ان لوگوں کی وضاحت کر دی ان کا ذکر کر دیا ان کی نشاندہی کر دی جو اپنے ربّ سے ہدایت پر ہیں اور فلاح پا رہے ہیں یعنی جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا اسے پہچان کر اسے پورا کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

اب ذرا غور کریں تو اللہ نے فلاح کے لیے جو کرنے کا حکم دیا وہ صرف اور صرف ایک ہی کام ہے اور وہ ہے ''الصلاۃ''۔ جیسے کسی کام کے کرنے کے لیے پہلے کچھ شرائط ہوتی ہیں جب تک ان شرائط کو پورا نہیں کیا جاتا کام کرنا ناممکن ہوتا ہے اور جب کام کر لیا جائے تو اسے قائم رکھنے کے لیے بھی کچھ شرائط پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے جب تک ان پر عمل کیا جائے گا ان کو پورا کیا جائے گا تو کام قائم رہے گا بالکل اسی طرح ان آیات میں واضح کیا گیا کہ اصل مقصد ہے الصلاۃ اور الصلاۃ سے پہلے کچھ شرائط پر پورا اترنا یا انہیں پورا کرنا لازم ہے وہ ہیں ایک تو تقویٰ کا حصول دوسرا غیب کیساتھ مومن بننا۔ جب تک تقویٰ نہیں ہوگا تو نہ ہی غیب کا علم ہو سکے گا اور نہ ہی غیب کیساتھ مومن بننے کا اور جب تقویٰ کے بغیر الصلاۃ سے قبل عائد شرائط کا ہی علم حاصل نہیں ہو سکتا ان کے بارے میں راہنمائی نہیں ہو سکتی تو پھر الصلاۃ اور اس کے بعد کیا کرنا ہے جس سے الصلاۃ قائم رہے وہ تو بہت دور کی بات ہے اس لیے الصلاۃ سے قبل سب سے پہلے تقویٰ اس کے بعد راہنمائی ہوگی کہ الصلاۃ سے پہلے کن شرائط پر پورا اترنا ہے اس کے بعد الصلاۃ قائم کی جائے گی اور جب الصلاۃ قائم کر لی جائے گی تو الصلاۃ کو قائم کرنے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا یعنی الصلاۃ کو ہر اس شیئے سے محفوظ رکھنا ہوگا بچانا ہوگا ہر اس شیئے کو الصلاۃ سے دور کرنا ہوگا جو بھی الصلاۃ کے لئے نقصان دہ ہے

الصلاۃ کو مٹا سکتی ہے اس میں خرابیاں کر کے اسے ختم کر سکتی ہے اور یہ ان آیات میں واضح کیا گیا کہ الصلاۃ کے بعد رزق ینفقون کرنا ہے۔

ان آیات میں اصل میں ایک ہی کام کا حکم دیا گیا اور وہ ہے الصلاۃ قائم کرنا اس کے علاوہ جو کہا گیا وہ الصلاۃ کے ہی ذیلی احکامات ہیں یعنی الصلاۃ سے پہلے کچھ شرائط ہیں اور الصلاۃ کے بعد اسے قائم رکھنے کے لیے جو کرنا لازم ہے اسے واضح کیا گیا جس سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل میں ایک ہی کام کا حکم دیا گیا اور وہ ہے الصلاۃ۔

اور پھر آگے دیکھیں سورۃ البقرۃ کی اگلی پانچ آیات میں الصلاۃ کی ضد کو واضح کیا گیا کہ الصلاۃ کی ضد کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ. خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ. وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ. یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَمَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ. فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ .البقرۃ ٦ تا ١٠

سورت البقرۃ کی ان اگلی پانچ آیات میں ان لوگوں کی نشاندہی کردی گئی جو فلاح نہیں پار ہے بلکہ اس کے برعکس ان کے لیے عذاب الیم ہے اور عذاب الیم اس سبب جو وہ کذب کر رہے ہیں۔ اور وہ کس کا کذب کر رہے ہیں کس وجہ سے انہیں عذاب الیم کی بشارت سنائی گئی اس کا ذکر آیت نمبر چھ میں موجود ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اس میں کچھ شک نہیں ایسے لوگ جو کرنے کا کہا جا رہا ہے اس کے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کرنے کا حکم دیا اللہ نے جس کا یہ لوگ انکار کر رہے ہیں؟ تو پہلی پانچ آیات میں دیکھیں آپ پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے اقیمو الصلاۃ کا حکم دیا۔ پہلی پانچ آیات میں اللہ نے الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا اور اگلی پانچ آیات میں ان کا ذکر کیا جو الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ اس کی ضد کر رہے ہیں اور الصلاۃ کی ضد کیا ہے جو وہ کر رہے ہیں آیت نمبر گیارہ میں دوٹوک الفاظ میں اس کا ذکر کر دیا کہ فساد کر رہے ہیں جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ. اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ . البقرۃ ١١، ١٢

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ اور تب کہا جاتا ہے ان کو جو اس وقت زمین پر انسان موجود ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب کہا جاتا ہے تو پیچھے پہلے ہی واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے حکم دیا الصلاۃ قائم کرنے کا اور ان لوگوں نے اللہ کے حکم کا کفر کر دیا یعنی الصلاۃ قائم کرنے کا انکار کر دیا۔ جب الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا اس کا انکار کر دیا تو پھر جو کر رہے ہیں وہ ایک ہی شیئے بچتی ہے اور وہ ہے الصلاۃ کی ضد یعنی الصلاۃ قائم کرنے سے جو لوگ انکار کر رہے ہیں اور اس کے برعکس اس کی ضد کر رہے ہیں تب ان کو کہا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کہا گیا تو جواب پہلے ہی واضح ہے ظاہر ہے وہی کہا جائے گا کہ یہ جو تم کر رہے ہو یہ کرنے کا نہیں کہا گیا یہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی ضد فساد ہے تو دیکھیں یہی بات آیت میں بھی موجود ہے لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ نہ کرو جو بھی تم کر رہے ہو فساد کر رہے ہو ارض میں یعنی زمین میں۔

یعنی آپ نے جان لیا کہ اللہ نے حکم دیا الصلاۃ کا لیکن ان لوگوں نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور جو کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے الصلاۃ تو ہو ہی نہیں سکتی وہ الصلاۃ کی ضد ہے تو تب انہیں کہا گیا کہ نہ کرو تم فساد کر رہے ہو اور پھر آگے سے یہ لوگ ایسا نہیں کہہ رہے کہ ہاں ہم اللہ کی بات نہیں مان رہے ہم الصلاۃ کی بجائے فساد کر رہے ہیں بلکہ آگے سے کہہ رہے ہیں کہ ہم تو اللہ کی بات مان رہے ہیں ہم تو الصلاۃ ہی قائم کر رہے ہیں ہم جو کر رہے ہیں الصلاۃ قائم کر رہے ہیں جیسا کہ آیت میں آگے یہی بات آپ کے سامنے ہے قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ آگے سے جواب دے رہے ہیں کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم جو بھی کر رہے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں یعنی ہم فساد نہیں کر رہے بلکہ ہم تو الصلاۃ قائم کر رہے ہیں جس سے اصلاح ہو رہی ہے نہ کہ فساد۔

پھر اگلی آیت میں اللہ کا کہنا ہے اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ جان لو اس میں کچھ شک نہیں اس وقت جو موجود ہیں اور جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ لوگ الصلاۃ کی بجائے فساد ہے جو کر رہے ہیں لیکن ان کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ فساد نہیں بلکہ الصلاۃ قائم کر رہے ہیں جس سے اصلاح ہو رہی ہے تو یہ سچ نہیں ہے یہ حق نہیں ہے بلکہ یہ لوگ فساد کر رہے ہیں اور لیکن انہیں شعور نہیں ہے یعنی ان کی عقلوں میں یہ بات نہیں آ رہی اس وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جو بھی کر رہے ہیں فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہیں۔

یوں قرآن کے شروع میں ہی یہ بات بالکل کھل کر آپ کے سامنے آچکی ہے کہ اللہ نے قرآن کے شروع میں ہی الصلاۃ کی ضد فساد کو قرار دیا۔ الصلاۃ کی ضد فساد ہے۔

اسی طرح آپ کو پورے کے پورے قرآن میں یہی بات ملے گی کہ اللہ نے الصلاۃ کی ضد فساد کو قرار دیا یا اگر اس سے ایک قدم پیچھے بالکل بنیاد پر جائیں تو وہ اعمال جن سے اصلاح ہوتی ہے یعنی خرابیاں، بگاڑ دور ہو کر شئے ٹھیک ہو جاتی ہے اسے الصلاۃ کہا گیا اور وہ اعمال جن سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے خرابیاں ہوتی ہیں توازن بگڑ جاتا ہے انہیں الصلاۃ کی ضد کہا جس سے اصلاح نہیں بلکہ فساد ہوتا ہے۔

الصلاۃ کی ضد فساد ہے اس کو قرآن کی درج ذیل آیات سے بھی آپ با آسانی جان سکتے ہیں تا کہ آپ پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے اور پھر اس کے باوجود آپ کفر کرتے ہیں تو کل کو آپ کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی بہانہ نہ رہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ. وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ. وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ. الحج ۴۱ تا ۴۴

ان آیات میں اللہ نے بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ جنہیں بھی زمین میں اختیار و اقتدار دیا جاتا ہے اور دیا گیا تو صرف اور صرف اس مقصد کے لیے کہ وہ الصلاۃ قائم کریں اور پھر اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ ماضی میں ہلاک ہونے والی اقوام قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم، اصحاب مدین یعنی قوم شعیب اور آل فرعون کو بھی یہی کہا تھا کہ الصلاۃ قائم کریں۔ انہیں اگر زمین میں اختیار و اقتدار دیا تھا تو اسی لیے دیا تھا کہ وہ الصلاۃ قائم کریں لیکن انہوں نے بالکل ایسے ہی کذب کر دیا جیسے آج موجود لوگ کذب کر رہے ہیں یعنی جو کرنے کا کہا گیا وہ نہیں کیا اور اس کے برعکس ہی کیا اور کر رہے ہیں جو کہ الصلاۃ کی ضد ہے۔

پھر آپ قرآن میں دیکھیں کہ ان تمام قوموں نے کیا کیا؟ تو آپ کے سامنے ایک نہیں دو نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں آیات آئیں گی جن میں ہر پہلو سے یہی بات واضح کی گئی کہ ان لوگوں نے ان قوموں نے الصلاۃ کی بجائے فساد کیا جیسے آج الصلاۃ کی بجائے فساد کیا جا رہا ہے زمین میں اور جیسے آج اسی فساد کے سبب تباہیاں و ہلاکتیں آ رہی ہیں بالکل ایسے ہی وہ قومیں بھی اسی فساد کے سبب ہلاک ہوئیں۔

جیسا کہ آپ درج ذیل آیات میں دیکھ سکتے ہیں جن میں اللہ نے واضح کر دیا کہ ان قوموں نے فساد کیا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. الاعراف ۷۴

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. الاعراف ۸۵

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ. الاعراف ۱۰۳

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. ھود ۸۵

یہ چند آیات ہیں جن میں واضح طور پر کہا گیا کہ وہ قومیں جو اس سے پہلے زمین پر آباد تھیں جو کہ ہلاک ہو چکیں جیسے کہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین، قوم لوط اور آل فرعون وغیرہ ان سب کے سب نے زمین میں فساد کیا وہ مفسد تھے اور پیچھے آپ جان چکے کہ اللہ نے کہا کہ ہم نے انہیں یہی کہا تھا کہ الصلاۃ قائم کرو لیکن انہوں نے الصلاۃ قائم نہ کی اور یہاں واضح کر دیا کہ انہوں نے الصلاۃ کی ضد فساد کیا۔ یوں آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کی ضد فساد ہے۔

اب ہم سب سے پہلے آپ پر واضح کریں گے کہ فساد کیا ہے جب فساد واضح ہو جائے گا تو الصلاۃ خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گی کہ الصلاۃ کیا ہے۔ اس کے علاوہ الصلاۃ کو بھی مختلف پہلوؤں سے کھول کھول کر واضح کریں گے اس کے بعد الصلاۃ پر تفصیل کیساتھ قرآن کی آیات کی روشنی میں بات کریں گے۔

فساد بنا ہے ''فسد'' سے جو کہ جملہ ہے اور دو الفاظ ''فس اور سد'' کا مجموعہ ہے۔ ''فس'' کے معنی ہیں تبدیلی کے یعنی بدلنے کے، شئے کا اپنے اصل مقام سے ہٹ جانا یا ہٹا دیا جانا اس میں تبدیلی کر دینا خواہ اس کے معیار میں تبدیلی کا ہونا، مقام میں یا کسی بھی لحاظ سے کسی بھی سطح پر تبدیلی کو ''فس'' کہتے ہیں اور ''سد'' کے معنی ہیں رکاوٹ۔ اب دونوں الفاظ ''فس اور سد'' کو جمع کیا جائے تو جملہ وجود میں آئے گا ''فسد'' جس کے معنی بنیں گے تبدیلی کا ہونا جس سے رکاوٹ ہو جانا۔

مثلاً اگر یہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے کسی مشین کے لیے تو سب سے پہلے آپ دیکھیں کہ مشین اصل میں ہے کیا؟ مشین نہ صرف ایک وجود ہے بلکہ وہ بہت سے پرزوں کا مرکب ہے اس میں ہر پرزے کا نہ صرف طے شدہ معیار ہے بلکہ ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے جب تمام کے تمام پرزے اپنے اپنے مقام پر قائم ہوتے ہیں تو نہ صرف ہر پرزے کا آپس میں دوسرے کے ساتھ ربط قائم ہو جاتا ہے بلکہ ایک نظم ایک تسلسل وضع ہو جاتا ہے ایک میزان یعنی توازن وضع ہوتا ہے اور اگر مشین میں فسد کیا جائے گا تو اس کا مطلب ہوگا کہ مشین میں کہیں کوئی تبدیلی کی گئی کسی شئے کو اس کے مقام سے ہٹا دیا گیا جس سے اس میں قائم ربط ٹوٹ گیا اس میں تسلسل ٹوٹ کر نظم میں رکاوٹ ہوگئی۔

یہ ہیں ''فسد'' کے معنی اور فساد کا معنی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے یعنی جس میں فساد کا ذکر کیا جا رہا ہے اس میں ہر سطح پر فساد کر دینا یعنی اس میں اشیاء کو ان کے مقامات سے بدل دینا جس سے اس میں قائم توازن بگڑ جائے گا اس میں تسلسل و نظم میں رکاوٹ ہو جائے گی جس کا نتیجہ بالآخر تباہیوں کی صورت میں نکلے گا۔

اب جب فسد یا فساد کیا ہے واضح ہو چکا تو پھر الصلاۃ کے معنی خود بخود واضح ہو جاتے ہیں کہ الصلاۃ کہتے ہیں جس میں الصلاۃ کا حکم دیا جا رہا ہے اس میں ہر شئے کو اس کے اپنے اصل مقام پر رکھنا جس سے اس میں اگر کہیں کوئی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے خرابی ہے تو وہ خرابی دور ہو کر اس کی اصلاح ہو جائے یعنی اس میں اگر کوئی خرابی ہے کوئی خامی ہے تو وہ دور ہو کر شئے بالکل ٹھیک ہو جائے۔

یوں اس پہلو سے آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کے معنی کیا ہیں یعنی الصلاۃ کیا ہے۔ اللہ نے جس پر بھی اختیار و اقتدار دیا اس میں الصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا یعنی آپ کو یا کسی بھی بشر کو جس پر اختیار و اقتدار دیا گیا تو آپ پر لازم ہے کہ اس میں ہر شئے کو اس کا جو اصل مقام ہے اس کے اصل مقام پر رکھیں تا کہ اس میں کسی بھی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو بلکہ وہ مکمل طور پر بالکل ٹھیک رہے اور اگر پہلے سے کوئی خرابی ہے اس میں کوئی بگاڑ ہے تو وہ خرابی و بگاڑ دور ہو کر بالکل ٹھیک ہو جائے۔

اب آپ کو بہت ہی آسانی سے اس بات کی بھی سمجھ آ جائے گی جو اللہ نے قرآن کی آیات میں کہا کہ اللہ اگر زمین میں مکن دیتا ہے یعنی اقتدار و اختیار دیتا ہے تو اس لیے دیتا ہے کہ الصلاۃ قائم کی جائے لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ الصلاۃ قائم کرنے کی بجائے فساد کرتے ہیں یعنی اگر آپ کو زمین میں مکن دیا گیا جسے زمین میں اقتدار و اختیار ملنا کہتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو زمین میں اقتدار و اختیار کیوں دیا گیا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے ظاہر ہے تا کہ زمین کی دیکھ بھال کی جائے ہر شئے کو اس کے اپنے اصل مقام پر ہی رہنے دیا جائے اور اگر کوئی شئے اپنے مقام سے ہٹائی گئی یا ہٹائی جا رہی ہے تو اسے واپس اس کے اصل مقام پر لایا جائے جس سے زمین کی اصلاح ہوگی یعنی اس میں خرابیاں دور ہو کر بالکل ٹھیک رہے گی ہر مخلوق کو اس کے حقوق ملیں گے کسی ایک بھی مخلوق کو رائی برابر بھی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا تو جنہیں بھی زمین میں مکن دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے انہیں اسی لیے زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ جب انہیں زمین پر اختیار حاصل ہوتا ہے تو وہ الصلاۃ یعنی زمین میں ہر شئے سمیت انسانوں کو ان کے اصل مقام پر رکھنے یا رہنے دینے کی بجائے ان کے مقامات سے ہٹاتے ہیں زمین میں تبدیلیاں کرتے ہیں مخلوقات میں تبدیلیاں کرتے ہیں اپنی من مانیاں کرتے ہیں طاقت کے نشے میں استکبار کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ زمین میں ہماری مانی جائے گی جس سے زمین میں قائم توازن بگڑ جاتا ہے اللہ کے نظام میں خلل یعنی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جو بالآخر تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں یعنی اکثریت الصلاۃ کی ضد فساد ہی کرتی ہے یوں نہ صرف الصلاۃ کیا ہے اس کی سمجھ آ جاتی ہے بلکہ اس کی ضد فساد کی بھی خود بخود سمجھ آ جاتی ہے۔

اب ایک دوسرے پہلو سے اس جملے ''الصلاۃ'' کو آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں

الصلاۃ ایک جملہ ہے جو کہ چار الفاظ '' ال، صل، ا، ۃ '' کا مجموعہ ہے۔ الصلاۃ میں اصل لفظ ''صل'' ہے جس کی ضد ''ضل'' ہے اور اگر اس سے ایک قدم آگے بڑھا جائے تو اس کی ضد فسد کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ ''ضل'' اور ''فسد'' میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ جیسے ایک اور دو ہوتا ہے، دو میں ایک بھی ہوتا ہے لیکن اس ایک کے علاوہ ایک اور ایک بھی ہوتا ہے یعنی اس سے ایک قدم آگے ہوتا ہے بالکل ایسے ہی گویا کہ ''ضل'' ایک ہے تو ''فسد'' دو ہے فسد میں نہ صرف ضل بھی موجود ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے کے معنی موجود ہیں یعنی ضل ہونے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ بھی موجود ہے۔

لیکن ہم پہلے پیچھے سے پیچھے بنیاد سے ہی بات کریں گے کہ ''صل'' کی ضد ہے ''ضل''۔

جیسا کہ پیچھے یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی کہ اگر کسی بات، شئے یا ذات کی سمجھ نہ آئے تو اس کی ضد کو جان لینا چاہیے اگر اس کی ضد کی سمجھ آ جائے تو وہ خود بخود ہی کھل کر واضح ہو جائے گی۔

ضل کے معنی ہیں اپنے مقام سے ہٹ جانا، اپنی لائن سے ہٹ جانا جیسے کہ عام الفاظ میں ضل کا معنی گمراہ کیا جاتا ہے جو کہ بالکل صحیح معنی ہے گمراہ اردو کا جملہ ہے جو کہ دو الفاظ کا مرکب ہے ''گم اور راہ'' گم کے معنی بھی آپ جانتے ہیں گم کہتے ہیں شئے کا مقام سے ہٹ جانا یعنی جہاں موجود ہے جہاں اسے ہونا چاہیے وہاں پر نہ ہونا اور وہ کون سا مقام ہے جہاں اسے ہونا چاہیے تھا تو آگے اسی سوال کا جواب ہے ''راہ'' جس کے معنی ہیں راہ راست اصل مقام اصل لائن جسے عربوں کی زبان میں صراط مستقیم کہتے ہیں۔

یوں آپ پر ضل کے معنی بالکل کھل کر واضح ہو گئے کہ ضل کے معنی ہیں صراط مستقیم سے ہٹ جانا یعنی کسی کا اپنے اصل مقام اپنی اصل لائن سے ہٹ جانا وہ مقام وہ لائن جس پر قائم ہونے کے لیے ہی اسے وجود میں لایا گیا تھا۔ جب ضل کے معنی یہ ہیں تو پھر خود بخود کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس کی ضد ہے یعنی جس کی یہ ضد ہے صل کے معنی کیا ہیں۔ صل کے معنی ہیں شئے کا اپنے اصل مقام پر ہونا شئے کا راہ راست یعنی صراط مستقیم پر ہونا، شئے کا جو اصل مقام ہے جو اصل معیار ہے اس پر ہونا جس سے اس میں سب کا سب نہ صرف سلامت رہے گا بلکہ اگر پہلے اس میں کوئی خرابی کی گئی تو وہ بھی دور ہو کر شئے بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔

الصلاۃ جو کہ چار الفاظ کا مرکب ہے '' ال، صل، ا اور ۃ '' ان میں آپ ''صل'' کے معنی جان چکے اب باقی الفاظ کو کھول کر واضح کرتے ہیں اس کے بعد چاروں الفاظ کو جوڑیں گے یعنی چاروں الفاظ کے معنی جوڑیں گے تو جو معنی سامنے آئیں اسے الصلاۃ کہتے ہیں وہ ہو گی الصلاۃ جس کا اللہ نے قرآن میں حکم دیا۔

الصلاۃ کے شروع میں ''ال'' کا استعمال ہوتا ہے اور عربی میں ''ال'' جب بھی کسی لفظ کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی عام کی نہیں بلکہ خاص کی بات ہو رہی ہے عام کا نہیں بلکہ خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

''ال'' کے بعد ''صل'' ہے جس کے معنی واضح کیے جا چکے اور آگے آ جاتا ہے '' ا '' جب بھی کسی جملے کے درمیان میں آخر کی طرف الف کا استعمال ہوتا ہے تو وہ اس میں کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیتا یعنی اس میں جو کچھ بھی ہے کُل کے کُل کا اظہار کرتا ہے کُل کے کُل پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب کی بات کی جا رہی ہے ایسا اس لیے کہ کوئی بھی چرب زبان کوئی بھی دھوکے باز یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں شئے کو استثنیٰ حاصل ہے یا فلاں کا استعمال ہم خود اپنی مرضی سے طے کریں گے۔

اور الصلاۃ کے آخر میں آتا ہے '' ۃ '' جو کہ اس کا براہ راست ذکر کرتا ہے جس کے بارے میں بات کی جا رہی ہے یعنی جس کے سب کے سب میں صل کرنا ہے جس کے سب کے سب کو صل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے یعنی جس شئے، وجود یا ذات میں یا جس شئے، وجود یا ذات کے کُل کے کُل کو جو کچھ بھی ہے ہر ایک کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے جس میں سب کا سب صل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ آپ کو کس پر اختیار دیا گیا کس حد تک اور کہاں تک اختیار دیا گیا کیونکہ ظاہر ہے آپ اسی میں کسی کو اس کے مقام پر رکھ سکتے ہیں یا مقام سے ہٹا سکتے ہیں یعنی صل کر سکتے ہیں یا ضل کر سکتے ہیں جس پر بھی آپ کو اختیار دیا گیا اگر اختیار دیا ہی نہیں گیا تو آپ صل یا ضل کیسے کر سکتے ہیں؟ اس لیے '' ۃ '' براہ

راست اس کا اظہار کر رہی ہے اس کا ذکر کر رہی ہے جس پر بھی جہاں بھی آپ کو اختیار دیا گیا۔

اب ایسا کرتے ہیں کہ ان چاروں الفاظ ''ال، صل، ا، اور ۃ'' کو جمع کرتے ہیں یعنی ان کے معنوں کو جمع کرتے ہیں تو جو معنی سامنے آئے گا وہ معنی ہوگا الصلاۃ کا، وہ ہے الصلاۃ اور وہ تھی الصلاۃ جو ہر رسول نے قائم کی اور اسی کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا۔

اب جب ان چاروں الفاظ کو جمع کیا جائے تو ''الصلاۃ'' بنتا ہے۔ الصلاۃ کے شروع سے فی الحال ''ال'' کو ہٹا دیں تو صلاۃ بنے گا جس کے معنی بنتے ہیں جس پر بھی آپ کو اختیار دیا گیا اس میں یا اس کی ہر شئے کو وصل کرنا ہے یعنی ہر شئے کو اس کے اپنے اصل مقام پر ہی رکھنا ہے یا رہنے دینا ہے۔

اب یہ دیکھا جائے کہ کس پر اختیار و اقتدار دیا گیا جس میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہے نہ کہ کسی ایک بھی شئے کو اس کے مقام سے ہٹانا ہے۔ تو جب غور کریں کس پر اختیار و اقتدار دیا گیا تو سب سے پہلی بات کہ اکثریت کو ان کے جسم پر اختیار و اقتدار دیا گیا یعنی جسم ان کے اختیار میں ہے کہ وہ جیسے چاہے اسے استعمال کریں جیسی چاہیں اسے ضروریات فراہم کریں۔ یہ جسم اللہ کا ہے اللہ کی امانت ہے اس لیے اس میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنا ہے ایسے ہی اگر کسی کو اس کیساتھ ساتھ گھر پر اختیار و اقتدار دیا گیا کہ وہ گھر پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی کو خاندان پر اختیار دیا گیا، کسی کو قبیلے یا گروہ پر اختیار دیا گیا، کسی کو گلی محلے میں اختیار دیا گیا، کسی کو بستی پر اختیار دیا گیا، کسی کو بڑی سے بڑی سطح پر زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا تو جہاں جہاں جس جس میں بھی جس حد تک مکن دیا گیا یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا یہاں تک کہ کسی جانور تک پر بھی اختیار دیا گیا تو اس میں یا اس کی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنا صلاۃ کہلاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ الصلاۃ کیا ہے یعنی ان میں سے کون سی صلاۃ مخصوص ثابت ہوتی ہے کون سی صلاۃ الصلاۃ ثابت ہوتی ہے۔ جس کے لیے صلاۃ کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے گی تو جو خاص ثابت ہو جائے تو وہ الصلاۃ کہلائے گی۔ یعنی دیکھیں اور غور کریں کہ وہ کون سی صلاۃ ہے جس کو اگر قائم نہیں کیا جاتا تو باقی کسی سطح پر بھی صلاۃ کا قیام نہیں ہو سکتا یا کوئی نفع نہیں دے سکتا؟ تو ایک ہی صلاۃ الصلاۃ ثابت ہوگی اور وہ ہے زمین میں مکن دیئے جانے والی یعنی زمین میں اقتدار و اختیار دیئے جانے والی صلاۃ کیونکہ اگر زمین پر جنہیں مکن دیا گیا یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا وہ صلاۃ قائم نہیں کرتے بلکہ الٹا اس کی ضد فساد کرتے ہیں زمین کی تمام مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا دیتے ہیں یا کسی بھی مخلوق کو اس کے مقام سے ہٹا دیتے ہیں تو پوری زمین میں فساد ہوگا زمین میں ہر مخلوق اپنے مقام سے ہٹنے پر مجبور ہو جائے گی کیونکہ زمین کی مثال آپ کے جسم یا ایک مشین کی سی ہے جس میں تمام کی تمام مخلوقات ایسے ہیں جیسے جسم میں اعضاء ہوتے ہیں جو نہ صرف ایک دوسرے کیساتھ مربوط ہوتے ہیں بلکہ ان کی ذمہ داری ایک دوسرے سے مشروط ہوتی ہے، جیسے مشین میں اگر کسی ایک بھی پرزے میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے گا تو پوری مشین پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے اس لیے زمین میں مکن دیئے جانے والی صلاۃ ہی الصلاۃ ثابت ہوتی ہے۔

جنہیں زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا اگر وہ الصلاۃ قائم نہیں کرتے یعنی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر نہیں رکھتے تو زمین میں جہاں بھی کوئی جرم ہوگا خواہ وہ بڑے سے بڑا جرم ہو یا چھوٹے سے چھوٹا اس کی اصل اور بنیادی ذمہ دار اور مجرم وہی لوگ ہوں گے جنہیں زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا کیونکہ اگر انہوں نے الصلاۃ قائم کی ہوتی تو کبھی بھی کوئی جرم نہ ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو وہ فوراً اس کا ادراک کرتے ہوئے اس کی اصلاح کر لیتے۔

یوں اس پہلو سے بھی الصلاۃ کیا ہے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا آپ پر الصلاۃ کے لفظی معنی سے بھی ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کر واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے۔ یہ ہے حق اور یہ ایسا حق ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

آپ نے الصلاۃ کو معنی کے اعتبار سے جان لیا کہ الصلاۃ کیا ہے اب آتے ہیں ایک دوسرے پہلو کی طرف اس پہلو سے بھی آپ پر کھول کھول کر واضح کرتے ہیں کہ الصلاۃ کیا ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ایک مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں مثال کے طور پر آپ ایک مشین بناتے ہیں مشین بنانے کے لیے آپ نے پہلے ہزاروں پرزے بنائے پھر ہر پرزے کو اس کے مقام پر رکھا ہر پرزے کے مقام و ذمہ داری کے اعتبار سے اس میں صلاحیتیں وخصوصیات رکھیں اسی طرح آپ ایک ایسا پرزہ بھی بناتے ہیں جس میں آپ اس مشین کو چلانے اور مشین کی دیکھ بھال کرنے کی خصوصیات وصلاحیتیں رکھتے ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اس پرزے میں مشین کو چلانے اور اس کی دیکھ بھال والی صلاحیتیں وخصوصیات کیوں رکھیں؟

تو اس کا جواب نہ صرف بالکل واضح ہے بلکہ آپ کہیں گے کہ ظاہر ہے اگر اس میں مشین کو چلانے اور اس کی دیکھ بھال کرنے صلاحیتیں وخصوصیات رکھیں ہیں تو اسی لیے رکھیں تاکہ وہ نہ صرف مشین کو چلائے بلکہ مشین کی دیکھ بھال بھی کرے اس کا یہی مقصد ہے اس کو اسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اور ایسی صلاحیتیں و خصوصیات اس میں رکھیں۔

مطلب یہ کہ اگر کسی پرزے کے بارے میں یہ بات سمجھ نہ آئے کہ وہ کس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے تو اس میں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس میں کیا صلاحیتیں و خصوصیات موجود ہیں اگر اس میں موجود صلاحیتوں وخصوصیات کا علم حاصل ہو جائے تو اس کا مقصد وجود یعنی مقصد تخلیق خود بخود ہی واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا۔

بالکل اسی طرح آپ غور کریں کہ یہ جو بشر ہے اسے کس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا؟ یعنی آپ کو اس دنیا میں کس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس بشر میں یعنی آپ میں وہ تمام کی تمام صلاحیتیں وخصوصیات موجود ہیں جو صرف اور صرف اس میں ہو سکتی ہیں جو آسمانوں وزمین کا خالق و مالک ہے یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ اس بشر میں نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں ہیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت ہے اور پھر جو سمجھتے ہیں اس کے مطابق عمل کرنے کی بھی صلاحیتیں ہیں یعنی اس بشر میں نہ صرف خلق کرنے کی صلاحیتیں وخصوصیات موجود ہیں بلکہ ملکیت کا دعویٰ کرنے کی صلاحیتیں وخصوصیات بھی موجود ہیں یعنی اگر آسمانوں وزمین کو بطور ایک مشین لے لیا جائے تو اس بشر میں اس مشین کو چلانے اور اس کی دیکھ بھال کرنے والی صلاحیتیں وخصوصیات موجود ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اس بشر کو اگر وجود میں لایا گیا ہے تو صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے تاکہ یہ زمین کا نظام چلائے زمین کی دیکھ بھال کرے آسمانوں وزمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں کسی بھی قسم کی کوئی خرابی نہ ہونے دے باقی تمام کی تمام مخلوقات اس کی رعایا ہیں سب کے نفع ونقصان کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے اب آیا یہ ان سب کی حفاظت کرتا ہے، بہترین طریقے سے نظام چلاتا ہے ان میں کوئی خامی، خرابی ونقص نہیں ہونے دیتا ان میں کسی ایک بھی مخلوق کو کوئی نقصان نہیں ہونے دیتا ہر خلق کو اس کے مقام پر ہی رہنے دیتا ہے فطرت میں کسی بھی قسم کی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا اور اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے روک کر آسمانوں وزمین کو فساد سے محفوظ رکھتا ہے یا پھر تباہ و برباد کر دیتا ہے اسے جو زمین پر اختیار دیا گیا جو صلاحیتیں وخصوصیات دی گئیں ان کا غلط استعمال کرتا ہے ان کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرتے ہوئے آسمانوں وزمین کو تباہ برباد کر دیتا ہے۔

یوں اس پہلو سے بھی آپ کو الصلاۃ کی سمجھ آ جانی چاہیے کہ اس بشر کو زمین کا نظام چلانے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے لایا گیا تھا اور یہی اسے حکم دیا الصلاۃ قائم کر یعنی جس حد تک بھی جہاں تک بھی تجھے زمین میں اختیار دیا گیا وہاں تک زمین میں تمام کی تمام مخلوقات کو ان کے اصل مقام پر ہی رہنے دینا ہے اور اگر کوئی ہٹا رہا ہے تو نہ صرف اسے روکنا ہے بلکہ انسانوں کو بھی ان کے اصل مقام پر رکھنا ہے تاکہ زمین کے نظام میں کہیں بھی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور اگر ایسا نہیں کیا تو پھر لا محالہ فساد ہی ہوگا یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی تہوں میں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹانے کی وجہ سے ان میں تبدیلیاں کرنے کی وجہ سے ان میں

خرابیاں ہوں گی اور بالآخر تباہیاں آئیں گی جس کا نہ صرف باقی مخلوقات شکار ہوں گی بلکہ بذات خود یہ بشر بھی ان ہلاکتوں کا شکار ہوگا۔ اب اگر تو اس سے صرف اور صرف انسان کا ہی نقصان ہوتا تو بات یہیں ختم ہو جاتی لیکن صرف اور صرف انسان کے اعمال کی وجہ سے باقی تمام مخلوقات کو بھی طرح طرح کے نقصانات وتباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے وہ ذمہ دار بھی نہیں ہوں گے تو پھر بلاشک وشبہ انسان کو ان کو جواب دہ بھی ہونا پڑے گا ان کے نقصان کا ازالہ کرنے پڑے گا یا پھر ان کی طرف سے طے کردہ سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یوں اس پہلو سے بھی بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ الصلاۃ کیا ہے۔ کسی بھی شئے کا مقصد وجود کیا ہے مقصد تخلیق کیا ہے اسے کیوں وجود میں لایا گیا اسے جاننے کا سب سے آسان ترین اور بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اس میں موجود صفات وصلاحیتوں کو دیکھ لیا جائے یعنی صلاحیتوں خصوصیات کو جان لیا جائے اگر اس میں موجود صلاحیتوں وخصوصیات کو جان لیا جاتا ہے تو اس کا مقصد وجود مقصد تخلیق خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر یہ جاننا ہو کہ آپ کا اس دنیا میں موجودگی کا مقصد کیا ہے آپ کا مقصد وجود مقصد تخلیق کیا ہے تو آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں کہ آپ میں کیا صفات موجود ہیں یعنی آپ میں کیا صلاحیتیں و خصوصیات پائی جاتی ہیں جب آپ پر آپ میں پائی جانے والی صلاحیتیں وخصوصیات واضح ہو جائیں گی تو آپ کا مقصد تخلیق خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گا۔

مثلاً آپ سب سے پہلے اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں اور پھر آسمانوں وزمین میں غور کریں تو آپ کو کیا نظر آئے گا؟ آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں تو آپ کو سننے کی صلاحیت دی گئی اور نہ صرف سننے کی صلاحیت دی گئی بلکہ بہت کچھ ایسا موجود ہے جو سنائی دے رہا ہے یعنی بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں جنہیں نہ صرف سننے کی آپ کو صلاحیت دی گئی بلکہ جو سنتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی کہ وہ کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اب ذرا غور کریں جب آپ کو سننے کی صلاحیت دی گئی اور نہ صرف سننے کی بلکہ بہت سی آوازیں ہیں جو اپنا وجود رکھتی ہیں تو آپ کو کیوں سننے کی صلاحیت دی گئی؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو سننے کی صلاحیت اسی لیے دی گئی تاکہ آپ ان آوازوں کو سنیں۔ اور پھر آپ کو نہ صرف سننے کی بلکہ جو سنتے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو کیوں؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے تاکہ آپ اسے سمجھیں جو سن رہے ہیں۔

ایسے ہی آپ کو نہ صرف دیکھنے کی صلاحیت دی گئی بلکہ بہت کچھ موجود ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے جسے دیکھا جا سکتا ہے اور پھر آپ جو دیکھتے ہیں تو آپ کو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو پھر وہی سوال کہ آپ کو دیکھنے اور جو نظر آ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت کیوں دی گئی؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ آپ اسے دیکھیں جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے جو آپ کو نظر آ رہا ہے اور پھر آپ اسے سمجھیں کہ وہ کیا ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے اس لیے آپکو سمجھنے کی صلاحیت دی گئی۔

پھر ایسے ہی آپ کو کرنے کی بھی صلاحیت دی گئی یعنی آپ کو اشیاء پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی گئی کہ آپ اشیاء کو اِدھر اُدھر کر سکتے ہیں ان پر اثر انداز ہو سکتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سننے دیکھنے جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے اور پھر اشیاء پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت کیوں دی گئی تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آپ کو یہ صلاحیت اسی لیے دی گئی تاکہ آپ جو سن رہے ہیں دیکھ رہے ہیں اسے سمجھیں اور اسے سمجھنے کے بعد اس کے مطابق عمل کریں یعنی دیکھیں کہیں پر کوئی بگاڑ تو نہیں کہیں پر کوئی خرابی تو نہیں کہیں پر کچھ غلط تو نہیں اگر ایسا ہے تو اسکی اصلاح کریں، دیکھیں کہیں کوئی فطرت میں مداخلت تو نہیں کر رہا، کہیں کوئی فطرت میں تبدیلیاں تو نہیں کر رہا اگر ایسا ہے تو اسے روکیں ورنہ آسمانوں وزمین میں فساد ہو کر سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا اور آپ اس جرم میں برابر کے شریک ثابت ہو جائیں گے کیونکہ آپ کو یہ صلاحیتیں اسی لیے تو دی تھیں کہ آپ آسمانوں وزمین کی دیکھ بھال کریں۔

اب آپ اپنے علاوہ زمین کی باقی مخلوقات میں غور کریں تو ان میں آپ کو یہ شئے نظر نہیں آئے گی جو آپ میں ہے بلکہ باقی تمام کی تمام مخلوقات آپ کو ایسے ہی نظر آئیں گی جیسے کہ وہ ایک مشین کے پرزے ہیں اور آپ اس مشین کے ڈرائیور اس کو چلانے والے اس کی دیکھ بھال کرنے والے۔ اگر آپ اپنے ہی اس بشری وجود میں غور کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جیسے آپ کے اس جسم میں دماغ ہے بالکل بھی اہمیت وحیثیت آپ کی اس زمین میں ہے اور جیسے جسم میں باقی اعضاء ہیں یہ اہمیت وحیثیت زمین میں باقی مخلوقات کی ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا یعنی اس بشر کا مقصد تخلیق کیا ہے اسے اس زمین پر کیوں وجود میں لایا گیا۔

اسے اس لیے وجود میں لایا گیا تاکہ یہ سنے دیکھے اور جو سن اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھے پھر اس کے علاوہ بہت کچھ ایسا ہے جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے

دکھائی نہیں دیتا جسے دماغ سمجھ نہیں سکتا تو اس کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کے لیے دلوں کو یہ صلاحیت دی کہ وہ اسے سن، دیکھ اور سمجھ سکیں جہاں تک دماغ کی کانوں اور آنکھوں کے ذریعے رسائی نہیں اس لیے کہ یہ نہ صرف جو ظاہر ہے اسے سنے دیکھے بلکہ جو باطن ہے یعنی چھپا ہوا ہے اسے بھی سنے دیکھے اور سمجھے پھر جب مکمل طور پر سمجھ آجائے تو اس کے بعد آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہو اس کے بعد جو کرنا لازم ہو وہ کرے، مخلوقات کو ان کے مقامات پر رکھے آسمانوں وزمین کی دیکھ بھال کرے کہ کہیں ان میں کوئی خرابی کا باعث نہ بنے۔ یہی ہے الصلاۃ جس کا اللہ نے قرآن میں بار بار حکم دیا یہ الصلاۃ ہے کہ جس کی پورے کا پورا قرآن ہر پہلو سے وضاحت کر رہا ہے یعنی آپ خود بھی تو غور وفکر کریں کہ اگر آپ کو زمین پر اختیار دیا گیا اور زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں وخصوصیات دیں تو آخر کیوں آپ کو زمین میں اختیار اور اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں وخصوصیات دیں؟ مثال کے طور پر اگر آپ اپنی کوئی قیمتی سے قیمتی شئے پر کسی کو اختیار دیتے ہیں تو کیوں دیں گے؟ کیا اس کی دیکھ بھال کرنے کے لیے یا پھر اسے تباہ وبرباد کرنے کے لیے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے اس کی دیکھ بھال کرنے کے لیے اور اگر وہ دیکھ بھال کی بجائے اس کو تباہ کرتا ہے تو آپ اس سے حساب لیں گے اور اس کو اس کے کیے کی سزا دیں گے بالکل اسی طرح آپ کو اگر زمین پر اختیار دیا گیا تو ظاہر ہے اسی لیے دیا گیا کہ آپ زمین کی دیکھ بھال کریں نہ خود اور نہ ہی کسی انسان کو زمین میں چھیڑ چھاڑ کرنے دیں اس میں تبدیلیاں کرنے دیں جو کہ عربوں کی زبان میں الصلاۃ کہلاتی ہے اور اگر آپ الصلاۃ قائم نہیں کرتے یعنی اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو پھر ظاہر ہے آپ جو کچھ بھی کر رہے ہوں گے وہ آپ آسمانوں وزمین کو تباہ ہی کر رہے ہوں گے جس کا آپ کو شعور تک بھی نہیں ہوگا جسے فساد کہا گیا یوں اس پہلو سے بھی آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کیا ہے اور پھر دیکھیں اسی کو اللہ نے قرآن میں الصلاۃ کہا۔

اب آتے ہیں قرآن کی طرف اور قرآن سے الصلاۃ کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ. وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. البقرۃ ۱ تا ۵

ان آیات سے الصلاۃ پر بات کرنے سے پہلے ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ جب تک اس قرآن کو جان نہیں لیا جاتا تب تک قرآن کی کسی ایک آیت کو بھی سمجھنا ناممکن ہے اور ہدایت کی بجائے الٹا گمراہی کا ہی شکار ہوں گے۔ سورۃ الزمر کی درج ذیل آیت میں اللہ کا کہنا ہے۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ. الزمر ۲۳

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی ایسی بہترین تاریخ ہے کہ اس سے بہتر کوئی تاریخ ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے کِتٰبًا اللہ نے جو اتارا ایک ہی کتاب ہے مُّتَشَابِھًا اللہ نے جو اتارا وہ نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے ایک ہی کتاب ہے بلکہ وہ ہے تو سب کے سامنے ہر کوئی اسے سن، دیکھ اور پڑھ رہا ہے لیکن اس کا علم سو فیصد چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں جو سامنے نظر آرہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے حقیقت کا علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے مَّثَانِیَ مثانی ہے یعنی اللہ نے جو اتارا وہ ایسا ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار وغیرہ، اس میں ہر لفظ کا اگلے لفظ کے ساتھ، ہر آیت کا اگلی آیت کیساتھ ایسے ہی ربط ہے جیسے مشین کے پرزوں میں ربط ہوتا ہے یا جسم میں ہر عضو دوسرے سے مربوط ومشروط ہوتا ہے ایسے ہی اس میں الفاظ، جملوں اور آیات کا آپس میں گہرا ربط، تعلق اور تسلسل قائم ہے۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں یہ تو نہیں کہا کہ اللہ نے قرآن اتارا تھا لیکن اللہ نے کچھ ایسی شرائط بتا دیں کہ جن کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کیا ہے جو واقعتاً اللہ کا اتارا ہوا ہے اور اس کے برعکس کیا ہے جو اللہ کا اتارا ہوا نہیں اس کے باوجود اسے آج تک اللہ سے منسوب کیا جاتا رہا اور کیا جا رہا ہے۔

مثلاً دنیا میں کوئی بھی شخص اگر کسی بھی کتاب یا مواد کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے جیسا کہ ہر مذہب کے ماننے والوں کا دعویٰ ہے کہ جو ان کے پاس ہے وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اسے اللہ کی بیان کردہ شرائط پر پرکھا جائے گا جو ان شرائط پر پورا اترے گا وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے اور جو ان شرائط پر پورا نہیں اترتا وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں ہو سکتا خواہ پوری کی پوری دنیا ہی اس کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں۔

اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ پہلی بات کہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی ایسی بہترین تاریخ ہے کہ اس سے بہتر تاریخ ہو ہی نہیں سکتی دوسری بات اللہ نے جب بھی اتارا جو بھی اتارا تو ایک ہی کتاب ہے جسے اللہ نے اتارا تیسری بات کہ اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے یعنی وہ ہے تو سب کے سامنے ہر کوئی اسے سن، دیکھ اور پڑھ رہا ہے لیکن اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اس لیے جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جسے چھپا دیا گیا جس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور اللہ اس کا علم تب تک نہیں دینے والا جب تک کہ علم دینے کا وقت نہیں آ جاتا اور چوتھی بات کہ مثانی ہے یعنی اس میں بالکل ایسے ہی ربط اور تسلسل قائم ہے جیسے جسم میں تمام اعضاء کا ایک دوسرے کیساتھ گہرا ربط اور تعلق قائم ہے جس سے پورے جسم میں تسلسل ہے مثلاً جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار کا آپس میں تعلق، ربط اور تسلسل قائم ہے۔

اب جب ہر ایک کو ان شرائط پر پرکھا جائے تو صرف اور صرف یہ قرآن اپنے اصل عربی متن میں ہی ان شرائط پر پورا اترتا ہے اس کے علاوہ کچھ بھی ایسا نہیں جو ان شرائط پر پورا اترے۔ مثلاً خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت کا دعویٰ ہے کہ احادیث کے نام پر روایات بھی اللہ کی اتاری ہوئی ہیں تو روایات تو بہت بعد کی بات ہے یہاں تک کہ قرآن کے نام پر قرآن کا کوئی ایک ترجمہ وتفسیر بھی ایسا نہیں ہے جو ان شرائط پر پورا اترے۔ سوائے قرآن کے اپنے اصل متن عربی کے کچھ بھی ایسا نہیں جو ان شرائط پر پورا اترتا ہے اس لیے صرف اور صرف قرآن اپنے اصل متن عربی میں اللہ کا اتارا ہوا ہے اس کے علاوہ کچھ بھی ہو خواہ وہ احادیث یا حدیث کے نام پر روایات ہوں یا پھر قرآن کے تراجم کے نام پر جو کچھ بھی موجود ہو وہ ہی کیوں نہ ہو کچھ بھی ان شرائط پر پورا نہیں اترتا جس سے بالکل کھل کر واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن اپنے اصل متن عربی میں اللہ کا اتارا ہوا ہے اور پھر کون نہیں جانتا کہ جو اللہ نے اتارا تھا وہ یہ قرآن ہے اور پھر آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ قرآن متشابہاً ہے یعنی یہ سامنے تو سب کے ہے ہر کوئی اسے سن، دیکھ اور پڑھ رہا ہے لیکن اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اللہ نے اس کا علم سو فیصد چھپا دیا۔ جب قرآن متشابہاً ہے یعنی یہ سامنے تو سب کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس لیے اس کا اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس علم نہیں اور پھر جب اس کا اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس علم نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اسے ایسا کرنا کوئی نفع نہیں دے گا اس لیے اسے ایسا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور اس کا اللہ نے قرآن کی درج ذیل آیات میں بھی ذکر کر دیا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. القیامة ۱۶

نہ حرکت دے اپنی زبان کو اس کیساتھ یعنی یہ جو تُو قرآن کو سمجھنے کے نام پر اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے اس قرآن کیساتھ، یہ جو تُو قرآن پڑھتا ہے اسے پڑھنا سیکھتا ہے، قرآن کو سمجھنے کے نام پر عربوں کی زبان سیکھتا ہے، اسے پڑھتا ہے یعنی اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے تو تجھے اپنی زبان تک کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے تُو بالکل ایسا مت کر تُو اپنی زبان تک کو بھی حرکت مت دے اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو ایسا کرنے والوں کی بھی حقیقت آگے کھول کر واضح کر دی یعنی جب اللہ نے اس قرآن کیساتھ اپنی زبان تک کو بھی حرکت دینے سے روک دیا تو پھر کسی کو بھی حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کی بات کو اللہ کے فیصلے کو نظر انداز کرے اور اگر اس کے باوجود کوئی ایسا کرتا ہے یعنی اپنی زبان کو اس قرآن کیساتھ حرکت دیتا ہے قرآن کو سمجھنے کے نام پر اسے سیکھتا ہے عربوں کی زبان سیکھتا ہے تو پھر ایسا کرنے والوں کی حقیقت کیا ہے اسے بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا لِتَعْجَلَ بِهٖ اگر تُو ایسا ہی کرتا ہے یعنی قرآن کو سمجھنے کے نام پر اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے یعنی عربوں کی زبان سیکھتا ہے قرآن کو پڑھتا ہے تو پھر پہلی بات کہ تُو ایسا عجلت کے لیے اس کیساتھ کر رہا ہے یعنی کہ تجھے جلد از جلد سارا سمجھ آ جائے تجھ میں صبر نہیں ہے تُو عجلت پسند ہے یعنی جلد باز ہے جو جلد حاصل ہونے والا ہے اس کے پیچھے بھاگنے والا ہے تجھ میں صبر نہیں ہے اور جو عجلت پسند ہیں ان کے لیے تو اللہ کے قانون میں ہدایت ہے ہی نہیں ان کے لیے صرف اور صرف گمراہی ہے جس سے دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں بچا سکتی یعنی قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت وہی لوگ دیتے ہیں جو عجلت پسند ہیں وہ لوگ قرآن کو سمجھنے، سیکھنے اور حفظ کے نام پر اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں یعنی پڑھتے ہیں جو عجلت پسند ہیں جو جلد ملنے والا ہے اس کی طرف کھنچے چلے جانے والے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ. القیامة ۱۷

اس میں کچھ شک نہیں ہم پر ہے اس کا جمع کرنا یعنی ترتیب میں لانا کہ کب کون سی آیت آتی ہے اور کون سی نہیں اور اس کا تمہاری ہی یعنی بشری آواز میں پڑھنا کہ ہم نے کیا اتارا تھا

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ. القیامة ١٨

پس جب ہم نے اس کو قرا کیا تو پس تُو اس قرا کرنے کی اتباع کر یعنی جیسے ہم نے قرا کیا بالکل ویسے ہی تُو قرا کر، پس جب اسے تمہاری ہی آواز میں ہم قرا کریں یعنی پڑھیں کہ کیا لکھا ہے پس اتباع کر یعنی اس کے پیچھے چل جو قرا کیا جائے یعنی پڑھا جائے کہ کیا تھا جو اللہ نے اتارا تھا

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. القیامة ١٩

پھر اس میں کچھ شک نہیں ہم پر ہے اس کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرنا

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ. القیامة ٢٠

ہرگز نہیں بالکل نہیں کسی بھی لحاظ سے کسی بھی پہلو سے کھول کر واضح نہیں کریں گے بلکہ ان پر بالکل نہیں کھول کر واضح کریں گے جو حب کر رہے ہیں العاجلہ سے یعنی جو قریب ہے جو جلد حاصل ہونے والا ہے جو کہ دنیا ہے دنیاوی زندگی ہے دنیاوی مال و متاع ہے اس کی طرف کھینچے چلے جا رہے ہیں جو عجلت پسند ہیں جیسا کہ پیچھے واضح کر دیا گیا کہ تُو اس قرآن کو سمجھنے کے نام پر اپنی زبان تک کو حرکت نہ دے تو اس کے باوجود اگر کوئی حرکت دیتا ہے قرآن کو سامنے رکھ کر سمجھنے کے نام پر پڑھتا ہے، سیکھتا ہے یا پھر اپنے دماغ میں محفوظ کرتا ہے تو ایسا وہی کر رہے ہیں جو عجلت پسند ہیں جن میں صبر نہیں ہے جو دنیا پرست ہیں دنیا کی طرف دنیاوی مال و متاع کی طرف کھینچے چلے جا رہے ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں۔

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ. القیامة ٢١

اور آخرت کو چھوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ نے قرآن ہی میں یہ بات واضح کر دی کہ کیا ہے جو اللہ نے اتارا تھا جس کے لیے اللہ نے چار شرائط بیان کر دیں کہ دیکھو جس جس کے بارے میں بھی دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو کیا وہ ان چار شرائط پر پورا اترتا ہے؟ جو بھی ان شرائط پر پورا اترے وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے اور جو ان شرائط پر پورا نہیں اترتا وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں ہے خواہ کوئی کتنے ہی جتن کیوں نہ کر لے اور دعوے کرتا پھرے کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے۔

اور پھر جب ان شرائط پر پرکھا جائے تو صرف اور صرف یہ قرآن اپنے اصل متن میں ہے جو ان چاروں شرائط پر پورا اترتا ہے اور خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا بھی دعویٰ ہے کہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے اب جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے تو پھر قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی قرآن کو کوئی بھی کھول نہیں سکتا، کوئی بھی قرآن کو واضح نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن متشابہاً ہے جس کا معنی ہے کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت کیا ہے اسے مکمل طور پر چھپا دیا گیا بالکل ایسے ہی جیسے آپ اپنی آنکھوں سے تو دیکھتے ہیں کہ سورج اوپر چڑھتا ہے سفر کرتا ہے نیچے ڈھلتا ہے یہاں تک کہ غائب ہو جاتا ہے جس سے رات اور دن جا آ رہے ہیں اور آج ہر کسی پر واضح ہو چکا کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جو کہ چھپی ہوئی ہے بالکل یہی معاملہ قرآن کا ہے کہ سامنے تو ہر ایک کے ہے لیکن اس کا علم چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور جب اللہ نے اس کا علم چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی کوئی بھی قرآن کو کھول کر واضح نہیں کر سکتا کوئی بھی قرآن کا ترجمہ و تفسیر نہیں کر سکتا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے سوائے اللہ کے اور اسی کا اللہ نے سورۃ القیامہ میں بھی ذکر کر دیا کہ اس کا بیّن کرنا یعنی اس کو کھول کر واضح کرنے کی ذمہ داری اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور پھر اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے وہ لوگ جو آخرت کی بجائے دنیا کے طالب ہیں جو دنیا کی طرف کھینچے چلے جا رہے ہیں ان پر تو کسی بھی صورت قرآن بیّن نہیں ہو گا یعنی ان پر کسی بھی صورت قرآن کھل کر واضح نہیں ہو گا۔

اب اگر کوئی دنیا پرست ہے دنیا کا طالب ہے جو دنیاوی مال و متاع کی طرف کھینچا چلا جا رہا ہے جس کا مقصد دنیاوی مال و متاع کا حصول ہے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس پر قرآن کھل رہا ہے اسے قرآن سمجھ آ رہا ہے تو ایسا ہونا کسی بھی صورت ممکن نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر اس کے باوجود وہ ایسا کہتا ہے تو وہ اپنے

عمل سے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ سچا ہے اور اللہ جھوٹا۔

اور دوسری بات اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ قرآن کے بیّن ہونے کے لیے قرآن کے ایک لفظ تک کو بھی سمجھنے وغیرہ کی غرض سے زبان کو حرکت تک دینے کی ضرورت نہیں یعنی قرآن سمجھنے کے لیے قرآن کے کھلنے کے لیے اس قرآن کا پڑھنا لازم نہیں ہے یہاں تک کہ ایک لفظ تک بھی پڑھنا لازم نہیں، سیکھنا یا حفظ کرنا لازم نہیں بلکہ الٹا ایسا کرنے سے روک دیا قرآن کو زبان سے پڑھنے تک سے روک دیا اور ایسا اللہ نے اس لیے کہا کیونکہ خود کو مومن و مسلم کہلوانے والے دنیا پرست مشرکین کی اکثریت ایسی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے قرآن پڑھنا آنا لازم ہے اگر کوئی قرآن کو پڑھ ہی نہیں سکتا تو اس پر قرآن کھل کیسے سکتا ہے۔ ان مشرکین کا ایسا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود کو معیار بنا کر ہر کسی کا اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور پھر ظاہر ہے نتیجہ تو وہی نکلے گا جو یہ لوگ خود ہیں جو کہ پہلے سے طے شدہ ہے۔ یہ لوگ قرآن کو سمجھنے سیکھنے کے نام پر زبان کو ٹیڑھا میڑھا کرنا سیکھتے ہیں تا کہ قرآن کو صحیح پڑھنے کے نام پر رنگ برنگی آوازیں نکال کر دوسروں کو متاثر کیا جا سکے اور ان کو قرآن سکھانے کے نام پر اپنے اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کی خاطر لوگوں کو اپنے چنگل میں پھنسایا جا سکے حالانکہ ایسے کرنے والے اور سمجھنے والے اللہ کے ہاں مشرک ہیں۔

قرآن کیا ہے اس کے کھلنے کے لیے اسے سمجھنے کے لیے اسے پڑھنا اور پڑھنا سیکھنا شرط نہیں ہے بلکہ عربوں کی زبان میں اسے پڑھنے تک سے اللہ نے منع کر دیا کہ تمہیں اس قرآن کو سمجھنے کے نام پر اپنی زبان تک کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا کھول کر واضح کرنا اللہ پر ہے اس لیے تمہیں تو یہ فکر لاحق ہونی چاہیے کہ اللہ کیا ہے تا کہ اللہ کو جان کر اللہ سے قرآن کا علم حاصل کیا جائے نہ کہ اللہ کے شریک انسان سے۔

جب بھی قرآن کو سامنے رکھا جائے گا تو اللہ کی عائد کردہ ان شرائط کو سامنے رکھنا لازم ہے جو بھی قرآن کو بیّن کرنے کا دعویدار ہو جو بھی قرآن کی تفسیر کرے تو دیکھا جائے گا کہ کیا اس کا بیّن کرنا یعنی قرآن کو کھول کر واضح کرنا ان شرائط پر پورا اترتا ہے یا نہیں اگر تو اس نے ان شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کو بیّن کیا تو اس میں کچھ شک نہیں وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے اللہ ہے جو اس کی صورت میں قرآن بیّن کر رہا ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہ اللہ کا شریک ہے جو لوگوں کو قرآن کے نام پر گمراہ کر رہا ہے۔

ابھی ہم سورۃ البقرۃ کی آیات پر بات کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے کہ کیسے یہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ ایک ہی کتاب ہے، متشابہاً ہے مثانی ہے۔

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ . وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. البقرۃ ۱ تا ۵

الٓمّٓ یہ سورۃ البقرۃ کی پہلی آیت ہے اور آج تک اس آیت کے بارے میں کہا جاتا رہا کہ اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں یا پھر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت متشابہاً ہے یعنی متشابہات میں آتی ہے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر سات میں اللہ نے متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع کیا ہے اس لیے اس آیت اور ایسی ہی باقی آیات جنہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے کے پیچھے نہیں پڑا جائے گا اور اگر کوئی ان آیات کے پیچھے پڑے گا تو ایسا کرنے والا وہی ہوگا جس کے دل میں مرض ہوگا جو فتنہ کھڑا کرنا چاہے گا۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ خود اپنی زبان سے یہ اقرار کر رہے ہیں کہ اس آیت کا اللہ کے علاوہ کسی کو علم نہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کس نے حق دیا قرآن کو بیّن کرنے کا؟ کیونکہ قرآن کا بیّن کرنا تو صرف اور صرف اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ تو کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا اور جب یہ لوگ خود کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ نہیں ہیں یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں تو پھر یہ کس طرح قرآن کو بیّن کر سکتے ہیں؟

اور دوسری بات کہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر سات میں الکتاب کی آیات کی بات کی ہے نہ کہ اس قرآن کی آیات کی بات کی ہے جیسا کہ آیت میں آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ۚ وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ‌ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ. آل عمران ۷

ھُوَ جو بھی موجود ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ حدآ کر ایک ہی وجود ثابت نہیں ہو جاتا یعنی جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو نہ صرف ایک ہی وجود سامنے آئے گا کہ اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں ایک ہی وجود ہے بلکہ اَلَّذِیۡۤ یہی وہ ذات ہے یعنی اللہ کی ذات اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ کیا ہے جو زل ہو رہا ہے تجھ پر؟ ہم ہیں جو زل ہو رہا ہے تجھ پر اَنۡزَلَ تین الفاظ کا مجموعہ ہے ''ا، ن، زل'' جب بھی الف شروع میں آئے تو سوالیہ بنا دیتا ہے اور آگے اسی سوال کا جواب ہوتا ہے یوں شروع میں سوال ہے کہ کیا ہے کون ہے تو آگے اسی سوال کا جواب ہے ''ن'' ہم ہیں یعنی اللہ کی ذات جو کہ جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کی ذات نظر آ رہی ہے اللہ ہی کا وجود ہے جو ہر طرف نظر آ رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس صورت میں اللہ ہے کی بات ہو رہی ہے تو آگے اسی کا جواب موجود ہے ''زل'' زل کے معنی ہیں ایک طرف سے دوسری طرف آنا یا جانا، یہ جو آ رہا ہے عَلَیۡکَ تجھ پر۔

ھُوَالَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ یعنی جو کچھ بھی موجود ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے نہ صرف ایک ہی وجود ہے ایک ہی ذات ہے کہ اسکے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یہی ذات ہے جو تجھ پر زل ہو رہی ہے اور تو، جس پر زل ہو رہی ہے تُو بھی ہم ہیں یعنی اللہ ہی کا وجود ہے کوئی اور نہیں۔ جو زل ہو رہا ہے الۡکِتٰبَ الکتاب تھی یعنی یہ تھی الکتاب جو زل ہو رہی ہے مطلب یہ کہ جو اکثریت کہہ رہی ہے کہ یہ قرآن الکتاب ہے ان کو علم ہی نہیں کہ الکتاب کیا ہے الکتاب تو یہ آسمانوں وزمین ہیں جو نظر آ رہے ہیں جو وجود ہر طرف تمہیں نظر آ رہا ہے یہ تھی الکتاب، جب آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان میں غور وفکر کیا جاتا ہے انہیں قرا کیا جاتا ہے تو جو آتا ہے وہ علم کی صورت میں الکتاب یعنی ہم زل ہوتے ہیں یہ تھی الکتاب۔ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ اس سے ہیں آیات جو کہ فیصلہ کن ہیں یعنی بالکل واضح ہیں ہر کسی کو علم ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے ھُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ ایسی جو کہ بالکل فیصلہ کن ہیں جن کے بارے میں ہر ایک پر واضح ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے یہ الکتاب کی بنیاد ہیں جڑ ہیں جن پر قائم ہونا ہے جن کے پیچھے پڑنا ہے جو ان کا استعمال واضح کر دیا گیا انہیں استعمال کرنا ہے وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ اور جو دوسری ہیں جو کہ متشابہات ہیں یعنی ہیں تو سامنے یا جو فیصلہ کن ہیں ان کے پیچھے پڑنے سے سامنے آ جائیں لیکن ان کا مقصد کیا ہے انہیں کس مقصد کے لیے خلق کیا یہ علم واضح نہیں کیا بلکہ چھپا دیا گیا تو ایسی آیات کی اتباع نہیں کرنی یعنی ان کے پیچھے نہیں پڑنا ان کو استعمال نہیں کرنا فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ پس ایسے لوگ جن کے دلوں میں زیغ ہے یعنی جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ پہلے جس لائن پر قائم ہے اس لائن سے اسے ہٹا دیں، جس مقصد کو پورا کر رہی ہے اسے اس مقصد سے ہٹا کر کسی اور مقصد پر لگا دیں اس کو اپنی چاہت کے مطابق استعمال کریں فَيَتَّبِعُوۡنَ پس اس کو اپنی مرضی کی سمت دینے اسے اصل مقام اصل لائن اصل مقصد سے ہٹانے اور اس کے برعکس اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کے لیے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مَا تَشَابَهَ جو یہ کر رہے ہیں ان کو خود بھی اس کا علم نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یعنی محض اندھوں کی طرح آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے جو کہ اللہ کی آیات ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں ان کی سمت بدلنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ان کو ان کے مقام سے ہٹانے ان کو بدلنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں اس کا علم بھی نہیں ہے علم ان سے چھپا ہوا ہے یوں جب یہ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں پنگے لے رہے ہیں تو جو ان کے سامنے آتا ہے جو بنتا ہے جو ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے؟ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ اس سے ان کو جو صلاحیتیں واختیار دیا گیا اس کا غلط استعمال کرنے سے مخصوص فتنہ یعنی اصل جو کہ فطرت ہے اس کے مقابلے پر نقل جو کہ مصنوعی ہے وہ وجود میں آ رہا ہے جسے فتنہ الدجال کہا گیا جس سے دنیا میں انسانوں پر اصل اور نقل کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے یوں وہ اصل کی بجائے نقل کا شکار ہو رہے ہیں یعنی دنیا میں بھیجا تھا کہ فطرت پر قائم ہونا ہے ہر لحاظ سے فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے اس میں تبدیلی نہیں کرنا اور جب یہ شیاطین متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ان کی سمت ان کا مقام بدلنے کے لیے اور اپنی مرضیاں کرنے کے تو اس سے فطرت کے مقابلے پر دوسرا وجود سامنے آ رہا ہے اور انسانوں پر امتحان ہے کہ ان میں سے اصل کیا ہے دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اور وہ اصل جو کہ فطرت ہے اس کی بجائے نقل جو کہ فطرت کی ضد مصنوعی ہے اس کا شکار ہو رہے ہیں اسے ہی دنیا میں آنے کا مقصد سمجھ کر اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ اور جو انہیں صلاحیتیں واختیار دیا گیا ان کا اللہ کی مرضی کی بجائے اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہوئے

آسمانوں وزمین میں اللہ کی آیات کو اپنی مرضی کے مقاصد پہنا رہے ہیں ان کو اپنی مرضی کے استعمال پہنا رہے ہیں اپنی مرضی کے استعمالات میں لا رہے ہیں وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اور نہیں علم ہے اس کی تاویل کا یعنی کہ اس کا اصل مقصد کیا ہے اسے کس مقصد کے لیے خلق کیا وجود میں لایا جو بھی متشابہات میں سے ہے اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ ہے یعنی جسے ان کے اصل مقصد کا علم ہے وہ اللہ ہے اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں علم کہ متشابہات آیات کا اصل مقصد کیا ہے انہیں کیوں خلق کیا گیا اور اللہ کیا ہے جسے علم ہے ایک تو آپ پر واضح کر دیا گیا کہ یہی وجود جو کہ ایک ہی وجود ہے اس کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ اور جو غور وفکر کر کے یعنی جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں گئی اور دلوں کو افندہ کیا گیا مطلب یہ کہ جہاں کانوں اور آنکھوں کے ذریعے دماغ کی رسائی نہیں وہاں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دل میں رکھ دیں دل کو ایسا کیا کہ دل وہ سنتا ہے جو کانوں سے نہیں سنا جا سکتا دل وہ دیکھتا ہے جو آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا اور دل وہ سمجھتا ہے جو دماغ سے نہیں سمجھا جا سکتا یوں وہ دل و دماغ کا استعمال کرتے ہوئے غور وفکر کر رہے ہیں اور راسخ ہو رہے ہیں علم میں یعنی وہ جان رہے ہیں کہ متشابہات آیات کا اصل مقصد کیا ہیں انہیں کس مقصد کے لیے خلق کیا گیا وجود میں لایا گیا یوں ایسے جو ہیں وہ کوئی دوسرا وجود نہیں بلکہ مومن ہیں جو کہ اللہ کا اسم ہے یعنی اللہ ہی کا وجود ہیں نہ کہ الگ سے کوئی وجود يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ یعنی جب دنیا میں ہر طرف فتنہ ہے فطرت کی ضد مصنوعی ہے آسمانوں وزمین میں اللہ کی متشابہات آیات کو اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو جب راسخون فی العلم کے سامنے یہ معاملہ آتا ہے کہ وہ بھی دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنی من مرضیوں کے مطابق دوسروں کی طرح استعمال کریں تو وہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں بلکہ ہم تو اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں جو علم ہمیں دیا گیا ان کے بارے میں کہ ان کا مقصد یہ نہیں ہے ان کو اس مقصد کے لیے وجود میں نہیں لایا گیا جس مقصد کے لیے تم ان کا استعمال کر رہے ہو جیسے کہ خام تیل جس سے تم نے ترقی وخوشحالی کے نام پر دنیا کو فتنے سے بھر دیا ہے اس کا استعمال یہ نہیں ہے بلکہ اس خام تیل کا مقصد زمین پر حیات کو وجود میں لانا ہے تمہیں اسی سے خلق کیا جا رہا ہے خام تیل تو زمین پر وجود میں آنے والی حیات کے لیے خام مال ہے جس سے اسے وجود میں لایا جا رہا ہے اسی خام تیل سے ہی تمہیں بھی خلق کیا جا رہا ہے اس لیے اس کو اس کے مقام پر رہنے دو اسے اس کے مقام سے مت ہٹاؤ ایسے ہی راسخون فی العلم کا ہر متشابہ آیت کے بارے میں یہی کہنا ہے کیونکہ انہیں نظر آ رہا ہے کہ یہ زمین اسی سے جہنم بن رہی ہے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اسی سے زمین آگ بن جائے گی ۔

یہ جو ترقی کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد کر رہے ہیں آسمانوں وزمین یعنی الکتاب کی متشابہات آیات کو اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کر رہے ہیں انہیں ان کے مقام سے ہٹا رہے ہیں اسی سے زمین آگ یعنی جہنم بن رہی ہے اور عنقریب مکمل جہنم بن جائے گی آگ بن جائے گی ۔ یہ ترقی نہیں کر رہے بلکہ اپنے لیے اپنے ہاتھوں سے آگ تیار کر رہے ہیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا یہ تمام کی تمام جس کے ہاں سے ہیں ہمارا ربّ ہے یعنی جنہیں مخلوقات کا نام دیکر ان میں چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے یہ ہمارے ربّ کے ہاں سے ہیں مطلب یہ کہ اور ربّ کون ہے ہمارا؟ یہی تو ربّ ہے، کیا اسی وجود نے وجود میں نہیں لایا؟ یہی وجود تمام کی تمام ضروریات خلق کر کے فراہم نہیں کر رہا؟ جو بھی صلاحیتیں ہیں کیا اسی وجود کی دی ہوئی نہیں ہے؟ تو پھر اسی کیساتھ دشمنی کی جا رہی ہے۔ کیا اسے ہی علم نہیں تھا کہ اس نے انہیں کس مقصد کے لیے وجود میں لایا؟ کیا اسے ہی علم نہیں تھا کہ ہماری ضروریات کیا ہیں؟ کیا ہمیں خلق کر کے ہماری ضروریات خلق کرنا بھول گیا؟ کیا اس نے جس جس مقام پر انہیں قائم کیا اسے ہی نہیں علم تھا کہ ان کا مقام یہ نہیں جو تم لوگ مخلوقات کو جو کہ اللہ کی آیات ہیں انہیں ان کے مقامات سے بدل رہے ہو؟ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور نہیں یاد کر رہے جو بھلا دیا گیا جسے خلق ہی بھولے ہوئے ہوئے تھے مگر وہی یاد کر رہے ہیں جو انہیں بھلا دیا گیا تھا جو اپنی ہی ذات کو یاد کرنے کے مشن ومقصد میں اپنے مخصوص باب کو اپنا ولی یعنی معاونت کار بنائے ہوئے ہیں۔ حق کو سمجھنے کے لیے کان، آنکھیں اور دل وہ باب ہیں جن کے ذریعے کوئی بات دماغ میں داخل ہوتی یا نکلتی ہے یعنی وہ جو ہر لمحے اپنے کان اور آنکھیں کھلے رکھے ہوئے ہیں غور وفکر کر رہے ہیں جو کسی بھی بات کو کُل اور حرف آخر سمجھ کر دماغ میں ڈال کر تالا نہیں لگا دیتے جو کہ اہل العقائد کرتے ہیں ایسے نہیں ہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس ایسے ہیں کہ کسی بھی بات کو کُل اور حرف آخر نہیں سمجھتے بلکہ کہیں سے بھی کوئی بھی بات سامنے آتی ہے تو اسے سنتے ہیں کچھ بھی سامنے آتا ہے تو اسے دیکھتے ہیں اور اس میں غور وفکر کرتے ہیں ہر لمحے آسمانوں وزمین میں غور وفکر کر رہے ہیں اگر پہلے سے سمجھی گئی کوئی بات کوئی نظریہ غلط ثابت ہو جاتا ہے تو اسے دماغ سے نکال باہر کر رہے ہیں اور جو حق ہے اسے دماغ میں داخل ہونے دے رہے ہیں انہیں یاد ہو رہا ہے جو بھلا دیا گیا تھا۔

اس آیت میں آپ نے جان لیا کہ اللہ نے الکتاب کی متشابہات آیات کے پیچھے پڑنے انہیں اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کرنے سے منع کیا ہے نہ کہ

ھذا القرآن یعنی اس قرآن کی آیات کی بات ہو رہی ہے لیکن خود کو دین کے ٹھیکیدار کہلوانے والوں نے اسے قرآن کی آیات قرار دیا۔ اور بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قرآن کی آیات کی بات ہو رہی ہے تو پھر پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا مطلب کہ قرآن میں بعض آیات متشابہاً ہیں اور بعض نہیں جس سے قرآن اپنے ہی دعوے میں جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ الزمر کی آیت میں آپ پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے کہا اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے نہ کہ اس میں بعض آیات محکمات اور باقی تمام کی تمام متشابہات۔

ھذا القرآن یعنی یہ قرآن سارے کا سارا متشابہاً ہے سارے کا سارا قرآن ایسا ہے کہ سامنے جو نظر آ رہا ہے اصل حقیقت وہ نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس کا علم سو فیصد چھپا دیا لیکن اس کے برعکس الکتاب متشابہاً نہیں بلکہ اس میں بعض آیات محکمات ہیں اور باقی تمام کی تمام متشابہات ہیں اس لیے الکتاب یہ قرآن نہیں ہے اور اگر اس کے باوجود کوئی اس قرآن کو الکتاب قرار دیتا ہے تو ایسا شخص نہ صرف قرآن کے احسن الحدیثِ ہونے کا کفر کرتا ہے بلکہ اس کے کتاباً متشابہاً اور مثانی ہونے کا بھی کفر کرتا ہے۔ یہ جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے یہ الکتاب نہیں ہے بلکہ یہ تو القرآن ہے یعنی یہ الکتاب کو قرا کیا گیا ہوا ہے اس لیے الکتاب وہ ہے جس سے یہ سب قرا کیا گیا۔

دوسری بات اگر یہ مان لیا جائے کہ اس قرآن کی بعض آیات محکمات ہیں اور باقی تمام کی تمام متشابہات ہیں تو قرآن میں اختلاف ثابت ہو کر یہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے اس لیے اس قرآن اور الکتاب میں فرق ہے اور اگر اس فرق کو نظر انداز کیا گیا تو ایسا کرنے والے اللہ کے العزیز الحکیم ہونے کا کفر کرتے ہیں۔

اللہ العزیز الحکیم ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ جو بھی کام کرتا ہے انتہائی باریکی کیساتھ اس طرح کرتا ہے کہ اس میں رائی برابر بھی کوئی کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ اس کو انتہائی باریک بینی سے ایسا کرتا ہے جیسا کہ کرنے کا حق ہے اگر کہیں پر فرق رکھتا ہے تو وہ فرق لازم ہے اسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ اگر رائی برابر بھی فرق رکھتا ہے تو اس فرق کو کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو ایسا کرنے والا اپنے عمل سے اللہ کے العزیز الحکیم ہونے کا کفر کرتا ہے۔ اس لیے اللہ نے جہاں الکتاب کا ذکر کیا تو وہاں یہ قرآن نہیں بلکہ الکتاب ہے اور جہاں الکتاب کی بجائے اس قرآن کا ذکر کرنا مقصود تھا تو اللہ نے وہاں "ھذا القرآن" کے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اب ظاہر ہے اگر اللہ نے قرآن میں الکتاب اور ھذا القرآن الگ الگ استعمال کیا ہے اتنا بڑا فرق رکھا ہے تو یہ فرق لازم تھا اسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس کے باوجود کوئی اسے نظر انداز کرتا ہے اور الکتاب کی جگہ یہ قرآن مراد لیتا ہے تو ایسا کرنے والا نہ صرف اللہ کے العزیز ہونے کا کفر کرتا ہے بلکہ وہ قرآن کے کتاباً، متشابہاً اور مثانی ہونے کا کفر کرتا ہے اور ایسا کرنے والا ہدایت کی بجائے گمراہ ہی ہوگا اسے دنیا کی کوئی طاقت گمراہی سے نہیں بچاسکتی۔

کسی بھی صورت اللہ کے الحکیم ہونے کا کفر نہیں کیا جائے گا اللہ نے یہ نہیں کہا کہ اس قرآن یعنی ھذا القرآن کی بعض آیات محکمات ہیں اور باقی جتنی بھی ہیں وہ متشابہات ہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس یہ کہا ہے کہ قرآن متشابہاً ہے یعنی قرآن کا سو فیصد علم چھپا دیا گیا اور اللہ نے اس قرآن کے برعکس الکتاب کی بعض آیات کو محکمات اور باقی تمام کی تمام کو متشابہات کہا۔ اس لیے قرآن الگ ہے اور الکتاب الگ اور اس فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس کے باوجود یہ کہا جاتا ہے کہ نہیں اس قرآن کی بعض آیات محکمات ہیں اور باقی تمام کی تمام متشابہات ہیں اور جو متشابہات ہیں ان کے پیچھے نہیں پڑنا تو پھر پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مطلب کہ اس قرآن میں بعض آیات محکمات ہیں اور باقی جتنی بھی ہیں وہ تمام کی تمام متشابہات ہیں یعنی محکمات بہت تھوڑی ہیں اور متشابہات کی تعداد کثیر ہے لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس قرآن میں صرف انتیس آیات متشابہات ہیں باقی تمام محکمات ہیں یعنی بالکل الٹ کہہ رہے ہیں کہ متشابہات کی تعداد بہت کم ہے اور محکمات کی تعداد کثیر ہے جس سے یا تو قرآن اپنے ہی دعوے میں جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے یا پھر اگر قرآن جھوٹا نہیں تو یہ لوگ جھوٹے و بے بنیاد ثابت ہو جاتے ہیں جسے یہ لوگ الکتاب سمجھ اور کہہ رہے ہیں اللہ کے ہاں یہ الکتاب ہے ہی نہیں بلکہ یہ القرآن ہے یعنی اسے الکتاب کو ہی قرا کیا گیا ہے یہ علم جو کہ القرآن ہے اسے الکتاب سے حاصل کیا گیا ہے اور جہاں سے یہ علم حاصل کیا گیا الکتاب وہ ہے جو کہ یہ آسمانوں وزمین ہیں ہر طرف الکتاب ہی کی آیات نظر آ رہی ہیں اور پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی سورۃ آل عمران میں تھوڑا ہی آگے آیت نمبر گیارہ میں کہا ہے کہ آل فرعون اور وہ قومیں جو ان سے پہلے تھیں یعنی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین اور قوم لوط وغیرہ انہوں نے الکتاب کی انہیں متشابہات آیات کا

کذب کیا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. آل عمران 11

كَدَاْبِ اللہ آج اس وقت دنیا میں آباد لوگوں کو کہہ رہا ہے آج ان سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ جیسے تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تھا جیسے تمہیں کہا تھا کہ الکتاب کی محکمات آیات کے پیچھے پڑنا انہیں استعمال کرنا اور متشابہات کے پیچھے نہ پڑنا اور تم نے ہماری بات نہ مانی اور وہی کیا یوں آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے آج اس مقام پر پہنچے ہو جسے تم ترقی وخوشحالی کا نام دیتے ہو جسے جدت کا نام دیتے ہو بالکل عین اسی طرح اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ آل فرعون اور وہ لوگ یعنی وہ قومیں جو ان سے پہلے اس زمین پر آباد تھیں ان پر بھی حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تھا انہیں بھی یہی کہا تھا کہ الکتاب کی متشابہات آیات کے پیچھے نہ پڑنا ان کو اپنی مرضی کی تاویلات نہ پہنانا یعنی انہیں فطرت سے ہٹ کر مقاصد کے لیے استعمال مت کرنا فطرت کے خلاف ان کا استعمال نہ کرنا جو مقصد ان کا فطرت سے طے کر دیا انہیں اس مقام سے نہ ہٹانا لیکن انہوں نے بھی بالکل یہی کیا جو آج تم کر رہے ہو، وہ بھی بالکل عین اسی طرح آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے اسی مقام پر پہنچے تھے جس پر آج تم پہنچ چکے ہو انہوں نے بھی بالکل یہی اور عین اسی طرح کیا یہ جو آج تم کر رہے ہو۔ بالکل اسی طرح یہ سب آل فرعون اور جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم شعیب وغیرہ انہوں نے بھی بالکل یہی کیا اور یہ کیا کر رہے ہو جو انہوں نے بھی کیا؟ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا کذب کر رہے ہو ہماری آیات سے بالکل عین اسی طرح کذب کیا تھا ہماری آیات سے آل فرعون اور ان لوگوں نے جو ان سے پہلے اس زمین پر آباد تھے فَاَخَذَهُمُ پس کیا ہے کون ہے جو اس وقت زمین پر جو آباد ہیں انہیں اخذ کر رہا ہے یعنی پکڑ رہا ہے؟ یعنی آج جب تم اللہ کی آیات جو کہ آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام اللہ کی آیات ہیں جن کا تم کذب کر رہے ہو یعنی انہیں ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہو ان کا غلط استعمال کر رہے ہو انہیں فطرت سے ہٹا رہے ہو تو اس کے سبب آج جو تم پر طرح طرح کی ہلاکتیں مسلط ہو چکی ہیں یہ زلزلے، طوفان، آندھیاں، طرح طرح کی بیماریاں، طرح طرح کی ہلاکتیں، لڑائیاں، نفرتیں، جنگ وجدل، تقسیم در تقسیم وغیرہ یہ کون ہے جو تمہیں پکڑ رہا ہے؟ اَللّٰهُ اللہ ہے جو اس وقت دنیا میں آباد لوگوں کو پکڑ رہا ہے بِذُنُوْبِهِمْ ان کے ذنوب کے سبب یعنی ان کو جن کاموں سے منع کیا تھا انہوں نے ان سے منع ہونے کی بجائے وہی سب کیا وہی اعمال کیے تو ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال جو کہ یہ الکتاب کی آیات جو کہ ہماری آیات ہیں کیساتھ کذب کر رہے ہیں انہیں ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں متشابہات آیات کے پیچھے پڑے ہیں انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں جو کہ فساد ہے اسی کے سبب انہیں اللہ آج زلزلوں، طوفانوں، بیماریوں، موسموں کے بگڑنے سمیت طرح طرح کی ہلاکتوں کی صورت میں پکڑ رہا ہے ایسے ہی آل فرعون اور جو ان سے پہلے تھے انہیں اللہ نے پکڑا تھا وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ ہے پیچھے سے انتہائی سخت پکڑ پکڑنے والا جو تدبر نہیں کرتے یعنی جو اندھوں کی طرح مفسد اعمال میں آگے ہی آگے بڑھتے جاتے ہیں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے کہ وہ جو کر رہے ہیں غلط کر رہے ہیں اور اس کی اصلاح کر لیں یوں ان کے ذنوب بڑھتے جاتے ہیں جو انہیں پیچھے سے آ پکڑتے ہیں کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

اس آیت میں اللہ نے بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ جیسے اس موجودہ قوم پر واضح کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ الکتاب کی متشابہات آیات کے پیچھے مت پڑنا انہیں اپنی تاویلات نہ پہنانا یعنی انہیں اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال نہ کرنا لیکن میری بات نہ مانتے ہوئے اس کے برعکس ہی کیا اور آج اس مقام پر پہنچ چکے کہ ہر طرف سے اللہ کی پکڑ آ رہی ہے اللہ پکڑ رہا ہے اور عنقریب عذاب عظیم آنے ہی والا ہے جو کہ سر پر آ چکا ہے بالکل عین اسی طرح آل فرعون اور جو ان سے پہلے تھے ان پر بھی یہ سب واضح کیا گیا تھا لیکن انہوں نے بھی یہی سب کیا کہ الکتاب کی آیات جو کہ ہماری آیات ہیں ان کا کذب کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الکتاب سے مراد یہ قرآن ہے اور الکتاب کی آیات سے مراد اس قرآن کی آیات ہیں تو اس کا مطلب کہ یہ قرآن آل فرعون کے وقت بھی موجود تھا اور ان سے پہلے قوم شعیب، قوم ثمود، قوم عاد اور قوم نوح کے وقت بھی موجود تھا اسی لیے تو انہوں نے بھی الکتاب اگر یہ قرآن تھا تو اس کی آیات سے کذب کیا جو کہ اللہ کی آیات ہیں؟ اگر یہ قرآن اس وقت موجود نہیں تھا تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ یہ قرآن الکتاب نہیں ہے بلکہ الکتاب وہ ہے جو ان تمام قوموں کے وقت بھی موجود تھی اور آج بھی موجود ہے الکتاب کی آیات تب بھی موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں تب بھی الکتاب کی آیات کیساتھ کذب کیا گیا یعنی چھیڑ چھاڑ کی گئی انہیں ان کے مقامات سے ہٹایا گیا ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کیا گیا اور آج بھی الکتاب کی آیات کیساتھ

کذب کیا جا رہا ہے یعنی کوئی بھی یہ ماننے کو تیار نہیں کہ یہ الکتاب کی آیات ہیں اللہ کی آیات ہیں اگر ان میں چھیڑ چھاڑ کی، ان میں پنگے لیے، ان کو ان کے مقامات سے ہٹایا، ان کی سمت تبدیل کی، ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کیا گیا تو آسمانوں وزمین میں فساد عظیم ہو جائے گا اور نتیجتاً اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ان مفسد اعمال کے سبب ہلاک ہو جائیں گے۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ وہ کون سی الکتاب ہے جس میں اللہ کی آیات ہیں؟ وہ کون سی الکتاب ہے جس میں اللہ کی آیات سے کذب کیا جا رہا ہے یعنی ان میں چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے انہیں ان کے مقامات سے ہٹایا جا رہا ہے اور اپنے ان مفسد اعمال کو ترقی و خوشحالی کا نام دیا جا رہا ہے؟ وہ کون سی الکتاب ہے اور اس میں اللہ کی آیات ہیں جن کیساتھ کذب کرنے یعنی ان کے بارے میں جو راہنمائی کی گئی ان کیساتھ اس کے بالکل برعکس کیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ طرح طرح کی تباہیاں آ رہی ہیں؟ وہ کون سی الکتاب اور اس میں اللہ کی آیات ہیں جو نہ صرف آج بھی موجود ہے بلکہ آل فرعون اور جو قومیں ان سے بھی پہلے اس زمین پر آباد تھیں تو تب بھی موجود تھیں انہوں نے بھی الکتاب میں اللہ کی آیات کیساتھ کذب کیا؟ وہ کون سی الکتاب ہے جس کی آیات سے کذب کرنے سے تب بھی ہلاکتیں آئیں یہاں تک کہ وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں اور آج بھی انہی الکتاب کی آیات سے کذب کرنے کے سبب طرح طرح کی ہلاکتیں آ رہی ہیں اور عظیم عذاب سر پر آ کھڑا ہے اور پھر بالآخر الساعت آئے گی جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے؟

اگر آپ تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ الکتاب آسمانوں وزمین ہیں۔ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ الکتاب میں ہی ہے اور یہ سب کا سب اللہ کی آیات ہیں اس کے علاوہ اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر واضح کر دیا کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کی آیات ہیں، آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ الکتاب کی آیات ہیں اب جب اللہ نے قرآن میں واضح طور پر یہ کہا تو پھر کیا کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے کہ الکتاب کیا ہے؟ نہیں بلکہ بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آسمانوں و زمین ہی الکتاب ہے ان میں جو کچھ بھی ہے یہ الکتاب کی ہی آیات ہیں۔

الکتاب یعنی یہ آسمانوں وزمین ہی ہیں جن میں آج بھی فساد کیا جا رہا ہے اور اس کے سبب ہلاکتیں وتباہیاں آ رہی ہے اور عذاب عظیم سر پر ہے اور یہ آسمانوں و زمین ہی وہ الکتاب ہے جس میں آل فرعون اور جو لوگ ان سے بھی پہلے تھے نے پنگے لیے فساد کیا اور اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ یوں ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ الکتاب آسمانوں وزمین ہیں۔

اب آپ پر لفظی معنی کے اعتبار سے واضح کرتے ہیں کہ الکتاب کیا ہے۔

الکتاب جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''ال، کتب اور ا'' کا مجموعہ ہے ''ا'' کتب کے درمیان میں آتا ہے۔

پیچھے آپ جان چکے ہیں کہ ''ال'' اگر کسی بھی لفظ یا جملے کے شروع میں آتا ہے تو اسے مخصوص کر دیتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا اور آگے آ جاتا ہے ''کتب'' کتب کے معنی ہیں علم کا کسی بھی صورت میں موجود ہونا جہاں سے اسے قرا کیا جا سکے یعنی کانوں، آنکھوں اور دماغ اور دل کا استعمال کرتے ہوئے علم وہاں سے آپ کی طرف نازل ہو یعنی علم آپ کی طرف آئے۔

عام طور پر کتب کا معنی کیا جاتا ہے لکھنا اور پھر لکھنے سے مراد لیا جاتا ہے کہ کسی بشر کا قلم اور سیاہی کیساتھ یا ایسی ہی صورت میں لکھنا لیکن یہ انتہائی سطحی اور نامکمل معنی ہے کتب کے معنی ہیں علم کا کسی بھی صورت کہیں موجود ہونا جہاں سے اسے سن دیکھ، سمجھ کر یا کسی بھی طریقے سے حاصل کیا جا سکے۔ درمیان میں ''ا'' کا استعمال ہوا ہے یوں جملہ بنتا ہے کتاب جس کے معنی بنتے ہیں سب کا سب علم جو کتب ہے۔ مثال کے طور پر آج آپ جسے کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک کہتے ہیں اسے عربوں کی زبان عربی میں ہارڈ ڈسک نہیں بلکہ کتاب کہا جائے گا، جسے میموری کارڈ کہتے ہیں اسے عربی میں میموری کارڈ نہیں بلکہ کتاب کہا جائے گا ایسے ہی جہاں بھی علم کسی بھی صورت میں موجود ہے اسے کتاب کہا جائے گا۔

اور شروع میں ''ال'' کے استعمال سے الکتاب بنتا ہے جس کے معنی ہیں مخصوص کتاب یعنی وہ کتاب جو مخصوص ثابت ہو جائے۔

جب کتابوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے یہ جاننے کے لیے کہ ان میں سے کون سی کتاب الکتاب یعنی مخصوص کتاب ثابت ہوتی ہے تو آسمانوں وزمین جو کہ ہر ایک کو نظر آ رہا ہے کہ علم ہی کتب ہے یوں یہ کتاب ہی الکتاب ثابت ہوتی ہے۔

الٓمٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. البقرۃ ۱، ۲

الم کے بعد ذٰلِکَ الْکِتٰبُ کے معنی کیے جاتے ہیں یہ کتاب قرآن۔ پیچھے واضح کیا جا چکا ہے کہ الکتاب اور قرآن میں فرق ہے اسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر اس فرق کو نظر انداز کیا گیا تو اللہ کے العزیز الحکیم ہونے کا کفر ہوگا اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین کو الکتاب کہا گیا اس کے باوجود بالفرض ایک لمحے کے لیے مان لیں کہ یہاں الکتاب کا مطلب یہ قرآن ہے تو پھر دیکھیں اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

الٓمٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ الم یہ قرآن کتاب ہے۔ پہلی بات کہ دوسری آیت میں الکتاب ہے نہ کہ قرآن اور دوسری بات کہ اگر اس سے مراد یہ کتاب قرآن لیا جاتا ہے تو پہلی اور دوسری آیات مثانی ہی ثابت نہیں ہوتیں یعنی آیات کا آپس میں ایسا ربط ہی قائم نہیں ہوتا جیسے ایک کے بعد دو کا آپس میں ربط ہے جیسے جسم میں اعضاء کا آپس میں ربط ہوتا ہے مثلاً جیسے ناخن کا انگلی کیساتھ ربط ہے، انگلی کا ہتھیلی کیساتھ، ہتھیلی کا کلائی کیساتھ ایسے ہی بتدریج ہر عضو اگلے سے مربوط و مشروط ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ الم یہ کتاب قرآن ہے تو قرآن مثانی ہی ثابت نہیں ہوتا جس کا مطلب کہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہی نہیں اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا نہ ہو۔

اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں اور ہر کوئی جانتا ہے کہ سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں ذٰلِکَ کا ترجمہ ومعنی یہ یعنی قریب کا کیا جاتا ہے لیکن ذٰلِکَ کا معنی یہ نہیں بلکہ وہ ہے ذٰلِکَ عربی میں قریب کے لیے نہیں بلکہ بعید یعنی دور کے لیے بولا جاتا ہے اور اس کے برعکس قریب کے لیے ھذا کا استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اگر یہ کہنا ہے کہ یہ وہ شئے ہے مثلاً آپ کے سامنے لکھا ہوا ہے قلم اور قلم سامنے کہیں موجود ہے تو آپ جب قلم کو پڑھیں گے تو آپ پڑھتے ہوئے قلم کی طرف اشارہ کریں گے کہ یہ وہ قلم ہے اس کے لیے عربی میں تلک کا استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آیت میں نہ تو ''ھذاالکتاب'' ہے جس کا معنی ہے یہ الکتاب ہے اور نہ ہی ''تلک الکتاب'' ہے جس کا معنی ہے یہ وہ الکتاب ہے بلکہ آیت میں ''ذلک الکتاب'' ہے جس کے معنی ہیں وہ الکتاب یعنی جس الکتاب کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ نزدیک نہیں بلکہ دور ہے۔

اب آئیں ایک اور پہلو کی طرف

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. البقرۃ ۲

یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلامِ خدا ہے۔خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔ فتح محمد جالندھری

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ احمد رضا خان بریلوی

یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے اُن پرہیزگار لوگوں کے لیے۔ ابوالاعلیٰ مودودی

آپ نے ان لوگوں کے تراجم کو دیکھ لیا جسے قرآن کہا جاتا ہے یعنی تراجم کو قرآن کہا جاتا ہے سب سے پہلی بات کہ کیا یہ تراجم قرآن میں اللہ کے اتارے ہوئے کی پہچان کے لیے بیان کی گئی شرائط پر پورا اترتے ہیں؟ اگر تو پورا اترتے ہیں تو یہ اللہ کا کلام اور اگر نہیں پورا اترتے تو یہ اللہ کا نہیں بلکہ شیاطین کا کلام ہے اللہ کے دشمنوں کا کلام ہے جس کا لوگوں کو مقصد اللہ کی طرف جانے سے حق کی طرف جانے سے روکنا ہے رکاوٹ بننا ہے۔ اور آپ خود غور کر لیں کوئی ایک بھی ترجمہ ان شرائط پر پورا نہیں اترتا، نہ تو کوئی ایک بھی ترجمہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ثابت ہوتا ہے، نہ ہی ایک ہی کتاب، نہ ہی متشابہاً یعنی ایسا ہے کہ سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں کہ کیا کہا جا رہا ہے بلکہ ترجمہ تو کسی کے بھی سامنے رکھیں اور پوچھیں کہ یہ کیا کہا گیا تو ہر کوئی بتا دے گا کہ کیا کہا جا رہا ہے یوں کوئی بھی ترجمہ متشابہاً بھی ثابت نہیں ہوتا اور پھر نہ ہی مثانی ثابت ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ایک لمحے کے لیے مان بھی لیا جائے کہ ''ذلک الکتاب'' یہ قرآن کتاب ہے اور اس میں راہنمائی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج تک کسی کو اس سے راہنمائی ملی؟ کروڑوں کی تعداد میں قرآن کو ہدایت کا ذریعہ قرار دینے والے موجود ہیں اور اربوں پیچھے گزر

گئے لیکن پھر بھی اکثریت گمراہی و ذلت کا شکار ہے جس سے یہ بات بالکل بے بنیاد اور باطل ثابت ہو جاتی ہے کہ اس آیت میں یہ کہا گیا کہ اس قرآن میں ہدایت ہے کیونکہ اگر یہ بات سچ ہوتی تو کوئی بھی قرآن کا دعویدار ہوتا تو اسے ہدایت یافتہ ہونا چاہیے تھا نہ کہ گمراہ، ذلیل ورسوا اور فرقہ درفرقہ گروہوں میں تقسیم۔ اس کے باوجود اگر یہ کہا جاتا ہے کہ نہیں اس قرآن میں ہدایت ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ قرآن اپنے ہی قول میں جھوٹا ہے یوں اللہ کے ہاں سے نہ ہوا بلکہ غیراللہ کے ہاں سے ہوا جو کہ ناممکن ہے۔

اب آئیں حق کی طرف کے حق کیا ہے۔ اللہ کا کہنا ہے

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. البقرۃ ۱، ۲

الم وہ الکتاب ہے نہیں ریب اس میں ہے چھوٹی سے چھوٹی یعنی مکمل طور پر راہنمائی متقین کے لیے۔

اب سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ آپ کے سامنے کتنی کتابیں موجود ہیں جو راہنمائی کے لیے آپ کے سامنے موجود ہیں؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ کے سامنے دو کتابیں ہیں ایک قرآن ہے اور دوسری آسمانوں وزمین۔ یعنی ایک قرآن ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی ذات میں الکتاب نہیں ہے بلکہ وہ الکتاب کو پڑھ کر اسے اوراق پر کتب کیا گیا ہوا ہے جسے عربوں کی زبان میں قرآن کہا جاتا ہے اور ہر مذہب کے ہاں کوئی نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے جسے عربوں کی زبان میں قرآن کہا جائے گا جس کے بارے میں ہر مذہب کا دعویٰ ہے کہ اس میں راہنمائی ہے اور آج اللہ پوری دنیا کے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہہ رہا ہے کہ ''الم یہ نہیں بلکہ وہ الکتاب ہے جس میں ہدایت ہے متقین کے لیے'' یعنی دنیا میں ہر شخص کے سامنے کوئی نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ اس میں راہنمائی ہے اور پھر اس کے علاوہ دنیا کے ہر شخص کے سامنے ایک اور کتاب بھی موجود ہے جس میں راہنمائی ہے لیکن اس کا کسی کو علم نہیں جو کہ اس کے سامنے موجود اوراق والی کتاب سے نسبتاً دور ہے اس لیے اس کے لیے کہا جائے گا کہ وہ الکتاب ہے نہ کہ یہ جو تیرے پاس ہے جو الکتاب کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہے۔ یعنی دنیا میں ہر شخص کے سامنے دو ہی مخصوص الکتاب موجود ہیں ایک اوراق والی اور دوسری الکتاب جو کہ آسمانوں وزمین ہیں۔ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے سامنے جسے یہ لوگ قرآن کہتے ہیں ایک یہ ہے اور دوسری آسمانوں وزمین کی صورت میں موجود ہے۔ ایسے ہی ہندوؤں کو لے لیں تو ان میں سے اگر کوئی کسی وید کے بارے میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں راہنمائی ہے تو وید کے علاوہ آسمانوں وزمین بھی اس کے سامنے ہیں ایسے ہی یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا کسی بھی مذہب، فرقے یا گروہ سے تعلق رکھتے ہوں ہر کسی کے سامنے کوئی نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ اس میں ان کے لیے راہنمائی ہے اور اس کے علاوہ ان کے سامنے آسمانوں وزمین کی صورت میں بھی الکتاب موجود ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ ان دونوں میں سے قریب کون سی ہے اور دور کون سی ہے؟ مثلاً قرآن کی آیات کو دیکھیں اگر قرآن میں جبال آیا ہے تو کیا یہ قرآن جو کتاب ہے اس کی آیت جبال قریب ہے یا پھر آسمانوں وزمین جو کہ الکتاب ہے اس میں اللہ کی آیت جبال یعنی پہاڑ قریب ہے؟ ان میں سے کون سی کتاب قریب ہے اور کون سی نسبتاً دور تو آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ قرآن قریب ہے یہ اوراق والی کتاب جو کہ اپنی ذات میں الکتاب نہیں بلکہ الکتاب سے پڑھ کر یا کہیں اور سے علم حاصل کر کے تحریری صورت میں کتب کیا گیا ہوا ہے جو کہ قریب ہے بالکل پاس ہے سامنے ہے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اور اس کے برعکس آسمانوں وزمین اس کی نسبت دور ہیں۔ اب جو قریب ہے اسے ''ھذا الکتاب'' کہا جائے گا اور جو دور ہے اسے ''ذلک الکتاب'' کہا جائے گا۔ اور پھر اگر دونوں ہی الکتاب ہیں تو دونوں کو الکتاب کہا جائے گا جس کا مطلب کہ دو کتابیں ہیں لیکن اصل میں ایک ہی الکتاب ہے جو کہ آسمانوں وزمین ہیں اور جو دوسری کتاب ہے وہ دراصل الکتاب نہیں بلکہ الکتاب کو قرا کیا گیا الکتاب جو کہ آسمان وزمین ہیں ان میں غور وفکر کر کے انہیں پڑھا گیا جسے عربی میں قرا کرنا کہتے ہیں اور جیسا کہ پہلے ہی واضح ہو چکا کہ یہ اللہ ہی کا وجود ہے تو ''قرا'' کے آگے ''ن'' استعمال ہو گا یوں بن جائے گا قرآن جس کا معنی بنے گا کہ اللہ کو قرا کیا ہوا۔

یعنی ایک الکتاب ہے اور دوسرا قرآن ہے مطلب کہ الکتاب کو کسی نے قرا کیا اور اپنی لسان میں آیات کی صورت میں لکھ دیا۔ اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ ''الم وہ الکتاب ہے یعنی الم آسمانوں وزمین ہیں، آسمانوں وزمین میں رائی برابر بھی شک نہیں ہے کہ راہنمائی کر رہے ہیں

ایسے جیسے کہ کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کیساتھ ساتھ چلا جاتا ہے کہ اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی لیکن الکتاب یعنی آسمانوں و زمین میں اس طرح راہنمائی ان کے لیے ہے جو متقین ہیں‘‘

اب آپ یا کوئی بھی اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ تقویٰ کیا ہے اور تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے یعنی وہ تقویٰ کو جان کر اسے حاصل نہ کر لے متقی نہ بن جائے تب تک وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تب تک اس کی راہنمائی نہیں ہوگی۔ لیکن قرآن میں دیکھیں تو بجائے اس کے کہ آگے تقویٰ کی راہنمائی پر آیات آتیں بلکہ اس کے برعکس راہنمائی کی جارہی ہے کہ کرنا کیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات آپ کے سامنے ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ . البقرة ۳

ایسے لوگ مومن بن رہے ہیں غیب کیساتھ اور گویا کہ خود ہی قائم کر رہے ہیں الصلاۃ اور اس میں سے جو رزق ہم ہیں ینفق کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الکتاب میں راہنمائی ان کے لیے ہے جو متقی ہیں تو آگے غیب، الصلاۃ اور ینفقون پر بات نہیں کی جانی چاہیے تھی بلکہ آگے سب سے پہلے تو تقویٰ پر راہنمائی کی جانی چاہیے تھی جو کہ نہیں کی گئی تو آخر وہ کیوں نہ کی گئی؟

تو اس کا جواب بالکل واضح ہے اگر تو یہ کہا گیا ہوتا کہ اس قرآن میں راہنمائی ہے یہ قرآن ایسے راہنمائی کر رہا ہے جیسے کہ اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کیساتھ ساتھ چلا جاتا ہے اسکی راہنمائی کی جاتی ہے تو آگے تقویٰ پر راہنمائی آنا لازم تھی لیکن جب ایسا کہا ہی نہیں گیا تو پھر ایسا کیوں کر کیا جائے گا؟ ایسا اس لیے بھی نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ نے اسی قرآن میں کہا ہے کہ اس قرآن کا جمع کرنا اور بیّن کرنا یعنی کھول کھول کر واضح کرنا اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ نہ تو کوئی اسے جمع کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے کھول کر واضح کر سکتا ہے۔

جیسا کہ آپ درج ذیل آیات میں دیکھ سکتے ہیں

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ. القیامة ۱۷

اس میں کچھ شک نہیں ہم پر ہے اس قرآن کا جمع کرنا۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. القیامة ۱۹

پھر اس میں کچھ شک نہیں ہم پر ہے اس کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرنا

آج تک جمع کرنے سے مراد اکٹھا کرنا لیا جاتا رہا اور پھر اس آیت کو لے کر یہ کہا جاتا رہا ہے کہ قرآن پہلے بکھرا پڑا تھا پھر قرآن کو اکٹھا کیا گیا جسے جمع کرنا کہتے ہیں لیکن یہ بات نہ صرف بالکل بے بنیاد اور باطل ہے بلکہ یہ انتہاء کا دجل و فریب ہے۔ بکھری ہوئی اشیاء کو اکٹھا کرنے کے لیے عربی میں لفظ حشر استعمال ہوتا ہے نہ کہ جمع۔ جمع عربی میں جوڑنے کو کہتے ہیں اس طرح جوڑنا کہ اشیاء کا آپس میں ربط قائم ہوتا جائے جیسے اگر ایک سے دس تک ہندسے بکھرے پڑے ہوں تو انہیں جمع کرنا یہ نہیں کہلائے گا کہ انہیں اکٹھا کر دیا جائے بلکہ جمع کرنا یہ ہے کہ ایک کے بعد کیا آئے گا کہ دونوں کا آپس میں ربط قائم ہو جائے اس کے بعد جو آئے گا اسے لایا جائے گا جس سے دونوں کے درمیان ربط قائم ہو جائے یعنی سب سے پہلے ایک کو لایا جائے گا پھر اس میں ایک جمع کیا جائے گا تو دو آئے گا اس کے بعد تین آئے گا ایسے ہی چار، پانچ، چھ یہاں تک کہ دس آجائے گا۔

پھر ایسے ہی دس تک ہندسے بکھرے پڑے ہیں اور آپ کو چاہیے ۳۶۹ ۱۷ تو ان میں سے سب سے پہلے ۷ کو لایا جائے گا اس کے بعد ایک اس کے بعد ۳ اس کے بعد ۶ اور اس کے بعد ۹ یوں جمع کرنے سے مطلوبہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اسے کہتے ہیں جمع کرنا جسے اردو میں اس طرح ترتیب میں لانے کو کہتے ہیں کہ مطلوبہ مقصد حاصل ہو جائے۔

قرآن کو جمع کرنا بھی اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ کوئی اسے جمع نہیں کر سکتا اور اس کا بیّن کرنا یعنی اسے کھول کر واضح کرنا بھی اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا۔ جب یہ کہا گیا کہ الم وہ الکتاب ہے جس میں رائی برابر بھی شک نہیں کہ راہنمائی کر رہی ہے ایسے جیسے کہ اندھے کا ہاتھ پکڑ کر یا جیسے مشین میں پرزہ فٹ ہو جانے پر مشین اس کی راہنمائی کرتی کہ اسے چلاتی ہے اس طرح راہنمائی ہے متقین کے لیے تو آگے بڑھنے سے پہلے یہاں تقویٰ والی آیات کو لایا

جائے گا کیونکہ جب تک کہ تقویٰ نہیں آجاتا تب تک الکتاب میں اس کے لیے راہنمائی ہے ہی نہیں۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے تقویٰ پر راہنمائی کے لیے تقویٰ والی آیات کو یہاں ترتیب سے لایا جائے گا یہ ہے قرآن کو جمع کرنا۔

اب آپ خود غور کریں کہ کیا آج تک مترجم قرآن اور مفسر قرآن ہونے کے دعویدار نے ان قوانین کو مدنظر رکھا؟ نہیں بالکل نہیں۔ اور مدنظر رکھتے بھی کیسے جو خود اپنی زبان سے اقرار کرتے رہے اور کر رہے ہیں کہ وہ اللہ نہیں ہیں وہ اللہ کے نمائندے نہیں ہیں یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں تو پھر وہ کیسے یہ جان سکتے ہیں کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے، ایک ہی کتاب ہے جسے اتارا گیا ہر رسول پر یہی ایک ہی کتاب اتاری گئی کوئی دوسری کتاب ہے ہی نہیں اور پھر متشابہاً ہے یعنی سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اللہ نے علم سو فیصد چھپا دیا اور پھر مثانی ہے اب اگر کوئی قرآن کو بیّن کرنے کا دعویدار بنتا ہے اور قرآن مثانی ثابت نہیں ہوتا تو پھر وہ اللہ نہیں بلکہ اللہ کا شریک ہے۔

اور آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ جتنے بھی مترجمین ومفسرین قرآن ہونے کے دعویدار ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جسے ان شرائط کا علم تھا سب کے سب اللہ کے شریک تھے قرآن کا جمع کرنا اور اس کو کھول کھول کر واضح کرنا صرف اور صرف اللہ پر ہے اور اللہ قرآن کو بیّن کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے۔

انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر رسول کھڑا کرتا ہے اس کے ذریعے اللہ بیّن کرتا ہے جو آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نہ صرف قرآن کو جمع کر رہا ہے اور بیّن صرف اور صرف ان پر ہوگا جو متقین ہیں اور جو متقین نہیں ہیں ان کے کانوں پر ہتھوڑوں کی مانند ثابت ہوگا انہیں کراہت محسوس ہوگی انہیں انتہائی ناگوار گزرے گا۔

اب آپ خود دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ اب تک کھول کر واضح کیا جانے والا قرآن کیا احسن الحدیثِ ثابت ہوا؟ یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ثابت ہوا؟ جیسا کہ اللہ نے درج ذیل آیت میں کہا تھا۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے۔ اور پھر اللہ نے اسی قرآن کے بارے میں درج ذیل آیت میں مزید یہ بھی کہا

اَوۡ يُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا. طه ۱۱۳

اَوۡ کیا ہے اور؟ یعنی یہ قرآن اور کیا ہے آگے اس کا جواب دیا جا رہا ہے يُحۡدِثُ جو بھی حدثہ یعنی واقعہ ہو رہا ہے کچھ بھی ہو رہا ہے لَهُمۡ ذِكۡرًا یہ قرآن ان کو جو اس حدثے کے دوران موجود ہیں یعنی وہ لوگ جو اس وقت میں موجود ہیں جب حدثہ ہو رہا ہے انہیں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ وغیرہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

پیچھے یہ سب تفصیل کیساتھ کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اللہ نے کہا کہ اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جتنے بھی لوگ ہیں ان کو جو بھی پیش آنا تھا یا پیش آنا ہے کوئی چھوٹے سے چھوٹا حدثہ بھی ایسا نہیں کہ جس کی تاریخ اس قرآن میں نہ ہو، اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک رونما ہونے والے چھوٹے سے چھوٹے حدثے تک کی تاریخ موجود ہے لیکن آیات کی صورت میں ہے کیونکہ اس قرآن میں آیات ہیں اور پھر سورۃ طٰہ کی آیت میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ ان میں سے جب تک کوئی حدثہ رونما نہیں ہوتا تب تک اس کی تاریخ پر مبنی آیت یا آیات کو بیّن نہیں کیا جائے گا وہ آیات نہیں کھلیں گی اور جیسے ہی ان میں سے کوئی بھی حدثہ ہو رہا ہوگا تو جن کی موجودگی میں حدثہ ہو رہا ہوگا ان کو یہ قرآن یاد دلا دے گا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے قرآن کے نزول کے وقت ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب جب آپ پر یہ واضح ہو چکا کہ قرآن کا جمع کرنا اور بیّن کرنا یعنی کھول کھول کر واضح کرنا صرف اور صرف اللہ پر ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو جمع اور بیّن نہیں کر سکتا تو پھر ظاہر ہے جتنے بھی آج تک ایسے آئے جو خود اپنی زبان سے یہ کہتے رہے کہ وہ اللہ نہیں ہیں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں تو پھر وہ قرآن کو بیّن کر ہی نہیں سکتے تھے۔

اور دوسری بات کہ اللہ قرآن کو جمع کرے گا اور بیّن کرے گا جیسے اللہ کا قانون ہے، انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر کھڑا کرتا ہے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے اللہ اپنے اس رسول کے ذریعے ان کی اپنی زبان میں ان پر قرآن نہ صرف جمع کرتا ہے بلکہ بیّن کرتا ہے یعنی کھول کھول واضح کرتا ہے اور اب آپ خود

دیکھیں کہ کیا آج قرآن کو جمع نہیں کیا جا رہا؟ کیا آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو جمع اور کھول کھول کر واضح نہیں کر رہا؟ جب آج ہی یہ سب آیات بیّن کی جا رہی ہیں تو پھر یہ آیات کس کی تاریخ ثابت ہوتی ہیں جو کہ آج سے چودہ صدیاں قبل ہی بطور تاریخ آیات کی صورت میں اتار دی گئی تھیں؟ اب پہلی بات کہ قرآن اپنے دعوے کے مطابق اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ثابت ہو گیا آج جو حدشہ پیش آ رہا ہے اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے تو قرآن میں آیات اس کی یعنی میری تصدیق کر رہی ہیں قرآن میری تاریخ سے بھرا پڑا ہے یعنی آپ خود دیکھیں کہ آج تک یہ کہا جاتا رہا کہ یہ کتاب قرآن ہے جس میں ہدایت ہے لیکن قرآن میں ایسا کچھ نہیں لکھا ہوا بلکہ آج صدیوں بعد واحد میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں جس نے آ کر کہا کہ یہ قرآن نہیں بلکہ الم وہ الکتاب ہے جس میں ہدایت ہے نہ کہ یہ الکتاب اور یہ الکتاب نہیں ہے بلکہ یہ تو القرآن ہے یعنی یہ تو الکتاب کو قرا کیا گیا ہوا ہے اور آپ خود اپنی آنکھوں سے سورۃ البقرۃ کی آیات کو دیکھیں کہ یہ آیات کس کی تصدیق کر رہی ہیں ان شیاطین مجرمین کی جو آج تک یہ قرآن وہ کتاب کہتے رہے یا پھر میری؟ حقیقت بالکل آپ کے سامنے ہے جو آپ پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ یہ قرآن جو آپ کے دونوں ہاتھوں میں موجود ہے یہ تو آج میری تصدیق کر رہا ہے یہ تو میری تاریخ ثابت ہو رہا ہے اور دوسری بات ایک ہی کتاب ثابت ہوگئی ہر رسول نے آسمانوں وزمین جو کہ الکتاب ہے اسے ہی قرا کیا یعنی ان میں غور وفکر کر کے انہیں پڑھا اور جن میں بھیجا گیا ان کی زبان میں اسے ان کے لیے لکھ دیا، تیسری بات کہ قرآن متشابہاً ثابت ہو گیا کہ جو سامنے ہے حقیقت وہ نہیں بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جو کہ چھپا دی گئی علم چھپا دیا گیا جو کہ اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور جب اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی قرآن کو کھول بھی نہیں سکتا اور آج جب میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھول رہا ہوں تو پھر جو قرآن کو بیّن کر دے وہ کون ہوا؟ اللہ ہی تو ہے جو آج اپنے رسول احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں قرآن کھول رہا ہے اور پھر جب قرآن کھول رہا ہے تو قرآن مثانی بھی ثابت ہو گیا۔

اب آئیں واپس سورۃ البقرۃ کی آیات کی طرف اور بڑھتے ہیں آگے اپنے موضوع الصلاۃ کی طرف۔

الٓمّٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ. البقرۃ ۱، ۲

تفصیل کیساتھ ہر پہلو سے آپ پر یہ بات واضح ہو چکی کہ الم جو الکتاب ہے وہ یہی آسمان وزمین ہیں یعنی زمین اور اس کے گرد سات تہوں پر مشتمل گیسوں کا حصار ہے اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب اسی الکتاب کی آیات ہیں جس میں بذات خود یہ بشر بھی آ جاتا ہے اور یہ بات بھی آپ پر واضح ہو چکی ہے کہ الم یعنی آسمان وزمین ہی وہ الکتاب ہے جس میں ریب نہیں ہے کہ راہنمائی ہے متقین کے لیے۔

آسمانوں وزمین کی مثال ایک مشین کی سی ہے اور مشین اس وقت تک کسی بھی پرزے کو قبول نہیں کرتی جب تک پرزہ اس نقشے ومعیار پر پورا نہیں اترتا جو نقشہ و معیار مشین میں اس پرزے کے لیے وضع کیا گیا ہو جو نقشہ ومعیار درکار رہتا ہے۔ جب پرزہ اس نقشے ومعیار پر پورا اترتا ہے تو پھر نہ صرف مشین اسے قبول کرتی ہے وہ اپنی جگہ پرفٹ ہو جاتا ہے بلکہ اس کے بعد مشین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس سے کب کیوں کیسے اور کتنا کام لینا ہے پرزہ ان تمام تفکروں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

الکتاب میں متقی کی بالکل ایسے ہی راہنمائی ہوتی ہے جیسے کہ کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ اس کی منزل کی جانب سفر کرتے ہوئے اس کی منزل تک چھوڑ کر آیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کی بالکل اسی طرح راہنمائی ہو وہ اسی طرح دنیا میں آنے کے اپنے مقصد کو پورا کرے جیسے ایک مشین میں پرزہ کرتا ہے جیسے کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس کی منزل تک لے جایا جاتا ہے کہ اسے کسی قسم کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ آگے کیا ہے یا کدھر جا رہے ہیں کہیں غلط سمت نہ چلے جائیں تو اس کے لیے اس پر لازم ہے کہ وہ متقی بن جائے یعنی تقویٰ حاصل کرے۔ جب تک تقویٰ نہیں آ جاتا تب تک آپ آگے بڑھ ہی نہیں سکتے اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے تقویٰ کو آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

تقویٰ کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے مثال کے طور پر تصور کریں ایک بڑی سی وادی ہو جو اطراف سے ایسی آہنی دیواروں سے بند ہو کہ اس کے آر پار جانا ناممکن ہو سوائے ایک رستے کے جو کہ اس سے باہر نکلنے کا رستہ ہو اور وہ رستہ چھپا ہوا ہو اگر وادی سے باہر نکلنا چاہیں تو اس کے لیے اس پوشیدہ رستے کو تلاش کر کے ہی نکلا

جاسکتا ہو۔

اب بہت سے لوگوں کو اور آپ کو اس وادی میں لا چھوڑا جائے اس وادی کے ایک جانب آگ بھڑک اٹھے جو بھڑکی ہی چلی جا رہی ہو یہاں تک کہ نظر آ رہا ہو کہ اگر اس وادی سے باہر نہ نکلے تو عنقریب آگ بڑھتے بڑھتے پوری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور آپ بھی زندہ جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ اب ذرا تصور کریں کہ آپ کے پاس صرف ایک دن کا وقت ہو اگر تو آپ اس ایک دن میں پوشیدہ رستہ تلاش کر کے باہر نکل جائیں تو بچ جائیں گے ورنہ آگ پوری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور آپ زندہ جل کر راکھ ہو جائیں گے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت حال میں آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ انتہائی خوفناک اور دہشت ناک کیفیت ہوگی ایک لمحہ بھی وہاں گزارنا یا رکنا انتہائی مشکل ہوگا انتہائی ناگوار گزرے گا۔ اس کیفیت کو عربی میں تقویٰ کہتے ہیں جب تقویٰ آ جاتا ہے تو پھر متقی چاہ کر بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے ہر ممکن کوشش کرتا ہے ایک لمحے کے لیے بھی اپنی توجہ اِدھر اُدھر نہیں کرتا۔

اور پھر آپ سے سوال ہے کہ جب آپ میں ایسی کیفیت آ جائے گی یعنی تقویٰ آ جائے گا تو جو آپ کے پاس ایک دن کی مہلت ہے اس میں آپ کیا کریں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو جو ایک دن کی مہلت ملی آپ اس میں سے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر پوشیدہ رستہ تلاش کر کے باہر نکلنے کی پوری کوشش کریں گے آگ سے بچنے کی پوری کوشش کریں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس ایک دن کی مہلت کے دوران آپ کے سامنے بہت سارا مال و دولت آ جائے، سونا چاندی ہیرے جواہرات آ جائیں یا طرح طرح کے پرکشش اور لذیز ترین کھانے آ جائیں تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ انہیں حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف لپکیں گے؟ کیا انہیں دیکھ کر آپ کے دل میں کوئی لالچ پیدا ہوگا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ نہیں بالکل نہیں اس وقت آپ کے سامنے خواہ کتنی ہی قیمتی سے قیمتی شئے آ جائے آپ اس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں، آپ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہوگی گویا کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں اور اگر ایسا کچھ سامنے آتا بھی ہے تو آپ اس کے قریب جانے کی بجائے اس سے دور ہی بھاگیں گے آپ کا مقصد صرف اور صرف اس آگ سے بچنا ہوگا جس کے لیے آپ باہر نکلنے کے لیے پوشیدہ رستہ تلاش کریں گے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے اپنی پوری توجہ اپنے مقصد پر مرکوز کریں گے اسی کے لیے بھاگ دوڑ کریں گے۔ اس طرح کی کیفیت کو عربی میں تقویٰ کہتے ہیں جب تقویٰ یعنی یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو متقی چاہ کر بھی اپنے مقصد سے غافل نہیں ہو پاتا، وہ ایک لمحہ بھی اِدھر اُدھر ضائع نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے دل میں کسی بھی شئے کا کوئی لالچ پیدا ہوتا ہے نہ ہی اسے کچھ بھی اچھا لگتا ہے جو اسے اس کے مقصد سے روکنے کا سبب بنے۔

وہ وادی جس کا مثال میں ذکر کیا گیا یہ زمین ہے جس پر آج آپ آباد ہیں انسان ترقی کے نام پر جو اعمال کر رہے ہیں یہ فسادِ عظیم ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ زمین عنقریب آگ بن جائے گی۔ یہ زمین جب خلق کی گئی تھی جب بشر کو لایا گیا تھا تب یہ زمین جنت تھی یعنی مکمل طور پر سرسبز وشاداب باغ تھی، اس میں ندیاں، جھیلیں، نہریں، طرح طرح کے پھلوں والے درخت تھے پھول دار پودے، بشر کو رائی برابر بھی مشقت نہیں کرنا پڑتی تھی لیکن وقت کیساتھ ساتھ انسان نے جنت سے جہنم کی طرف سفر کرنا شروع کر دیا یعنی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے، طرح طرح کے ثمرات کو اپنا رزق بنانے کی بجائے مشقت کرنا شروع کر دی یعنی خود سے اگانا شروع کر دیا، درختوں کو کاٹ کر باغات کو میدانی علاقوں میں بدلنا شروع کر دیا، جنت یعنی باغات سے نکل کر میدانی علاقوں میں رہنا شروع کر دیا یوں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے چھوٹی چھوٹی بستیاں وجود میں آئیں ان سے گاؤں وجود میں آئے، گاؤں سے قصبے، قصبوں سے جدید طرز پر شہر وجود میں آئے یوں ترقی کے نام پر مفسد اعمال سے زمین کو جنت یعنی باغ سے آگ یعنی جہنم بنانا شروع کر دیا۔

انسان ترقی کے نام پر اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے بھیانک ردِ اعمال کا شکار ہوتا رہا کہ اس کی صدیوں پر محیط منصوبہ بندیاں خاک میں مل گئیں اس کے باوجود کہ وہ باز آ جاتا باز نہ آیا اور آج تک وہی کر رہا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج زمین جگہ جگہ سے جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے اور عنقریب انہی مفسد اعمال کے سبب مکمل طور پر جہنم بن جائے گی۔

انسانوں کے ترقی وخوشحالی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردِ اعمال جو آج زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، موسموں میں بگاڑ، درجہ حرارت کا بڑھنا اور

طرح طرح کی بیماریوں وہلاکتوں کی صورت میں ظاہر ہورہے ہیں اب یہ ردِاعمال نہیں تھمیں گے جب تک کہ حتمی نتیجہ نہیں نکل آتا۔ زلزلے دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جائیں گے جو وقت کیساتھ ساتھ زیادہ اور بڑے ہوتے جائیں گے، لاوے پھٹنا بڑھتے چلے جائیں گے، موسم مزید بگڑتے جائیں گے یوں درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا چلا جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ گلیشئر پگھل کرختم ہوجائیں گے پھر پانی بخارات بن کر اڑنا شروع ہوجائے گا یہاں تک کہ زمین پر سمندر خشک ہوجائیں گے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا پانی ختم تو زمین پر نباتات ختم، نباتات ختم تو جاندار ختم۔ زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی، زلزلے بڑھنے سے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہیں گے، زمین وسیع پیمانے پر دھنس جائے گی، لاوے پھٹنے سے زمین کے وسیع حصے پر لاوے پھیل جائیں گے یوں زمین پر سڑے ہوئے کالے پتھروں کی تہہ وجود میں آجائے گی اب ذرا تصور کریں زمین کیا منظر پیش کرے گی اوپر سے سورج آگ برسا رہا ہوگا نیچے سے زمین یوں زمین پر آگ کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا جب دوبارہ اٹھا کھڑا کیا جائے گا اور جس جس نے جتنا زمین کے جہنم بننے میں حصہ ڈالا ہوگا اسے اس کا بدلہ بھگتنا ہوگا۔

آج اگر کوئی رائی برابر بھی عمل کرتا ہے تو اس کا ردِعمل ضرور آتا ہے اس کے زمین پر اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں خواہ اچھے ہوں یا برے، انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے یہ زمین جہنم بن جائے گی یہ ہے وہ وادی جس سے نکلنا ہے اور کسی انسان کو نہیں علم کے اس وادی سے جو کہ عنقریب جہنم بننے والی ہے سے کیسے نکلنا ہے اس سے نکلنے کا رستہ کون سا ہے اور جو زمین کے جہنم بننے کو دیکھ رہے ہیں اور اس سے جو کیفیت پیدا ہورہی ہے کہ اس سے بچنا ہے کہیں اسی میں نہ رہ جائیں یعنی آخرت کو گویا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں اور جب اس طرح دیکھ رہے ہیں تو سامنے دیکھ کر جو ڈر ہوتا ہے اس طرح ڈر رہے ہیں اور پھر اس سے بچنے کی بالکل اسی طرح تگ ودو کریں گے جیسے مثال میں کہا گیا تو ان کے لیے راہنمائی ہے الکتاب میں یعنی یہ آسمان وزمین ان کی ہی ایسے راہنمائی کریں گے جیسے کہ مشین میں پرزہ فٹ ہوجانے کے بعد پرزہ تمام فکروں سے آزاد ہوجاتا ہے مشین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اسے چلائے، کب کتنا چلانا ہے سب کی سب ذمہ داری مشین پر عائد ہوجاتی ہے۔

پھر اس کے علاوہ تقویٰ کو ایک اور پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کے سامنے ایک مشین کھڑی ہے اور اس میں ایک پرزہ درکار ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشین کیسا پرزہ قبول کرے گی؟ یعنی کیسا پرزہ مشین میں فٹ ہوسکے گا؟ تو اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ بالکل ویسا پرزہ جیسا کہ مشین میں درکار ہے اور اگر پرزہ ویسا نہیں ہے تو پھر اسے تراش خراش کر اس کی مرمت کر کے اسے ویسا بنایا جائے گا جیسا کہ مشین میں درکار ہے بالکل ایسے ہی جب آپ آسمانوں وزمین میں یا جو کچھ بھی آپ کو نظر آرہا ہے اس میں غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجائے گی کہ آسمانوں وزمین ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں۔ مثلاً آپ کہیں سے بھی غور وفکر کرنا شروع کریں تو آپ اور اور کرتے آگے بڑھتے چلے جائیں گے ہر مخلوق آگے کسی دوسری کیساتھ مربوط ومشروط نظر آئے گی یوں آپ جہاں تک بھی آگے بڑھتے جائیں وہاں تک آپ کے سامنے ایک ہی وجود آئے گا یہاں تک کہ حد آجائے گی ایک ہی وجود سامنے آئے گا اس کے علاوہ کوئی دوسرا وجود سامنے نہیں آئے گا یعنی یہ کائنات یہ وجود آپ کو ایک مشین یا بالکل آپ ہی کی مثل ایک وجود نظر آئے گا اور یہ وجود اپنے علاوہ کسی کو برداشت نہیں کرتا یعنی فطرت اپنے علاوہ کسی کا وجود برداشت نہیں کرتی جو بھی فطرت کی ضد بنے گا تو فطرت نہ صرف اس کو اس کی سزا دے گی بلکہ اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہے۔ آپ اس وجود میں ایک پرزے کی مانند ہیں اور آپ کو یہ وجود یعنی فطرت اس وقت تک قبول نہیں کرے گی جب تک کہ آپ فطرت کے طے کردہ معیار ونقشے پر پورا نہیں اترتے اور اگر آپ ایک بار فطرت کے طے کردہ معیار ونقشے پر پورا اترتے ہیں تو نہ صرف فطرت آپ کو قبول کر لیتی ہے بلکہ اس کے بعد آپ کی موت تک ایک ایک لمحے کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کرتی ہے جیسے کہ مشین اس پرزے کی راہنمائی کرتی ہے جسے مشین اپنے وجود میں قبول کر لیتی ہے۔ تو جو معیار ونقشہ طے کردیا گیا اسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں اب اگر آپ اس معیار ونقشے پر پورا نہیں اترتے تو آپ کو تراش خراش کر آپ کی مرمت کر کے آپ کو اس معیار ونقشے پر لانا ہوگا جسے تقویٰ کہتے ہیں اور یہ فطرت کے علاوہ کوئی بھی نہیں کرسکتا جس کے لیے آپ کو خود کو فطرت کے حوالے کرنا پڑے گا جب آپ خود کو مکمل طور پر فطرت کے حوالے کردیں گے تو فطرت آپ کی تراش خراش کر کے آپ کو اس معیار ومقام پر لے آئے گی جو کہ درکار ہے جو کہ تقویٰ کہلائے گا۔

ویسے تو واضح کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کیسے آئے گا؟ کیا تقویٰ کا محض زبان سے دعویٰ کرنا ہے؟ یا خود ہی اس آگ سے بچنے کے لیے بھاگ دوڑ کرنی ہے جو کہ تقویٰ کہلائے گا؟ یعنی خود ہی اپنی زبان سے دعویٰ کرنا ہے کہ میں متقی بن گیا یعنی میں اس معیار و نقشے پر پورا اتر رہا ہوں جو الکتاب میں راہنمائی کے لیے درکار ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ تقویٰ زبان سے دعویٰ کا نام ہر گز نہیں ہے اور دوسری بات کہ اگر تقویٰ حاصل نہیں ہوتا تو آپ چاہ کر بھی دنیا و آخرۃ میں عذاب سے بچنے کے لیے اس طرح بھاگ دوڑ نہیں کر سکتے جیسے تقویٰ کے آنے سے ہوتی ہے اس لیے اب آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں کہ تقویٰ کیسے آتا ہے۔ قرآن میں اللہ نے تقویٰ کے حصول کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ قرار دیا اور وہ ہے طیب رزق جس سے تقویٰ آسکتا ہے اس کے علاوہ کسی بھی صورت تقویٰ نہیں آسکتا جسے اللہ نے قرآن میں دو پہلوؤں سے واضح کر دیا۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ. المائدہ ۸۸

وَكُلُوا اور استعمال کر رہے ہو مِمَّا اس سے جو رَزَقَكُمُ تمہارا رزق ہے۔ رزق کہتے ہیں ضروریات کو پورا کرنے والی اشیاء کو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رزق یعنی وہ کون سی اشیاء ہیں جن سے ضروریات کو پورا کرنا ہے تو آگے اسی سوال کا جواب دے دیا

اللّٰهُ اللہ ہے، جیسا کہ پیچھے تفصیل کیساتھ واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے۔ رزق کے لیے پہلی شرط کہ اللہ ہونا لازم ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ اللہ کیا ہے جو غیر اللہ ثابت ہو جائے یعنی دوسرا وجود ہونے کا دعویدار یعنی شریک ثابت ہو جائے وہ رزق نہیں ہے۔ یا آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اللہ کا رزق ہے اور اللہ کا رزق وہ ہے جو اللہ کے قانون کیمطابق وجود میں آیا ہو یعنی جو فطرتی ہو اور آگے دوسری شرط بیان کر دی گئی

حَلٰلاً جس کے معنی ہیں بالکل واضح طور پر جس کے استعمال کی اجازت دی گئی۔ اور پھر نہ صرف بالکل واضح طور پر استعمال کی اجازت دی گئی وہ رزق ہے اسے استعمال کرنا ہے بلکہ اس کے لیے ایک اور شرط بھی عائد کر دی گئی طَيِّبًا سو فیصد طیب ہو۔ اور طیب کے معنی ہیں ایسی شئے جو نہ صرف سو فیصد قدرتی ہو یعنی جس کی خلق میں کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت نہ کی گئی ہو جو مکمل طور پر قدرتی ہو اور وہ بالکل صاف ستھری یعنی پاکیزہ ہو جس کے استعمال سے بشر کے نفس یعنی دماغ، جسم، خاندان اور معاشرے وغیرہ پر کسی بھی قسم کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں بلکہ ہر لحاظ سے سو فیصد فائدہ ہی فائدہ ہو اگر کسی میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں تو وہ طیب نہیں ہے۔

آیت کے پہلے حصے میں یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی گئی کہ بشر کا جو رزق ہے یعنی اس کی جو جو بھی ضروریات ہیں ان کا اللہ ہونا شرط ہے یعنی اللہ کا رزق ہونا شرط ہے اب چونکہ آسمانوں و زمین میں بہت کچھ موجود ہے جس سے اپنی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے تو ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی ایسی ہوں جو نقصان دہ ہوں تو اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے آگے بالکل واضح کر دیا کہ جو اللہ کا رزق ہے جو کہ اللہ کی خلق کردہ یعنی فطرت کی خلق کردہ اشیاء ہیں ان میں سے صرف اور صرف انہی سے تم نے اپنی ضروریات کو پورا کرنا ہے جن کے استعمال کی بالکل کھلم کھلا واضح طور پر اجازت دی گئی ہو اور دوسری بات کہ جن کے استعمال کی بالکل واضح اجازت دی گئی ان کا مکمل طور پر سو فیصد طیب ہونا شرط ہے یعنی پہلی بات کہ یہ دیکھو کہ کیا وہ سو فیصد اللہ کی خلق کردہ ہے اس میں کسی بھی قسم کی کوئی ملاوٹ تو نہیں کی گئی اس میں انسان نے مداخلت تو نہیں کی اور دوسری بات کہ اس کے استعمال سے تمہارے دماغ، جسم، خاندان اور معاشرے پر کسی بھی قسم کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں بالکل ہر لحاظ سے سو فیصد فائدے ہی فائدے ہوں۔ اور اسی آیت کے اگلے حصے میں اللہ کا کہنا ہے وَّاتَّقُوا اور کیا کر رہے ہو یعنی اگر تم حلال طیب کو ہی اپنا رزق بنا رہے ہو تو تم بچ رہے ہو تمہارے اندر تقویٰ آ رہا ہے تمہارے اندر وہی آگ سے بچنے کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے جسے پیچھے مثال کیساتھ واضح کر دیا اللّٰهَ اللہ تھا جس سے بچ رہے ہو یعنی اگر تم حلال طیب کو اپنا رزق نہیں بناتے تو تم میں بچنے کی کیفیت پیدا نہیں ہوگی اور تم صالح اعمال کی بجائے مفسد اعمال کرو گے جس سے اللہ کا غضب بھڑکے گا یعنی آسمانوں و زمین میں فساد ہوگا اور یوں تم اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب دنیا و آخرت میں اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے اگر تم حلال طیب اختیار کرتے ہو تو اللہ تھا جس سے تم بچ رہے ہو ورنہ تم اللہ کے غضب کا شکار ہو رہے ہو الَّذِیٓ یہی ذات ہے اللہ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ وہ جس کیساتھ تم حق کو تسلیم کر کے اس پر عمل کر رہے ہو یعنی اگر تم حلال طیب کو اپنا رزق بناتے ہو تو یہ حلال طیب ہی ہے جس کیساتھ نہ صرف تم حق کو تسلیم کر رہے ہو بلکہ اس کے مطابق اعمال صالح کر رہے ہو، جس کیساتھ تم مومن بن رہے ہو۔

اس آیت میں اللہ نے نہ صرف یہ واضح کر دیا کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں یعنی کن اشیاء سے تم نے اپنی ضروریات کو پورا کرنا ہے بلکہ اللہ کیا ہے یہ بھی واضح کر دیا اور پھر یہ بات بھی بالکل کھول کر واضح کر دی کہ اللہ رزق میں سے جس کے استعمال کی سوفیصد واضح طور پر اجازت دی اور اس کا سوفیصد طیب ہونا لازم ہے اگر تم ایسا رزق استعمال کر رہے ہو تو ہی تم میں تقویٰ آ رہا ہے یعنی مثال میں واضح کی گئی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور تم اللہ سے بچ رہے ہو ورنہ نہ تو تقویٰ یعنی بچنے کی کیفیت پیدا ہو گی اور نہ ہی کسی بھی صورت اللہ سے بچ پاؤ گے کیونکہ یہ حلال طیب ہی ہے جس کے استعمال سے تم مومن بن رہے ہو یعنی حق بات کو نہ صرف تسلیم کر رہے ہو بلکہ اس پر عمل کر رہے ہو اور اگر تم حلالاً طیباً رزق کو استعمال نہیں کر رہے تو نہ ہی تم میں تقویٰ آئے گا اور نہ ہی تم مومن بن سکتے ہو بلکہ الٹا تم مشرک ہی بن رہے ہو تم صالح اعمال کی بجائے مفسد اعمال ہی کر رہے ہو خواہ تم زبان سے مومن ہونے کے لاکھ دعوے کرو۔ اور پھر دیکھیں طیب کی اہمیت وحیثیت کو واضح کرنے کے لیے اللہ نے کیا کہا۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. المومنون ۵۱

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ اے وہ جو میرے رسل ہو یعنی میرے بھیجے ہوئے ہو كُلُوْا استعمال کر رہے ہو یعنی تمہاری جو ضروریات ہیں تم وہ ضروریات استعمال کر رہے ہو مِنَ الطَّيِّبٰتِ طیبات سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کر رہے ہو سوفیصد صالح یعنی اصلاح کرنے والے۔ یعنی اللہ اپنے رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اگر تم ہر لحاظ سے صالح اعمال کر رہے ہو اصلاح کرنے والے اعمال کر رہے ہو تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ تم طیبات سے رزق استعمال کر رہے ہو اس لیے جان لو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے طیبات سے ہی رزق استعمال کرو طیبات سے رزق استعمال کرو گے تو صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر طیبات سے رزق استعمال نہیں کرو گے تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے بلکہ تم بھی مفسد اعمال ہی کر رہے ہو گے اور اس کی وجہ کیا ہے آگے اللہ نے وہ وجہ بھی واضح کر دی اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ' اس میں کچھ شک نہیں میں ہوں میں اس کا علم رکھ رہا ہو جس کیساتھ تم سے اعمال کروائے جا رہے ہیں جس کیساتھ تم عمل کر رہے ہو یعنی بالکل واضح ہے کہ جو تم کھاتے ہو وہی تم بنتے ہو جو رزق استعمال کرو گے وہی تم بنو گے کیونکہ اعمال تمہارے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ تم وہی ہو جو تمہارا رزق ہے رزق کے ذریعے ہی تم اعمال کرتے ہو اگر رزق طیب ہے تو تمہارا جسم صالح اعمال کرے گا اور اگر رزق خبیث ہے تو تمہارا جسم مفسد اعمال کرے گا۔

آپ نے جان لیا کہ اس آیت میں اللہ نے اپنے رسولوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تم طیب رزق استعمال کرتے ہو تو تم صالح اعمال کرو گے ورنہ اگر تم طیب کی بجائے خبیث رزق استعمال کرتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے بلکہ تم مفسد اعمال ہی کرو گے کیونکہ جو رزق تم استعمال کر رہے ہو اس کیساتھ تم سے اعمال کروائے جاتے ہیں اس کیساتھ تمہارا جسم اعمال کرتا ہے یعنی جو تم کھاتے ہو وہی تم بنتے ہو تمہارا جسم ویسے ہی اعمال کرے گا۔

اب آپ خود غور کریں جب رسولوں کو طیبات سے رزق استعمال کرنے کا حکم دیا اور واضح کر دیا کہ اگر رسول بھی خبیث رزق استعمال کریں گے تو وہ صالح اعمال نہیں کر پائیں گے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ جب اللہ نے تقویٰ کو حلال طیب سے مشروط کر دیا اور ہدایت کو تقویٰ سے مشروط کر دیا تو اگر کوئی حلال طیب رزق استعمال نہیں کرتا تو اس میں تقویٰ کیسے آ سکتا ہے؟ اور جب تقویٰ ہی نہیں ہو گا تو ایسا شخص ہدایت یافتہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہدایت یافتہ ہونا تو دور کی بات اس کو ہدایت مل ہی نہیں سکتی الکتاب یعنی آسمانوں وزمین میں اس کے لیے راہنمائی ہے ہی نہیں۔ جب اللہ نے واضح کر دیا کہ حلال طیب رزق استعمال کرو گے تو مومن بن پاؤ گے تو اگر کوئی حلال طیب رزق استعمال نہیں کرتا تو وہ مومن کیسے بن سکتا ہے؟

ایسی ہی درجنوں آیات ہیں جن پر "قتل خنزیر" میں تفصیل کیساتھ بات کی گئی ہر آیت کو کھول کھول کر واضح کیا گیا جن میں اللہ نے طیب کیساتھ ہی اپنی غلامی مشروط کر دی کہ جو طیب رزق استعمال کریں گے وہی اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر پائیں گے اور جو طیب رزق استعمال نہیں کریں گے وہ اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی نہیں کر پائیں گے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اللہ نے واضح کر دیا کہ جو طیب رزق استعمال کریں گے وہی شیطان کی اتباع سے بچیں گے اور جو طیب کی بجائے خبیث رزق استعمال کریں گے وہ چاہ کر بھی شیطان کی اتباع سے نہیں بچ سکتے بلکہ وہ شیطان کی اتباع کریں گے یعنی وہ انہی کے پیچھے چلیں گے انہی کی بات مانیں گے جو انہیں حق سے روک رہے ہیں جو انہیں اللہ کی طرف جانے سے حق کو پانے سے روک رہے ہیں حالانکہ وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ وہ حق کی اتباع کر رہے ہیں وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں صالح اعمال ہی کر رہے ہیں یعنی ایک تو شرک کر رہے ہوں گے اور دوسرا الٹا اس شرک کو ہی اللہ کی عبادۃ کہنے پر بضد ہوں

گے یوں ایسے لوگوں کے لیے ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

یہاں تک آپ نے بالکل واضح طور پر جان لیا کہ تقویٰ طیب رزق سے مشروط ہے اور اسی کو اللہ نے قرآن میں ایک اور پہلو سے بھی واضح کر دیا۔ اللہ نے درج ذیل آیت میں کہا کہ تقویٰ اللہ نے الصیام پر رکھ دیا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. البقرۃ ۱۸۳

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ کا انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا ہے کہ اے وہ جو میری بات کو مان رہے ہو جو میری دعوت کو مان رہے ہو اور اللہ انسانوں کیساتھ کلام کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ ان میں سے انہی میں ایک بشر کھڑا کرتا ہے جو کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے یوں اللہ اپنے رسول کی صورت میں انسانوں سے کلام کرتا ہے اور آج اللہ اپنے رسول کے ذریعے ہی انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اے وہ جو میری بات کو مان رہے ہو میری دعوت کو مان رہے ہو كُتِبَ کتب تھے عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تم پر الصیام ہیں كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بالکل اسی طرح جس طرح کتب تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تم کو الصیام کرنے ہے تقویٰ صیام پر رکھ دیا یعنی جو الصیام کر رہے ہیں ان میں تقویٰ آرہا ہے بچنے کی کیفیت آرہی ہے اور پھر وہ جو اعمال کر رہے ہیں وہ بچ رہے ہیں ہم سے۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا کہ تقویٰ الصیام پر رکھ دیا اور الصیام انہیں نہیں کہا جاتا جنہیں آج الصیام کے نام پر روزے کہا اور سمجھا جاتا ہے بلکہ صیام صوم کی جمع ہے اور صوم صم سے ہے جس کے معنی ہیں رکنا اور صوم کے معنی ہیں رکے ہوئے ہونا یا خود کو روکے ہوئے رکھنا جتنا روکا جا سکتا ہے اور الصیام کے معنی ہیں خود کو اس وقت تک روکے ہوئے رکھنا جب تک کہ روکے رکھنا کتب ہے۔

صیام پر بات کرنے سے پہلے کتب کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

کتب کسے کہتے ہیں؟ عموماً جب بھی یہ لفظ آتا ہے تو اکثریت کے ذہن میں قلم یا سیاہی وغیرہ سے لکھنے کو کتب سمجھ لیا جاتا ہے اور جن اوراق پر لکھا جائے اسے کتاب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور حقیقت کی طرف آنے سے پہلے یہ جان لیں کہ ایسا کیوں ہے کہ اکثریت قلم یا سیاہی وغیرہ سے لکھنے کو کتب اور جس پر لکھا جائے ان اوراق کو کتاب سمجھ لیتی ہے؟

اسے ایک مثال سے سمجھ لیں مثلاً آپ تصور کریں کہ اگر درخت اللہ کے غیب سے ہوتے یعنی انسان انہیں نہ دیکھ سکتا انسان سے پوشیدہ ہوتے جیسے لاتعداد مخلوقات ہیں اور پھر درختوں کے بارے میں کوئی بات کی جاتی جیسے کہ ان کے اذان جس کا ترجمہ کان کر دیئے جاتے ہیں اور اسی طرح لسان، دم، راس وغیرہ تو انسان درختوں کو بھی اپنی ہی کی طرح کی مخلوق سمجھتے کہ وہ ہماری ہی طرح کے ہوتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے لیکن کیا حقیقت یہی ہوتی؟ یعنی انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اگر کسی بھی بارے میں بات کی جاتی ہے تو انسان اپنی عقل کو معیار بنا کر اس کیساتھ اس کا موازنہ کرتا ہے اور پھر نتیجہ کیا نکلنا ہے وہ تو پہلے سے ہی طے شدہ ہے جو اسکی عقل میں پہلے سے ہے جسے اس نے معیار بنا کر اس کے ساتھ موازنہ کیا۔

بالکل اسی طرح جب ملائکہ کا ذکر آتا ہے تو انسان انہیں بالکل اپنی ہی طرح سمجھ لیتا ہے لیکن یہ ہے کہ ان کے پر ہوتے ہیں جو کہ انسانی عقل کے مطابق پر انہیں کہتے ہیں جو پرندوں کے ہوتے ہو تو ایسے ہی ملائکہ کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں اور ہمیں نظر نہیں آتے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے پھر ایسے ہی جن جن کی بات ہو تو تب بھی ایسا ہی نظریہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ ہماری ہی طرح کے ہوتے ہیں بس وہ نظر نہیں آتے اور جیسے ہم مٹی سے بنائے گئے وہ آگ سے بنائے گئے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

ایسا اس لیے ہوتا ہے کیونکہ انسان نے اپنی عقل کے مطابق دائرے لگائے ہوئے ہیں اور انہی دائروں کو وہ کُل سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی کُل کا کُل ہے اس دائرے کے باہر کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی ہے اسی دائرے کے اندر ہے جس میں وہ موجود ہے یعنی اس کے باہر کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے بس اسی دائرے میں موجود ہے جس میں وہ قید ہے یوں پھر انسان سے جو بھی بات کی جائے تو وہ اسی دائرے میں بند ہو کر اس کے بارے میں کوئی عقیدہ، نظریہ یا رائے قائم کر کے اس پر

ڈٹ جاتا ہے اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح اور انہی وجوہات کی بنا پر جب بھی قرآن میں لفظ کتب آتا ہے تو اس سے مراد قلم یا سیاہی سے لکھا ہونا سمجھ لیا جاتا ہے۔ ''کتب'' کا سب سے جامع ترین معنی یہ ہے کہ علم کا کسی بھی شکل وصورت میں اس طرح موجود ہونا کہ اسے وہاں سے حاصل کیا جاسکے یا یوں کہیں کہ علم کا کہیں بھی کسی بھی صورت میں موجود ہونا کتب کہلاتا ہے۔ مثلاً جب آپ کسی شئے کو دیکھتے ہیں تو اس میں غور وفکر کرنے سے آپ کے پاس علم آتا ہے وہ علم آپ کے پاس آنے سے پہلے جس صورت میں موجود تھا وہ حالت وہ صورت کتب کہلاتی ہے اور جہاں یا جس میں وہ علم کتب تھا یعنی اس صورت میں موجود تھا وہ شئے کتاب کہلاتی ہے۔

ایسے ہی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک مشین آپ کے سامنے موجود ہے وہ مشین نہ صرف ایک وجود ہے ایک خلق ہے بلکہ وہ ایسا علم بھی ہے جو کتب ہے اب اگر آپ اس مشین میں غور کریں گے یعنی اس کی گہرائیوں میں جائیں گے تو جو علم اس میں کتب ہے وہ آپ کو حاصل ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک اور مثال لے لیتے ہیں ذرا تصور کریں کہ آپ نے ایک بڑا سا گھر خریدا جو بالکل خالی ہے آپ گھر کا سارا سامان لیکر آئے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ تو جواب یہ ملے گا کہ گھر میں سامان جوڑنا ہے۔ اور اگر پھر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ سامان جوڑنا ہے؟ تو پھر جواب آئے گا کہ ظاہر ہے جب گھر نیا خریدا ہے تو رہنے کے لیے خریدا ہے اور اس وقت تک کیسے گھر میں رہ سکتے ہیں جب تک کہ گھر میں سامان ہی نہ ہو؟ سامان لائے ہیں تو ظاہر ہے اس وقت سامان کو ہی جوڑا جائے گا یعنی سامنے لکھا نظر آرہا ہے کہ پہلے سامان جوڑنا ہوگا کیونکہ خالی گھر خود چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ پہلے سامان جوڑو۔

اسی طرح آپ گھر میں سامان جوڑ رہے ہوں اور اچانک گھر میں آگ لگ جائے تو کیا آپ سامان ہی جوڑیں گے یا پھر پہلے آگ بجھائیں گے؟ تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ظاہر ہے پہلے آگ بجھائیں گے ورنہ سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اب پھر وہی سوال کہ غور کریں آپ نے کہا پہلے آگ بجھائیں گے ورنہ سب جل کر راکھ ہو جائے گا تو یہ علم آپ کے پاس کہاں سے آیا؟ جہاں وہ علم آپ کے پاس آنے سے پہلے موجود تھا اسے کتب ہونا کہتے ہیں۔ آگ کیا ہے اس کا علم صرف آگ میں ہی کتب ہے۔ آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ آگ کو قراءنہیں کر لیتے یعنی اس میں غور کر کے یہ نہیں جان لیتے کہ آگ میں کیا علم موجود ہے۔ جیسے ایک بچہ جو آگ سے نا آشنا ہوتا ہے وہ پہلی بار جب آگ کے قریب جائے گا تو اسے نہیں علم کے آگ کیا شئے ہے وہ بغیر کسی خوف کے آگ کو چھوئے گا لیکن اس کے بعد آئندہ وہ آگ کے قریب بھی نہیں جائے گا کیونکہ اسے علم ہو گیا کہ آگ جلاتی ہے جس سے جلنے کی تکلیف ہوتی ہے۔ وہ علم جو پہلے اس بچے کے پاس نہیں تھا اس کے پاس آنے سے پہلے کہاں تھا؟ جہاں وہ علم پہلے موجود تھا اسے کتب کہتے ہیں۔

اللہ نے کہا یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اے وہ جو میری بات کو مان رہے ہو کتب تھے تم پر الصیام ہیں۔

پیچھے واضح کر دیا گیا کہ الکتاب میں ہدایت یعنی راہنمائی صرف اور صرف ان کے لیے ہے جن میں تقویٰ ہو اور تقویٰ کو طیب رزق سے مشروط کر دیا جب آپ طیب رزق استعمال کریں تو آپ میں تقویٰ آئے گا یعنی آپ طیب رزق سے طیب بنیں گے آپ طیب کی طرف ہی کھنچے چلے جائیں گے اور خبائث سے اور ان کے سبب مفسد اعمال سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی اللہ نے اس آیت میں کہا کہ اے وہ جو میری بات کو مان رہے ہو تم پر ہے کہ تم الصیام کرو جب تک کہ الصیام کتب تھے نہیں ہو جاتے۔

جیسا کہ پیچھے واضح کیا جا چکا کہ الصیام صوم کی جمع ہے اور صوم صم سے ہے جس کے معنی رکنے کے ہیں اور صوم کے معنی ہیں خود کو روکے ہوئے رکھنا اور الصیام کے معنی ہیں خود کو اس وقت تک روکے ہوئے رکھنا جب تک کہ روکے رکھنا کتب ہے یعنی جب تک کہ جسم بالکل ویسا بن نہیں جاتا کہ اب آپ کو روکے رکھنا نہیں پڑ رہا۔

اللہ نے واضح کر دیا کہ تمہارے لیے خبائث کو حرام قرار دیا اور طیبات کو حلال یعنی خبائث کے استعمال سے روک دیا اور اس کے برعکس طیبات کے استعمال کی اجازت دی تو سب سے پہلی بات کہ دیکھو کیا تم خبائث کو اپنا رزق تو نہیں بنائے ہوئے؟ اگر تو خبائث کو اپنا رزق بنائے ہوئے ہو تو تمہیں خود کو خبائث کے استعمال سے روکے رکھنا ہے اور اس کے برعکس طیبات کو استعمال کرنا ہے اور پھر یہ بھی دیکھو کہ کیا تم ضرورت کے مطابق استعمال کر رہے ہو یا پھر کہیں ایسا تو نہیں

کہ تم ضرورت سے زائد استعمال کر رہے ہو؟ اگر تو تم جسم کی ضرورت سے زائد استعمال کر رہے ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم جسم کو ضرورت سے زائد استعمال سے روکے رکھو تب تک جب تک کہ جسم ویسا بن نہیں جاتا اور اسے روکنے کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے جب تک کہ جسم صرف اور صرف اپنی ضرورت پر نہیں آ جاتا۔ جب جسم الصیام سے نہ صرف طیب بن جائے گا جسم کا تزکیہ ہو جائے گا بلکہ اپنی ضرورت پر آ جائے گا تو تقویٰ آ جائے گا یعنی پھر جسم کوئی ایک بھی عمل اللہ کے خلاف نہیں کرے گا بلکہ ہر لمحے اللہ کی نافرمانی سے بچے گا اور صرف اور صرف وہی کرے گا جس کا اسے حکم دیا جا رہا ہے یوں دنیا و آخرت میں اللہ کی غضب سے بچ جائے گا اور الٹا اللہ کے انعام کا حقدار ثابت ہو جائے گا۔

جب تقویٰ آ جائے گا تو الکتاب یعنی آسمان و زمین اس کی ایسے ہی راہنمائی کریں گے جیسے کہ اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے جیسے مشین میں پرزہ فٹ ہو جانے کے بعد پرزہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے اور مشین اس کی لحہ بہ لحہ راہنمائی کرتی ہے۔ اور جب تک تقویٰ نہیں آئے گا تو ایسے کے لیے تب تک الکتاب میں راہنمائی ہے ہی نہیں۔

پھر سورۃ البقرۃ کی اگلی آیت میں اللہ کا کہنا ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ . البقرۃ ۳

اس آیت میں غیب اور غیب کیساتھ مومن بننے کا حکم دیا گیا اس کے بعد الصلاۃ قائم کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد رزق ینفق کرنے کا ذکر تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تقویٰ ہوگا ہی نہیں تو کیا الکتاب غیب اور غیب کیساتھ مومن بننے پر راہنمائی کرے گی؟ یعنی کیا یہ واضح ہو سکے گا کہ غیب کیا ہے اور غیب کیساتھ مومن بننا کیا ہے کیسے غیب کیساتھ مومن بنا جاتا ہے؟ کیا الصلاۃ کو جانا جا سکتا ہے کہ الصلاۃ کیا ہے اور اس کا قائم کرنا کیا ہے؟ کیا رزق ینفقون کیا ہے اسے جانا جا سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں اگر تقویٰ نہیں آتا تو آپ کسی بھی صورت آگے بڑھ ہی نہیں سکتے آپ یہ جان ہی نہیں سکتے کہ غیب کیا ہے، الصلاۃ کیا ہے، رزق ینفقون کیا ہے، غیب کا الصلاۃ کیساتھ کیا تعلق ہے، الصلاۃ کیساتھ رزق ینفقون کا کیا تعلق ہے اور اگر یہ سب کا سب کھول کھول کر واضح بھی کر دیا جائے تو آپ چاہ کر بھی اسے قبول نہیں کر پائیں گے کیوں کہ آپ کا جسم خبیث ہوگا جو کہ طیب سے ایسے ہی دور بھاگے گا جیسے کہ آپ آگ سے دور بھاگتے ہیں۔

اسی قرآن میں اللہ نے بار بار کہا کہ تمہیں سننے کے لیے کان دیئے تو اسی لیے تا کہ تم سنو جو کچھ بھی سنائی دے رہا ہے تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو اسی لیے دیں تا کہ تم دیکھو کہ کیا موجود ہے اور پھر تم جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی تو اسی لیے دی کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اس کے علاوہ تمہارے دلوں کو وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی جو کانوں سے سنا نہیں جا سکتا جو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا اور دماغ سے سمجھا نہیں جا سکتا اسی لیے تا کہ تم دل کے ذریعے وہ سنو دیکھو اور سمجھو جہاں دماغ کی کانوں اور آنکھوں کے ذریعے رسائی نہیں اور پھر تمہیں عمل کرنے یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ تم مکمل طور پر سمجھنے کے بعد عمل کرو۔

جب تک سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا جس مقصد کے لیے یہ صلاحیتیں دیں تو تب تک کسی بھی صورت نہ تو غیب پر راہنمائی ہو سکتی ہے کہ غیب کیا ہے، نہ ہی الصلاۃ پر اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی بھی شیئ پر راہنمائی ممکن ہے۔ کسی بھی شیئ کا صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا جس مقصد کے لیے وہ دی گئی اسے عربی میں شکر کہا جاتا ہے اور اس کی ضد ہے کفر جس کے معنی ہیں شیئ کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کر دینا جس مقصد کے لیے دی گئی اور اس کے برعکس اپنی مرضی کے مطابق اس کا استعمال کرنا۔ یعنی جب تک کہ شکر نہیں کیا جاتا تب تک آپ کے لیے راہنمائی ہے ہی نہیں تب تک نہ تو آپ غیب کو جان سکتے ہیں کہ غیب کیا ہے اور نہ ہی الصلاۃ کو جو کہ ہمارا موضوع ہے اور جب الصلاۃ کو ہی نہیں جان پائیں گے تو الصلاۃ کا قیام تو بعد کی بات ہے پھر الصلاۃ کیسے قائم کریں گے؟ آپ کسی بھی صورت الصلاۃ قائم نہیں کر سکتے۔ اور پھر دیکھیں حیران کن طور پر اللہ نے شکر کو بھی حلال طیب رزق سے مشروط کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ. البقرۃ ۱۷۲

اے وہ جو میری بات کو مان رہے ہو جو میری دعوت کو مان رہے ہو استعمال کر رہے ہو طیبات سے جو رزق ہیں ہم تمہارا اور شکر کر رہے ہو اللہ کے لیے۔

یعنی اللہ نے اس آیت میں بالکل واضح کر دیا کہ اے لوگو اگر تو تم میری بات کو مانتے ہو اور میرا حکم یہ ہے کہ طیبات سے ہی جو میں تمہارا رزق ہوں اسے استعمال

کرتے ہو تو تم شکر کر رہے ہو گے یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تمہیں جو سننے دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو تم ان کا اسی کے لیے استعمال کرو گے جس نے تمہیں یہ سب صلاحیتیں دیں ورنہ اگر تم طیبات کی بجائے خبائث سے رزق استعمال کرتے ہو خبائث کو اپنا رزق بناتے ہو تو پھر تم شکر کی بجائے اس کی ضد کفر کرو گے تم ان صلاحیتوں کا یا جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی اصل مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کے پیچھے استعمال کرو گے۔

اب آپ خود غور کریں جب کہ اس وقت تک الصلاۃ واضح نہیں ہو گی جب تک کہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا استعمال اسی مقصد کے لیے نہیں کیا جاتا جس مقصد کے لیے یہ صلاحیتیں دی گئیں یعنی شکر نہیں کیا جاتا اور شکر صرف اور صرف وہی کر پائیں گے جو طیبات سے رزق استعمال کرتے ہیں تو پھر الصلاۃ کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے اور پھر الصلاۃ کو قائم کرنا تو بہت بعد کی بات ہے جب الصلاۃ کو ہی نہیں سمجھا جائے گا تو قائم کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
اب آپ سے سوال ہے کہ اپنے گریبان میں جھانکیں اور دیکھیں کہ کیا آپ کا رزق حلال طیب ہے؟ جس کے لیے سب سے پہلے تو آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ حلال طیب کا معنی کیا ہے حلال طیب کہتے کسے ہیں جب تک آپ حلال طیب کو نہیں جانیں گے تب تک آپ حلال طیب رزق استعمال ہی نہیں کر سکتے اس لیے سب سے پہلے تو آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں حلال طیب کیا ہے؟
جب بھی آپ رزق استعمال کرتے ہیں یعنی کوئی بھی ضرورت جسم کو فراہم کرتے ہیں تو کیا وہ حلال طیب ہوتی ہے؟ اگر آپ کو حلال طیب کا ہی علم نہیں تو پھر آپ کا رزق طیب کیسے ہو سکتا ہے؟ جب آپ کا رزق ہی طیب نہیں تو پھر آپ میں تقویٰ کیسے آ سکتا ہے؟ جب آپ میں تقویٰ ہی نہیں تو آپ شکر کیسے کر سکتے ہیں؟ جب آپ شکر ہی نہیں کر سکتے نہ آپ کر رہے ہیں تو پھر آپ کیسے جان سکتے ہیں کہ الصلاۃ کیا ہے؟ جب آپ کو الصلاۃ کا ہی علم نہیں تو پھر جو بھی آپ الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہیں وہ الصلاۃ کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ الصلاۃ ہو ہی نہیں سکتی خواہ پوری کی پوری دنیا اس کی حمایت میں جمع ہو جائے۔

سب سے پہلے حلال طیب رزق سے یعنی الصیام کر کے اپنا تزکیہ کرنا ہو گا جس سے تقویٰ آئے گا جب تقویٰ آئے گا تو آپ شکر کریں گے یعنی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا آپ ان سب کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو وہ سب دیا گیا۔ آپ کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو اسی لیے کہ آپ الم جو کہ الکتاب ہے یعنی آسمانوں و زمین ہیں ان میں غور و فکر کر کے ان کی حقیقت کو جاننا ہو گا، آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ان میں غور و فکر کر کے یہ جاننا ہو گا کہ یہ کس کی آیات ہیں حق کو جاننا ہو گا یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان میں غور و فکر کرنا ہو گا غور و فکر کر کے جو کچھ بھی چھپا دیا گیا یا جس کا علم نہیں دیا گیا ان سب کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا ہو گی تب ہی یہ جان سکیں گے کہ یہ مشین کیا ہے اس میں آپ بطور پرزہ کیا حیثیت و اہمیت رکھتے ہیں اور وہ کونسا نقشہ و معیار ہے جس پر آپ کو پورا اترنا ہے اس مشین میں اپنے مقام پر قائم ہونے کے لیے کہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں اور مشین یعنی اسی الکتاب کا کام بن جائے کہ آپ سے کب کیا کیسے اور کتنا کام لینا ہے۔
آپ یہ بات بھی جان چکے کہ الکتاب میں اسطرح راہنمائی ان کے لیے ہے جو متقین ہیں اور تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے یہ بھی آپ تفصیل کیساتھ جان چکے ہیں۔ جب آپ غور و فکر کرتے ہیں تو آپ کے سامنے یہ بات آتی ہے کہ مادہ یعنی وہ مواد جس سے آپ بنتے ہیں وہ دو طرح کا ہے طیب اور خبیث۔ دونوں کی اپنی الگ الگ خصوصیات و خصلتیں ہیں آپ جس سے اپنا وجود بنائیں گے وہی آپ بنیں گے۔ اگر آپ طیب سے اپنا وجود بنائیں گے طیب رزق استعمال کریں گے تو آپ میں تقویٰ آئے گا یوں نہ صرف آپ میں غور و فکر کرنے کی صلاحیتیں بڑھیں گی بلکہ الکتاب آسمان و زمین آپ پر بڑے بڑے راز کھولیں گے آپ پر الکتاب ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھل جائے گی اور آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جائے گی کہ آپ کی حقیقت کیا ہے آپ اس دنیا میں کیوں موجود ہیں وہ مقصد کیا ہے اور اسے پورا کیسے کرنا ہے اور اس مقصد کو پورا بھی کر پائیں گے۔
جب تقویٰ آتا ہے اور بشر غور و فکر کرتا ہے تو الکتاب اس کی راہنمائی کرتی ہے یعنی اس پر نہ صرف اس کی اپنی حقیقت واضح کرتی ہے بلکہ اس کی اس دنیا میں موجودگی کا مقصد کیا ہے اور اسے کیسے پورا کرنا ہے سب کچھ کھول کھول کر واضح کر دیتی ہے۔
مثلاً تقویٰ آنے پر جب غور و فکر کیا جاتا ہے تو یہ بات بالکل کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ الکتاب یعنی آسمانوں و زمین کی مثال بالکل ہمارے جسم کی سی ہے جیسا کہ

اللہ نے سورت الروم کی آیت ۸ میں بھی اسی بات کا ذکر کیا ہے۔

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ لَکٰفِرُوۡنَ. الروم ۸

اللہ کا انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا ہے ا کیا کر رہے ہو؟ جو کچھ بھی تمہیں دیا یعنی تمہیں جو وجود میں لایا کیا کر رہے ہو؟ تمہیں جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں ان کا کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ تو انسان اپنے اعمال سے اللہ کو یہ جواب دے رہے ہیں کہ تُو نے جو ہمیں وجود میں لایا تو ہم کھا پی رہے ہیں جو ہمیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں ان کا اپنے پیٹ کے لیے استعمال کر رہے ہیں یعنی گویا کہ چوپائے ہیں جیسے چوپائے کر رہے ہیں بالکل وہی یہ بشر بھی کر رہے ہیں ان میں اور ان میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تو آگے اللہ کا انہیں کہنا ہے وَ اور تھا یعنی تمہیں جو وجود میں لایا گیا تمہیں جو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو ان کا اور بھی مقصد تھا نہ کہ صرف وہی کرنے کے لیے تمہیں یہ سب صلاحیتیں دیں جو چوپائے کر رہے ہیں اگر وہی کرنا ہوتا تو کیا اس مقصد کے لیے چوپائے کافی نہیں تھے؟ اور پھر کیا تم میں اور ان میں فرق نہیں رکھا؟ اگر فرق رکھا ہے انہیں جانور اور تمہیں بشر خلق کیا ہے تو اس فرق کو اپنے عمل سے بھی واضح کرو تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو اسی لیے کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو یعنی غور و فکر کرو تمہیں جو صلاحیتیں دی گئیں ان کا اس مقصد کے لیے استعمال کرو لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ نہیں تم ان صلاحیتوں کے ذریعے اپنی ہی ذات میں غور و فکر کر رہے یعنی تمہیں جو وجود میں لایا بطور بشر خلق کیا تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو اسی لیے کہ جو سنائی دے رہا ہے اسے سنو جو دکھائی دے رہا ہے اسے دیکھو اور پھر انہیں سمجھو کہ کیا ہے جو سنائی دے رہا ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے اسی طرح جو دکھائی دے رہا ہے اسے بھی سمجھو کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے مطلب یہ کہ آسمانوں وزمین میں غور و فکر کرو اور انہیں سمجھو کہ یہ کیا ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ آسمانوں وزمین میں تم بھی آتے ہو تو غور کرو کہ تمہاری حقیقت کیا ہے اور ان سب کی حقیقت کو جاننے کے لیے اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو کیوں نہیں کر رہے اپنی ہی ذات میں تفکر؟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی جب تم اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو گے اور اپنی ہی ذات کو جان لو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ نہیں خلق کیا تھا اللہ نے آسمانوں وزمین مگر حق کیساتھ ہیں اور اگر حق کیساتھ نہیں تو اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک ہے اور ان کی اجل اور اجل مسمیٰ بھی خلق کی یعنی ہر عمل کا ردعمل ہے یہاں تک کہ خاتمہ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ لَکٰفِرُوۡنَ اور اس میں کچھ شک نہیں لوگوں سے بڑی تعداد ایسی ہے جو ان کے ربّ یعنی فطرت جس سے یہ وجود میں آئے جس طرح وجود میں آئے اسی طرح واپس ربّ میں پلٹنے کا کفر کر رہی ہے۔

یہ آیت بہت ہی وسعتوں کی حامل ہے اس آیت میں اللہ نے نہ صرف بشر کو اپنی ہی ذات میں سوچ و بچار کرنے اسے سمجھنے کا کہا بلکہ یہ بات بھی واضح کر دی کہ جب تم اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو تو جو بات سامنے آئے بالکل وہی بات وہی نقشہ آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کا ہے ان کی خلق بھی اسی طرح ہوئی ان کی حقیقت بھی وہی ہے جو حقیقت تمہاری ہے۔

اب ایسا کریں کہ اپنی ہی ذات میں سوچ و بچار کریں اور دیکھیں کہ کیا بات سامنے آتی ہے کیا راز ہیں جو سوچ و بچار کرنے پر کھلتے ہیں؟ مثلاً سب سے پہلی بات کہ آپ اس پانچ سے چھ فٹ کے مادی بشری جسم کو ہی اپنی حقیقت سمجھتے ہیں اسے اپنا وجود سمجھتے ہیں اگر یہ حقیقت ہے تو پھر آپ کے سامنے کچھ سوالات رکھتے ہیں۔

مثلاً اگر آپ کا ہاتھ پکڑا جائے اور آپ سے سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ ہاتھ اور پھر جب یہ سوال کیا جائے کہ کس کا ہے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ میرا ہے۔ اسی طرح آپ کے جسم کے مختلف اعضاء کے بارے میں سوال کرتے جائیں تو آپ یہی جواب دیتے جائیں گے کہ میرا ہے میرا ہے میرا ہے یہاں تک کہ آپ سے آپکے پورے جسم کے بارے میں سوال کیا جائے کہ یہ کس کا جسم ہے تو آپ وہی جواب دیں گے کہ میرا ہے اور آپ بالکل اسی طرح اس جسم کو میرا جسم کہیں گے جیسے آپ نے اپنے کسی عضو کے بارے میں کہا۔ بالکل ایسے ہی جیسے آپ سے آپ کی کسی شئے کے بارے میں سوال

کیا جائے مثلاً آپ ایک بکری کے مالک ہیں تو آپ سے سوال کیا جائے یہ کس کی ہے؟ آپ جواب دیں گے میری یعنی بالکل وہی جواب جو آپ نے اپنے جسم کے بارے میں دیا۔

جس طرح آپ نے کہا کہ یہ بکری میری ہے بالکل اسی طرح آپ نے کہا کہ یہ جسم میرا ہے۔ اب آپ سے سوال ہے کہ آپ نے جب یہ کہا کہ بکری میری ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بکری ہی آپ ہو؟ یا پھر بکری الگ ہے اور آپ الگ ہیں؟ اور آپ بکری کی ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جب آپ سے آپ کے جسم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے یہ نہیں کہا کہ یہ میں ہوں بلکہ آپ نے جیسے بکری کی ملکیت کا دعویٰ کیا بالکل اسی طرح اس جسم کی ملکیت کا دعویٰ کیا کہ یہ جسم میرا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ جسم آپ نہیں ہو بلکہ یہ آپ کا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ نے کہا کہ یہ ہاتھ میرا ہے نہ کہ ہاتھ میں ہوں۔

اب سوال آپ سے یہ ہے کہ جب یہ جسم آپ کا ہے تو پھر وہ کون ہے جو بار بار میرا میرا کہہ رہا ہے؟ یعنی یہ بات تو طے ہو چکی کہ یہ جسم آپ نہیں ہیں بلکہ آپ وہ ہیں جو اس جسم میں مَیں مَیں کر رہا ہے لیکن آپ آج تک اس سے پہلے تک اسی جسم کو ہی اپنا وجود سمجھتے رہے۔ اس سوال کا جواب کیا ہے اس پر بعد میں بات کی جائے گی لیکن یہاں اس پر بات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب آپ اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں گے تو آپ کے سامنے دو پہلو آئیں گے ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔

ظاہر یہ مادی بشری وجود اور دوسرا باطن جو اندر مَیں مَیں کر رہا ہے جس کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے کہ وہ کون ہے جو مَیں مَیں کر رہا ہے یعنی آپ کون ہیں تو شاید ہی کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہو۔ بہر حال جب آپ نے اپنی ہی ذات میں غور وفکر کیا تو آپ کے سامنے دو پہلو آئے ایک ظاہر اور دوسرا باطن بالکل یہی حقیقت آسمانوں وزمین کی ہے یعنی اس وجود کی ہے جو نہ صرف ایک ہی وجود ہے بلکہ اللہ کا وجود ہے جس میں آسمانوں وزمین موجود ہیں۔ باطن کیا ہے اس پر بعد میں آگے چل کر بات ہوگی پہلے ظاہر پر بات کرتے ہیں۔ جب آپ اپنے ظاہر یعنی اس مادی بشری وجود میں سوچ وبچار کریں تو آپ کے سامنے کئی باتیں آئیں گی ان میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جسم دو حصوں پر مشتمل ہے ایک ظاہری حصہ اور دوسرا پوشیدہ یعنی اس جسم کا ایک حصہ تو بالکل ظاہر ہے جو نظر آ رہا ہے اور اس کے برعکس دوسرا حصہ جو پوشیدہ ہے نظر نہیں آ رہا۔

ظاہری حصہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہے ایک وہ اعضاء ہیں جن کا مقصد بالکل واضح ہے اور دوسرا وہ ہے جس میں اعضاء تو بالکل واضح ہیں لیکن ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اس کا علم نہیں دیا گیا۔

پھر دوسری بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ جسم بہت سے اعضاء خواہ وہ جو ظاہری ہیں اور خواہ وہ جو پوشیدہ ہیں کا مجموعہ ہے ہر عضو لاتعداد خلیوں کا مجموعہ ہے اور ہر خلیے کی مثال اس زمین کی سی ہے جس پر آپ آباد ہیں یعنی ہر خلیہ لاتعداد مخلوقات کا مجموعہ ہے جن کی سب سے چھوٹی اینٹ ایٹم یعنی ذرہ ہے۔ ان تمام کے مجموعے سے یہ جسم وجود میں آیا۔

یہ جسم بالکل ایک مشین کی مانند ہے اور اس میں تمام کے تمام اعضاء مشین میں پرزوں کی مانند ہیں۔ تمام کے تمام اعضاء خواہ وہ جو ظاہر ہیں یا وہ جو پوشیدہ ہیں سب کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے اور ہر ایک کا دوسرے کیساتھ انتہائی گہرا ربط ہے ہر عضو کا اپنا ایک مقام ہے جب تمام کے تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر قائم ہوں تو ایک بہترین توازن وضع ہوتا ہے اور یہ توازن تب تک برقرار رہے گا جب تک کہ تمام کے تمام اعضاء اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے اور تمام کے تمام اعضاء اس وقت تک ہی اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرسکیں گے جب تک کہ وہ تمام کے تمام اپنے اپنے مقام پر رہیں تمام کے تمام اس وقت تک اپنے اپنے مقام پر رہیں گے جب تک کہ جن سے وہ وجود میں آئے یعنی ہر خلیہ اپنے مقام پر رہے۔ ہر خلیے کی اپنی اپنی ضروریات ہیں ان کا معیار اور مقدار الگ الگ ہے جب تک تمام کے تمام خلیوں کو ان کی ضروریات مقدار اور معیار کے مطابق ملیں گے تب تک تمام کے تمام خلیے ٹھیک رہیں گے جس سے ان سے وجود میں آنے والے تمام کے تمام اعضاء ٹھیک رہیں اور یوں پورا جسم بالکل ٹھیک رہے گا اس میں جو میزان قائم ہے وہ برقرار رہے گا۔

جسم میں تمام اعضاء کی ذمہ داری واختیار الگ الگ ہے جو کہ ان میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے پورے جسم پر دماغ کو اختیار حاصل ہے یعنی دماغ اس جسم میں ڈرائیور کی حیثیت رکھتا ہے پورا جسم یعنی جسم میں تمام کی تمام مخلوقات دماغ کی محتاج ہیں جب تک دماغ اپنی ذمہ داری کو پہچان کر احسن طریقے سے انجام

دے گا تب تک یہ پورا جسم ٹھیک رہے گا جسم میں ہر خلق کو کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوگا کسی کے حقوق پامال نہیں ہوں گے اس میں قائم توازن برقرار رہے گا لیکن اگر دماغ نے اپنی ذمہ داری سے لاپرواہی برتی تو اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک سامنے آئے گا جسم میں قائم توازن میں خسارہ ہو کر توازن بگڑ جائے گا جس سے جسم میں تمام مخلوقات کو ہلاکتوں و تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جنہیں بیماریوں کا نام دیا جاتا ہے اور بالآخر اجل مسمیٰ یعنی جسم کی موت ہو جائے گی۔

بالکل یہی مثال آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کی ہے۔ آسمانوں وزمین بالکل آپ کے جسم کی مانند ایک وجود ہے، آسمانوں وزمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی تہوں میں جو کچھ بھی بالکل واضح نظر آرہا ہے یہ ظاہر ہے اور اس کے علاوہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو کہ ظاہر نہیں بلکہ چھپی ہوئی ہیں یعنی باطن ہے جسے غیب کہا گیا وہ مخلوقات جو ظاہر نہیں بلکہ چھپی ہوئی ہیں۔

اور پھر جو ظاہر ہے یعنی وہ مخلوقات جو بالکل سامنے نظر آرہی ہیں دو حصوں پر مشتمل ہیں ایک وہ جن کا مقصد تخلیق بالکل واضح ہے اور دوسری وہ جن کا مقصد تخلیق انسان پر واضح نہیں بلکہ اس کا علم چھپا دیا گیا جو کہ متشابہات کہلاتی ہیں۔

اور ظاہر کے علاوہ جو باطن ہے یعنی آسمانوں وزمین میں بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو چھپی ہوئی ہیں جنہیں انسان سن، دیکھ اور محسوس نہیں کر سکتا اور ان میں سے ایسی بھی ہیں جو اگر سامنے آجائیں تو انسان سن، دیکھ اور محسوس تو کر سکتا ہے اس کے باوجود انسان سے چھپا دی گئیں۔ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ جو ظاہر ہے یا پھر وہ جو باطن ہے سب کے سب کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ بھی ایسا نہیں جو بغیر مقصد کے وجود میں لایا گیا ہو ہر ایک کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور پھر جس جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا ہر ایک کو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جو جو اس کی لائن ہے اس پر قائم کر دیا گیا۔ جیسے جسم میں ہر عضو دوسرے سے مربوط و مشروط ہوتا ہے یوں جسم میں تمام کے تمام اعضاء کا آپس میں نہ صرف ربط ہوتا ہے بلکہ اسی ربط کی وجہ سے تسلسل اور نظم قائم ہوتا ہے، جیسے مشین میں تمام کے تمام پرزوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط ہوتا ہے ہر پرزہ دوسرے سے مربوط و مشروط ہوتا ہے جس سے مشین میں تسلسل اور نظم برقرار رہتا ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات کا آپس میں ایک دوسرے کیساتھ گہرا ربط قائم ہے ہر مخلوق کا دوسری کیساتھ گہرا ربط قائم ہے جس سے آسمانوں وزمین میں تسلسل و نظم قائم کیا گیا۔ پھر جیسے جسم میں کوئی بھی عضو اپنی ذمہ داری کو ترک کرے گا، اپنے مقام سے ہٹ جائے گا یعنی صل کی بجائے ضل ہو جائے گا تو باقی اعضاء بھی اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کر پائیں گے جس سے جسم میں مخلوقات کا آپس میں ربط ٹوٹ کر نظم میں رکاوٹ ہو جائے گی جس سے جسم میں خرابی ہو جائے گی اور اگر خرابی کو دور نہ کیا گیا جس کے لیے عضو کا دوبارہ اپنے مقام پر قائم ہونا ہے تو خرابی بڑھ کر جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں اور پھر بالآخر اجل مسمیٰ یعنی موت آجائے گی بالکل ایسے ہی اگر آسمانوں وزمین میں کوئی ایک بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے کوئی ایک بھی مخلوق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کوتاہی یا لاپرواہی سے کام لیتی ہے تو مخلوقات میں قائم ربط ٹوٹ کر آسمانوں وزمین میں قائم نظم میں رکاوٹ ہو جائے گی جس سے توازن بگڑ جائے گا یعنی آسمانوں وزمین میں خرابیاں ہو کر بالآخر تباہیاں آئیں گی جس کا شکار تمام مخلوقات ہوں گی۔

یعنی وہ تمام کی تمام مخلوقات جنہیں انسان سن، دیکھ یا محسوس کر سکتا ہے یا پھر وہ جنہیں انسان سن، دیکھ یا محسوس نہیں کر سکتا یعنی جو کہ انسان سے پوشیدہ ہیں جنہیں غیب کہا گیا آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات کی تخلیق کا نہ صرف کوئی نہ کوئی مقصد ہے بلکہ جس جس مقصد کے لیے انہیں خلق کیا گیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہیں ان ان کے مقام پر قائم کر دیا گیا جس سے ایک بہترین توازن قائم ہو گیا اگر کوئی ایک بھی خلق اپنے اصل مقام سے ہٹتی ہے تو سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا اس سے نہ صرف اس کا اپنا نقصان ہوگا بلکہ باقی مخلوقات کا بھی نقصان ہوگا۔

آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات کی اپنی اپنی ضروریات ہیں ان کی مقدار اور ان کا معیار الگ الگ ہے جب تک انہیں ان کی ضروریات اپنے معیار اور مقدار کے مطابق ملیں گی تب تک تمام کی تمام اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کر پائیں گی جس سے آسمانوں وزمین میں میزان قائم رہے گا اور اگر ان کی ضروریات میں ردوبدل کی جاتی ہے ان کے معیار و مقدار میں تبدیلی کی جاتی ہے تو لامحالہ میزان قائم نہیں رہے گا اس میں خسارہ ہو کر بگاڑ پیدا ہوگا اور بالآخر تباہیاں آئیں گی اور لاتعداد مخلوقات ان کا شکار ہوں گی۔

جیسے آپ کے جسم میں تمام کے تمام اعضاء کی ذمہ داری الگ الگ ہے نہ تو کوئی کسی دوسرے کا مقام لے سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کی ذمہ داری کو پورا کر سکتا

ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات کی نہ صرف ذمہ داری الگ الگ ہے بلکہ کوئی ایک بھی مخلوق کسی دوسری مخلوق کا مقام نہیں لے سکتی اور پھر مخلوقات کی ذمہ داری کیا ہے یعنی انہیں کس کس مقصد کے لیے خلق کیا گیا جب ان میں غوروفکر کیا جائے تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ کس کی کیا ذمہ داری ہے۔ اور پھر جب آسمانوں وزمین میں غور کیا جائے تو یہ بات بھی بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جیسے جسم میں دماغ کو پورے جسم پر اختیار حاصل ہوتا ہے پورے جسم کے نفع ونقصان کا اختیار دماغ کو ہوتا ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں اس بشر کی اہمیت وحیثیت دماغ کی ہے۔ اس بشر کو آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات پر اختیار حاصل ہے ان کے نفع ونقصان کا اسے اختیار حاصل ہے۔ یہ چاہے تو تمام کی تمام مخلوقات کو ان کے مقامات پر قائم رہنے دے اگر کوئی انہیں ہٹاتا ہے تو واپس اس کے مقام پر رکھ کر آسمانوں وزمین میں قائم توازن برقرار رہنے دے جس سے خود اس کے اپنے سمیت کسی ایک بھی مخلوق کو کسی قسم کے نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے کسی کے بھی حقوق پامال نہ ہوں اور اگر یہ چاہے تو مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا کر آسمانوں وزمین میں فساد اور عظیم تباہیوں کا سبب بنے پھر نہ صرف خود بھی ان کا شکار ہو جائے بلکہ آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات کو ان کا شکار بنا دے۔

اب آپ خود غور کریں جب آپ میں تقویٰ آئے گا اور آپ پر یہ تمام تر حقائق واضح ہوں گے تو پھر کیا آپ کو اپنی ذمہ داری پہچاننے میں کوئی مشکل رہ جاتی ہے؟ کیا آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے آپ کی ذمہ داری کیا ہے اور اسے کیسے پورا کرنا ہے یہ سب سمجھنا مشکل رہ جاتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ اگر آپ میں اس گاڑی کو چلانے کی صلاحیتیں موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ صلاحیتیں آپ نے خود تو اپنے اندر نہیں رکھیں بلکہ جس نے آپ کو وجود دیا اسی نے آپ میں یہ صلاحیتیں رکھیں اور پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس نے آپ کو یہ صلاحیتیں بغیر کسی مقصد کے دیں؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ اسی مقصد کے لیے دیں جس مقصد کے لیے آپ کو وجود دیا گیا یعنی آسمانوں وزمین کی ڈرائیونگ کرنے کے لیے یعنی آسمانوں وزمین کی دیکھ بھال کرنے کے لیے اور اسی لیے تو آپ کو آسمانوں و زمین میں اختیار دیا گیا۔

آپ کو دیا گیا اختیار بھی یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ آپ کی ذمہ داری کیا ہے آپ کو دنیا میں کس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا۔

اب آیا آپ الصلاۃ قائم کرتے ہیں یعنی آپ کو جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں اور پھر نہ صرف زمین پر اختیار دیا گیا بلکہ زمین پر اثر انداز ہونے کا بھی اختیار دیا گیا تو آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے آپ کو یہ صلاحیتیں دی گئیں کہ آپ آسمانوں وزمین کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ان میں مخلوقات کو ان کے مقامات پر قائم رہنے دیتے ہیں اور اگر کوئی اپنے مقام سے ہٹا ہوا ہے یا ہٹتا ہے تو اسے اس کے مقام پر قائم کرتے ہیں اسے اس کے اصل مقام پر رکھتے ہیں جس سے نظام بالکل ٹھیک رہے گا کوئی خرابی تھی تو اصلاح ہو جائے گی اور آپ مصلح یعنی صالح کہلائیں گے اور آپ کا شمار صالحین میں ہو گا یا پھر آپ الصلاۃ کی بجائے اس کی ضد فساد کرتے ہیں یعنی اپنے آپ کو دی گئی صلاحیتوں اور زمین پر دیئے گئے اختیار کا غلط استعمال کرتے ہوئے آسمانوں وزمین میں تمام مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹاتے ہیں جس سے ان میں خرابیاں ہو کر بالآخر تباہیاں آئیں گی جس سے آپ مفسدین میں شمار ہوں گے آپ مفسد کہلائیں گے اور پھر بالآخر آپ خود بھی اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کے نتیجے میں بھیانک ردعمل کا شکار ہوں کر ہلاکت کا سودا کریں گے۔ اب یہ فیصلہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے کہ آپ الصلاۃ قائم کرتے ہیں یعنی زمین میں جو آپ کو اختیار دیا گیا تو آپ اپنی صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے جس مقصد کے لیے آپ کو یہ صلاحیتیں دی گئیں ہر مخلوق کو وصل کرتے ہیں یعنی اس کے اصل مقام پر رہنے دیتے ہیں اور اگر کوئی اپنے مقام سے ہٹی ہوئی ہے یا ہٹائی گئی ہے تو اسے اس کے مقام پر قائم کرتے ہیں یا پھر الصلاۃ کی بجائے فساد کرتے ہیں۔

اب غور کریں کیا الصلاۃ کو جاننے اور پہچاننے میں کسی بھی قسم کی کوئی مشکل رہتی ہے؟ کیا قرآن میں اللہ نے الصلاۃ کا صرف حکم دیا اور اس کی تفصیلات بیان نہیں کیں کہ الصلاۃ کیا ہے اور اسے کیسے قائم کرنا ہے؟ یا نہ صرف اللہ نے قرآن میں الصلاۃ کا حکم دیا بلکہ اسے ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر رکھ دیا اس پر ہر لحاظ سے مکمل راہنمائی کر دی یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اب آگے بڑھتے ہیں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر تین کی طرف اور دیکھیں اس میں اللہ نے یہی سب کھول کھول کر آیت کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں قبل اتار دیا تھا جو کہ آج کی تاریخ ہے۔

الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۔ البقرۃ ۳

الَّذِيۡنَ ایسے لوگ تھے یعنی وہ جو متقین ہیں ان کے بارے میں واضح کیا جا رہا ہے کہ وہ کون سے لوگ ہیں ان کی پہچان کیا ہے وہ کیا کر رہے ہیں تقویٰ آنے کی پہچان کیا ہے یُؤۡمِنُوۡنَ انہیں جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں وہ ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں یعنی جو سنائی دے رہا ہے اسے سن رہے ہیں اور جو دکھائی دے رہا ہے اسے دیکھ رہے ہیں اور پھر صرف سن اور دیکھ ہی نہیں رہے بلکہ اسے سمجھ بھی رہے ہیں جو کانوں اور آنکھوں سے سنائی اور دکھائی نہیں دیتا اسے دلوں سے سن دیکھ اور سمجھ رہے ہیں پھر حق واضح ہو جانے کے بعد اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں۔ پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کیا ہے جو ان کے سامنے آ رہا ہے اور وہ کیا اعمال کر رہے ہیں بِالۡغَيۡبِ غیب کیساتھ یعنی انہیں جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں اور دلوں کو افئدۃ کیا گیا یعنی دلوں میں یہ صلاحیت رکھی کہ دل وہ سنتا ہے جو کانوں سے نہیں سنا جا سکتا دل وہ دیکھتا ہے جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا یعنی غیب تو جب ان پر واضح ہو جاتا ہے کہ آسمانوں و زمین میں صرف اور صرف یہی کُل کا کُل نہیں ہے جو سامنے نظر آ رہا ہے بلکہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو چھپی ہوئی ہیں جو غیب ہے اور ان سب کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد ہے کچھ بھی بغیر مقصد کے وجود میں نہیں لایا گیا اس لیے ہم کوئی ایک بھی عمل ایسا نہیں کریں گے جو صرف ظاہر کو سامنے رکھ کر کیا جائے کیونکہ اگر صرف ظاہر کو سامنے رکھ کر عمل کیا جائے گا تو لامحالہ جو غیب ہے اس کا کذب ہو گا اس کا کفر ہو گا ہمارا وہ عمل غیب کے لیے تباہ کن ثابت ہو گا یوں آسمانوں و زمین میں فساد ہو گا اس لیے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نہ صرف ظاہر ہے یعنی جو کچھ واضح نظر آ رہا ہے بلکہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو کہ پوشیدہ ہیں یعنی غیب ہے اس لیے ہم اس وقت تک کوئی ایک بھی عمل نہیں کریں گے جب تک کہ ہم اس کے بارے میں پہلے مکمل علم حاصل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں کہ ہمارے اس عمل سے آسمانوں و زمین میں کسی ایک بھی مخلوق کو کسی بھی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ہر ایک پر احسان ہی ہو گا یہ ہے غیب کیساتھ مومن بننا اور پھر جو اعمال کر رہے ہیں اسے کیا کہا گیا اس کا بھی آگے ذکر کر دیا گیا وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ اور قائم کر رہے ہیں الصلاۃ تھی یعنی ہم نے جو تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے والا کر دیا اور تمہارے دلوں میں یہ صلاحیت رکھی کہ دل سے تم وہ سنو، دیکھو اور سمجھو جہاں دماغ کی کانوں اور آنکھوں کے ذریعے رسائی نہیں تو تمہیں نہ صرف یہ صلاحیتیں دیں بلکہ زمین میں اختیار بھی دیا تو یہ صلاحیتیں اور زمین میں اختیار اسی لیے دیا کہ سنو، دیکھو اور سمجھو، آسمانوں و زمین میں غور و فکر کرو جب حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے جب مکمل طور پر مطمئن ہو جاؤ تب ہی کوئی بھی عمل کرو اس طرح جو بھی اعمال کیے جائیں گے یہ تھی الصلاۃ جو تم قائم کر رہے ہو اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر ظاہر ہے تم پر یہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں و زمین کو کتنا پیچیدہ ترین خلق کیا ہے ان میں میزان قائم ہے اگر ایک رائی برابر عمل بھی بغیر مکمل علم و حکمہ کے کیا گیا تو اس سے آسمانوں و زمین میں فساد ہو گا اس کے باوجود بھی اگر تم بغیر غور و فکر کیے بغیر حق کو سمجھے، مطمئن ہوئے بغیر عمل کرتے ہو تو وہ الصلاۃ نہیں بلکہ اس کی ضد فساد ہو گی۔

آپ کو اگر سننے کی صلاحیت دی گئی تو کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے اسی لیے کہ آسمانوں و زمین میں بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں آپ انہیں سنیں اس کے علاوہ آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کو کیوں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی؟ تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آسمانوں و زمین میں بہت کچھ ایسا ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے اسی لیے آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تا کہ آپ اسے دیکھیں اور پھر آپ کو نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئیں بلکہ جو جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو کیوں؟ تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آپ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھیں۔

پھر اس کے علاوہ آپ کے دلوں کو افئدۃ کیا یعنی دل میں یہ صلاحیت رکھی دل کو ایسا بنایا کہ جہاں دماغ کی کانوں اور آنکھوں کے ذریعے رسائی نہیں وہاں دل سننے اور دیکھنے اور پھر نہ صرف سننے اور دیکھنے بلکہ اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کے دلوں کو ایسی صلاحیتیں کیوں دی گئیں؟ یعنی غیب کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو آخر کیوں؟ تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آسمانوں و زمین میں صرف وہی کُل کا کُل نہیں جو کھلم کھلا نظر آ رہا ہے یعنی جو ظاہر ہے بلکہ بہت کچھ ایسا بھی ہے جو ظاہر نہیں بلکہ باطن ہے یعنی غیب ہے آپ سے پوشیدہ ہے اب جو ظاہر ہے اسے تو کانوں سے سنا جا سکتا ہے، آنکھوں سے دیکھا اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے دماغ سے سمجھا جا سکتا لیکن جو غیب ہے یعنی باطن ہے جسے کانوں سے سنا نہیں جا سکتا آنکھوں سے دیکھا اور دماغ سے سمجھا نہیں جا سکتا اسے سننے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے دلوں کو ایسا کیا تا کہ نہ صرف ظاہر کو بلکہ باطن کو بھی سنو دیکھو اور سمجھو۔

اب آپ کو صرف ظاہر و باطن کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی ہی صلاحیت نہیں دی گئی بلکہ آپ کو زمین پر بسایا زمین پر اختیار دیا تو زمین پر اثر انداز ہونے کی بھی صلاحیت دی گئی یعنی آپ کو عمل کرنے کی بھی صلاحیت دی گئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو نہ صرف زمین پر اختیار دیا گیا بلکہ زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی دی گئی تو آخر کیوں؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آپ کو زمین پر اختیار اور پھر زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں دی گئیں تو اسی لیے کہ آپ اپنی ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے زمین پر اثر انداز ہوں۔

یعنی بالکل کھل کر واضح ہو چکا ہے کہ آپ کو اگر زمین پر بسایا گیا ہے زمین کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ پھر آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ظاہر و باطن کو نہ صرف سننے، دیکھنے بلکہ سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے کہ آپ سب سے پہلے آسمانوں و زمین میں غور و فکر کریں جب آپ آسمانوں و زمین میں غور و فکر کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ کو اس زمین پر کیوں لایا گیا آپ کا مقصد کیا ہے اور پھر اسے پورا کیسے کرنا ہے۔

جب شکر کیا جائے یعنی جو کچھ دیا گیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے جس مقصد کے لیے دیا گیا یعنی آسمانوں و زمین میں غور و فکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آسمانوں زمین کی مثال بالکل آپ کے جسم کی سی ہے ان میں تمام کی تمام مخلوقات کو نہ صرف کسی نہ کسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا بلکہ ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کر دیا گیا جس سے آسمانوں و زمین میں المیزان یعنی بہترین اور پیچیدہ ترین توازن قائم ہو گیا اور اگر کوئی بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے، اپنی ذمہ داری میں کوئی بھی کوتاہی یا لا پرواہی کرتی ہے تو اس سے آسمانوں و زمین میں قائم توازن بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آسمانوں و زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا تباہیاں آئیں گی اور انسان سمیت تمام مخلوقات ان تباہیوں کی زد میں آئیں گی۔

اور پھر یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ آسمانوں و زمین میں تمام کی تمام مخلوقات اللہ کی عباد ہیں اللہ کی عبادہ کر رہی ہیں یعنی تمام کی تمام مخلوقات اللہ کی غلامی کر رہی ہیں وہ اپنی لائن پر قائم ہیں اور اس سے رائی برابر بھی نہیں ہٹتیں رائی برابر بھی لا پرواہی نہیں کرتیں سوائے جن و انس یعنی انسان کے۔ انسان واحد ایسی مخلوق ہے جو نہ صرف اپنی لائن سے ہٹا ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ سے دوسری مخلوقات بھی اپنی لائن پر قائم نہیں رہ پا رہیں اور انسان انہیں ان کے مقامات سے ہٹا رہا ہے ان کے مقامات کو بدل رہا ہے ان میں تبدیلیاں کر رہا ہے جس سے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر انسان کو اس کے مقام پر قائم نہ کیا گیا تو نہ صرف آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام سے ہٹ جائیں گی انسان انہیں ہٹا دے گا بلکہ آسمانوں و زمین میں قائم توازن بگڑ جائے گا ان میں فساد ہو جائے گا جس کا نتیجہ ہلاکتوں اور تباہیوں کی صورت میں نکلے گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ انسانوں میں سے ہر ایک کو اس اس کے مقام پر قائم کیا جائے جب انسانوں میں سے ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کر دیا جائے گا تو باقی مخلوقات خود بخود اپنے اپنے مقام پر قائم ہو جائیں گی کیونکہ وہ سب کی سب تو ہیں ہی اللہ کی غلام۔ انسانوں میں سے ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کرنا یہ ہے الصلاۃ۔

انسانوں میں سے ہر ایک کا مقام کیا ہے اسے جاننے کے لیے ہر ایک میں موجود صلاحیتوں کو سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ صلاحیتیں طے کرتی ہیں کہ کس کا کیا مقصد ہے جیسے مثال کے طور پر اگر آپ ایک کتا اور ایک بکری لائیں تو آپ جو کام کتے سے لے سکتے ہیں وہ بکری سے نہیں اور جو کام بکری سے لیا جائے گا وہ کتے سے نہیں لے سکتے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو دونوں قد اور حجم میں برابر ہیں۔

قد اور حجم میں برابر ہونا ان کا مقصد واضح نہیں کرے گا بلکہ ان میں موجود صلاحیتیں طے کریں گی کہ کس کی کیا ذمہ داری ہے کس کا کیا مقصد ہے۔ یعنی بالفرض اگر کتے سے رکھوالی کروانی ہے اور اگر کتے میں رکھوالی کرنے کی صلاحیتیں موجود نہیں تو کتے سے رکھوالی نہیں کرائی جائے گی کیونکہ رکھوالی کے لیے کتے کا ہونا شرط نہیں بلکہ رکھوالی کے لیے ان صلاحیتوں کا ہونا شرط ہے جن سے رکھوالی کی جا سکتی ہے۔

بالکل ایسے ہی دیکھا جائے گا کہ دنیا میں آباد جتنے بھی بشر ہیں ان میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں جب ان کی صلاحیتوں کو سامنے رکھا جائے گا تو صلاحیتیں خود بخود ان میں سے ہر ایک کا مقصد واضح کر دیں گی۔

سب سے پہلے تو جتنے بھی بشر ہیں وہ دو گروہوں میں تقسیم ہوتے نظر آئیں گے ایک وہ جو انسان ہیں یعنی خود اپنے ہی آپ کو یعنی اپنی ہی اصل حقیقت اپنی ذات کو بھولے کے بھولے ہی ہیں یعنی وہ اس تقریباً چار سے سات فٹ کے درمیان بشری جسم کو ہی اپنی اصل حقیقت سمجھتے ہیں یوں ان کے اس جسم کو جو بھی اچھا لگتا ہے وہ اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں خواہ وہ ان کے لیے اصل میں نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو یعنی ان کی مثال گھر میں والدین کے محتاج بچوں کی سی ہے

جیسے بچوں کو جو بھی بھالگتا ہے وہ اسی کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اسی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کو حاصل کرنے کی ضد کرتے ہیں اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم ایسے بشر ہوں گے جو انسان نہیں یعنی جو بھولے کے بھولے ہی نہیں رہے بلکہ انہوں نے غور وفکر کر کے اپنی حقیقت کو پالیا انہوں نے اپنی ہی ذات کو جان لیا پہچان لیا اور ان کی اصل ذات ہے اللہ۔ وہ اللہ کے وجود میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ جسم میں دماغ، آنکھیں، کان، زبان اور ہاتھ وغیرہ ہوں۔

جیسے اگر آپ کوئی مشین بناتے ہیں تو اسے مکمل کر لینے کے بعد اس کا نظام چلائیں گے بالکل ایسے ہی اللہ زمین کو مکمل کرنے کے بعد اس کے نظام پر معمور ہوا تو وہ بشر جو انسان نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو پہچان لیا جو کہ اللہ ان کی اپنی ذات ان کے سامنے آئی تو پھر ان کا کام ہے زمین کا نظام چلانا زمین کی دیکھ بھال کرنا ان کو دی گئی صلاحیتوں کے مطابق اور ایسے بشر جو ہیں ان کی زمین میں اہمیت وحیثیت گھر میں والدین کی سی ہوتی ہے جن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف گھر کا خیال رکھیں گھر کی دیکھ بھال کریں کہ بچے گھر میں کوئی خرابی نہ کر دیں کوئی تباہی نہ کر دیں بلکہ گھر میں ایسا نظم قائم کرنا ہے کہ بچے ہر لحاظ سے محفوظ رہیں، بچوں کا کام ہے انہیں جو بھی بھلا نظر آئے اس کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے بچوں کو ہر اس شئے کے قریب بھی جانے سے روکنا جو بچوں کے لیے نقصان دہ ہے ورنہ اگر والدین اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کریں گے، سستی، کاہلی یا لاپرواہی برتیں گے یا پھر اپنی ذمہ داری کو بھول جائیں گے اسے ترک کر دیں گے تو نہ صرف بچے گھر کو تباہ و برباد کر دیں گے بلکہ خود بھی اور ساتھ والدین ہونے کے دعویدار بھی ان تباہیوں کا شکار ہوں گے۔

وہ بشر جو انسان نہیں ہیں پہلی بات کہ ان کی تعداد بہت کم ہوگی اور دوسری بات کہ وہ بالکل ایک وجود ایک جسم کی مانند ہوں گے یعنی جیسے جسم میں سب سے اوپر دماغ ہوتا ہے جس کا کام ہوتا ہے پورے وجود کا نظام چلانا وجود میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اسی کا ہوتا ہے اور اسی کے لیے ہوتا ہے اس لیے سب پر لازم ہے کہ وہ دماغ کی غلامی کریں یعنی صرف اور صرف وہی کریں جو دماغ حکم دے رہا ہے کوئی بھی نہ تو اپنی حد سے بڑھے اور نہ ہی دماغ سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ کچھ کی مثال جسم میں آنکھوں کی ہوتی ہے، کچھ کی کانوں کی، کچھ کی زبان کی، کچھ کی ہاتھوں کی وغیرہ۔

ان پر لازم ہے کہ وہ بالکل ایک جسم کی صورت اختیار کر جائیں یعنی ان میں جو علم وحکمہ میں سب سے بڑھ کر ہے اسے دماغ کا درجہ دیا جائے یعنی اسے امام بنایا جائے مطلب یہ کہ اسے لیڈر بنایا جائے اور اس کے علاوہ جو علم وحکمہ میں بڑھ کر ہیں انہیں اس کی آنکھیں، کان اور زبان بنایا جائے یعنی اس کے وزرا بنایا جائے، جو نوجوان ہیں جو کہ قوت میں بڑھ کر ہیں انہیں ہاتھ بنایا جائے یعنی قوت والے کاموں پر انہیں معمور کیا جائے، بچوں کے لیے ایسا ماحول ترتیب دیا جائے کہ وہ امام اور اس کے وزرا سے علم وحکمہ سیکھیں اور نوجوانوں سے عملی طور پر کرتا ہوا سیکھیں، عورتوں کو ان کے مقام پر رکھا جائے یعنی عورتوں کو نہ صرف پردے میں رکھا جائے کہ وہ معاشرے میں فتنے وفساد کا سبب نہ بنیں بلکہ پورے معاشرے پر ان کی نظر ہو وہ دیکھیں کہ کہیں کوئی خامی وخرابی تو نہیں اگر کوئی خامی وخرابی ہے تو وہ آئندہ ایسی نسل کو جنم دیں اور اسے پروان چڑھائیں کہ اس میں وہ خامیاں نہ ہوں وہ ان خامیوں ونقائص سے پاک نسل ہو۔

یوں بالکل ایسا نظام قائم ہوگا جو آپ کے جسم میں قائم ہے جو چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لیکر کُل کے کُل وجود میں قائم ہے جسے الصلاۃ کہا گیا یعنی زمین کی ہر شئے اپنے اپنے مقام پر قائم ہو جائے گی۔ جب الصلاۃ قائم کر لی جائے تو اسے قائم رکھنے کے لیے لازم ہے کہ اسے تمام تر خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک کر دیا جائے جن وجوہات کی بنا پر کل کو الصلاۃ ضائع ہو سکتی ہے یعنی جن وجوہات کی بنا پر دوبارہ ہر کوئی اپنے اپنے مقام سے ہٹ جانے پر مجبور ہو جائے گا یا اپنے مقام سے ہٹنے کا رستہ کھل جائے گا۔ اس کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ وجوہات کون سی ہیں یعنی الصلاۃ میں خامیوں، خرابیوں ونقائص کی نشاندہی کی جائے گی اس کے بعد انہیں ختم کر کے الصلاۃ کو ان سے پاک کر دیا جائے گا۔

یہ بات تو پہلے ہی واضح ہو چکی کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے تمام مخلوقات اللہ کی عباد ہیں یعنی اللہ کی غلام ہیں اللہ کی غلامی کر رہی ہیں سوائے جن وانس یعنی انسان کے۔ اس لیے اگر انسان اپنے مقام پر قائم رہتا ہے تو آسمانوں وزمین میں رائی برابر بھی کوئی خرابی نہیں ہوگی اور اگر انسان اپنے مقام سے ہٹ جاتا ہے تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا ہر شئے میں فساد ہو جائے گا اس لیے یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا شئے ہے وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے انسان اس مقام سے ہٹ جاتا ہے جس مقام پر اسے قائم کیا گیا؟ تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کا رزق اگر اسے پورا نہیں ملتا تو وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے

رزق کے حصول کے لیے اپنے مقام سے ہٹ جاتا ہے۔ اب اگر الصلاۃ کو قائم ہی رکھنا ہے الصلاۃ کو ضائع ہونے سے بچانا ہے تو اس کے لیے ہر انسان کو اس کا رزق فراہم کرنا لازم ہے اگر ہر انسان کو اس کا رزق ملتا ہے تو وہ اپنے مقام پر قائم رہے گا اس کے باوجود اگر وہ اپنے مقام سے ہٹتا ہے تو اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا بلکہ اس پر حجت ہوگی اور وہ سزا کا حق دار ہوگا۔ اور پھر دیکھیں اسی کا اللہ نے قرآن میں آگے ذکر بھی کر دیا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس میں سے جو رزق ہم ہیں ینفقون کر رہے ہیں۔ ینفقون ''نفق'' سے ہے جس کا معنی ہے چوہے کا بل یا یوں کہیں کہ جس وجہ سے چوہے کے بل کو نفق کہا جاتا ہے اگر وہی وجہ کسی بھی شئے میں پائی جائے تو اسے عربوں کی زبان میں نفق کہتے ہیں۔ جب آپ چوہے کو بل میں گھستا ہوا دیکھتے ہیں تو آپ کو ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آتا ہے لیکن وہ سوراخ چوہے کا بل نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کے بل میں داخل وخارج ہونے کا ایک رستہ ہے اس کا بل اس وقت تک سامنے نہیں آئے گا جب تک کہ آپ اس سوراخ سے کھدائی شروع نہ کر دیں جب آپ کھدائی کریں گے تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ چوہے نے وسیع زمین کو چھلنی کیا ہوا ہے اور درجنوں سوراخ ہیں جو اِدھر اُدھر نکل رہے ہیں بالکل اسی طرح یعنی چوہے کے بل کی مانند وہ جو ضرورت مند ہیں جن کے پاس ان کا رزق نہیں ہے ان تک رزق پہنچانا ینفقون کہلاتا ہے۔ چوہے کے بل کی طرح رزق تقسیم کرنا لوگوں کو نظر آ رہا ہو کہ آپ کے پاس رزق ہے لیکن کسی کو بھی یہ نہ علم ہو آپ ضرورت مندوں کو دیتے ہیں اور کتنا اور کیسے دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہو کہ جیسے چوہے کا بل ہے آپ اس کی مانند لوگوں کو ان کا رزق پہنچا رہے ہوں۔

اب سب سے پہلے یہ جاننا لازم ہے کہ رزق کیا ہے؟ رزق عربی میں بشری ضروریات کو کہا جاتا ہے یعنی وہ اشیاء جو ہر بشر کی ضروریات ہیں مثلاً رہنے کے لیے گھر، کھانے کے لیے طیب ثمرات، پینے کے لیے پانی، پہننے کے لیے کپڑا، کھانے پینے کے لیے برتن، رہنے کے لیے بستر، سواری کے لیے سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے طیب سواری کے ذرائع، ایسے ہی جب ایک لڑکی بالغ ہوتی ہے تو اس کی ضرورت ایک بالغ لڑکا ہوتا ہے اور جب لڑکا بالغ ہوتا ہے تو اس کی ضرورت ایک بالغ لڑکی ہوتی ہے۔ یہ ہے ہر بشر کا رزق اب امام یعنی لیڈر پر فرض ہے کہ وہ ایسا نظام بنائے یعنی ایسے ادارے بنائے کہ معاشرے میں کوئی ایک بھی فرد ایسا نہ ہو کہ جو اپنی ضروریات سے محروم ہو یا اسے بروقت اس کی ضروریات نہ ملیں۔ جب ہر ایک کو اس کا رزق بروقت ملے گا تو کوئی چوری، ڈاکہ نہیں ہوگا ظاہر ہے چوری ڈاکہ کیوں ہوگا کیونکہ چوری وڈاکے کی وجہ تو رزق کا نہ ہونا ہے جب رزق موجود ہے تو پھر چوری وڈاکے کی تو نوبت ہی نہیں پیش آئے گی، کوئی بے حیائی وفحاشی نہیں ہوگی کیوں کہ ظاہر ہے بے حیائی وفحاشی تو تب ہوگی جب عورتیں بے پردہ ہوں گی جب عورتیں اپنے مقام پر ہوں گی جو کہ پردے میں رہنا ہے جس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ عورت ہر طرف سے بوری نما لباس میں قید ہو جائے بلکہ پردے کا مطلب ہے کہ نہ صرف جسم میں زینت کو ڈھانپنا بلکہ عوامی مقامات سے عورتوں کا دور رہنا جب عورتیں عوامی اجتماعات سے دور رہیں گی اپنے جسم کو ڈھانپ کر رکھیں گے اور مردوں سے میل جول نہیں رکھیں گی بلکہ اپنی حد میں رہیں گی تو ظاہر ہے بے حیائی وفحاشی کیوں کر ہوگی؟ ایسے ہی زنا نہیں ہوگا اور ظاہر ہے زنا ہوگا بھی کیسے جب کوئی بھی اپنے زوج کے بغیر نہیں ہوگا جیسے ہی لڑکی بالغ ہوگی تو اس کی ضرورت ایک بالغ مرد اسے فراہم کر دیا جائے گا اور جیسے ہی لڑکا بالغ ہوگا تو اس کی ضرورت بالغ لڑکی اس کو فراہم کر دی جائے گی اور ہر کوئی زوج والا ہوگا تو زنا کیونکر ہوگا؟ زنا کا تو رستہ ہی بند ہوگا۔ ایسے ہی ہر ایک کو اس کا رزق فراہم کیا جائے گا تو الصلاۃ ہر طرح کی خامیوں ونقائص سے پاک ہو جائے گی جسے قرآن میں ایک دوسرے پہلو سے الزکاۃ کہا گیا الزکاۃ کے معنی ہیں الصلاۃ کو مکمل طور پر خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک کر دینا جس کے لیے رزق کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان تک ان کا رزق پہنچایا جائے جن کے پاس ان کا رزق نہیں ہے یوں جن کے پاس ان کی ضرورت سے زائد رزق ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اس رزق کو انہیں دے دیں جن کا حق ہے اور اس کے لیے امام کو ایسا بندوبست کرنا ہوگا کہ ریاست ان سے رزق لے لے جن کے پاس ان کی ضرورت سے زائد ہے اور ان تک پہنچائے جن کے پاس نہیں ہے جو ضرورت مند ہیں یوں الصلاۃ کی الزکاۃ ہو جائے گی یعنی الصلاۃ مکمل طور پر خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک ہو جائے گی اور اس وقت تک الصلاۃ قائم رہے گی اسے کوئی زوال نہیں آئے گا جب تک کہ الزکاۃ ہوگی یعنی الصلاۃ تمام تر خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک رہے گی۔

پھر سورۃ البقرۃ کی اگلی آیت میں اللہ کا کہنا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. البقرۃ ۴

وَالَّذِيْنَ اور ایسے لوگ یعنی وہ جو متقین ہیں تقویٰ آنے کے بعد الکتاب ان کی راہنمائی کر رہی ہے ان پر واضح کر دیا گیا کہ غیب کیا ہے غیب کیساتھ مومن بنا کیا

ہے، الصلاۃ کیا ہے، رزق ینفقون کیا ہے اور وہ حق کھل کر واضح ہونے پر غیب کیساتھ مومن بن رہے ہیں، الصلاۃ قائم کر رہے ہیں اور رزق ینفقون کر رہے ہیں ان کے بارے میں مزید واضح کر دیا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہیں، آخر وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے ان کو ہدایت مل رہی ہے اور وہ ہدایت کی اتباع کر رہے ہیں آخر وہ کون سی وجہ ہے جس وجہ سے ان پر حق بالکل کھل کر واضح ہو رہا ہے اور ان کے برعکس اکثریت گمراہ ہے اکثریت مشرک ہے اکثریت ہدایت سے محروم ہے اس سب کی وجہ آگے کھول کر واضح کر دی گئی کہ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ انہیں جو سننے کی صلاحیت دی گئی، دیکھنے کی صلاحیت دی گئی پھر جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو وہ لوگ نہ صرف سن اور دیکھ رہے ہیں بلکہ جو کچھ بھی سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھ بھی رہے ہیں جب ہر کسی حق کے دعویدار کو سن رہے ہیں تو ان پر کھل کر واضح ہو گیا کہ تُو ہی ان سب میں احسن ہے تیری بات سب میں احسن ہے یوں وہ تیری بات تیری دعوت کو مان کر اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں اور جسے وہ مان کر اس پر عمل کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟ ہم زل ہوئے تیری طرف یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اتارا تیری طرف اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جو ہم تیری طرف زل ہوئے یا ہم نے تیری طرف اتارا وہ کیا ہے؟ وہ کچھ اور نہیں، کچھ الگ یا مختلف نہیں بلکہ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ اور تیری طرف وہی اتارا جو تجھ سے پہلے اتارا۔

آج تک اس آیت کے جو تراجم و تفاسیر کیے جاتے رہے انہیں بھی آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ مجرمین شیاطین کی طرف سے قرآن کے نام پر دیا جانے والا دجل و دھوکہ بھی بالکل کھل کر چاک ہو جائے۔

”اور جو کتاب (اے محمدﷺ) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ فتح محمد جالندھری

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔ احمد رضا خان بریلوی

جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ابوالاعلیٰ مودودی“

آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سب سے پہلی بات آیت میں کہیں بھی لفظ محمد کا استعمال نہیں کیا گیا لیکن تراجم و تفاسیر میں آپ کو آیت میں لفظ ”ک“ سے مراد محمد ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ آیت میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ جو کتاب اے محمد تجھ پر اتاری گئی یا جو اے محمد تجھ پر اتارا اور جو کتابیں یا جو تجھ سے پہلے اتارا۔ یعنی قرآن کی آیت میں ایسا کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ اللہ نے یہ کہا ہو کہ جو کتاب تجھ پر اتاری اور اس کے علاوہ جو کتابیں تجھ سے پہلے اتاریں اور پھر کہا جاتا ہے کہ محمد پر قرآن اتارا اور محمد سے پہلے تورات، زبور اور انجیل وغیرہ نامی کتابیں اتاری گئی تھیں اور قرآن کے علاوہ ان پر بھی ایمان لانا لازم ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس آیت میں مخاطب محمد ہے یعنی جہاں ”ک“ کا استعمال ہوا ہے کیا وہاں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے محمد یا پھر حقیقت اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟ کیا آیت میں یہ کہا گیا کہ جو کتاب اے محمد تجھ پر اتاری اور جو کتابیں تجھ سے پہلے اتاریں؟ تو ان میں پہلے بات کرتے ہیں ”ک“ پر کہ کیا جہاں ”ک“ کا استعمال کیا گیا کیا وہاں مخاطب محمد ہے؟ یعنی کیا آیت میں خطاب محمد سے کیا جا رہا ہے یا پھر جن لوگوں نے ”ک“ سے مراد محمد لیا اور ایسے تراجم و تفاسیر کیے ان لوگوں نے دجل سے کام لیتے ہوئے اپنے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے قرآن کے ساتھ کھلواڑ کیا؟

خود کو مسلمان کہلوانے والا ہر کوئی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کی اول تا آخر تمام انسانوں سے کی جانے والی گفتگو بطور تاریخ درج ہے یعنی مثال کے طور پر اگر آپ کسی کیساتھ گفتگو کرتے ہیں تو آپ کا اس کیساتھ ہونے والا مکالمہ اگر لکھ دیا جائے اور کوئی سوال کرے کہ یہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ یہ آپ کا کلام ہے یعنی یہ وہ گفتگو ہے جو آپ نے فلاں شخص سے کی۔ اب اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے آیت میں غور کریں کہ اگر قرآن میں جہاں جہاں بھی ”ک“ آیا ہے وہاں مراد محمد ہے محمد سے خطاب کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب کہ اللہ نے صرف اور صرف محمد سے اور محمد کے ذریعے ہی لوگوں سے کلام کیا اس کے بعد اللہ نے کسی ایک بھی بشر سے کلام نہیں کیا اور اگر یہ بات سچ ہے تو پھر اس کا مطلب کہ اس

قرآن میں صرف اور صرف محمد تک کی ہی تاریخ ہے ،صرف اور صرف اسی وقت کے لیے راہنمائی ہے اللہ نے صرف تب تک ہی راہنمائی کی اس کے بعد راہنمائی کا ،کلام کا دروازہ بند کر دیا ،اس قرآن میں محمد کی وفات کے بعد کے لوگوں کے لیے راہنمائی نہیں ہے یعنی اللہ نے جو قرآن میں کہا اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ اللہ نے جو اتارا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے یہ بات بالکل بے بنیاد اور غلط ہے کیونکہ اگر تو قرآن کا یہ دعویٰ سچ ہوتا ہے تو پھر ''ک'' سے مراد اس وقت تو محمد تھا جب محمد موجود تھا محمد زندہ تھا لیکن جب محمد کی وفات ہوگئی تو اس کے بعد سے لیکر الساعت کے قیام تک مخاطب محمد نہیں بلکہ محمد کے علاوہ بشر ہیں مگر جب یہ کہا جائے کہ قرآن میں خطاب محمد سے کیا جا رہا ہے تو یہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ثابت نہیں ہوتا۔

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے جو کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اللہ نے اس قرآن میں جو کچھ بھی اتارا ہے وہ الاولین کی مثلوں سے اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے جو کچھ بھی ہونا تھا یعنی الآخرین کی تاریخ ہے اللہ اور انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تاریخ ہے اس لیے اس قرآن میں جہاں محمد کا ذکر ہے تو وہاں محمد کا نام استعمال کیا گیا اور جہاں محمد کے الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا تو وہاں محمد کی وفات کے بعد کسی بھی صورت محمد کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہاں محمد کے علاوہ کسی اور بشر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے خود قرآن میں بار بار یہ بات کہی کہ اللہ الحکیم ہے نہ صرف الحکیم بلکہ العزیز الحکیم جب اللہ العزیز الحکیم ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی ہو وہ حکیم نہ ہو اللہ کا کلام الحکیم نہ ہو؟ اور آپ خود قرآن میں دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ نے اسی قرآن میں قرآن کو الحکیم کہا ہے۔ اور آپ پیچھے یہ بات جان چکے ہیں کہ الحکیم کا مطلب کیا ہے الحکیم کسے کہتے ہیں اس قرآن میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا صرف اور صرف وہی بیان کیا جو بیان کیا جانا مقصود تھا، جیسے بیان کیا گیا بالکل ویسے ہی بیان کیا جانا مقصود تھا جو ترتیب رکھی گئی جن جن الفاظ کا استعمال کیا گیا وہاں آپ ایک رائی برابر بھی تبدیلی نہیں کر سکتے اگر کہیں کوئی فرق رکھا گیا تو اس فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ورنہ آپ اپنے عمل سے اللہ اور اس کے کلام قرآن کے الحکیم ہونے کا کفر کر رہے ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب القرآن الحکیم ہے تو جہاں جہاں اس قرآن میں محمد کا ذکر کرنا مقصود تھا تو وہاں وہاں ان کا نام استعمال کرنا لازم تھا اور اگر نام نہیں لیا جاتا تو پھر جس لفظ سے بھی ان سے خطاب کیا جاتا ہے یا جس لفظ سے القرآن میں محمد کا ذکر کیا جاتا ہے پورے قرآن میں صرف وہی لفظ آنا چاہیے۔ تو کیا ایسا ہوا؟

اگر یہاں اس آیت میں الیک سے مراد محمد کی طرف کہا جا رہا ہے تو پھر قرآن میں ہر جگہ محمد کے لیے ''ک'' کا لفظ ہی استعمال ہونا چاہیے تھا نہ کہ محمد لفظ استعمال کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ جب ''ک'' سے مراد محمد ہے تو پھر جہاں جہاں بھی محمد کا ذکر کرنا مقصود تھا وہاں وہاں ''ک'' کا ہی استعمال کیا جائے گا اور اگر قرآن میں ''ک'' کے علاوہ محمد لفظ کا بھی استعمال کیا گیا تو اس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ محمد کا استعمال اسی لیے کیا گیا کیونکہ وہاں صرف اور صرف محمد کا ہی ذکر کیا جا رہا ہے اس لیے لفظ محمد استعمال کیا گیا کیونکہ جہاں مخاطب صرف اور صرف محمد ہے وہاں اگر محمد کا نام استعمال نہیں کیا جاتا تو کوئی بھی غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے وہ ''ک'' سے کسی کو بھی مراد لے سکتا ہے یا پھر کوئی بھی اٹھ کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہاں مجھ سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن میں ''ک'' کے علاوہ باقاعدہ طور پر محمد کا ذکر کیا گیا لفظ محمد کیساتھ؟ اگر تو قرآن میں لفظ محمد کا استعمال کیا گیا تو پھر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں جہاں محمد کا ذکر کیا جا رہا ہے وہاں لفظ محمد کا استعمال کیا گیا اور جہاں لفظ محمد کا استعمال نہیں کیا گیا وہاں صرف اور صرف تب ہی محمد مخاطب تھا جب محمد زندہ تھا لیکن جب محمد کی وفات ہوگئی تو اس کے بعد وہاں مخاطب محمد نہیں بلکہ اور بشر ہیں جن جن کی تاریخ پر مبنی وہ آیات ہیں۔ اور جب قرآن میں دیکھا جائے تو قرآن میں ایک سے زائد مقامات پر باقاعدہ لفظ محمد کا استعمال کیا گیا جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاں مخاطب صرف اور صرف محمد ہے وہاں محمد لفظ کا استعمال کیا گیا تا کہ کوئی بھی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ یہاں کسی اور سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں ''ک'' کا استعمال کیا گیا تو وہاں کس سے خطاب کیا جا رہا ہے تو اسے جاننا بھی کوئی مشکل نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جس سے خطاب کیا جا رہا ہے اس کو اس کا علم ہے اور دوسری بات کہ اس کو پہچانا کیسے جائے گا یعنی ایسے تو کوئی بھی اٹھ کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہاں مجھ سے خطاب کیا جا رہا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کوئی جھوٹ بول رہا ہو وہ کسی لالچ ،غرض وا پنے کسی مقصد کے حصول کے لیے ایسا دعویٰ کر دے تو آخر ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ کون سچ کہہ

رہا ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اللہ نے اسی قرآن میں کہا کہ جب تک وہ واقعہ رونما نہیں ہوتا جس جس واقعے کی قرآن میں تاریخ ہے تب تک اس واقعے کی تاریخ پر مبنی آیات بیّن ہو ہی نہیں سکتیں اور جیسے ہی ان میں سے کوئی بھی واقعہ وقوع پذیر ہو رہا ہو یا ہو گا تو قرآن کی آیات یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یعنی قرآن میں جس جس واقعے کی تاریخ ہے جب تک ان میں سے کوئی واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوتا قرآن کی وہ آیات کھل کر واضح ہو ہی نہیں سکتیں جس سے ثابت ہو گیا کہ اس قرآن میں جن جن واقعات کی تاریخ ہے وہ تمام کے تمام واقعات ہی قرآن کی تفسیر ہیں۔

اب دیکھا یہ جائے گا کہ جو بھی شخص یہ کہتا ہے کہ یہاں قرآن میں اس سے خطاب کیا جا رہا ہے تو کیا وہ آیات اس کی تاریخ ثابت ہوتی ہیں؟ کیا قرآن کی وہ آیات یاد دلا دیتی ہیں کہ یہی ہے وہ جس کی آج سے صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی یعنی کیا وہ عملی طور پر قرآن کی ان آیات کی تفسیر ثابت ہوتا ہے؟ اگر تو ثابت ہوتا ہے اس کا کام اس کا کردار ایسا ہے کہ اگر اس کی تاریخ لکھی جائے آیات کی صورت میں تو قرآن کی ان آیات کی صورت میں سامنے آئے تو وہ سچا ہے اور جس کی قرآن تصدیق نہیں کرتا جس کی قرآن تاریخ ثابت نہیں ہوتا وہ سچا نہیں بلکہ جھوٹا ہو گا۔

اب ایک بات تو آپ پر کھل کر واضح ہو چکی کہ سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ کا مطلب آج ہر گز یہ نہیں ہے کہ جو اتارا اے محمد تجھ پر بلکہ اس آیت میں آج اس وقت اللہ کا رسول احمد عیسیٰ جسے قوم محمد کے آخرین میں بعث کرنا تھا اس کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اب آئیں دوسری بات کی طرف جو کہا گیا وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جس کا آج تک ترجمہ و معنی یہ کیا جاتا رہا کہ جو کتابیں تجھ سے پہلے اتاری گئیں یعنی ان کا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے بہت سی کتابیں اتاریں جن میں سے چار کے تو نام بتا دیئے تورائت، زبور، انجیل اور قرآن اور اس آیت میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اے محمد جو کتاب یعنی قرآن تجھ پر اتارا اور جو کتابیں یعنی تورائت، زبور اور انجیل تجھ سے پہلے اتاریں ان پر بھی ایمان لانا ہے۔ حالانکہ آیات میں تو ایسی کوئی بات کی ہی نہیں گئی آیت میں تو اللہ اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جو اتارا تیری طرف وہی اتارا تجھ سے قبل یعنی یہ جو آج ہم نے تیری طرف اتارا ہے یہ کوئی نیا نہیں اتارا بلکہ وہی اتارا ہے جو تجھ سے پہلے ہر رسول کی طرف اتارا گیا۔

یہ بات بھی بار بار واضح کر دی گئی کہ اللہ رسول کو تب ہی بعث کرتا ہے جب امیّین جن میں رسول بعث کرنا ہوتا ہے ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں کسی ایک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے اور رسول جب آتا ہے تو پہلے سے موجود عقائد و نظریات کی تائید و تصدیق کرنے نہیں آتا بلکہ پہلے سے موجود عقائد و نظریات کا رد کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس حق سامنے لاتا ہے اب غور کریں کہ جب محمد کو بعث کیا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محمد نے یہ کہا مجھ سے پہلے تورائت، زبور اور انجیل نامی اللہ نے کتابیں اتاریں یا پھر یہ عقائد و نظریات تو پہلے سے موجود تھے؟ پہلے سے ہی اس وقت کے اہل الکتاب نے بہت کچھ گھڑ رکھا تھا جنہیں وہ رسولوں سے منسوب کر رہے تھے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ محمد کی بعثت سے قبل ہی لوگوں نے اللہ کے اتارے ہوئے کے نام پر تورائت، زبور اور انجیل کے نام پر کتابیں گھڑ رکھی تھی اور پھر جب محمد کو بعث کیا گیا تو محمد نے ان کی تائید و تصدیق نہیں کی بلکہ محمد نے تو یہ کہا تھا کہ جو اللہ نے میری طرف اتارا ہے یہ وہی ہے جو مجھ سے قبل اتارا گیا۔ اللہ نے اپنے رسول کو یہی کہا کہ جو تیری طرف اتارا جا رہا ہے یہ کوئی مختلف نہیں اتارا جا رہا بلکہ وہی تیری طرف اتارا جا رہا ہے جو تجھ سے قبل اتارا گیا ہر رسول پر الکتاب ہی اتاری ہے نہ کہ کچھ اور اتارا گیا لیکن اس وقت ایمان کون لایا تھا؟ ایمان لانے والوں کی تعداد تو انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی اکثریت نے تو کفر کر دیا تھا یہ کہا کہ نہیں تُو تو ایک نیا دین لایا ہے جس کا عیسیٰ، موسیٰ و ابراہیم کے دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں، ان پر جو اتارا گیا وہ یہ نہیں تھا جو تُو دعوت دے رہا ہے لیکن محمد نے کہا تھا کہ نہیں میں کچھ مختلف نہیں لایا یہ وہی دین ہے جس کی دعوت ابراہیم نے دی، جو موسیٰ لایا، جو عیسیٰ لایا یہاں تک کہ ہر رسول یہی دین لایا لیکن تم لوگوں نے دین کو بدل دیا اس وجہ سے تمہیں یہ نیا دین نظر آ رہا ہے اسی وجہ سے ہر رسول کو اسی الزام کا سامنا کرنا پڑا کہ یہ ایک نیا دین لایا ہے جس کا ہمارے آباؤاجداد کے دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

بالکل ایسے ہی آج جب اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی مجھے بعث کیا تو آج مجھے کیا کہا جا رہا ہے؟ مجھے آج کس ردعمل کا سامنا ہے؟ مجھے بھی آج یہی تو کہا جا رہا ہے کہ تُو ایک نیا دین لے آیا ہے جس کا محمد کے دین کیساتھ کوئی تعلق ہی نہیں، تُو چاہتا ہے کہ محمد کے لائے ہوئے دین کو بدل دے

لیکن میں یہی کہہ رہا ہوں کہ نہیں میں کوئی نیا دین نہیں لایا بلکہ میری طرف وہی اتارا گیا جو مجھ سے قبل اتارا گیا مجھ پر الکتاب اتاری جارہی ہے اور مجھ سے قبل بھی الکتاب ہی اتاری گئی ہر رسول پر یہاں تک کہ محمد پر بھی الکتاب ہی اتاری گئی نہ کہ کچھ اور لیکن تم لوگوں نے دین کو بدل دیا ہوا ہے اس لیے تمہیں لگ رہا ہے کہ یہ نیا دین ہے۔

اب اس کے باوجود اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے کہ محمد پر قرآن اتارا گیا اور محمد سے پہلے اس قرآن کے علاوہ اور کتابیں اتاری گئیں جن پر قرآن کیساتھ ساتھ ایمان لانے کا حکم دیا جارہا ہے تو اس سے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ نہ تو قرآن میں قرآن کے اپنے ہی دعوے کیمطابق ہر سوال کا جواب ہے ہر مسئلے کا حل موجود ہے بلکہ قرآن میں اختلاف کثیر ثابت ہو کر قرآن اللہ کے بجائے غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن خود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگر تم اس میں چھوٹے سے چھوٹا اختلاف بھی پاؤ تو یہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ اللہ نے اس آیت میں یہی کہا جو آج تک تراجم وتفاسیر کے نام پر اکثریت کے دماغوں میں ڈال دیا گیا تو پھر دیکھیں قرآن دوسرے مقام پر کیا کہتا ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا ۔الزمر ۲۳

اس آیت میں قرآن کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے جو اتارا نہ صرف وہ احسن الحدیث ہے بلکہ كِتٰبًا ایک ہی کتاب اتاری۔

اور پھر دیکھیں یہی بات اللہ نے قرآن میں بہت سے مقامات پر ہر پہلو سے پھیر پھیر کر سامنے لا رکھی کہ اللہ نے جو تیری طرف اتارا وہی تجھ سے پہلے بھی اتارا نہ کہ پہلے کچھ اور اتارا اور تیری طرف کچھ اور اتارا جارہا ہے یا اتارا۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۔ آل عمران ۱۶۴

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کہ اللہ نے یہ قدر میں کر دیا یعنی اللہ نے یہ ہونا طے کر دیا اللہ نے یہ قانون میں کر دیا جو کہ ہو کر ہی رہے گا کہ جب امیّین ضلالٍ مبینٍ میں ہوں تب اللہ رسول بعث کرتا ہے امیّین میں انہی سے اور اس آیت میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ رسول بعث کیا جاتا ہے الکتاب کیساتھ یعنی رسول آ کر لوگوں کو الکتاب سکھاتا ہے الکتاب کا علم دیتا ہے نہ کہ کوئی اور۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کی بعثت کا قانون کھول کر سامنے رکھ دیا جس میں اللہ نے بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا کہ جب جب رسول کی بعثت کا دنیا میں وقت آئے گا یعنی جب جب امیّین میں ضلالٍ مبینٍ میں ہوں گے جب تک کہ الساعت نہیں آجاتی تب تب اللہ نے رسول کو بعث کرنا قدر میں کر دیا اور جب جب رسول بعث کیا جائے گا تو رسول ایک ہی کتاب جو کہ الکتاب ہے اس کے ساتھ بعث ہوگا نہ کہ الکتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کیساتھ جیسا کہ موجودہ وسابقہ اہل الکتاب نے کہا کہ اللہ نے انجیل اتاری اور اس سے پہلے زبور اور تورائت اتاری اور موجودہ اہل الکتاب جو کہ خود کو مسلمان کہلوانے والی قوم ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے قرآن اتارا اور اس قرآن سے پہلے بہت سی یا تین کتابیں تورائت، زبور اور انجیل اتاریں۔

پھر دیکھیں اللہ نے جب جب رسولوں کو بعث کیا تو ان کے بارے میں کیا کہا کہ ان پر کیا اتارا گیا انہیں کس کیساتھ بھیجا گیا۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ وَ اَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ ۔ البقرة ۲۱۳

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً اللہ نے یہ قانون میں کر دیا کہ جب دنیا کے لوگ اور ایک ہی امت بن جائیں یعنی پوری دنیا کے لوگ دنیاوی مال ومتاع کے حصول کو اپنا مقصد بناتے ہوئے ایک منظّم ترین گروہ کی صورت اختیار کر جائیں کہ ہر کسی کا ایک ہی مقصد ہے تو اللہ کیا کرتا ہے؟ یعنی جب جب دنیا میں ایسا ہوا کہ لوگ ایک ہی امت بن گئے یعنی سب کے سب ایک ہی مقصد پر جمع ہو گئے اور وہ مقصد دنیا کا حصول تو تب تب اللہ نے کیا کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ پس بعث کیا بعث کر رہا ہے اللہ مخصوص نبیوں کو جو کہ مبشرین اور منذرین ہوتے ہیں یعنی ان لوگوں کے اولین میں بشیر بعث کیا جاتا ہے اور آخرین میں نذیر، اولین میں بشیر بعث کیا جاتا ہے یعنی وہ جو آ کر حق کھول کھول کر نہ صرف واضح کر دیتا ہے بلکہ یہ بات بھی بالکل کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ اگر تم نے اس حق کی خلاف ورزی کی تو پھر عنقریب تم پر کیسی کیسی ہلاکتیں وتباہیاں عذاب مسلط ہوں گے یعنی تم پر واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کیا ہے اور فساد کیا ہے اگر تم نے الصلاۃ کی بجائے فساد کیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یوں انہوں نے پہلے ہی اس سے آگاہ کر دیا اور پھر جب لوگ حق کا کفر کرتے ہوئے الٹا

وہی کرتے ہیں تو پھر وہ وقت آ جاتا ہے جب ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عذاب عظیم جس سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اولین میں بعث کیے جانے والے رسول نے وہ عذاب بالکل سر پر آ جاتا ہے تو عذاب لانے سے پہلے ایک بار متنبہ کر دیا جاتا ہے جس کے لیے رسول بعث کیا جاتا ہے جو نذیر ہوتا ہے یعنی اللہ بعث کرتا ہے مبشرین اور منذرین پھر آ گے دیکھیں اللہ نے کیا کہا کہ انہیں کیا دیکر بھیجتا ہے مبشرین اور منذرین پر کیا اتارتا ہے

وَ اَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ اور کیا اتارا؟ ان کیساتھ الکتاب اتاری۔

آپ نے اس آیت میں بھی یہ جان لیا کہ اللہ ہر رسول پر الکتاب ہی اتارتا ہے اس سے پہلے جتنے بھی رسول آئے اللہ نے سب کے سب پر الکتاب ہی اتاری نہ کہ کچھ بھی الگ الگ اتارا۔ پھر دیکھیں مزید آیات ہیں جو اس بات کو مزید کھول کر رکھ دیتی ہیں۔

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ. آل عمران ۳

اتاری تجھ پر الکتاب

هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ. آل عمران ۷

ھُوَ ہی وہی ذات ہے یعنی اللہ جس نے اتاری تجھ پر الکتاب

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ. النساء ۱۰۵

اس میں کچھ شک نہیں اتاری ہم نے تیری طرف الکتاب

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ. النساء ۱۱۳

اور اتاری اللہ نے تجھ پر الکتاب

ایسی اور بھی آیات ہیں آپ نے ان آیات میں دیکھ لیا کہ ان آیات میں کہا گیا کہ اتاری تجھ پر الکتاب یعنی مخصوص کتاب جو کہ ایک ہی کتاب ہے ظاہر ہے جب الکتاب کہا جائے گا تو ایک ہی کتاب ہوگی جو مخصوص ثابت ہوگی دو یا اس سے زائد تو ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور اب اگلی آیات میں دیکھیں کہ تجھ سے قبل جو اتارا گیا اس بارے میں کیا کہا گیا یعنی عیسیٰ و موسیٰ سمیت جتنے بھی رسول گزرے ان پر کیا اتارا گیا؟

وَيُعَلِّمُهُ الۡكِتٰبَ. آل عمران ۴۸

اس آیت میں عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کو الکتاب سکھائی تھی یعنی الکتاب کا علم دیا تھا

قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ. مریم ۳۰

اس آیت میں عیسیٰ ابن مریم اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں یعنی عیسیٰ ابن مریم نے بھی یہی کہا کہ مجھے الکتاب دی گئی

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ. المومنون ۴۹

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ. السجدة ۲۳

اور تحقیق کہ یعنی جو قدر میں کر دیا گیا وہی دیا گیا موسیٰ کو اور کیا قدر میں کیا گیا جو ہر رسول کو دیا جائے گا اس کا آگے ذکر کر دیا کہ دی ہم نے موسیٰ کو الکتاب

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ. هود ۱۱۰

وَلَقَدۡ اور تحقیق کہ یعنی اللہ نے جو قدر میں کر دیا وہ کیا گیا آگے اسی کا ذکر کر دیا اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ اور دی ہم نے موسیٰ کو الکتاب فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ پس اس میں اختلاف کیا گیا۔

اس آیت میں اللہ نے بالکل واضح کر دیا کہ جب اللہ نے رسول کو الکتاب دینا ہی قدر میں کیا تو کیا موسیٰ کو الکتاب سے کچھ الگ دیا گیا؟ الکتاب کی بجائے کچھ اور دیا گیا؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے ایسا کیوں کہا تو اس کا جواب بھی اللہ نے واضح کر دیا کیونکہ اس میں اختلاف کیا گیا اللہ کہہ رہا ہے اللہ نے موسیٰ کو الکتاب دی لیکن یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ کو تورائت دی اور پھر تورائت کے نام پر کیا کچھ گھڑ رکھا ہے جس کا الکتاب کیساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اب آپ خود غور کریں کہ کون ہیں جو یہ کہتے ہیں اور آج تک کہتے چلے آ رہے ہیں کہ موسیٰ کو الکتاب نہیں بلکہ الکتاب کے علاوہ کچھ اور دیا گیا اور جو موسیٰ کو دیا گیا جو موسیٰ پر

اتارا گیا وہ محمد یا موسیٰ کے علاوہ کسی رسول پر نہیں اتارا گیا اور ایسے ہی عیسیٰ کے بارے میں بھی اختلاف کر رہے ہیں کہ عیسیٰ پر الکتاب نہیں بلکہ انجیل کے نام پر بائبل اتاری یا جسے بھی یہ لوگ انجیل قرار دے رہے ہیں وہ اتاری اور پھر خود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے عیسیٰ پر انجیل اتاری اور محمد پر قرآن اتارا لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ نے کہا کہ اللہ نے موسیٰ پر بھی الکتاب اتاری، عیسیٰ پر بھی الکتاب اتاری اور محمد پر بھی الکتاب اتاری اور آج اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم جو کہ منذرین میں سے ہے پر بھی الکتاب ہی اتاری جسے وہ کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔ پھر آگے دیکھیں اگلی آیات میں۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ. مریم ۱۲

اے یحییٰ پکڑ الکتاب کو پوری قوت کیساتھ

اب اس آیت میں دیکھیں یہ کہا جا رہا ہے کہ یحییٰ پر بھی الکتاب اتاری اور پھر صرف یحییٰ پر ہی نہیں بلکہ ہر رسول پر الکتاب ہی اتاری جیسا کہ درج ذیل آیات میں بھی بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں کھول کر سامنے لا رکھا گیا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ. البقرة ۸۷

وَلَقَدْ اور جو کہ قدر میں کر دیا گیا یعنی تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو یہی بات سامنے آئے گی جو ہم کہہ رہے ہیں اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ہم نے یہی ہونا طے کیا تھا یعنی قدر میں ہی یہی کیا اور کیا قدر میں کیا جس کے برعکس کچھ ہو ہی نہیں سکتا تو آگے اسے بھی کھول کر سامنے رکھ دیا اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ دی ہم نے موسیٰ کو الکتاب یعنی تم کہتے ہو موسیٰ کو تورائت دی اور پھر بائبل کو تورائت قرار دیتے ہو ہم نے اس میں سے کچھ بھی موسیٰ پر نہیں اتارا ہم نے اس کا کسی بھی رسول پر اترنا قدر میں ہی نہیں کیا تھا اور جو ہم نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو کیسے سکتا ہے؟ ہم نے ہر رسول پر الکتاب کا اترنا ہی قدر میں کیا اور موسیٰ پر بھی الکتاب ہی اتری ہم نے موسیٰ کو الکتاب یعنی مخصوص کتاب دی وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور موسیٰ کے بعد جتنے بھی رسول آئے تو الکتاب کیساتھ ہی آئے اور جس رسول نے آنا تھا الکتاب کیساتھ ہی آئے گا نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کیساتھ یا الکتاب کے علاوہ کچھ اور اترنے کا دعویٰ کرے گا وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور دی ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھی الکتاب چونکہ رسول الکتاب کو بیّن کرنے آتا ہے اس لیے عیسیٰ آیا البیّنات کیساتھ یعنی اس نے آ کر الکتاب ہی کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر رکھ دیا۔

اب اس آیت میں آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ موسیٰ ہو یا پھر موسیٰ کے بعد جتنے بھی رسول آئے سب کے سب الکتاب کیساتھ ہی آئے اور جب سب کے سب الکتاب کیساتھ ہی آئے سب پر الکتاب ہی اتاری گئی تو پھر جو ملاؤں نے شریعت محمد، شریعت عیسیٰ و موسیٰ کا دجل پھیلایا ہوا ہے اس کی حقیقت بھی بالکل کھل کر چاک ہو جاتی ہے کہ یہ سب کا سب ملاؤں کا گھڑا ہوا ہے شریعت نامی کوئی شئے اپنا وجود نہیں رکھتی بلکہ یہ دین کے ٹھیکیدار ملاں طبقے کا خود ساختہ گھڑا ہوا دجل وفریب ہے۔ پھر اگلی آیت میں دیکھیں یہی بات اللہ نے درج ذیل آیت میں بھی ایک دوسرے پہلو سے کھول کر واضح کر دی۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ. النساء ۵۴

پس تم اپنی تحقیق کر لو یعنی پس یہی طے کیا گیا یہی قدر میں کیا گیا نہ ہی اس کے خلاف ہو سکتا ہے جو قدر میں کر دیا گیا اور نہ ہی اس کے خلاف ہوا اور کیا گیا قدر میں وہ بھی واضح کر دیا گیا اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ دی ہم نے ابراہیم کی آل کو الکتاب۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا محمد ابراہیم کی آل میں سے تھے یا نہیں؟ کیا موسیٰ و عیسیٰ ابراہیم کی آل میں سے تھے یا نہیں؟ جب محمد ہوں یا موسیٰ و عیسیٰ سب ابراہیم کی آل میں سے تھے تو اللہ نے تو بالکل واضح الفاظ میں سامنے رکھ دیا کہ محمد ہو، موسیٰ ہو عیسیٰ ہو یا آل ابراہیم میں سے کوئی بھی ہو سب کے سب کو الکتاب ہی دی گئی تھی جب اللہ نے رسول پر الکتاب کا اترنا ہی قدر میں کیا تو کیا اس کے خلاف ہونا کچھ بھی ممکن ہے جو قدر میں کر دیا گیا؟ اور کیا وہ ہو سکتا ہے جو قدر میں کیا ہی نہ گیا ہو؟ ایسا ممکن ہی نہیں کہ جو اللہ نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو جائے۔ اب جو جو بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے موسیٰ پر تورائت اتاری، عیسیٰ پر انجیل اور پھر تورائت اور انجیل بائبل کو قرار دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اللہ نے محمد پر قرآن اتارا تو وہ پہلے اپنے ان دعوؤں کو قدر میں ثابت کریں؟ کیا اللہ نے ایسا ہونا قدر میں کیا تھا؟ جب اللہ نے ایسا کچھ ہونا قدر میں کیا ہی نہیں تو پھر ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں کہ اللہ رسولوں پر الگ الگ کتابیں اتارتا رہے بلکہ جب الکتاب ہے ہی ایک اور ظاہر ہے جو الکتاب ثابت ہو جائے یعنی جو کتاب مخصوص ثابت ہو جائے وہ ایک سے زائد ہو ہی نہیں

سکتی اس لیے ایک ہی کتاب ہے جو اللہ نے ہر رسول پر اتاری ہر رسول ایک ہی دین لیکر آیا ہر رسول نے ایک ہی دین کی دعوت دی نہ کہ کوئی الگ الگ شریعت و ادیان یا مذاہب تھے۔

پیچھے آپ نے جان لیا کہ موسیٰ کے بعد جتنے بھی رسول آئے اور جس رسول کی بعثت کا وعدہ کیا گیا سب کے سب کو الکتاب دی گئی سب کے سب پر الکتاب اتاری گئی جس نے آنا تھا وہ الکتاب کیساتھ آئے گا اور اب درج ذیل آیت میں دیکھیں ان کا بھی ذکر کر دیا گیا جو موسیٰ سے پہلے آئے انہیں بھی الکتاب ہی دی گئی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى. القصص ۴۳

اور ہر رسول پر الکتاب کا ہی اتارا جانا قدر میں کیا اس لیے دی ہم نے موسیٰ کو الکتاب اور جن کے بعد موسیٰ آیا وہ رسول جو موسیٰ سے پہلے ان میں بھیجے گئے جنہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ہلاک کر دیا گیا ان رسولوں کو بھی الکتاب ہی دی تھی۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ. القصص ۵۲

ان کو بھی ہم نے دی الکتاب موسیٰ سے پہلے

یعنی نہ صرف موسیٰ کے بعد ہر رسول کو الکتاب دی بلکہ جو موسیٰ سے پہلے آئے پہلے زمانوں میں جیسے کہ جتنے بھی نوح تھے وہ ہوں، جتنے بھی عاد تھے وہ ہوں، ھود ہوں، ثمود ہوں، صالح ہوں، مدین ہوں، شعیب یا لوط ہوں وغیرہ سب کے سب کو الکتاب ہی دی گئی سب کے سب پر الکتاب ہی اتاری گئی۔

پھر دیکھیں یہی بات اللہ نے قرآن میں ایک اور پہلو سے بھی سامنے لا رکھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ. الحدید ۲۶

اس آیت میں اللہ نے واضح کر دیا کہ نوح اور ابراہیم کی ذریت میں ہی النبوۃ رکھی اور ہر رسول پر الکتاب اتاری سب کے سب کو الکتاب ہی دی سب کے سب پر الکتاب کا ہی اترنا قدر میں کر دیا جسے پچھلی آیات میں ایک دوسرے پہلو سے سامنے لایا گیا۔

ایسے ہی مزید کچھ آیات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن میں یہی بات کھول کر واضح کر دی گئی کہ ہر رسول پر الکتاب ہی اتاری گئی نہ کہ کچھ بھی الگ الگ اتارا گیا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ. الحدید ۲۵

لَقَدْ اَرْسَلْنَا جو کہ ہم نے قدر میں کر دیا بھیجنا، ہم نے کیا بھیجنا قدر میں کیا یعنی طے کر دیا؟ رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ہمارا جو بھی رسول آتا ہے البیّنات کیساتھ آتا ہے یعنی وہ الکتاب کو کھول کھول کر رکھ دیتا ہے وہ حق کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر سامنے لا رکھتا ہے وہ کچھ بھی چھپا ہوا نہیں رہنے دیتا، جس میں بھی لوگ اختلاف کر رہے ہوتے ہیں وہ اسے کھول کھول کر رکھ دیتا ہے وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور کیا اترنا ہم نے قدر میں کیا؟ ہم نے ہر رسول کے ساتھ الکتاب کا اترنا قدر میں کیا اس لیے ہر رسول الکتاب کے ساتھ آتا ہے ہر رسول پر الکتاب ہی اترتی ہے نہ کہ کچھ اور۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ. العنکبوت ۴۷

اور بالکل وہی الکتاب تجھ پر اتار رہے ہیں جو تجھ سے پہلے اتاری ہر رسول پر اور بالکل اسی طرح تجھ پر اتاری جس طرح تجھ سے پہلے ہر رسول پر الکتاب اتاری۔

ان آیات سے ایک اور بات بھی کھول کھول کر واضح کر دی وہ یہ کہ کہا جاتا ہے موسیٰ کو اللہ نے پتھر کی تختیوں پر لکھا ہوا اتارا اور ایسے ہی بعض رسولوں سے بھی مختلف کہانیاں منسوب ہیں لیکن اللہ نے ان سب کی سب کہانیوں کا رد کرتے ہوئے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ نہ صرف وہی الکتاب تجھ پر اتاری جو تجھ سے پہلے ہر رسول پر اتاری بلکہ بالکل عین اسی طرح اتاری جس طرح تجھ سے پہلے ہر رسول پر اتاری۔ نہ تو کتاب کوئی اور ہے جو باقی رسولوں سے مختلف ہو اور نہ ہی اتارنے کا طریقہ کوئی مختلف ہے سب پر الکتاب جو کہ ایک ہی کتاب ہے اتاری جو تجھ پر اتاری اور جیسے تجھ پر اتاری گئی بالکل ایسے ہی ہر رسول پر اتاری۔

مزید بھی بہت سی ایسی آیات ہیں لیکن یہاں تک سامنے لائی جانے والی آیات سے ہی حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت حق کو

غلط ثابت نہیں کرسکتی اور نہ ہی ان کے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد ونظریات کی کوئی اہمیت وحیثیت رہتی ہے بلکہ ان کی بنیاد ہی اکھاڑ دی گئی اب دنیا کی کوئی طاقت اپنے ان عقائد ونظریات کو سچا ثابت نہیں کرسکتی۔

خود کو مسلمان کہلوانے والے نسل در نسل اس قرآن کو ہی نہ صرف الکتاب سمجھتے آئے بلکہ اس قرآن کو ہی الکتاب قرار دیتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی نہیں علم کہ الکتاب کیا ہے کیونکہ جسے یہ الکتاب کہتے اور سمجھتے ہیں یہ ان کا ظن ہے اور ظن کہتے ہیں جو سنا، دیکھا، کہیں پڑھا بغیر غور وفکر کیے اس کی حقیقت جانے اسے اسی طرح مان لینا یعنی ظن کہتے ہیں آپ کو جو صلاحیتیں دی گئیں جیسا کہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں ان صلاحیتوں کا استعمال کیے بغیر سامنے آنے والی بات یا شئے کو حق مان لینا۔

آپ کو سننے کی صلاحیت دی گئی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو سننے کی صلاحیت کیوں دی گئی؟ اللہ کچھ بھی بغیر حق نہیں کرتا یعنی اللہ جو بھی کام کرتا ہے وہ بغیر کسی مقصد کے نہیں کرتا بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور اللہ نے اگر آپ کو سننے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں انہیں سنیں اسی طرح دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ بہت کچھ اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھیں اور پھر صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیت نہیں دی گئی بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں آیا وہی اصل حقیقت ہے یا پھر حقیقت اس کے برعکس کچھ اور ہے یعنی اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی، جب آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو ظاہر ہے اسی لیے دی کہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھیں اور پھر آپ کو عمل کرنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ عمل کریں اور صرف اور صرف تب ہی عمل کریں جب سن دیکھ کر سمجھ لیں بغیر سمجھے کوئی بھی عمل نہ کریں۔ اگر کوئی بھی بات، کوئی بھی شئے سامنے آتی ہے کچھ بھی سامنے آتا ہے یعنی آپ کچھ سنتے یا دیکھتے ہیں اور بغیر اسے سمجھے تسلیم کرتے ہیں تو یہ ظن کہلاتا ہے اور اس پر عمل کرنا ظن کی اتباع۔

جسے آج تک الکتاب کہا اور سمجھا جاتا رہا یعنی آپ نسل در نسل اس قرآن کو ہی الکتاب کہتے اور سمجھتے آئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کے سامنے یہ بات آئی کہ یہ قرآن الکتاب ہے تو کیا آپ نے اسے تسلیم کرنے سے پہلے جو آپ کو صلاحیتیں دی گئیں ان کا استعمال کرتے ہوئے اسے سمجھا کہ آیا یہی حقیقت ہے کہ یہ قرآن ہی الکتاب ہے یا پھر آپ نے محض دوسروں سے سنا کہیں لکھا دیکھا اور مان لیا کہ یہ قرآن الکتاب ہے؟

اگر تو آپ نے پہلے سمجھا یہ ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن ہی الکتاب ہے تو بلاشک وشبہ یہ حق ہے اور آپ حق کی اتباع کررہے ہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ آپ نے سنا دیکھا اور بغیر سمجھے محض اس بنیاد پر مان لیا کہ آپ کے والدین نے کہا، آپ کے بڑوں نے کہا، دین کے ٹھیکیدار طبقے نے کہا یا اکثریت ایسا کہتی ہے تو یہ ظن کہلاتا ہے آپ ظن کی اتباع کررہے ہیں آپ کو علم ہی نہیں ہے کہ الکتاب کیا ہے۔ اور دیکھیں یہی بات اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن میں بھی سامنے رکھ دی تھی جو کہ آج ہی کی تاریخ تھی۔

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ۔ البقرۃ ۷۸

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ اور ان میں سے یہ جو امیّون ہیں یعنی وہ جو الکتاب کے اہل ہیں خود کو مسلمان کہلوانے والے خود کو امت محمد کہلوانے والے جن کے پاس الکتاب یعنی آسمانوں وزمین کا علم نہیں ہے لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ نہیں علم رکھ رہے الکتاب کا کیونکہ انہیں جو صلاحیتیں دی گئیں ان کا استعمال نہیں کررہے یعنی یہ غور وفکر نہیں کررہے اس لیے ان میں سے کسی کو نہیں علم کہ الکتاب کیا ہے اِلَّاۤ اَمَانِىَّ سوائے اس کے کہ جسے یہ الکتاب مان رہے ہیں یعنی ان کو جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ الکتاب ہے اور یہ مان رہے ہیں کہ ہاں یہ الکتاب ہے وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ اور نہیں ہیں یہ مگر ان کا ظن ہے یعنی یہ صرف سنتے آرہے ہیں کہ یہ قرآن الکتاب ہے اور تورائت الکتاب ہے اور زبور الکتاب ہے اور انجیل الکتاب ہے اور یہ بغیر سوچے سمجھے اسے ہی الکتاب مان رہے ہیں جو ان کے سامنے لایا جارہا ہے جو انہیں ان کے بڑوں کی طرف سے بتایا جارہا ہے۔

اب آپ خود غور کریں امیّون جو خود کو امت محمد کہلواتے ہیں جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں ان میں سے کتنے ہیں کہ جنہوں نے اس بات میں غور کیا جب ان کے سامنے یہ بات آئی کہ الکتاب یہ قرآن ہے، الکتاب تورائت، زبور اور انجیل کے نام پر بائبل ہے یا جسے بھی الکتاب کہا گیا کیا ان میں سے کسی نے اس میں غور وفکر کیا کہ کیا واقعتاً یہی الکتاب ہے جو تواتر سے یعنی نسل در نسل چلا آرہا ہے یا پھر حقیقت اس کے برعکس کچھ اور ہے؟ آپ خود اپنے آپ کو ہی دیکھ لیں کیا

آپ نے آج تک اس میں غور کیا؟ نہیں بلکہ آپ بھی صرف اسی بنیاد پر آج تک اسے ہی الکتاب مان رہے ہیں جسے آپ کے والدین نے کہا، جسے آپ کے فرقے نے کہا، جسے آپ کے ملّاؤں نے کہا، جسے اکثریت الکتاب قرار دے رہی ہے۔ اور جب آپ نے جسے سنا یا دیکھا اور اسے بغیر سمجھے مان لیا تو یہ ظن ہے یوں خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا ظن ہے جسے یہ الکتاب قرار دے رہے ہیں کسی کو نہیں علم کہ الکتاب کیا ہے۔

پھر دیکھیں اللہ نے رسولوں کے بارے میں بھی یہی کہا کہ ایک وقت تک تو رسولوں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ الکتاب کیا ہے اور وہ اسے ہی الکتاب سمجھ رہے ہوتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے اپنے بڑوں سے سنا ہوتا ہے یا کہیں پڑھا ہوتا ہے اور پھر جب اللہ ان پر حق واضح کرتا ہے تو تب انہیں ادراک ہوتا ہے کہ الکتاب وہ نہیں ہے جس کے بارے میں آج تک اپنے بڑوں سے سنتے آئے یا جسے اکثریت الکتاب کہتی ہے بلکہ الکتاب تو یہ آسمانوں و زمین ہے۔ اور دیکھیں اسی کا اللہ نے قرآن میں بھی درج ذیل آیت میں ذکر کر دیا۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَاكُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ. الشوریٰ ۵۲

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور بالکل اسی طرح تیری طرف وحی کیا جیسے تجھ سے پہلے ہر رسول کی طرف وحی کیا رُوْحًا ایک روح مِّنْ اَمْرِنَا ہمارے امر سے مَاكُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ نہیں تھا تو ایسا کہ تجھے ادراک ہو، رائی برابر بھی اس بات کا اندازہ ہو کہ الکتاب کیا ہے، جو الکتاب ہے تجھے اس کا بالکل ادراک نہیں تھا۔

اسی قرآن میں اللہ نے بالکل واضح کہا کہ رسول میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے اسوہ حسنہ تو وہی ہو سکتا ہے جو عملی نمونہ ہو یعنی آپ نے بالکل ویسا بننا ہے کوئی بھی کام کرنا ہے تو بالکل ویسے ہی کرنا ہے۔

اور اس میں اسوہ حسنہ ہو ہی نہیں سکتا جو ان تمام کے تمام حالات سے گزرے نہ اسے گزارا نہ جائے جن حالات کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے جن کے لیے اسوہ حسنہ ہوتا ہے مثال کے طور پر اگر ایک شخص کسی امیر گھر میں پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے والدین کی دولت سے کوئی مہنگی شئے خریدتا ہے آپ ایک غریب شخص ہیں اور اب آپ کو کہا جائے کہ جیسے اس نے وہ شئے خریدی ایسے ہی آپ بھی وہ شئے خریدیں تو کیا آپ وہ شئے خرید سکیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے نہیں بالکل نہیں اور اب اگر کل کو آپ سے سوال کیا جائے آپ سے حساب لیا جائے کہ آپ نے اس کی طرح وہ شئے کیوں نہ خریدی تو آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ کہیں گے کہ وہ تو ایک امیر گھر میں پیدا ہوا تھا اس نے والدین کی دولت سے وہ شئے خریدی لیکن مجھے تو امیر گھر میں پیدا نہیں کیا گیا تھا اگر مجھے بھی اس کی طرح امیر گھر میں پیدا کیا جاتا تو میں بھی وہ شئے خرید لیتا اس لیے حساب کس بات کا۔

حساب تو تب لیا جا سکتا ہے جب وہ بھی میری طرح غریب ہوتا اور اس کے باوجود وہ ایسی شئے خریدتا اور پھر اگر میں نہ ویسے ہی کرتا تو پھر بلا شک وشبہ میں قصوروار ہوں میرے پاس کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہو سکتا لیکن جب جسے اسوہ حسنہ بنایا جا رہا ہے اسے میرے والے حالات کا سامنا ہی نہیں تو وہ اسوہ حسنہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس مثال سے آپ پر یہ بات واضح کی ہے کہ رسول ایسے نہیں ہوتے کہ پیدا ہوتے ہیں کوئی عجیب الخلقت ہوتے ہیں یا انہیں باقی لوگوں کی طرح کے دنیاوی حالات و واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا بلکہ رسول تو کسی بھی شخص سے زیادہ سختیوں و آزمائشوں سے گزرتا ہے سخت حالات سے گزرتا ہے کیونکہ اسے لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ بننا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر سو افراد ہوں اور انہیں ایک ایک مسئلے کا سامنا کرنا پڑے تو جسے ان کے لیے اسوہ حسنہ بنایا جائے گا وہ ان سو کے سو مسائل کا سامنا کرے گا اور پھر ان میں کامیاب بھی ہوگا کیونکہ اگر رسول ان میں سے کسی مسئلے سے نہیں گزرتا تو جس کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا وہ کل کو کہہ سکتا ہے اس کے پاس بہانہ ہوگا عذر ہوگا وہ اللہ پر حجت کر دے گا کہ مجھے تو فلاں مسئلہ پیش آیا تھا جس وجہ سے میں رسول کی طرح نہیں بن سکا کیونکہ وہ مسئلہ ہی ایسا تھا کہ اگر رسول کو اس سے دوچار کیا جاتا تو جسے رسول کہا گیا وہ بھی ایسا نہیں بن سکتا تھا جیسا وہ بنا اور اگر اس کو اس مسئلے سے دوچار کیا گیا ہوتا اور اس کے باوجود ایسا ہی بنتا جیسا بنا تو پھر اگر میں ویسا نہ بنتا تو مجھ پر حجت ہو جاتی میرے پاس کوئی عذر یا بہانہ نہیں رہتا اور جب مجھے جس مسئلے کا سامنا کرنا پڑا اس مسئلے کا سامنا اسے نہیں کرنا پڑا جس میں میرے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا گیا تو پھر ظاہر ہے آج حساب کس بات کا۔

رسول میں اسوہ حسنہ قرار دیا جس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اپنے رسول کو ان تمام کے تمام حالات و واقعات سے گزارتا ہے جن حالات واقعات سے وہ

لوگ گزر رہے ہوتے ہیں یا گزرنا ہوتا ہے جن کے لیے رسول کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ اپنے رسول کے بارے میں بھی کہہ رہا ہے کہ تجھے بھی اس سے پہلے ادراک نہیں تھا بالکل بھی سمجھ نہیں کہ الکتاب کیا ہے تُو بھی اسے ہی الکتاب سمجھ رہا تھا جسے وہ لوگ الکتاب سمجھ رہے ہیں جن میں تجھے بعث کیا گیا جن کی طرف تجھے بھیجا گیا۔

اب جبکہ بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ الکتاب آسمانوں وزمین ہے اور یہی الکتاب ہے جو ہر رسول پر اتری تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تورائت اور انجیل کیا ہے ان کے علاوہ زبور کیا ہے؟

اب آپ پر واضح کرتے ہیں کہ تورائت اور انجیل کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ جان لیں کہ تورائت اور انجیل کوئی الگ سے کتابیں نہیں ہیں بلکہ تورائت اور انجیل الکتاب ہی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پہلے حصے کو تورائت اور دوسرے حصے کو انجیل کہا گیا۔ اسی کو قرآن سے آپ پر ہر لحاظ سے کھول کر واضح کرتے ہیں جیسا کہ درج ذیل آیت میں اللہ کا کہنا ہے۔

وَمِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ. الذاریات ۴۹

اور تمام کی تمام اشیاء سے خلق کیا ہم نے جوڑا یا یوں کہہ لیں کہ اور ہر شئے سے ہم نے جوڑا خلق کیا۔

اللہ نے سورۃ الذاریات کی اس آیت میں بالکل واضح کر دیا کہ ہر شئے سے اللہ نے اس کا جوڑا خلق کیا تو ظاہر ہے جب اللہ نے کسی بھی رسول پر الکتاب اتاری تو الکتاب کا بھی اسی سے جوڑا خلق کیا یعنی الکتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اسی تقسیم کو واضح کرنے کے لیے اللہ نے ہر رسول پر الفرقان بھی اتارا۔ الفرقان جس کے معنی ہیں جو اتارا گیا اس میں مکمل طور پر فرق کر دینا الگ الگ کر دینا جیسا کہ آپ ذیل میں دی گئی آیات میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ. البقرۃ ۴

وَاِذۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ. البقرۃ ۵۳

اور تب دی ہم نے موسیٰ کو الکتاب اور الفرقان۔

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کہ موسیٰ کو الکتاب دی اور الفرقان دیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر الفرقان کیا ہے اور الفرقان دینے کا مقصد کیا تھا؟ تو اس سوال کا جواب اس وقت بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے جب الفرقان کے معنی جان لیے جائیں کہ آخر الفرقان کا معنی کیا ہے۔ الفرقان کا معنی ہے الکتاب میں فرق کرنے والا علم کہ الکتاب میں سے تیرے لیے کون سا علم ہے اور آخرین میں بعث کیے جانے والے رسول کے لیے کون سا ہے یعنی الکتاب میں فرق کر کے اس کا اسی سے جوڑا بنانے کا علم، الکتاب میں جب فرق کیا جائے یعنی اس کا اسی سے جوڑا بنایا جائے تو الکتاب التورائت اور الانجیل میں تقسیم ہو جاتی ہے التورائت وہ علم جو کسی بھی امت کے اولین کے لیے ہوتا ہے اور الانجیل وہ علم جو کسی بھی امت کے آخرین کے لیے ہوتا ہے جب ان میں ان کے آخر میں رسول بعث کیا جاتا ہے۔ یوں ہر رسول پر جو خاتم النبیّن ہوتا ہے جسے صرف اور صرف تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں تو ہر اس رسول پر نہ صرف الکتاب اتاری جاتی ہے بلکہ الفرقان بھی اتارا جاتا ہے تا کہ وہ الکتاب میں فرق کر سکے کہ اس کی امت کے لیے کون سا علم ہے اور پھر آخر میں بعث کیے جانے والے رسول کی امت کے لیے کون سا علم ہے یعنی الکتاب دو حصوں پر تقسیم ہوتی ہے ایک حصہ کسی بھی امت کے اولین کے لیے ہوتا ہے انہیں دیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ آخرین کے لیے ہوتا ہے انہیں دیا جاتا ہے جس کا ذکر درج ذیل آیات میں بھی کر دیا گیا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ. آل عمران ۲۳

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو دیئے گئے ہوئے ہیں ان کا جو حصہ تھا الکتاب سے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ الکتاب سے کون سا حصہ تو آپ خود غور کریں کہ جب ہر رسول پر نہ صرف الکتاب اتاری جاتی ہے بلکہ الفرقان بھی اتارا جاتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے؟ وہ الکتاب میں فرق کرتا ہے یعنی الکتاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے جس میں ایک حصہ اس کی امت کے لیے ہوتا ہے اور دوسرا آخرین کے لیے تو جب آخرین میں اللہ نے اپنا رسول بعث کر دیا تو اللہ آخرین کے بارے میں کہہ رہا ہے جیسے کہ آج خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں ان کو الکتاب سے حصہ دیا

گیا تھا لیکن ان کی آج حالت کیا ہو چکی ہے بجائے یہ کہ یہ لوگ الکتاب سے انہیں جو حصہ دیا گیا اس سے ہدایت اخذ کرتے الٹا یہ لوگ گمراہیاں اخذ کیے ہوئے ہیں جس کا ذکر درج ذیل آیت میں بھی موجود ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ. النساء ۴۴

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو دیئے گئے ہوئے ہیں ان کا حصہ الکتاب سے خود ہی سودا کر رہے ہیں گمراہیوں کا یعنی الکتاب سے جو حصہ انہیں دیا گیا تھا یہ لوگ اسی سے گمراہیوں کا سودا کر رہے ہیں گمراہی کی تجارت کر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ تمہیں بھی گمراہ کر دیں رستے سے۔

جیسے جب عیسیٰ ابن مریم کو بعث کیا گیا تو اس وقت جو موجود تھے جو کہ الکتاب سے حصہ یعنی التورائت دیئے گئے ہوئے تھے تو ان لوگوں نے اسی سے گمراہی کا سودا کیا ہوا تھا اور جب اللہ نے عیسیٰ ابن مریم کو بعث کیا تو جو عیسیٰ ابن مریم کو تسلیم کر رہے تھے تو التورائت والوں کی پوری کوشش یہی تھی کہ انہیں بھی گمراہ کیا جائے اس کیساتھ جو انہیں الکتاب سے حصہ دیا گیا تھا بالکل ایسے ہی ہر دور میں ہوا اور بالکل ایسے ہی آج بھی ہو رہا ہے یہ جو خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں ان کو جو الکتاب سے حصہ دیا تھا انہوں نے گمراہی کا سودا کیا اور چاہ رہے ہیں کہ انہیں بھی گمراہ کر دیں جو آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں رستے پر آ رہے ہیں انہیں گمراہ کرنے کی پوری کوششوں میں مصروف ہیں۔

اب درج ذیل آیت میں دیکھیں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ التورائت اور الانجیل کیا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ. آل عمران ۴۸

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ اور اس کو سکھا رہا ہے جو الکتاب تھی اور اب آگے واضح کیا جا رہا ہے کہ الکتاب کیا ہے وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور الحکمۃ اور التورائت اور الانجیل یعنی الکتاب الحکمہ، التورائت اور الانجیل کا مجموعہ ہے۔ الحکمہ کہتے ہیں علم کے صحیح استعمال کو اور پیچھے رہ جاتا ہے التورائت اور الانجیل اور الکتاب میں اسی فرق کو واضح کرنے کے لیے نہ صرف ہر رسول پر الکتاب اتاری گئی بلکہ الفرقان اتارا گیا تا کہ الکتاب میں التورائت اور الانجیل میں فرق کیا جا سکے یعنی الگ الگ کیا جا سکے۔

ایسی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے قرآن بھرا پڑا ہے جن میں یہی بات مزید مختلف پہلوؤں سے سامنے لائی گئی کہ التورائت اور الانجیل الکتاب کے دو حصے ہیں نہ کہ التورائت اور الانجیل کوئی الگ الگ کتابیں ہیں بلکہ کتاب تو صرف اور صرف ایک ہی ہے جو کہ الکتاب ہے جو ہر رسول پر اتاری گئی۔ جیسا کہ یہی بات درج ذیل آیات میں بھی واضح کر دی گئی۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ. مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ. آل عمران ۳، ۴

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اتاری ہم نے تجھ پر الکتاب حق کیساتھ اس کے تصدیق کے لیے موجود ہے جو اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔ اب یہاں تک تو بالکل واضح کر دیا گیا کہ الکتاب اتاری لیکن اب آگے دیکھیں کیا کہا جا رہا ہے وَاَنْزَلَ اور کیا اتارا؟ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ جو اتارا وہ التورائت تھی اور الانجیل تھی۔ قرآن چونکہ مثانی ہے اس لیے ہر لفظ اور ہر آیت پچھلے لفظ یا آیت ہی کی وضاحت کر رہے ہوتے ہیں ایسے ہی پیچھے کہا گیا کہ الکتاب اتاری تو آگے واضح کر دیا کہ جو اتارا وہی تو التورائت اور الانجیل تھی نہ کہ التورائت اور الانجیل کوئی الگ الگ کتابیں ہیں اور الکتاب الگ ہے اور پھر آگے کہا گیا مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ اس سے پہلے بھی ہدایت تھی لوگوں کے لیے یعنی جو آج اتارا گیا جس میں آج لوگوں کے لیے ہدایت ہے یہی اس سے پہلے بھی اتارا گیا ہر بار، اسی میں اس سے پہلے بھی ہر بار ہدایت تھی نہ کہ پہلے ہدایت کا ذریعہ کوئی اور تھا وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اور کیا اتارا؟ اتارا الفرقان یعنی الکتاب میں فرق کرنے والا علم بھی اتارا تا کہ ہر رسول الکتاب میں فرق کر کے التورائت اور الانجیل کو الگ الگ کر سکے۔

اور ویسے بھی جب پورے کے پورے قرآن میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے وہی اتارا تجھ پر یا تیری طرف جو تجھ سے پہلے اتارا ہر رسول پر تو پھر ظاہر ہے التورائت اور الانجیل کوئی الگ الگ کتابیں نہیں ہیں بلکہ ہر رسول پر الکتاب اتاری گئی تو الکتاب میں اس کی قوم اس کی امت کا کون سا حصہ ہے اور آخرین والوں کا کون سا حصہ ہے اسے الگ الگ کرنے کی صلاحیت علم بھی اس پر اتارا جسے الفرقان کہا یوں ہر رسول نے الکتاب میں فرق کیا کہ اس میں میرا میری قوم کا حصہ کون سا ہے اور اگلے رسول اور اس کی قوم کا کون سا حصہ ہے جو کہ التورائت اور الانجیل کہلاتا ہے یوں نہ صرف الکتاب بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ الکتاب یہ آسمانوں و

زمین ہیں بلکہ التورائت اور الانجیل بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکیں کہ الکتاب کا جو علم ہے اگر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو پہلا حصہ التورائت کہلائے گا اور دوسرا حصہ الانجیل کہلائے گا اب آتے ہیں واپس سورۃ البقرۃ کی آیات کی طرف تا کہ الصلاۃ کے موضوع کو آگے بڑھایا جائے۔

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَبِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ. البقرۃ ۴

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ. اور ایسے ہیں جو کہا جا رہا ہے جو کچھ ان پر واضح کیا جا رہا ہے اسے تسلیم کر کے اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں جس طرح انہیں کہا جا رہا ہے اس سے جو اتارا تیری طرف۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ ''یومنون'' حال کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور جس دور میں بھی اس آیت کو یا ایسی آیات کو پڑھا جائے گا تو ہر دور میں جو حال ہوگا اس میں موجود لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے یعنی جیسے آج جو موجود ہیں تو آج کے لوگوں سے کہا جا رہا ہے آج دنیا میں موجود لوگوں میں سے ایسے جو اس دعوت کو نہ صرف تسلیم کر رہے ہیں بلکہ اس پر اسی طرح عمل بھی کر رہے ہیں جیسے ان کو کہا جا رہا ہے اس دعوت سے اس ہدایت سے جو تیری طرف اتاری جا رہی ہے۔

اس وقت جو لوگ دنیا میں موجود ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اسی وقت میں کوئی ایسی شخصیت بھی موجود ہے جس کی طرف اللہ حق اتار رہا ہے۔ اب اگر یہاں الیک سے مراد محمد ہے تو پھر کیا اللہ اس بات کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور پھر یہاں تو حال کا صیغہ استعمال کیا جا رہا ہے جس شخصیت کی طرف اتارا جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے اس شخصیت کا اس وقت حیات ہونا لازم ہے انسانوں میں موجود ہونا اور ان پر حق کھول کھول کر واضح کرنا لازم ہے تو کیا محمد علیہ السلام اس وقت انسانوں میں حیات موجود ہیں اور سب کچھ کھول کھول کر رکھ رہے ہیں؟ اگر وہ اس وقت انسانوں میں حیات موجود ہیں اور حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر رکھ رہے ہیں تو پھر بلا شک وشبہ یہاں الیک سے مراد محمد کی طرف ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر حق یہ ہے کہ حال میں موجود شخصیت کی طرف حق بھیجے جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے اور جو اس وقت اس موجودہ شخصیت کی دعوت کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ اور وہ ہی اتارا گیا تجھ سے قبل۔ یعنی تجھ سے قبل بھی بالکل ایسے ہی انسانوں کے اندر سے ہی ہر دور میں ہر وقت میں بشر کھڑے کیے جاتے رہے جو اس وقت دنیا میں موجود انسانوں پر ان کے دنیا میں آنے کی ذمہ داری واضح کرتے رہے ان پر حق کھول کھول کر واضح کرتے رہے تو جو لوگ ان کی دعوت کو دل سے تسلیم کرتے رہے اور اسی طرح اس پر عمل کرتے رہے جیسے ان کو حکم دیا جا رہا تھا ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جیسے آج ایک شخصیت موجود ہے جس کی طرف حق اتارا جا رہا ہے جو حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہی ہے اور بہت تھوڑے ہیں جو حق واضح ہو جانے کے بعد اسے تسلیم کرتے ہوئے اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں جس طرح حکم دیا جا رہا ہے بالکل اسی طرح ہر دور میں ہر وقت میں کوئی نہ کوئی شخصیت موجود رہی جس کی طرف حق اتارا جاتا رہا اور پھر ایسے لوگ بھی موجود رہے جو اس کی طرف اتارے جانے والے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اسی طرح اس پر عمل کرتے رہے

وَبِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ان الفاظ کو کھول کر سمجھنا بہت ضروری ہے تب جا کر یہ بات مزید واضح ہو گی کہ یہاں کن کا ذکر کیا جا رہا ہے اور پھر یہ بھی سمجھ میں آ جائے گا کہ آخرت ہے کیا۔

وَبِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ.

''و، ب، ال، آخر، ۃ'' ''و'' اور ''ب'' کے معنی ہیں ''سے یا ساتھ'' جیسے مثال کے طور پر آپ لکڑی کاٹتے ہیں تو کہا جائے گا لکڑی کلہاڑے سے کاٹ رہے ہیں یا کلہاڑے کیساتھ کاٹ رہے ہیں تو ''ب'' کا معنی یہ والا ''سے یا ساتھ'' ہوتا ہے۔

''ال'' عربی میں وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں بات کو یا شئے کو مخصوص کرنا مقصود ہو یعنی عام نہیں بلکہ خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے کسی مخصوص کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

''آخر'' اللہ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا ہے وقت کا بھی جوڑا ہے ایک وہ حال کے نقطے سے پیچھے گزر رہا ہے اور ایک وہ جو حال کے نقطے سے آگے ہے جو ابھی حال نہیں بنا۔ آخر عربی میں وقت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ وقت جو حال کے نقطے سے آگے ہے ابھی حال نہیں بنا یا حال کے نقطے سے گزر کر ماضی نہیں بن چکا۔ آخر اگلا، ایک کا دوسرا وغیرہ

اب آنے والا ہر دوسرا لمحہ، ہر دوسرا دن، ہر دوسرا ہفتہ، مہینہ، سال، دہائی، صدی یا ہزار سال کو عربی میں آخر کہا جائے گا لیکن یہ تو بہت سارے آخر بن جاتے ہیں

کیاان کا ذکر کیا جارہا ہے تو اس کی وضاحت اس لفظ کے شروع میں ''ال'' کا استعمال کر دیتا ہے کہ یہ تو عام آخر ہیں یہاں کسی مخصوص آخر کا ذکر کیا جارہا ہے اور وہ آخر کونسا ہے اگلا لفظ اس کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔

''ۃ'' اس کے نیچے زیر ہے سب سے پہلے یہ جاننا ہے کہ یہاں اس ''ۃ'' کا معنی کیا ہے؟ عربی میں ''ۃ'' کسی غائب یا اِدھر اُدھر موجود شئے کی طرف اشارے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس ''ۃ'' صرف وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مذکور بالکل سامنے ہو مذکور موجود ہو۔ اور ''ۃ'' کے نیچے زیر کا استعمال اسے مستقبل کا صیغہ بنا دیتا ہے اسے آگے کی طرف بہاتا ہے یعنی جس کا ذکر کیا جارہا ہے وہ اس وقت موجود تو ہے لیکن اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہے اس کی اصل حالت آگے چل کر ہی سامنے آئے گی۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں ''آخرۃ'' میں ''ۃ'' کس کا اظہار کر رہا ہے تو اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات بالکل کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہاں یہ ''ۃ'' اسی زمین کا اظہار کر رہا ہے جس پر آپ موجود ہیں جس کا آپ کو اختیار دیا گیا۔ مثلاً پیچھے آپ جان چکے ہیں کہ جب الصلاۃ کا حکم دیا جارہا ہے تو الصلاۃ میں ''ۃ'' اسی زمین کا ذکر کر رہا ہے تو یہاں الصلاۃ کی بجائے ''آخرۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے ''الصلا'' کو ''آخر'' سے بدل دیا گیا اور ''ۃ'' وہی کا وہی ہے۔ یعنی اگر الصلا ہو گی تو ''ۃ'' کا آخر کیا ہو گا اور اگر نہیں ہو گی تو ''ۃ'' کا آخر کیا ہو گا۔

پھر ایک تیسرے پہلو سے بھی آپ یہاں ''ۃ'' سے مراد کو سمجھ سکتے ہیں۔ آخر کا استعمال ہوتا ہے وقت کے لیے تو ذرا غور کریں آپ کہاں موجود ہیں جسے آپ وقت قرار دیتے ہیں آپ اس وقت زمین پر موجود ہیں اور زمین پر بدلتے حالات کو آپ وقت قرار دیتے ہیں جس کا جوڑا ہے ایک وہ جو نقطہ حال سے گزر کر ماضی بن رہا ہے اور دوسرا وہ جو ابھی نقطہ حال سے آگے ہے جسے بعد میں نقطہ حال میں آنا ہے تو یہاں ''ۃ'' اسی وقت کا اظہار کر رہا ہے جو موجود ہے یعنی جسے آپ حال کہتے ہیں اب آپ ذرا غور کریں کہ آپ کے نزدیک حال کیا ہے تو آپ کو جو کچھ بھی جیسا اس وقت نظر آرہا ہے یہ حال ہے اور ''ۃ'' کے نیچے زیر کے آجانے سے اسی حال والے نقطے کو آگے لے جایا جارہا ہے جتنا آگے جا سکتا ہے یعنی اس وقت کا ذکر کیا جارہا ہے جو ابھی حال ہے اور یہ جتنا آگے جا سکتا ہے چلا جائے۔ مطلب یہ کہ جسے آپ اس وقت حال کہہ رہے ہیں یہ بدلتا بدلتا آگے کو سفر کر رہا ہے اور آگے کو سفر کرنا کیا ہے جیسے آپ اپنی ذات میں غور کریں تو آپ کی اپنی ذات میں تبدیلی ہی وقت اور اس کا آگے سفر کرنا سامنے آئے گا جیسے کہ آپ بچے ہیں تو آپ اپنی ذات میں مسلسل تبدیلی دیکھ رہے ہیں کہ آپ بڑے ہو رہے ہیں آپ کے جسم میں مسلسل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہے ہر آنے والا لمحہ، دن، ہفتہ، مہینہ، سال، دہائی وغیرہ آخر ہے یہاں تک کہ آپ کے جسم میں ان تبدیلیوں کا ظاہر ہونا رک نہیں جاتا اگر رک جاتا ہے تو اس بدلتے سفر کرنے والے وقت کے مقابلے میں وہ آخر ہے۔

بالکل اسی طرح آپ اس زمین اور اس کے گرد آسمانوں میں تبدیلیاں ہوتی دیکھ رہے ہیں جس سے آپ کو لگتا ہے کہ آپ آگے کو سفر کر رہے ہیں اگر زمین پر سب کا سب ایک جیسا ہی رہے کوئی تبدیلی واقع نہ ہو تو آپ اسے آگے بڑھنا نہیں کہہ سکتے۔ تو زمین میں تبدیلیوں کو ہوتے ہوتے ایسا وقت آجانا کہ زمین پر تبدیلیوں کا رک جانا یا موجودہ زمین کے برعکس اس کا ایک نیا نقشہ سامنے آجانا اس کا آخر کہلائے گا۔

یعنی یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہر صورت میں ذکر اسی زمین کا ہی ہو رہا ہے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ.

اور اس زمین کا جو مخصوص آخر ہے جو آگے آرہا ہے وہ لوگ جو موجود ہیں اور تیری طرف اتارے جانے والے کو تسلیم کرتے ہوئے اسی طرح اس پر عمل کر رہے ہیں وہ لوگ یقین کر رہے ہیں اس سے یعنی اس زمین کا جو آخر ہے جو آگے آرہا ہے اس سے یقین کر رہے ہیں۔

یہاں ''یوقنون'' بھی حال کا صیغہ استعمال کیا گیا یعنی ہر وقت ہر دور کے موجود لوگوں میں سے جو اللہ کے رسول یا اس کے خاتم سے نکل کر آنے والے النبیّن میں سے رسول کی دعوت جو کہ الآخرۃ کے بارے میں ہے اسے دل سے تسلیم کرتے ہوئے یقین کر رہے ہیں۔

یہاں لفظ یقین کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جیسے ایک یوم کا جوڑا لیل اور نہار ہے یعنی لیل پہلا حصہ اور نہار دوسرا اور آخری حصہ اس کے بعد کوئی تیسرا نہیں ہے بالکل اسی طرح کوئی بھی بات ہو تو اسکو تسلیم کرنے کے حوالے سے دو مرحلے ہیں ایک اس بات کا محض سن لینے، پہنچنے یا تحقیقات کی بنیاد پر مان لینا تسلیم کر لینا جس کا بعد میں انکار یا رد ممکن ہے اور اس کا دوسرا اور آخری مرحلہ ہے کہ بات کا آپ تک آنا کسی خبر کا آپ تک اس طرح آنا کہ انکار یا رد ناممکن ہو جائے جو کہ دو ہی صورتوں میں ہوتا ہے ایک یا تو اس شئے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جائے یا پھر اس کے بارے میں راسخ علم آجائے اتنا علم گویا کہ آپ اس شئے کو اس علم کی

بنیاد پر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں کہ اب اس کا انکار یا رد کسی بھی صورت ممکن نہیں رہا اسے عربی میں یقین کہا جاتا ہے۔

اس آیت کے آخر میں الآخرۃ سے یقین کی بات ہو رہی ہے یعنی اس زمین کا وہ مرحلہ وہ وقت جو آگے آ رہا ہے جو آگے آنا ہے جو ابھی مستقبل ہے اس سے یقین کرنا مطلب دو ہی صورتیں ہے ایک تو یہ کہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ اس کا انکار یا رد ناممکن ہو جائے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے بارے میں اتنا علم آ جائے راسخ علم گویا کہ آپ اس شئے کو اس علم کی بنیاد پر اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں کہ اس کا انکار یا رد ناممکن ہو جائے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ الآخرۃ وہ وقت جو ابھی آنا ہے زمین پر وہ وقت جو ابھی مستقبل ہے اسے کوئی بشر کیسے دیکھ سکتا ہے؟ دیکھنا تو ناممکن ہے یوں یقین کی پہلی صورت ناپید ہو جاتی ہے اور پیچھے دوسری اور آخری صورت بچ جاتی ہے اور وہ ہے ایسا علم جس کی بنیاد پر الآخرۃ اس طرح کھل کر واضح ہو جائے گویا کہ آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس کا انکار یا رد ناممکن ہو جائے۔

الآخرۃ سے یقین مطلب یہ کہ اللہ جس کی طرف حق اتار رہا ہے وہ انسانوں پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ گویا وہ الآخرۃ کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیسے ممکن ہے؟ اور کون ہے جو اس قدر الآخرۃ کو بالکل کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یا ماضی میں کسی نے کیا کہ اس کی دعوت تسلیم کرنے والوں پر الآخرۃ اس قدر کھل کر واضح ہو گئی جیسے گویا وہ اس میں موجود ہیں اور اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے ہیں۔ اب آتے ہیں اس طرف یعنی الآخرۃ کو اس طرح کھول کر سامنے رکھنا ہے کہ الآخرۃ کیا ہے آپ پر ایسے واضح ہو جائے کہ جیسے آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس کے بعد کسی کے لیے بھی اس کا انکار یا رد ناممکن ہو جائے۔

سورت البقرۃ کی پہلی تین آیات میں آپ یہ بات بالکل کھل کر جان چکے ہیں کہ آسمانوں و زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہہ در تہہ پرتوں کی مثال ایک مشین کی سی ہے یا آپ کے اپنے ہی جسم کی سی۔ جو کچھ آپ کو نظر آ رہا ہے صرف یہی کُل نہیں ہے بلکہ لاتعداد مخلوقات ایسی ہیں جو غیب میں سے ہیں یعنی انسان ان کو دیکھ سن یا محسوس نہیں کر سکتے ہر طرح سے ان سے چھپی ہوئی تھیں اور ہیں اور یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئی ہر مخلوق کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور جس جس کو جس جس مقصد کے لیے خلق کیا گیا اس کو پورا کرنے کے لیے اسے اس اس کی لائن پر قائم کر دیا گیا یوں تمام کی تمام مخلوقات کا ایک دوسرے سے انتہائی گہرا ربط قائم ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے جسم کے تمام اعضاء کا آپس میں گہرا ربط قائم ہے سب کے سب ایک دوسرے سے مشروط ہیں ایک اپنے مقام پر رہے گا تو اس کی وجہ سے دوسرا اپنے مقام پر رہ پائے گا ایک اپنی ذمہ داری کو پورا کرے گا تو اس سے مشروط دوسرے اپنی ذمہ داری کو پورا کر پائیں گے آسمان و زمین ایک جسم ایک مشین کی مانند ہیں ان میں تمام کی تمام مخلوقات جسم میں اعضاء یا مشین میں پرزوں کی مانند ہیں آسمانوں و زمین میں میزان قائم ہے اور اگر کہیں بھی چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے کہیں بھی کسی مخلوق کو اس کے مقام سے ہٹایا جاتا ہے تو میزان قائم نہیں رہے گا بلکہ اس میں خسارہ ہو کر خرابیاں ہوں گی اور بالآخر آسمانوں و زمین تباہیوں کا شکار ہوں گے۔

یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر ہی رہتی ہیں اپنی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرتی ہیں سوائے انسانوں کے۔ انسان ایسے ہیں کہ ان کو نہ تو اپنی تخلیق کے مقصد کا علم ہے اور نہ ہی وہ اس پر قائم ہیں بلکہ الٹا وہ باقی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں جس کے نتائج کیا ہیں بالکل واضح ہو چکا اور ان تباہ کن نتائج اور ہلاکتوں سے بچنے کے لیے ہی الصلاۃ کا حکم دیا گیا۔ جب الصلاۃ قائم کی جائے گی الصلاۃ قائم ہو گی تو زمین کا آخر یعنی اس کا ہر آنے والا لمحہ تمام کی تمام مخلوقات کے لیے محفوظ ترین ہو گا اور اگر الصلاۃ قائم نہیں کی جائے گی تو پھر نتیجہ کیا نکلے گا اسی کا آخر اور پھر بالآخر زمین کا کیا بنے گا اس کی کیا حالت ہو جائے گی اسے الآخرۃ کہا گیا۔

الآخرۃ سے یقین کیا ہے اب آپ کو بالکل کھل کر سمجھ آ جائے گی۔

آج ذرا غور کریں کہ زمین پر انسان کیا کر رہے ہیں؟ کیا الصلاۃ قائم کر رہے ہیں یعنی انسانوں سمیت تمام مخلوقات کو ان کے اصل مقام پر ہی قائم کر رہے ہیں اور قائم رہنے دے رہے ہیں یا پھر تبدیلیاں کر رہے ہیں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں؟ جب حقیقت یہ ہے کہ آج انسان مجموعی طور پر آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں تو پھر ذرا غور کریں پہاڑوں کو کس مقصد کے لیے خلق کیا گیا ان کو ان کے مقام سے ہٹانے کی وجہ سے

الآخرۃ کیا سامنے آئے گی؟

کیا پہاڑوں سے زمین کی تہوں کو جامد نہیں کیا گیا تھا؟ کیا پہاڑوں سے زمین میں توازن قائم نہیں کیا گیا تھا؟ کیا پہاڑ خام مواد کے گودام نہیں بنائے گئے تھے وہ خام مال جس سے زمین پر حیات وجود میں لائی جاتی ہے یعنی تمام کی تمام جاندار اشیاء وجود میں لائی جاتی ہیں نباتات سمیت تمام کی تمام جاندار اشیاء؟ اگر پہاڑوں کو ان کے مقام سے ہٹایا جائے گا تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ پہاڑوں کو کاٹنے سے ان میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے ان میں رکھے ہوئے خام مال کو نکالنے سے کیا زمین میں نظام حیات برقرار رہے گا؟ یا پھر بگڑے گا؟

اگر بگڑے گا تو کیا یہ بگاڑ پھر رکے گا یا پھر دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جائے گا اور بالآخر نتیجہ کیا سامنے آئے گا؟ کیا اسے جاننا مشکل ہے؟

پہاڑوں کو کاٹنے سے کیا زمین کا توازن بگڑ کر زمین ہلے گی نہیں؟ یعنی زلزلے نہیں آئیں گے جو دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جائیں گے اور بالآخر نتیجہ کیا سامنے آئے گا؟ آج زلزلوں میں درجنوں سینکڑوں اور ہزاروں اموات ہو رہی ہیں تو یہ زلزلے دن بہ دن بڑھتے جائیں گے اور اموات کی تعداد درجنوں سے سینکڑوں، سینکڑوں سے ہزاروں، اور ہزاروں سے لاکھوں میں نہیں بدلے گی؟ یہاں تک کہ ہزاروں لاکھوں میں اور لاکھوں کروڑوں میں اور کروڑوں سے بالآخر ایسے ایسے زلزلے آئیں گے کہ جن میں انسانوں کا نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔

زمین کے گرد گیسوں کی سات تہوں پر مشتمل انتہائی پیچیدہ ترین حصار جو نہ صرف زمین کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ اس سے ہی آب وہوا اور موسموں کا انتہائی پیچیدہ ترین نظام وضع کیا گیا۔ جب زمین کے گرد گیسوں کے سات تہہ در تہہ حصار میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو کیا اس میں قائم توازن نہیں بگڑے گا؟ آب وہوا اور موسموں کا نظام درہم برہم نہیں ہوگا؟ پھر بے وقت بارشیں نہیں ہوں گی؟ فصلیں تباہ و برباد نہیں ہوں گی؟ زمین کے اگانے کا نظام متاثر نہیں ہو گا؟ زمین بنجر نہیں ہوگی؟ سمندری طوفان نہیں آئیں گے؟ سیلاب نہیں آئیں گے اور ان سب میں کس قدر تباہی ہوگی کیا یہ سب واضح نہیں ہے؟ ان گیسوں کی تہوں میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے ان میں طرح طرح کی گیسیں خارج کر کے بھر دینے سے کیا ان میں فساد عظیم نہیں ہوگا؟ سورج سے نکلنے والی خطرناک ترین لہریں جنہیں یہ تہیں زمین پر آنے سے روکتی تھیں کیا وہ رک پائیں گی؟ زمین پر نہیں آئیں گی؟ ان سے پھر زمین پر درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا نہیں چلا جائے گا؟ سورج سے آنے والی وہ ریز جو زمین میں خام تیل سے خارج ہو کر اوپر اٹھنے والی گیسوں سے اختلاط ہونے سے زمین میں حرارت پیدا کرتی ہیں جس سے زمین نباتات اگاتی ہے جب وہی خام تیل نکال کر اس سے وہی گیسیں فضا میں خارج کی جائیں گی تو کیا سورج سے آنے والی ریز کا اسی فضا میں ان گیسوں سے اختلاط ہونے سے تابکاری بے نقاب ہو کر درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا ہی نہیں چلا جائے گا؟ درجہ حرارت بڑھنے سے برف کے گلیشیر نہیں پگھلیں گے؟ ان کے پگھلنے سے سمندر کی سطح دن بہ دن بلند نہیں ہوگی؟ خشکی سمندروں میں نہیں بدلے گی؟ سمندر خشکی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیں گے؟ اور کس قدر عظیم تباہیاں آئیں گی جن کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔

درجہ حرارت دن بہ دن بڑھنے سے گلیشیر پگھلیں گے یہاں تک کہ زمین پر برف کا نام ونشان بھی نہیں رہے گا۔ درجہ حرارت مزید بڑھتا چلے جائے گا اور پھر پانی بخارات بن کر اڑنا شروع کر دے گا یہاں تک کہ زمین پر پانی کا نام ونشان مٹ جائے گا زمین کی تہوں میں گیا ہوا پانی بھی خشک ہو جائے گا زمین پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا جس سے تمام کی تمام سمندری مخلوقات کا خاتمہ ہو جائے گا پانی کے ختم ہونے سے زمین پر نباتات کا تصور ختم، نباتات کے خاتمے سے باقی جاندار مخلوقات کا بھی خاتمہ ان کا بھی تصور ختم۔

زمین سے خام تیل نکالنے سے زمین کا توازن بگڑے گا، اس کی پیدا کرنے کی صلاحیت بگڑ جائے گی اور دن بہ دن بگڑتی جائے گی اور نتیجہ کیا نکلے گا؟ زمین میں کان کنی، مائنگ اور کھدائیاں کرنے سے زمین کی تہوں کو نقصان پہنچایا جائے گا جس سے زمین جگہ جگہ سے پھٹے گی لاوے بہہ پڑیں گے اور یوں بھی زمین کی حالت کیا ہوگی؟

کیا اب بھی آپ کو الآخرۃ ایسے نظر نہیں آ رہی جیسے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہو؟ زمین پر پانی ختم پانی کی وجہ سے زمین پر حیات کا خاتمہ، لاوے پھٹنے سے زمین کی حالت کیسی ہو جاتی ہے یہ بھی آپ کے سامنے ہے، زلزلوں کے آنے سے زمین کے دھنسنے سے کیا حالت ہو جائے گی۔ زمین ایک کھنڈر و بنجر سیارہ بن جائے گی جو ہر لحاظ سے آگ ہی آگ ہوگی انتہائی گرم اور بالکل بنجر سیارہ یہی تو الآخرۃ ہے۔

اور یہ بھی جان لیں کہ کیا جو اس سب کے ذمہ داران ہوں گے ان کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ انہیں وجود دیا گیا انہوں نے زمین کو جہنم بنا دیا اور پھر ان سے کچھ پوچھا نہیں جائے گا؟ کیونکہ ان کی موت ہو چکی وہ مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو چکے؟

اگر ایسا سوچ رہے ہیں تو آپ کے سامنے کچھ ایسی باتیں رکھتے ہیں کہ حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی۔

مثلاً ذرا غور کریں کہ آپ ایک مشین بناتے ہیں تو اس میں کوئی ایک بھی پرزہ ایسا بنائیں گے جو بے مقصد بے فائدہ ہو؟ نہیں بلکہ ہر پرزے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوگا۔اب ذرا غور کریں اگر کوئی پرزہ اپنا کام نہ کرے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ مشین میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی مشین میں تسلسل، نظم و ربط برقرار نہیں رہے گا۔ تو کیا آپ اسے ایسے ہی چھوڑ دیں گے؟ اگر ایسا ہی چھوڑنا تھا تو اتنی محنت کیوں کی تھی؟ یعنی اگر اتنی محنت کی مشین وجود میں لائی تو اس لیے نہیں کہ وہ کام نہ کرے بلکہ اس کی ضرورت تھی جسے پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا اب اگر کسی پرزے کی وجہ سے مشین کام نہیں کرتی اس میں رکاوٹ ہوتی ہے تو پھر کیا اس پرزے کو وہیں رہنے دیا جائے گا؟

نہیں بلکہ اسے وہاں سے نکال باہر کیا جائے گا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے نکال باہر کیا جائے گا یا پھر وہاں بالکل ویسا ہی پرزہ دوبارہ لگایا جائے گا؟ پرزہ ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ عارضی طور پر نکالا جائے گا اسے دوبارہ واپس لایا جائے گا۔

اب ذرا غور کریں آسمانوں و زمین کو وجود میں لایا گیا تو کیا ان کا کوئی مقصد نہ تھا؟ اور ان میں مخلوقات جو جسم میں اعضاء یا مشین میں پرزوں کی مانند ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جو بغیر کسی مقصد کے ہو؟ نہیں بالکل نہیں اور اگر کوئی مخلوق اس مقصد کو پورا نہیں کرتی وہ اس مشین میں رکاوٹ بنتی ہے تو کیا اس مخلوق کو اس وجود میں رہنے دیا جائے گا؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ نکال باہر کیا جائے گا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نکال باہر کیا جائے گا تو کیا اسے ہمیشہ کے لیے نکال باہر کیا جائے گا یا پھر عارضی طور پر۔تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی۔

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ بلا شک وشبہ دوبارہ اس کی جگہ پر ویسا ہی پرزہ یعنی ویسی ہی خلق لائی جائے گی لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسی کو نکالنے کے بعد دوبارہ لایا جائے کیونکہ اگر اسے نکالا گیا تو اسی وجہ سے کہ یہ اس قابل نہیں تھی اس لیے اگر دوبارہ اس کی جگہ پر لایا بھی جاتا ہے تو اسے نہیں لایا جا سکتا کیونکہ اگر اسے ہی لانا تھا تو پھر اسے نکالا ہی کیوں۔

تو اس کا جواب بھی ہر لحاظ سے واضح ہے۔پہلی بات تو یہ کہ جب پہلی بار آپ کو وجود میں لایا گیا انسان کو جب پہلی بار وجود میں لایا گیا تو کیا پہلے اس سے اجازت طلب کی گئی؟ اگر نہیں تو پھر جیسے پہلی بار جس نے وجود دیا وہ ذات دوبارہ بھی انسانوں کو وجود میں لا سکتی ہے اسے اس کے لیے آپ کی اجازت درکار نہیں۔

دوسری بات جو آپ کا اگلا اعتراض تھا کہ اگر دوبارہ اسے ہی لانا تھا تو اسے نکالا ہی کیوں اس کو نکالنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کیونکہ اسے جس مقصد کے لیے لایا گیا اسے پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس قابل نہیں جب نکالا اس وجہ سے گیا تو پھر دوبارہ اس کو نہیں لایا جا سکتا اس کی جگہ کسی دوسرے کو کسی اور کو تو لایا جا سکتا ہے مگر اسے نہیں اس کے باوجود اگر دوبارہ اسے ہی لایا جاتا ہے تو یہ محض بے وقوفی و جہالت ہوگی تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے۔ ایسا اعتراض کرنے والوں نے ایک لمحے کے لیے بھی نہ سوچا کہ جب نکالا گیا تب کس وجہ سے نکالا گیا اور جب دوبارہ لایا جائے گا تو کیا اس وقت زمین ویسی ہی ہوگی جیسی پہلے لائے جانے کے وقت میں تھی؟ اگر تو دوبارہ لائے جانے کے وقت بھی زمین ویسی ہی ہو جیسے پہلی بار تھی تو بلا شک وشبہ دوبارہ اس کو لانا بے وقوفی و جہالت ہے لیکن اگر پہلی بار جو یہ انسان کر رہا ہے یہی کرنا دوسری بار مقصد بن جائے تو پھر کسے لایا جائے گا؟ ذرا غور کریں۔

یعنی آج جسے انسان اصلاح کا نام دیکر فساد کر رہا ہے تو اس نے اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ میں یہی کروں گا مجھے اگر وجود میں لانا تھا تو اسی مقصد کے لیے وجود میں لانا تھا جو میں کر رہا ہوں اگر مجھے کسی اور مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا تو اس میں لانے والے کا قصور ہے میرا نہیں کیونکہ میں تو وہی کروں گا جو میں کر سکتا ہوں یا میں چاہوں گا۔

تو انسان کو جواب دیا گیا کہ تمہیں اس مقصد کے لیے وجود میں نہیں لایا گیا بلکہ اس کے برعکس مقصد کچھ اور ہے لیکن انسان نہیں مان رہا جس وجہ سے اسے نکال باہر کیا گیا۔ اب ذرا غور کریں انسان نے خود دعویٰ کیا کہ اس کا مقصد تخلیق کیا ہے اگر اسے تخلیق کرنا ہی تھا تو اس مقصد کے لیے تخلیق کیا جاتا جو وہ کر رہا ہے یعنی

فساد۔ تو اب جب زمین انسان کے ان اعمال کی وجہ سے بن ہی ایسی جائے گی کہ اس میں بطور ڈرائیور وہی چاہیے جو وہی کرے جو انسان نے کر کے دکھایا تو پھر کون دوبارہ لائے جانے کا حق دار ہے؟

کیا جو پہلے ہی اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے ثابت کر چکا ہے وہ زیادہ حق دار ہے یا پھر کوئی نیا لانے کی ضرورت ہے؟ اصول وقوانین ہوں یا پھر عقل ہر لحاظ سے فیصلہ یہی سامنے آئے گا کہ وہی اصل حقدار ہے جو پہلے ہی خود کو ثابت کروا چکا ہے۔

ویسے بھی اگر آپ ایک شئے کو بناتے ہیں اور رات دن محنت کرتے ہیں تو کس کے لیے بنائیں گے اتنی محنت کس کے لیے کریں گے؟ کسی دوسرے کے لیے جس کیساتھ آپ کا کوئی تعلق ہی نہ ہو؟ یا پھر اپنے لیے اور ان کے لیے جنہیں آپ اپنا سمجھتے ہیں؟ تو آج اگر آپ زمین کو اتنی محنت سے رات دن ایک کر کے جہنم بناتے ہیں تو کس کے لیے بنا رہے ہیں؟ ظاہر ہے اپنے آپ کے لیے جس کے لیے بنا رہے ہیں تو اس کے سوا کسی دوسرے کو دینا ظلم ہوگا اس لیے آپ کو ہی دوبارہ لایا جائے گا آپ کسی بھی لحاظ سے غور کر لیں۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا الآخرۃ بالکل ایسے کھل کر واضح نہیں ہو جاتی کہ جیسے آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں؟ پورے کا پورا نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب جو لوگ یقین کرنے والے ہیں تو انہیں ہر حال میں وہی کرنا ہوگا جس کا انہیں حکم دیا جا رہا ہے۔ یعنی آج جو اپنے لیے تیار کرلو گے کل کو وہی تمہیں ملے گا وہی دیا جائیگا۔ آج چاہو تو الصلاۃ قائم کر کے زمین کو جنت بنا دو یا جنت یعنی باغ بنانے کی کوشش کر کے خود کو جنت یعنی باغ کا اہل ثابت کرلو تو آخرۃ میں تمہیں جنت یعنی ایسی جگہ دی جائے گی جو باغات پر مشتمل ہوگی غور کرو خلاء میں کیا اس کائنات میں صرف ایک ہی سیارہ ہے جس پر تم آباد ہو یا کوئی اور بھی ہیں؟ دیکھو کیا اور نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو جان لو وہ ابھی مکمل نہیں ہوئے وہ تکمیلی کے مراحل سے گزر رہے ہیں جب وہ مکمل ہو جائیں گے تو وہ باغات میں بدل جائیں گے اور آج اگر تم اپنے آپ کو باغات کا اہل ثابت کرتے ہو تو الآخرۃ میں تمہیں باغات ملیں گے اور اگر آج ایسے اعمال کرتے ہو کہ تم زمین کو باغات کی بجائے کھنڈرات میں بدلتے ہو جہنم میں بدلتے ہو تو پھر تمہیں یہی جہنم دی جائے گی۔

ہر لحاظ سے حق بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے اور وہ لوگ جو اللہ کے عبد بشر کی طرف اتارے جانے والے کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر اسی طرح عمل کر رہے ہیں کیونکہ وہ الآخرۃ سے یقین کر رہے ہیں تو ان کے بارے میں اللہ نے بالکل کھول کر واضح کر دیا۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. البقرة ۵

یہی وہ ہیں جو ان کے ربّ سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ ہیں وہ جو فلاح پا رہے ہیں۔

هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ کیا ہے؟ لفظ ھدی کی وضاحت پیچھے بھی ہو چکی البقرۃ کی آیت نمبر دو میں اور ان کے ربّ سے کیا ہے یہاں یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے یہاں لفظ اللہ نہیں بلکہ لفظ ربّ کا استعمال کیا گیا۔ ربّ سے ہدایت پر ہونے کو سمجھنے کے لیے لفظ ربّ کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔

ربّ کہتے ہیں وہ ذات جس نے آپ کو وجود دیا اور آپ کی تمام ضروریات آپ کو مہیا کر رہی ہے اب ذرا غور کریں وہ ذات کون ہے جب غور کریں گے تو ربّ کیا ہے آپ کے بالکل سامنے آجائے گا۔

سب سے پہلے اپنی تخلیق میں غور کریں کہ آپ کس طرح وجود میں آئے جب آپ اپنی خلق میں غور کریں گے تو آپ کے سامنے وہ ذات آجائے گی جو آپ کا ربّ ہے مثلاً آپ کو ایک مرد اور عورت نے جنم دیا جو کہ آپ کے والدین کہلاتے ہیں تو کیا صرف اور صرف آپ کے والدین ہی ہیں جنہوں نے آپ کو وجود دیا؟ جب غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ نہیں بلکہ اس سے پیچھے آپ اپنے والد میں نطفے کی صورت میں موجود تھے جو اس رزق سے وجود میں آیا جو آپ کے والد نے کھایا وہ رزق گوشت ہے جو مختلف جانداروں سے حاصل ہوا وہ رزق دودھ ہے جو گائے بھینس بکری وغیرہ سے حاصل ہوا وہ رزق طرح طرح کے پھل سبزیاں وغیرہ ہیں جو نباتات کی صورت میں زمین سے وجود میں آئیں، گوشت اور دودھ وغیرہ بھی اس سے پہلے نباتات کی صورت میں تھا نباتات زمین کے عناصر، پانی اور سورج سے وجود میں آئیں، پانی کیسے ان تک پہنچا اس میں بھی سمندروں کا اپنا کردار ہے، ہواؤں کا اپنا کردار، بادلوں کا اپنا کردار، سورج کا اپنا کردار اس طرح بہت سی مخلوقات جب اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرتی ہیں تو یہ رزق وجود میں آتا ہے اسی طرح آپ پیچھے سے پیچھے چلتے جائیں تو آپ کے سامنے آسمانوں و زمین کی مخلوقات ہی سامنے آئیں گے آپ کی ماں نے یہی رزق کھایا جس سے آپ ماں کے پیٹ میں صور

ہوئے پھر پیدائش سے لیکر اس وقت جو آپ ہیں اسی سے وجود میں آئے جو آپ کھاتے ہیں جو آپ کھاتے ہیں وہ آپ کو طرح طرح کی مخلوقات سے ہی کسی نہ کسی صورت حاصل ہوا اور حاصل ہو رہا ہے۔

یعنی جب آپ اپنی خلق میں غور کریں تو جس ذات نے آپ کو وجود دیا وہ یہی ذات سامنے آئے گی جسے آپ آسمانوں وزمین یا جو کچھ بھی ان میں ہے مخلوقات کا نام دیتے ہیں۔اسی طرح آپ ذرا غور کریں کہ آپ کے وجود میں آنے کے بعد آپ کی کیا ضروریات ہیں اور ان کو کون پورا کر رہا ہے کون ہے جو ان ضروریات کو فراہم کر رہا ہے؟ اس کے لیے سب سے پہلے اپنی ضروریات کی فہرست بنائیں تو ان میں سرفہرست آکسیجن ہے جو آپ کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، پھر پانی ہے، حرارت ہے، کھانے کے لیے پھل سبزیاں وغیرہ، سواری کی حاجت ہے۔ اب ذرا غور کریں یہ سب آپ کو کون فراہم کر رہا ہے؟ آکسیجن درخت فراہم کرتے ہیں، پانی آپ کو سمندر فراہم کر رہے ہیں، پھل سبزیاں درخت اور فصلیں فراہم کر رہے ہیں سواری کی حاجت کے لیے گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ وغیرہ آپ کی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ہے یعنی جب آپ اپنی ضروریات کو دیکھیں اور غور کریں کہ وہ کون آپ کو فراہم کر رہا ہے تو یہ آسمان وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہی سب مخلوقات ہی آپ کے سامنے آئیں گی۔یعنی اس کا مطلب کیا ہوا؟ اس کا مطلب تو بالکل واضح ہے کہ ربّ یہی ہے جو ہر طرف مخلوقات کی صورت میں نظر آ رہا ہے اور ربّ سے ہدایت پر ہونا بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جیسے آپ ایک درخت میں غور کریں کہ اس درخت کو کس نے وجود دیا تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اسی وجود نے درخت کو وجود دیا جس نے آپ کو وجود دیا اور پھر درخت کو کس مقصد کے لیے وجود دیا جب آپ درخت میں غور کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مختلف درخت ہیں ہر ایک کا مقصد ہر ایک کی تخلیق کا مقصد الگ الگ ہے جس جس مقصد کے لیے خلق کیا وہ اس وجود میں جیسے مشین میں پرزہ ہوتا ہے اس طرح اپنے اپنے مقام پر قائم ہیں اور اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں یعنی وہ اپنے ربّ سے ہدایت پر ہیں جس مقصد کے لیے انہیں ان کے ربّ نے وجود دیا وہ اسی مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔

جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے جب اسی نے آپ کو وجود دیا یعنی یہی آپ کا ربّ ہے تو پھر کون ہے جو اپنے ربّ سے ہدایت پر ہے اسے جاننے کے لیے وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اس بات کو جانے کہ اس کے ربّ نے اسے کس مقصد کے لیے خلق کیا ہے اور کیا وہ اسے پورا کر رہا ہے؟ اس کے ربّ نے اسے کس مقصد کے لیے خلق کیا اسے جاننے کے لیے وہ اپنی ہی ذات میں غور کرے اور دیکھے کہ اس کے ربّ نے اس میں کیا صلاحیتیں رکھیں اس کو کیا عطا کیا، مال، دولت، اولاد، ذہانت یا کسی بھی قسم کی اگر کوئی صلاحیتیں دی ہیں تو اس کا مطلب کہ آپ کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے وہ آپ کی ذمہ داری کو آپ کے مقصد تخلیق کو بالکل کھول کر واضح کر رہی ہیں وہی آپ کی ذمہ داری ہے وہی آپ کا مقصد تخلیق ہے۔ آسمانوں وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں جب ان میں غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ کس کس مخلوق کی تخلیق کا کیا کیا مقصد ہے یہاں تک کہ جب بشر میں غور کیا جائے تو اس بشر میں وہ صلاحیتیں ہیں جو ایک گاڑی کے ڈرائیور میں ہوتی ہیں جس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین کو اگر ایک گاڑی سمجھ لیں تو یہ بشر بطور ڈرائیور وجود میں لایا گیا۔یعنی آسمانوں وزمین کا نظام چلانے کے لیے ان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا۔ جیسے گھر میں بہت کچھ ہوتا ہے اور بچے بھی ہوتے ہیں لیکن گھر کی دیکھ بھال اور پورے گھر والوں کے نفع ونقصان کا اختیار ان پر ہوتا ہے جن کو گھر کا اختیار حاصل ہوتا ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں یہ بشر گھر میں والدین کی حیثیت رکھتا ہے تمام مخلوقات پر اس کو اختیار حاصل ہے ان کے نفع ونقصان کا اختیار اسے حاصل ہے۔ کس کس بشر کی کیا کیا ذمہ داری ہے اس کا تعین اس کو جو کچھ بھی دیا گیا اس سے ہو گا۔ اور جو اس ذمہ داری کو پورا کر رہا ہو گا وہ اپنے ربّ سے ہدایت پر ہو گا۔ اور جو اپنے ربّ سے ہدایت پر ہو گا وہی دنیا و آخرت میں فلاح پانے والوں میں سے ہو گا۔

آپ نے سورت البقرۃ کی پہلی پانچ آیات میں دیکھا کہ اللہ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ان کو واضح کر دیا جو اللہ کے ہاں فلاں پانے والے ہیں اور فلاح کی بنیاد صرف اور صرف ایک ہی حکم ہے اور وہ ہے الصلاۃ۔ الصلاۃ کے قیام سے قبل کچھ شرائط ہیں جن کو پورا کیے بغیر آپ کو الصلاۃ کیا ہے سمجھ میں نہیں آ سکتی اور جب آپ ان شرائط کو پورا کریں گے خود کو ان پر پورا اتاریں گے تو نہ صرف آپ کو الصلاۃ کی سمجھ آ جائے گی بلکہ آپ الصلاۃ قائم کرنے کے قابل بھی ہو جائیں گے اور جب الصلاۃ کا قیام ہو جائے تو الصلاۃ کو خامیوں وخرابیوں سے پاک کر کے اسے قائم رکھنے کے لیے ایک شرط عائد کر دی گئی اور وہ ہے رزق کا ینفقون کرنا۔

یعنی فلاح پانے کے لیے جو اصل حکم دیا گیا ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ ہے الصلاۃ کا قیام اب بڑھتے ہیں آگے اور دیکھتے ہیں کہ سورت البقرۃ کی اگلی آیات میں کیا کہا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ. خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ. یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ. فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ. البقرة ٦ تا ١٠

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ. اس میں کچھ شک نہیں ایسے لوگ جو کفر کر رہے ہیں یعنی پیچھے جو کرنے کا حکم دیا گیا جو کچھ واضح کیا گیا اس کا کفر کر رہے ہیں اس کا انکار کر رہے ہیں وہ اس سب کو ماننے کو تیار ہی نہیں۔ ان پر انہی میں سے جو ایک بشر کے ذریعے حق بالکل کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے اسے تسلیم کر کے اس پر اسی طرح عمل کرنے کی بجائے اس کا انکار کر رہے ہیں وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ آسمانوں وزمین میں غیب بھی ہے تمام کی تمام مخلوقات کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اور ہر ایک کا کوئی نہ کوئی مقام ہے سب کو ان کے مقامات پر رکھ دیا گیا تا کہ وہ اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں جس سے میزان قائم رہے۔ اگر ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا جو واضح کیا گیا یوم الآخرۃ کے بارے میں اسے تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں یعنی ان کا ظن ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہونے والا، آسمانوں وزمین میں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹانے سے کچھ بھی نہیں ہونے والا کوئی الآخرۃ نہیں ہے آسمانوں وزمین میں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹانے انہیں اپنی مرض کے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا اور یوں وہ اپنی من مانیاں کر رہے ہیں آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں حالانکہ ان کو الصلاۃ کا حکم دیا گیا تو ان کو جتنا جی چاہے دعوت دے لو ان پر جتنا جی چاہے جس لحاظ سے جی چاہے حق واضح کر دو انہیں متنبہ کرو یا نہ کرو یعنی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے بھیانک ردعمل بھیانک انجام کو جس قدر جی چاہے ان پر واضح کر دو یا نہ کرو نہیں ہماری دعوت کو تسلیم کر کے جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرنے والے۔

اگلی آیت میں اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ آخر کونسی وجہ ہے جس وجہ سے یہ لوگ ہر لحاظ سے حق واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی نہیں ماننے والے، ماننے سے انکار ہی کر رہے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ختم کر دیا اللہ نے ان کے قلوب پر اور ان کے سننے کی صلاحیت پر اور ان کی دیکھنے کی صلاحیت پر ڈھانپ دیا انہیں اور ان کے لیے ہے عذاب عظیم۔

اس آیت میں سب سے پہلے لفظ ختم کو جاننا بہت ضروری ہے۔ بہت سے لوگ لفظ ختم کا معنی آخری کرتے ہیں لیکن قرآن کے اس مقام پر اس لفظ کا ترجمہ آخری کرنا ان کے لیے ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر یہاں اس کا ترجمہ مہر کر دیا جاتا ہے حالانکہ ختم کا معنی نہ تو مہر ہے اور نہ ہی آخری۔

اس لفظ کو ہم مختلف پہلوؤں سے آپ پر واضح کر دیتے ہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں سب سے پہلے آتے ہیں براہ راست اس لفظ کی طرف۔

عربی میں ختم ایک نہیں بلکہ دو طرح کا ہے۔ ایک ہے لفظ ''ختم'' یعنی ''خ ت م'' ختم اور دوسرا لفظ ہے ''خ ط م'' خطم۔ ان دونوں الفاظ کو جب بولا جائے تو کوئی بڑے سے بڑا عربی دان بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان میں سے کون سا ''ت'' والا ختم ہے اور کون سا ''ط'' والا خطم۔ اس وقت تک کہ جب تک ان الفاظ کو کسی پس منظر کے تحت بولا نہیں جاتا اور پس منظر واضح کرے گا کہ یہاں ''ت'' والا ختم ہے یا پھر ''ط'' والا خطم۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں صرف ایک چھوٹے سے اور معمولی سے فرق کے علاوہ۔

یعنی مثال کے طور پر اگر آپ لفظ ختم کے معنی آخری کریں یا جو بھی معنی کریں آپ کو لامحالہ یہی معنی ''ط'' والے خطم کے بھی کرنا پڑیں گے۔ یعنی ان دونوں الفاظ میں جس ایک لفظ کے آپ جو بھی معنی کریں گے لامحالہ دوسرے لفظ کے معنی بھی آپ کو وہی کرنے پڑیں گے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی لفظ کی دو صورتیں ہیں۔

اب آپ لفظ ختم جو ''ت'' والا ہے اس کا جو جی چاہے معنی کر لیں اس پر کسی بھی قسم کی بحث کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ہم آپ کے اس معنی کو ماننے کے لیے بالکل تیار ہیں اس پر کسی بھی قسم کی کوئی بحث نہیں کریں گے لیکن صرف اس شرط پر کہ ہم آپ کے سامنے لفظ ختم ''ط'' والا رکھیں گے اور آپ سے کہیں گے کہ آپ جو معنی ''ت'' والے ختم کا کر رہے ہیں وہی معنی اس کو پہنا کر ثابت کریں اگر تو آپ وہ معنی ''ط'' والے ختم کو پہنا کر ثابت کر دیتے ہیں تو ہم ''ت'' والے لفظ ختم کے آپ کے بیان کردہ معنی کو کھلے دل سے تسلیم کر لیں گے اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر جان لیں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے لفظ ختم کے معنی وہ نہیں ہو سکتے جو معنی آپ ''ط'' والے ختم کو پہنا کر ثابت نہیں کر سکتے۔

اس لیے ہم ایسا کرتے ہیں بجائے یہ کہ ہم ''ت'' والے لفظ ختم کے معنی پر بحث کریں ہم پہلے ''ط'' والے ختم کے معنی کو جان لیتے ہیں جو معنی ''ط'' والے ختم کا سامنے آجائے وہی معنی ''ت'' والے ختم کا بھی ہوگا۔

آپ کسی بھی عربی دان سے سوال کر لیں کہ ''ط'' والے ختم کا معنی کیا ہے تو وہ آپ کو کہے گا کہ محمد علیہ السلام کے وقت عرب بہت سی اشیاء کے لیے لفظ ختم کا استعمال کرتے تھے خود محمد علیہ السلام نے بھی یہ لفظ کئی مواقع پر استعمال کیا، مثلاً عرب جب دھول مٹی سے بچنا چاہتے تو اس غرض سے وہ اپنے ناک اور منہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے جسے عربی میں ختم کہا جاتا تھا اسی طرح جانوروں کو گند کھانے سے بچانے کے لیے یا فصلوں کو کھا کر خراب نہ کریں یا جانوروں کے بچے ماں کا دودھ نہ پیئیں اس مقصد کے لیے ان کے منہ پر ماسک یا چھکا سا چڑھا دیا جاتا تھا جسے ختم کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اگر ایک نہر میں پانی بہہ رہا ہو اور اس میں بہت سا گند اور لکڑیاں وغیرہ بھی بہہ رہی ہو اور آپ کی چاہت یہ ہو کہ اس سے آگے صرف پانی ہی جائے اس کے علاوہ کچھ بھی آگے نہیں جائے تو اس مقصد کے لیے وہاں کوئی جال سا لگا دیا جائے گا جسے ختم کہا جاتا تھا۔

یہ چند مثالیں آپ کے سامنے ہیں اب فیصلہ آپ خود کریں کہ لفظ ختم کے معنی کیا ہیں؟ کیا لفظ ختم کے معنی چھننی کے نہیں بنتے جسے آپ انگلش میں فلٹر کہتے ہیں۔ فلٹر یعنی آپ نے طے کرنا ہے کہ اس مقام سے آگے کیا جا سکتا ہے اور کیا نہیں جا سکتا۔ ذرا غور کریں عرب جب دھول مٹی سے بچنے کے لیے ناک منہ پر کپڑا اچڑھا لیتے تو کیا یہ فلٹر نہیں کہ اس میں سے سانس لینے کے لیے آکسیجن تو گزرے مگر دھول اور مٹی وغیرہ نہ گزر پائے۔

جانوروں کے منہ پر ماسک کیا فلٹر نہیں کہ اس میں سے وہ پانی تو پی سکتے ہیں سانس تو لے سکتے ہیں لیکن نہ چارا کھا سکتے ہیں نہ کسی جانور کا دودھ پی سکتے ہیں یعنی آپ نے طے کر دیا کہ آکسیجن اور پانی تو گزرے مگر چارا اور کسی جانور کا تھن نہ گزر پائے کیا یہ فلٹر نہیں ہے؟

پھر نہر جا رہی ہے اس میں گند اور لکڑیاں وغیرہ بھی جا رہی ہیں آپ نے طے کر دیا کہ اس مقام سے آگے صرف پانی جائے گا گند اور لکڑیاں وغیرہ نہیں جس مقصد کے لیے وہاں کوئی جال سا لگا دیا تو کیا یہ فلٹر نہیں جسے آپ اردو میں چھننی یا چھلنی کہہ سکتے ہیں۔

یعنی یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ ختم جو کہ ''ط'' والا ہے اس کے معنی فلٹر کے ہیں۔ جب ''ط'' والے ختم کے معنی فلٹر کے ہیں تو پھر لامحالہ ''ت'' والے ختم کے معنی بھی آپ کو فلٹر کے ہی کرنا پڑیں گے۔ یعنی اس لحاظ سے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ ختم ''ط'' والا ہو یا پھر ''ت'' والا ختم دونوں کے معنی فلٹر کے ہیں۔

آئیں ایک اور پہلو سے بھی اس لفظ کے معنی کو آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں لفظ ختم جو کہ ''ت'' والا ہے اس کے معنی آخری یا پھر مہر کے کر دیئے جاتے ہیں اب آپ اس کا ترجمہ آخری کریں یا مہر دونوں کا مطلب یہی لیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کچھ نہیں یعنی دونوں کا معنی آخری کا ہی لیا جاتا ہے۔ مثلاً آخری تو بالکل واضح ہے کہ آخری کو یعنی جس کے بعد کوئی نہیں اسے کہتے ہیں اس کے علاوہ لفظ ختم کا جو معنی مہر کے کیے جاتے ہیں تو ایسے لوگ بھی دو گروہوں میں تقسیم ہیں ان میں ایک گروہ مہر کے معنی بھی آخری ہی کرتا ہے اور اس کے لیے دلائل پیش کرتے ہیں کہ مہر کہتے ہیں سیل کو مثلاً جب آپ کو خط یا پارسل پیک کرتے ہیں تو اس پر سیل یعنی مہر لگا دی جاتی ہے کہ اب اس سے نہ ہی کچھ باہر آئے گا اور نہ ہی اس میں کچھ داخل ہوگا۔

اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ ختم کے معنی مہر اور مہر کا مطلب ہے کہ سیل لگا دینا اب اس کے بعد نہ ہی اندر سے کچھ باہر آئے گا نہ ہی باہر سے کچھ اندر جا سکے گا تو یہ معنی بھی آپ سورت البقرۃ کی ''ختم اللہ علی قلوبھم'' والی آیت میں فٹ نہیں کر سکتے اس آیت میں لفظ ختم کو یہ معنی نہیں پہنا سکتے اور نہ ہی آخری۔

دوسرا گروہ جو ختم کا ترجمہ مہر اور مہر کا معنی کرتا ہے کہ مہر سیل کو نہیں بلکہ تصدیق شدہ کو کہتے ہیں جس پر مہر لگی ہو صرف وہی آگے جا سکتا ہے جس پر مہر نہ لگی ہو وہ نہیں

جا سکتا اب حقیقت تو یہ ہے کہ خواہ یہ معنی اصل معنی کے کتنا ہی قریب تر کیوں نہ ہو یہ حق نہیں ہے آپ اس معنی کو سورت البقرہ کی اس آیت میں لفظ ختم کو نہیں پہنا سکتے اس لیے ختم کے معنی خواہ آپ مہر کریں یا کچھ اور وہ قرآن کبھی بھی قبول نہیں کرے گا جب تک کہ آپ اپنی خواہشات کی اتباع کو ترک نہیں کر دیتے اور آپس کے بغض وعناد کی وجہ سے قرآن کو اپنی مرضی کے مطالب پہنا کر اپنی چاہتوں کے مطابق ڈھالنے سے باز نہیں آتے یعنی جب تک کہ آپ قرآن کیساتھ جھگڑا کرنا بند نہیں کرتے۔

آپ نے خود دیکھ لیا کہ ختم کے جو بھی معنی کیے جاتے ہیں وہ اس آیت میں اس لفظ پر پورے نہیں اترتے قرآن انہیں قبول نہیں کرتا سوائے فلٹر کے۔ آتے ہیں قرآن کی طرف اور قرآن سے سوال کرتے ہیں کہ آیا ختم کے معنی آخری کے ہیں یا کچھ اور تو قرآن اس کا جواب بالکل کھول کر دیتا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ قرآن الحکیم ہے اس میں جو لفظ جہاں جس طرح استعمال کیا گیا اس میں رائی برابر بھی ردوبدل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔قرآن اپنی وضاحت خود کرتا ہے مثلاً جب قرآن سے سوال کیا جائے کہ کیا ختم کے معنی آخری کے ہیں تو قرآن سورت البقرۃ کی اس آیت کو سامنے لا کھڑا کرتا ہے کہ اگر اس کے معنی آخری کرتے ہو تو پھر اس آیت میں بھی لفظ ختم کو آخری کے معنی پہنا کر دکھاؤ۔اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ختم کے معنی آخری کے نہیں ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ختم کے معنی آخری کے نہیں تو پھر آخری کو عربی میں کیا کہتے ہیں تو قرآن اس کا جواب بھی بالکل کھول کر دیتا ہے جیسا کہ آپ کے سامنے درج ذیل آیت سے بڑھ کر کوئی اور آیت نہیں آسکتی۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ. الحدید ۳

اس آیت میں اول کی ضد آخر آئی ہے جس سے کسی بھی قسم کا کوئی شک وشبہ یا ابہام پیچھے نہیں رہتا کہ عربوں کی زبان عربی میں آخر کو آخر ہی کہتے ہیں نہ کہ ختم اور پھر کون نہیں جانتا کہ اول کیا ہے اور آخر اول کی ضد ہے یعنی عربی میں آخر کو آخر ہی کہا جاتا ہے نہ کہ ختم۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ختم کے معنی آخری کے کیوں کیے جاتے ہیں تو اس کا جواب بالکل واضح ہے ختم لفظ نہ صرف عربوں کی زبان عربی میں بھی پایا جاتا ہے بلکہ یہ لفظ فارسی میں بھی پایا جاتا ہے لیکن عربی میں جن معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے فارسی میں اس کے برعکس اور معنوں میں استعمال ہوتا ہے فارسی میں ختم کے معنی ہیں آخری کے جس کے بعد کوئی نہیں۔ وہ لوگ جو قرآن کو اپنے عقائد ونظریات کے مطابق ڈھالتے ہیں وہ لوگ دھوکہ دیتے ہوئے عربی کے لفظ ختم کو فارسی کا لفظ ختم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا متن فارسی میں تو نہیں بلکہ قرآن کا متن تو عربوں کی زبان تو عربی میں ہے۔ یوں آپ پر یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ختم کے معنی آخری کیوں کیے جاتے ہیں جو کہ محض دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

اب آپ پر ہر لحاظ سے یہ بات واضح ہو چکی کہ ختم فلٹر کو کہتے ہیں جسے اردو میں چھلنی یا چھننی کہتے ہیں۔

اب آتے ہیں واپس اپنے موضوع کی طرف ہم بات کر رہے تھے سورت البقرۃ کی آیت نمبر سات پر کہ جو لوگ کفر کر رہے ہیں جو اللہ اپنے بھیجے ہوئے بشر کے ذریعے سب کچھ کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو اس قدر واضح ہو جانے کے باوجود ایمان لانے کی بجائے جو کفر کرتے ہیں تو وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کا جواب اللہ نے اس آیت میں دے دیا۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

ختم یعنی فلٹر لگا دیا اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کی سننے کی صلاحیت پر اور ان کی دیکھنے کی صلاحیت پر ڈھانپے ہوئے ہیں یعنی جو فلٹر ان کے دلوں پر لگا ہوا ہے ان کی سننے کی صلاحیت پر لگا ہوا ہے اور ان کی دیکھنے کی صلاحیت پر اس فلٹر نے انہیں ڈھانپ دیا ہوا ہے مطلب یہ کہ جب بھی ان کے سامنے کچھ لایا جاتا ہے تو ان کے دلوں میں صرف وہی داخل ہو سکتا ہے ان کے دل صرف وہی دیکھ سکتے ہیں جو اس فلٹر سے چھن کر آگے جاتا ہے جب بھی انہیں کچھ سنایا جاتا ہے تو ان کے کانوں پر لگا فلٹر صرف وہی آگے جانے دیتا ہے جو اس فلٹر سے چھن کر نکلتا ہے جب بھی وہ کچھ دیکھتے ہیں ان کے کچھ سامنے لایا جاتا ہے ان کے سامنے کچھ آتا ہے تو ان کو وہی نظر آتا ہے جو فلٹر سے چھن کر نکلتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے۔آج آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی انسان کر رہے ہیں آپ پر واضح کیا جا چکا کہ یہ فساد عظیم ہے اس کی وجہ سے آج طرح طرح

کی تباہیاں وہلاکتیں آرہی ہیں لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کو کیا یہ سب سمجھ میں آرہا ہے؟ کچھ سنائی یا دکھائی دے رہا ہے؟ نہیں بالکل نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کیونکہ جب یہ لوگ زمین کو پھاڑ کر خام تیل نکالتے ہیں تو ان کو صرف وہی نظر آتا ہے جو ان کی خواہشات سے چھن کر نکلتا ہے ان کو اس خام تیل سے دنیا طرح طرح کی سہولتوں سے مزین جنت نظر آتی ہے خام تیل مسیحا نظر آتا ہے لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔اب آپ غور کریں آخر ان کو حقیقت کیوں سمجھ میں نہیں آتی حقیقت کیوں سنائی یا دکھائی نہیں دیتی۔

اسی طرح آپ گاڑیوں کی مثال لے لیجیے ان کے سامنے گاڑیاں آئیں گی تو ان کو وہ سہولتیں آسائشیں نظر آئیں گی کیوں کہ ان کو وہی سمجھ میں آتا ہے جو ان کے دلوں پر پڑے فلٹر سے چھن کر ہی نکلتا ہے ان کو وہی سنائی اور دکھائی دیتا ہے جو اس فلٹر سے چھن کر نکلتا ہے۔ان کو گاڑی میں سہولتیں وآسائشیں تو نظر آتی ہیں لیکن اس کی حقیقت دابۃ الارض ہونا نظر نہیں آتا اس کی وجہ سے آسمانوں و زمین میں ہونے والا فساد عظیم نظر نہیں آتا سنائی اور دکھائی نہیں دیتا۔ یہ جب بھی آسمانوں وزمین میں سے چھیڑ چھاڑ کر کے اللہ کے غیب سے نکالتے ہیں تو ان کو وہی نظر آتا سنائی یا دکھائی دیتا ہے جو ان پر لگے فلٹر سے چھن کر ہی نکلتا ہے۔یہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے کہا کہ ان کو خواہ کتنا ہی متنبہ کرلو اس کا کوئی فائدہ نہیں یہ ہماری اس دعوت کو نہیں ماننے والے یہ کفر ہی کریں گے یہ آسمانوں و زمین میں خرابیاں ہی کریں گے کیونکہ ان کی اپنی خواہشات ان کے لیے فلٹر بن چکے ہیں۔ان کو صرف وہی نظر آتا ہے جو پہلو ان کے بالکل سامنے اور ان کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے ان کو وہ نظر نہیں آتا جو کل کو بعد میں سامنے آئے گا اور ظاہر ہے وہ تو دلوں کو دکھائی دیتا ہے جب ان کے دلوں پر فلٹر لگے ہوئے ہیں تو کیسے دکھائی دے گا۔

وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ

اور ان کو ان کے انہی مفسد اعمال کے سبب عذاب عظیم دیا جانے والا ہے اور آج جس عذاب کا شکار ہیں جو طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کی صورت میں ان پر مسلط ہے ان کے انہی اعمال کے سبب ہے۔

عذاب عربی کے لفظ انعام کی ضد ہے۔انعام ''نعم'' سے ہے اور نعم کہتے ہیں جو کہا جا رہا ہے جو حکم دیا جا رہا ہے اس میں آگے سے ہاں کرنا نہ کہ انکار کر دینا اور انعام کہتے ہیں جو آپ کو کرنے کو کہا جاتا ہے اس کے کرنے سے جو ردعمل سامنے آتا ہے یعنی آپ کو صالح اعمال کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جب آپ صالح اعمال کریں گے یعنی مثبت اعمال کریں گے تو فطرت میں ان کے رد اعمال بھی مثبت ہی سامنے آئیں گے جس سے آپ کو فائدے ہی فائدے ہوں گے۔اسے عربی میں انعام اور اس کی ضد عذاب کہلاتی ہے عذاب کے معنی ہیں وہ اعمال جن سے روکا گیا جن سے منع کیا گیا جن کی اجازت نہیں دی گئی یعنی مفسد اعمال ان اعمال کے رد اعمال کو۔ مفسد اعمال کے رد اعمال بھی منفی ہی آتے ہیں جن سے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسے عربوں کی زبان عربی میں عذاب کہتے ہیں۔ انعام اور عذاب کے بالکل آسان ترین معنوں کی ترجمانی یہ مشہور ترین محاورہ کرتا ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

اور عظیم ''عظم'' سے ہے عظم ان خصوصیات وصفات وغیرہ کو کہتے ہیں جو ہڈی میں پائی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے عربوں کی زبان میں ہڈی کو بھی عظم کہتے ہیں ہڈی میں نہ صرف سختی ومضبوطی پائی جاتی ہے بلکہ ہڈی جسم میں گوشت کے اندر پائی جاتی ہے اگر جسم سے ہڈی کو نکال دیا جائے تو جسم کی اہمیت وحیثیت بالکل ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔عظیم کہتے ہیں جس میں سختی ہو مضبوطی ہو جسے کوئی ٹال نہ سکے اور اس کی اہمیت وحیثیت ایسی ہو جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے۔ عذاب عظیم کو اگر نکال دیا جائے تو پیچھے جتنے بھی عذاب رہ جاتے ہیں ان کی اہمیت وحیثیت اس جسم کی سی رہ جائے گی جس جسم میں سے تمام کی تمام ہڈی نکال لی جائے۔

وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ

اور اس وقت جو لوگ دنیا میں موجود ہیں ان کو ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردعمل میں ایسی سزا دی جانے والی ہے ایسی سخت اور نہ ٹلنے والی سزا کہ اگر اسے سزاؤں سے نکال دیا جائے تو پیچھے سزاؤں کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے جو کہ ان کے بالکل سر پر آکھڑی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ

اور لوگوں میں سے جو کہہ رہے ہیں ہم تسلیم کر چکے اللہ سے اور یوم الآخر جو آگے آنے والا ہے اس سے اور نہیں ہیں یہ جو اس وقت موجود ہیں ان کیساتھ مومنین یعنی جو ان کو کہا جا رہا ہے یہ اسے دل سے تسلیم کر کے اسی طرح اس پر عمل نہیں کر رہے زبان سے تو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم الآخرہ سے جو بھی آ رہا ہے ہم اسے مان رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ عمل ان کا اس کے بالکل برعکس ہے۔

اس آیت میں امنا باللہ و بالیوم الآخر کا ذکر کیا گیا۔ ترجمہ یہ کر دیا جاتا ہے کہ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یا ایمان لاتے ہیں لیکن یہاں عربی میں کہیں بھی اللہ پر اور یوم الآخر پر کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ پر کے لیے علی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ''ب'' نہیں۔

اس آیت میں علی اللہ و علی الیوم الآخر نہیں بلکہ باللہ و بالیوم الآخر کے الفاظ ہیں جو کہ دہلا دینے والے الفاظ ہے۔

اللہ سے اور یوم الآخر سے یوم الآخر کا تو آپ پر پیچھے واضح کیا جا چکا تو یوم الآخر کے بارے میں جو بھی معلومات آپ کے سامنے آئیں وہ کہاں سے آئیں؟ وہ جب یوم الآخر کی معلومات ہیں یعنی یوم الآخر کے بارے میں علم ہے اگر یوم الآخر کا وجود نہ ہوتا تو کیا یہ معلومات ہوتیں؟ نہیں بالکل نہیں اس لیے وہ تمام علم یوم الآخر سے ہی آیا یوم الآخر نے ہی بتایا کہ میں کیا ہوں۔ بالکل اسی طرح باللہ اللہ سے۔ اللہ سے جو آ رہا ہے جو باتیں جو علم یا جو کچھ بھی آ رہا ہے جسے تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک کہ آپ اللہ کو جان نہیں لیتے اور پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے۔ جب آپ کو اللہ کی سمجھ آ جائے گی تب آپ پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اللہ سے کچھ آنا اور اسے تسلیم کرنا کیا ہے۔

یہاں آپ کو مختصراً بتا دیتے ہیں کہ اللہ کیا ہے۔ آپ کو جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ آپ کو اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے جنہیں آپ مخلوقات کا نام دیتے ہیں یہ اللہ کا ہی وجود ہے تو اس وجود میں جب آپ غور و فکر کریں گے تو اللہ آپ پر حق واضح کرے گا آپ کی طرف حق اتارے گا چونکہ ہر کوئی اس طرح سے جدوجہد نہیں کرتا جیسے درکار ہے اس لیے اللہ ہر وقت اپنے کسی بشر کو کھڑا کرتا ہے اس کی طرف اتارتا ہے تاکہ وہ انسانوں تک پہنچائے اللہ کی نمائندگی کرے۔ تو پیچھے آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ہے ان کے بارے میں جو کچھ بھی علم واضح کیا گیا وہ سب کا سب اللہ سے ہی ہے۔ جب یہ اللہ کا ہی وجود ہے تو اس کے بارے میں جو کچھ بھی واضح ہو گا کسی تک آئے گا تو ظاہر ہے وہ اللہ ہی سے آئے گا۔ آسمانوں و زمین میں چھیڑ چھاڑ اللہ کیساتھ دشمنی ہے۔

تو جب حق واضح کیا جاتا ہے تو بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ وہ جو اللہ سے اور یوم الآخر سے آ رہا ہے اسے تسلیم کر رہے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے وہ صرف زبان سے کہتے ہیں عمل ان کا اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ مشرک کے مشرک ہی ہوتے ہیں وہی سب کر رہے ہوتے ہیں جو ان کی اپنی خواہشات ہوتی ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

جو کچھ وہ کر رہے ہیں یعنی زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں اور عمل ان کا اس کے بالکل برعکس ہے زبان سے تو وہ اللہ اور آخرت سے تسلیم کر چکنے کے دعویدار ہیں لیکن عملاً اس کے بالکل برعکس یعنی رات دن اپنی زبان سے مومن و مسلم ہونے کے دعویدار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ تو اللہ کے چہیتے ہیں وہ جہنم میں جا ہی نہیں سکتے تو یہ کیا ہے یہ وہ دھوکہ دے رہے ہیں جسے دھوکہ دے رہے ہیں وہ کون تھا اللہ تھا اور وہ لوگ جو مان رہے ہیں جو کہا جا رہا ہے وہ تسلیم کر رہے ہیں انہیں دھوکہ دے رہے ہیں اور نہیں وہ دھوکا دے رہے مگر اپنی ہی ذات کو اور نہیں اس کا شعور انہیں۔

اگلی آیت میں اللہ نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے یہ لوگ اللہ اور ان کو دھوکہ دے رہے ہیں جو اس دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ہی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں جس کا انہیں شعور ہی نہیں ہے آج یہ اسے کوئی دوسرا یا اپنے سے الگ سمجھ رہے ہیں ان کو لگتا ہے کہ ان کی حقیقت یہی پانچ چھ فٹ کا جسم ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے حقیقت کا انہیں شعور ہی نہیں ہے یہ جو کر رہے ہیں یہ اپنی ہی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں جس کا انہیں ابھی شعور نہیں ہے جب شعور آئے گا تب یہ چیخیں گے چلائیں گے لیکن تب کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ تو ان کے ایسا کرنے کی اصل وجہ کیا ہے اگلی آیت میں اللہ نے اس کی بھی وضاحت کر دی۔

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ .

ان کے قلوب میں مرض ہے یعنی ان کے دلوں میں دنیاوی مال ومتاع کا لالچ بھرا ہوا ہے اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ جتنا یہ اس کے پیچھے بھاگیں گے اتنا ہی ان کا لالچ بڑھتا چلا جائے گا اسی کی آگے وضاحت کر دی گئی فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس اللہ ان کا یہ مرض اور بڑھائے جا رہا ہے۔ آپ آسمانوں وزمین میں غور کریں تو آپ کو بہت ہی آسانی سے اس بات کی سمجھ آجائے گی مثلاً جب ایک شئے اوپر سے نیچے آتی ہے تو جیسے جیسے وہ قریب آتی ہے اس کی رفتار اور تیز ہوتی چلی جاتی ہے بالکل ایسے ہی یہ فطرت کا قانون ہے اگر آپ دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگتے ہیں تو آپ کا یہ مرض دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جائے گا آپ جتنے کی خواہش کرو گے اس کے ملنے پر اس سے دگنے کی خواہش وہ ملنے پر اس سے بھی بڑھ کر خواہش پیدا ہو گی یوں آپ رکیں گے نہیں آپ کا یہ مرض بڑھتا ہی چلا جائے گا۔

یہاں اس آیت میں اسی کا اللہ نے ذکر کیا کہ جب یہ لوگ وہ کر رہے ہیں جس سے روکا گیا کہ آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی بلکہ الصلاۃ قائم کرنی ہے تو یہ لوگ الصلاۃ کی بجائے مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں تو مقصد کیا ہے وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں مرض ہے لالچ ہے۔ مثلاً آج سے چند صدیاں پہلے انسان نے درختوں کو فصلوں کو گابہ کرنا شروع کیا یعنی مختلف جنسوں کا آپس میں اختلاط کروانا شروع کیا تو اس کے پیچھے وجہ زیادہ اور بظاہر اچھی پیداوار کا لالچ تھا تو کیا انسان نے اسی پر اکتفا کیا یا اس کے حاصل ہو جانے پر اس کا لالچ یہ مرض مزید بڑھ گیا یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے آج اس مقام پر پہنچ گیا کہ جدید سائنسی طریقوں سے ان میں مداخلت کر رہا ہے۔ تو یہ اللہ کا قانون ہے جب بھی آپ اس کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کریں گے تو اس کی وجہ آپ کا لالچ ہو گا اور پھر یہ سلسلہ رکے گا نہیں آپ کا یہ مرض بڑھتا ہی چلا جائے گا یہاں تک کہ آپ عذاب الیم نہیں دیکھ لیتے۔
آج ذرا غور کریں پوری دنیا کے انسان مجموعی طور پر جہاں کھڑے ہیں جس مقام پر پہنچ چکے ہیں یہ کس مرض کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ یہی مرض دنیاوی مال ومتاع اور زیادہ سے زیادہ کا لالچ نہیں جو آج انسانوں کو عظیم ہلاکت کے کنارے پر لے آیا ہے جو انسانوں کو جہنم کے کنارے پر لا چکا ہے؟ آج زمین کی حالت کیا ہو چکی کیا آج یوم الآخر بالکل سامنے آنکھوں سے دکھائی نہیں دے رہا؟

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور ان کو عذاب الیم دیا جا رہا ہے اس کے سبب جو یہ کذب کر رہے ہیں یعنی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کے رد اعمال بطور سزا جو کہ سزائے الیم ہے یعنی کون سی سزا ہے جو نہیں ہے ہر طرح کی سزا ساتھ اس کے جو یہ کذب کر رہے ہیں یعنی ان پر آسمانوں وزمین کی حقیقت ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دی گئی حق بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین کی حقیقت کیا ہے اس کے باوجود انہوں نے کذب ہی کیا اور آج جب ان میں انہی سے اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کر کے حق کھول کھول کر واضح کر دیا تو آج بھی یہ لوگ کذب ہی کر رہے ہیں نہیں مان رہے اور الٹا فساد ہی کر رہے ہیں حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی نہ صرف فساد کرنے سے باز نہیں آ رہے بلکہ اسی پر ڈٹے ہوئے ہیں جس پر انہوں نے اپنے مشرک آباؤ اجداد کو پایا۔ آسمانوں وزمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں ان میں پنگے لے رہے ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اور دین کو ان لوگوں نے قصے کہانیاں بنا رکھا ہے سو جو آج اپنے ہی ہاتھوں سے کر رہے ہو اسی سے تمہارے لیے عذاب الیم ہے۔
آپ نے دیکھ لیا کہ سورت البقرۃ کی چھ سے دس یعنی اگلی پانچ آیات میں ایک دوسرا گروہ واضح کر دیا گیا جو فلاح نہیں پانے والا جن کے لیے عذاب عظیم و عذاب الیم ہے۔ اور اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی اللہ نے واضح کر دی کہ پہلے جو گروہ واضح کیا گیا جو کہا گیا جو حکم دیا گیا غیب سے مومن بننے اور الصلاۃ کا یہ لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں اور الٹا کذب کر رہے ہیں جو ایسا کرنے والے ہیں یعنی الصلاۃ کی بجائے اس کی ضد کرنے والے ہیں تو ان کا انجام عذاب عظیم وعذاب الیم ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہو چکی کہ پہلا گروہ جو فلاح پا رہا ہے ان کو ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ ہے الصلاۃ اور دوسرا گروہ جو فلاح نہیں پانے والا وہ ہے جو الصلاۃ کے قیام سے کفر یعنی انکار کر رہا ہے اور الٹا الصلاۃ کی ضد کر رہا ہے الصلاۃ کی ضد کیا ہے اس کی وضاحت پہلے ہی پیچھے کی جا چکی کہ الصلاۃ کی ضد فساد ہے اور اسی کا اگلی آیات میں اللہ نے بالکل کھول کر ذکر کر دیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ. اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ. وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ. البقرۃ ۱۱ تا ۱۳

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اور تب کہا ان کو جو اس وقت موجود ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تب کب کہا گیا؟ تو اس کا جواب پہلے ہی واضح ہو چکا کہ ان پر آسمانوں وزمین کے بارے میں حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا اور انہیں کہا تھا کہ الصلاۃ قائم کرو لیکن انہوں نے الصلاۃ قائم کرنے سے انکار کرتے ہوئے آسمانوں وزمین میں فساد کرنا شروع کر دیا تو جب عذاب عظیم ان کے بالکل سر پر آ چکا تو ان میں انہی سے اللہ نے اپنا رسول بعث کیا جو ان پر نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بلکہ تب اللہ نے انہیں اپنے رسول کی زبان سے کہا لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ سب کا سب فساد ہے یہ تم لوگ فساد کر رہے ہو یعنی یہ تم لوگ آسمانوں وزمین میں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہو ایسا کرنا ترک کر دو ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے تمہارا صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا دیا جائے گا تو آگے سے ان کا کہنا ہے قَالُوۡٓا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ کہہ رہے ہیں یعنی اللہ کے رسول کو آگے سے جواب دے رہے ہیں کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں یعنی ہم فساد نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں یعنی دیکھو پہلے ہسپتال نہیں تھے ہم تو ہسپتال بنا رہے ہیں، پہلے ہر شئے کی رفتار انتہائی سست تھی آج ہم نے ہر شئے کی رفتار کتنی بڑھا دی، پہلے سفر کرنا کتنا مشکل تھا لیکن آج ہم نے ان مشینوں کے ذریعے اسی مشکل ترین سفر کو آسان، آرام دہ، پرسکون اور تیز رفتار بنا دیا، گرمی سے بچنے کے لیے مشینیں، سردی سے بچنے کے لیے مشینیں یہاں تک کہ کوئی ایک بھی کام ایسا نہیں جس کو سہل ترین اور تیز ترین نہ بنا دیا ہو تو یہ فساد ہے یا اصلاح؟ یہ تو اصلاح ہے یہ تو انسانیت کی خدمت ہے اس لیے ہم فساد نہیں بلکہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں اَلَآ اِنَّهُمۡ جان لو اس میں کچھ شک نہیں یہ لوگ جو اس وقت موجود ہیں هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ یہ لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں فساد کر رہے ہیں یعنی اللہ کے رسول نے ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ جان لو بغیر کسی شک وشبے کے یہ لوگ جو اس وقت موجود ہیں جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ فساد ہے یہ لوگ فساد کر رہے ہیں جسے اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کر سکتی اس کا رد نہیں کر سکتی وَلٰـكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ یہ لوگ فساد کر رہے ہیں یعنی یہ لوگ آسمانوں وزمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں فطرت میں تبدیلیاں کر رہے ہیں جس کا نتیجہ سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں اور لیکن یہ لوگ شعور نہیں رکھ رہے یعنی ان لوگوں کو نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دیں بلکہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی لیکن یہ لوگ سمجھنے کو تیار ہی نہیں یہ لوگ جو کچھ بھی انہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھ ہی نہیں رہے اگر یہ لوگ سمجھیں تو ان پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے انہیں سمجھ آ جائے کہ ہاں واقعتاً یہ لوگ اصلاح نہیں بلکہ اصلاح کے نام پر یعنی انسانیت کی خدمت کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد کر رہے ہیں آسمانوں و زمین میں اللہ کے وضع کردہ المیزان میں خسارہ کر رہے ہیں آج جو ہلاکتیں آ رہی ہیں طرح طرح کی تباہیاں آ رہی ہیں یہ سب ان کے اسی فساد کا ہی تو نتیجہ ہے وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اور تب کہا ان کو یعنی جب اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے ان پر ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے اصلاح کے نام پر کیے جانے والے اعمال کی حقیقت کھول کھول کر واضح کر دی ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ یہ جو تم لوگ انسانیت کی خدمت کے نام پر ترقی وجدیدیت کے نام پر کر رہے ہو یہ اصلاح نہیں بلکہ فساد ہے تب انہیں اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے کہا اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ کیا مان رہے ہو اس طرح جس طرح یہ لوگ مان رہے ہیں یعنی ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھو یہ جو اس حق کو مان رہے ہیں یہ بھی اس سے پہلے تمہاری طرح اسے اصلاح ہی سمجھ رہے تھے اسے انسانیت کی خدمت، ترقی و خوشحالی ہی سمجھتے تھے لیکن آج جب ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا ان کی سمجھ میں آ گیا تو یہ مان رہے ہیں کہ ہاں یہ سب کا سب فساد ہے نہ کہ اصلاح، آج تک ہم اس دجل کا شکار تھے اور الدجال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے تھے لیکن اب جب کہ ہم پر حقیقت کھل کر واضح ہو چکی الدجال کا قتل ہو چکا تو دل سے مان رہے ہیں کہ یہ اصلاح نہیں بلکہ یہ سب کا سب فساد ہے جس کا ظاہری پہلو تو اچھا نظر آتا ہے کافی پر کشش ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو جو کہ پوشیدہ ہے وہ انتہائی بھیانک ہے یہ اصلاح کے نام پر فساد عظیم ہے اس لیے تم لوگ بھی ایسے ہی مان جاؤ ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے تو آگے سے جواب دے رہے ہیں قَالُوۡٓا اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ کہہ رہے ہیں یعنی اللہ کے رسول کی دعوت کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ کیا ہم مان جائیں جیسے مان گئے جو کہ بیوقوف ہیں جن میں عقل ہی نہیں یعنی یہ جو تیری دعوت کو مان رہے ہیں یہ سب کے سب تو بیوقوف ہیں ان میں تو عقل ہی نہیں یہ لوگ تیری ان باتوں کا شکار ہو گئے لیکن ہم ان کی طرح بیوقوف نہیں ہیں جو ہم ان کی طرح مان جائیں تو ان کے اس ردعمل کے جواب میں اللہ کے رسول کا جواب یہ ہے اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ جان لو یعنی اللہ کے رسول نے اس طرح ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی، دنیا کی کوئی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اس میں کچھ شک نہیں بے وقوف وہ نہیں جو میری دعوت کو یعنی حق کو تسلیم کر رہے ہیں بلکہ بیوقوف یہ لوگ خود ہیں ذرا غور کرو جسے یہ ترقی وخوشحالی

کا نام دے رہے ہیں جسے یہ انسانیت کی خدمت کا نام دے رہے ہیں یعنی اصلاح کا نام دے رہے ہیں اندھوں کو بھی نظر آ رہا ہے یہ اصلاح نہیں بلکہ فساد ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں، ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے اصلاح کے نام پر کیے جانے والے اعمال کے بھیانک ردِ اعمال آ رہے ہیں اس کے باوجود ان کی عقلوں میں کچھ نہیں آ رہا، یہ لوگ فضا میں طرح طرح کی زہریلی گیسیں خارج کر رہے ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں نے فضا کو ان زہریلی گیسوں سے بھر دیا جس کی وجہ سے نہ صرف آج موسموں کا نظام درہم برہم ہو چکا جس سے سونامی، سیلاب وطوفان آ رہے ہیں، آندھیاں آ رہی ہیں، درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، زمین جہنم بننے کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے بلکہ انہیں گیسوں کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریوں و ہلاکتوں کا سیلاب آ چکا اسکے باوجود انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تو بیوقوف کون ہوئے؟ مومن جو اس حق کو تسلیم کر رہے ہیں جن کو یہ سب سمجھ میں آ رہا ہے یا پھر یہ لوگ جو سب کچھ واضح ہونے کے باوجود بھی ان کی عقلوں میں کچھ نہیں آ رہا؟ ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال جنہیں یہ اصلاح کا نام دے رہے ہیں ان کی وجہ سے آج پوری زمین طرح طرح کی تباہیوں کی لپیٹ میں آ چکی ہے بیماریوں کا سیلاب آ چکا، زلزلے، طوفان، آندھیاں، سیلاب، سونامی، جنگ و جدل، قتل و غارت گری، فرقہ در فرقہ تقسیم، نفرتیں، بغض، حسد، زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا، موسموں میں بگاڑ سمیت طرح طرح کی ہلاکتیں وتباہیاں آ رہی ہیں جو کہ ہر لحاظ سے واضح ہے اس کے باوجود ان کی عقل میں کچھ بھی نہیں آ رہا تو بتاؤ بے وقوف کون ہوا؟ اے عقل کے اندھو جان لو بے وقوف تم لوگ ہو جن کی عقل میں کچھ بھی نہیں آ رہا اس کے باوجود کہ نہ صرف سب کا سب ہر لحاظ سے تمہارے سامنے ہے بلکہ اب تو تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول بھیج کر تمہاری ہی زبان میں تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے باوجود بھی اگر تمہاری عقل میں کچھ نہیں آ رہا تو پھر بتاؤ بیوقوف کون ہیں؟ بیوقوف تو تم لوگ ہو۔ اس لیے جان لو تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ بیوقوف مومن نہیں یعنی بے وقوف وہ نہیں جو اس حق کو تسلیم کر رہے ہیں بلکہ بے وقوف تو یہ لوگ ہیں جو حق ہر لحاظ سے واضح ہونے کے باوجود بھی اس کا کفر کر رہے ہیں نہیں مان رہے وَلٰکِنۡ لَّا یَعۡلَمُوۡنَ اور لیکن یہ لوگ غور وفکر نہیں کر رہے اس لیے یہ علم ہی نہیں رکھ رہے اگر یہ لوگ غور وفکر کریں یعنی ان کو نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیت دی بلکہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تو اگر یہ لوگ جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں تو ان پر واضح ہو جائے کہ یہ لوگ اصلاح نہیں بلکہ فساد کر رہے ہیں اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہیں مان رہا تو بیوقوف وہ ہیں جو نہیں مان رہے۔

آپ نے دیکھا ان آیات میں بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ وہ لوگ جو الصلاۃ قائم کرنے کا کفر کر رہے ہیں وہ فساد کر رہے ہیں یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ الصلاۃ کی ضد فساد ہے اس کے علاوہ آپ پر یہ بات بھی ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس لیے سورۃ البقرۃ کی یہ آیات بھی قرآن کے نزول کے بعد قرب قیام الساعت بعث کیے جانے والے اللہ کے رسول اور اس وقت موجود لوگوں کی تاریخ پر مبنی ہیں جنہیں تب تک بیّن نہیں ہونا تھا جب تک کہ یہ حدثہ ہو نہیں رہا ہوتا یعنی اللہ کا وہ رسول بعث نہیں کر دیا جاتا اور آج نہ صرف اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بعث کیا جا چکا بلکہ یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تصدیق کر رہی ہیں اور قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

سورۃ الفاتحہ کو ام القرآن کہا جاتا ہے ام کہتے ہیں جڑ کو بنیاد کو، جس سے شئے نکلتی ہے۔ سورت الفاتحہ کو ام القرآن اسی لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ سورت الفاتحہ جڑ ہے بنیاد ہے پورے کا پورا قرآن اسی سے نکلا ہے یعنی پورے کا پورا قرآن اسی ایک صورت کی وضاحت ہے۔ جیسے پورے کا پورا قرآن اسی ایک صورت کی وضاحت بالکل ایسے ہی سورت البقرۃ کی پہلی دس آیات میں پورے کا پورا قرآن بند ہے باقی سارا قرآن سورت البقرہ کی پہلی دس آیات کی وضاحت ہے۔

یعنی پہلی دس آیات میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ان میں پہلی پانچ میں وہ جو فلاح پا رہے ہیں اور اگلی پانچ میں وہ جو فلاح پانے والے نہیں ہیں آگے پورا قرآن انہیں دو گروہوں کو مزید کھول کھول کر ان کی وضاحت کرتا ہے۔

پہلے گروہ کو اصل میں حکم صرف اور صرف ایک ہی دیا گیا اور وہ ہے الصلاۃ کا حکم اور دوسرا گروہ الصلاۃ سے قیام کا انکار کر رہا ہے اور الٹا اس کے برعکس جو اس کی ضد ہے وہ کر رہا ہے تو آگے پورے کا پورا قرآن انہیں پانچ پانچ آیات کی مکمل اور ہر پہلو سے کی جانے والی وضاحت ہے۔

یہاں الصلاۃ کا حکم ہے تو پورے قرآن میں جگہ جگہ ہر لحاظ سے ہر پہلو سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ الصلاۃ کیا ہے کب کیسے کیوں قائم کرنی ہے اس کا مکمل طریقہ

واضح کیا گیا ہر پہلو سے اور الصلاۃ قائم کرنے والے کون ہیں ان کی وضاحت ہے اور وہ جو الصلاۃ قائم کرنے سے انکاری ہیں وہ کیا کرتے ہیں الصلاۃ کی ضد اور الصلاۃ کی ضد کیا ہے یعنی فساد تو آگے پورا قرآن اس کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ کیسے الصلاۃ کی بجائے اس کی ضد فساد کرتے ہیں اور مانتے بھی نہیں الٹا خود کو مصلح سمجھتے اور کہلواتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں یہاں یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ الصلاۃ کیا ہے اور اس کی ضد فساد ہے اور فساد کیا ہے۔ اب وہ لوگ جن کا دعویٰ تھا کہ قرآن الصلاۃ کا حکم تو دیتا ہے لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتا کہ الصلاۃ کیا ہے کب کب کیسے اور کیوں قائم کرنی ہے قرآن ان جوابات سے اس راہنمائی سے خالی ہے اس لیے ہمیں ان سوالات کے جوابات کے لیے سنت رسول کے نام پر روایات جنہیں احادیث کہا جاتا ہے سے رجوع کرنا پڑا اور روایات ہمیں بتاتی ہے کہ الصلاۃ نماز ہے اس لیے ہم نماز کو قرآن میں مذکور الصلاۃ سمجھتے ہیں تو جان لیں ایسے لوگوں کا بہانہ بالکل دور ہو چکا ان کا دعویٰ بالکل غلط ثابت ہو چکا ان کی نماز کی بنیاد ہی یہ دعویٰ تھا کہ قرآن الصلاۃ کا حکم تو دیتا ہے مگر راہنمائی نہیں کرتا اس لیے الصلاۃ کیا ہے اس کے لیے احادیث کے نام پر روایات سے ہم نے رجوع کیا تو احادیث کے نام پر روایات نے ہمیں الصلاۃ کے نام پر نماز دی اب ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد اور کالعدم ہو چکا ہے اب وہ لوگ جان لیں کہ ان کی نمازیں فضولیات اور جاہلانہ پن کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

قرآن نہ صرف حکم دیتا ہے بلکہ جس کا حکم دیتا ہے اسے وہ ہر لحاظ سے کھول کھول کر بھی رکھتا ہے قرآن کوئی سوال سوال نہیں رہنے دیتا۔ اگر آپ کو کسی سوال کا جواب قرآن سے نہیں ملتا تو اس میں قصور قرآن کا نہیں بلکہ اپنے گریبان میں جھانکیں کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن آپ کو کچھ بتانے پر راضی ہی نہیں ہے۔ اس وجہ کو تلاش کریں ان وجوہات کو تلاش کر کے اپنی اصلاح کریں اپنے آپ کو اس معیار پر اتاریں جس پر اتارنے سے ہی قرآن اپنے راز کھولتا ہے جس معیار پر پورا اترنے سے ہی کوئی قرآن کو مس کر سکتا ہے ورنہ کوئی بھی قرآن کو مس نہیں کر سکتا۔

اب بڑھتے ہیں آگے اور قرآن کی ان تمام آیات کو ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرتے ہیں جن میں الصلاۃ کا ذکر آیا ہے تا کہ الصلاۃ اس قدر کھل کر واضح ہو جائے کہ کوئی چاہ کر بھی حق کا انکار نہ کر سکے اور اگر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کوئی انکار کرتا ہے تو انکار کرنے والے پر حجت ہو جائے کل کو جب اس سے الصلاۃ کے بارے میں سوال کیا جائے حساب لیا جائے تو اس کے پاس کسی بھی قسم کو کوئی بہانہ یا عذر وغیرہ نہ ہو جسے وہ پیش کر سکے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا. النساء ۱۰۳

پیچھے آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ اللہ نے آپ کو ظاہر و باطن نہ صرف سننے دیکھنے بلکہ اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر تمہیں سننے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں انہیں سنو اور پھر ایسے ہی اگر دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے دی گئی کہ بہت کچھ اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھو اور پھر صرف سنو اور دیکھو ہی نہیں بلکہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور پھر نہ صرف زمین پر اختیار دیا بلکہ آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی بھی صلاحیتیں دیں یعنی عمل کرنے کی بھی صلاحیتیں دی تو اسی لیے کہ ظاہر و باطن سنو، دیکھو اور سمجھو اس کے بعد کوئی بھی عمل کرو کیونکہ تم پر یہ بات ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہ نہ صرف ایک ہی وجود ہے بلکہ انتہائی پیچیدہ ترین وجود ہے انتہائی پیچیدہ نظام چل رہا ہے ان میں المیزان قائم ہے اگر آسمانوں و زمین میں کوئی رائی برابر عمل بھی بغیر ظاہر و باطن کو سنے دیکھے اور سمجھے کیا گیا

یعنی کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بغیر مکمل علم کے اطمینان ہو جانے کے بغیر کیا گیا تو ان میں قائم المیز ان میں خسارہ ہو جائے گا بگاڑ ہو جائے گا آسمانوں و زمین میں سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے گا اس لیے کوئی ایک بھی یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بغیر مکمل علم حاصل کیے یعنی اطمینان حاصل ہو جانے کے بغیر نہیں کرنا۔

اس آیت میں بھی اللہ نے ایک اور پہلو سے بالکل یہی بات کی۔ اللہ کا انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا ہے فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ پس جب تمہیں یہ پتہ چل جائے کہ جو الصلاۃ تھی وہ ناگزیر ہے یعنی الصلاۃ قائم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، الصلاۃ قائم کرنا ناگزیر ہے اس کے بغیر بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو ایسا نہیں کرنا کہ الصلاۃ کے نام پر کچھ بھی کرنا شروع ہو جاؤ، جسے اکثریت یا کوئی بھی الصلاۃ کا نام دے تم وہی کرنا شروع کر دو فَاذْكُرُوا پس کیا یاد کر رہے ہو جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا؟ یعنی جب تمہیں سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو اگر تم سنتے یا دیکھتے ہو کہ الصلاۃ کا قیام ناگزیر ہے تو اس کے لیے ایسا نہیں کرنا کہ جو اکثریت کر رہی ہے تم بھی الصلاۃ کے نام پر بغیر سوچے سمجھے وہی کرنا شروع کر دو بلکہ تم نے اس کے لیے سب سے پہلے جو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تمہیں جو بھلا دیا گیا تھا اسے یاد کرنا ہے تو کیا تم اسے یاد کر رہے ہو جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا؟ اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیا تھا جو تمہیں بھلا دیا گیا جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے ہوئے اللّٰہَ اللہ تھا جسے تم بھولے ہوئے ہو جسے یاد کرنا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر الصلاۃ کے قیام سے پہلے اللہ کو یاد کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ اسے یاد نہیں کر لیتے جسے آپ بھولے ہوئے ہیں جو کہ اللہ تھا تو آپ چاہ کر بھی الصلاۃ قائم نہیں کر سکتے کیونکہ آپ پیچھے جان چکے ہیں کہ الصلاۃ کے معنی ہیں جس پر آپ کو اختیار دیا گیا یعنی زمین اور جو کچھ بھی زمین میں ہے ان میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنا۔ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے ان کو کس کس مقصد کے لیے خلق کیا اور ان کا مقام کیا ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور جب اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس اس کا علم نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی الصلاۃ قائم نہیں کر سکتا یعنی صل نہیں کر سکتا اس لیے سب سے پہلے اللہ کو یاد کرنا لازم ہے کیونکہ جب آپ اللہ کو یاد کریں گے تو آپ پر یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی کہ آپ کی اپنی حقیقت ہی اللہ ہے جسے یہاں مختصراً آپ پر واضح کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

آپ انسان ہیں اور اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ انسان کا معنی کیا ہے تو آج شاید ہی کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہو حالانکہ اگر شکر کیا جائے یعنی اللہ نے جو صلاحیتیں آپ کو دیں جیسا کہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں اگر آپ ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے آپ کو یہ صلاحیتیں دیں تو آپ پر بہت ہی آسانی کیساتھ کھل کر واضح ہو جائے گا کہ انسان کے معنی کیا ہیں یعنی اگر آپ اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرتے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ انسان کے معنی کیا ہیں اور پھر نہ صرف آپ پر انسان کے معنی کھل کر واضح ہو جائیں گے بلکہ آپ کے اندر شدید تڑپ پیدا ہو جائے گی خود اپنی ہی ذات کو جاننے کے لیے کہ آخر آپ کون ہیں آپ کی اصل حقیقت کیا ہے آپ ہیں کون۔

اگر آپ سے یا کسی سے بھی سوال کیا جائے کہ آپ کون ہو تو کہا جائے کہ میں یہ ہوں جو آپ کے سامنے کھڑا ہوں یعنی اکثریت کم وبیش چار سے سات فٹ کے اس بشری وجود کو اپنا آپ سمجھتی ہے لیکن دیکھیں حقیقت کیا سامنے آتی ہے۔ مثلاً اگر آپ کے جسم کی کسی بھی عضو سے اس سوال کی ابتداء کی جائے کہ یہ کیا ہے اور کس کا ہے تو نہ صرف آپ اس عضو کا نام بتائیں گے بلکہ آپ کہیں گے یہ میرا ہے مثلاً اگر آپ کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا جائے اور سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ کہیں گے پاؤں اور پھر آپ سے سوال کیا جائے کہ کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے میرا ہے اسی طرح آپ کے جسم کے تمام اعضاء کے بارے میں سوال کرتے کرتے پورے جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ یہ جسم ہے اور پھر جب یہ سوال کیا جائے کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے میرا ہے یعنی آپ یہ نہیں کہیں گے کہ یہ میں ہوں بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ میرا جسم ہے اور آپ بالکل ایسے ہی میرا کہیں گے جیسے کہ آپ کسی بھی ایسی شئے کو میری یا میرا کہتے ہیں جو آپ کی ملکیت ہوتی ہے جس کے آپ مالک ہوتے ہیں اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس کی ملکیت کا آپ دعویٰ کر رہے ہوتے ہیں وہ آپ نہیں ہوتے بلکہ آپ کوئی اور وجود ہیں اور وہ آپ کی ملکیت ہے جس کی ملکیت کا آپ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو اب آپ خود غور کریں جب آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ جسم میرا ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ یہ جسم آپ نہیں ہو بلکہ آپ کوئی اور ہو اور اس جسم کی ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہو یہ جسم آپ کا ہے۔ اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ وہ کون ہے جو مَیں مَیں کر رہا ہے جو میرا میرا کر رہا ہے؟ یعنی جب یہ جسم آپ نہیں بلکہ یہ جسم آپ کا

ہے تو پھر آپ کون ہو؟ تو شاید ہی کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہو۔

جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے ہی آپ کو، اپنی ہی ذات کو کہ آپ کون ہیں مکمل طور پر بھولے ہوئے ہیں اور آج تک اس بشری جسم کو اپنا آپ سمجھتے رہے اور اپنی اصل حقیقت اپنے اصل وجود سے ہی غافل رہے آپ کو علم ہی نہیں کہ آپ ہیں کون۔

اسی کو لسان العرب یعنی عربوں کی زبان میں انسان کہا جاتا ہے۔ انسان جس کے معنی ہیں جو خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا ہے جیسا کہ آپ اس جملہ انسان کو لفظی معنی سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

''انسان'' یہ جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ا، نس، ا، ن'' کے مجموعے سے وجود میں آیا ہے۔ جب بھی الف کسی جملے کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو نہ صرف اسے سوالیہ بنا دیتا ہے بلکہ آگے اسی سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے یوں شروع میں '' ا '' کے استعمال سے سوالیہ بن جاتا ہے جس کے معنی ہیں کیا، کب، کہاں، کیسے، کتنا، کون اور کیوں وغیرہ اور آگے اسی سوال کا جواب موجود ہے ''نس'' جس کے معنی ہیں ایسے بھولنا جیسے کہ شئے کا وجود ہی نہ ہو یعنی بالکل ایسے بھول جانا جیسے کہ آپ اپنی پیدائش سے لیکر ایک دو سال تک کی عمر کو بھول چکے ہیں جیسے کہ وہ وقت آپ پر کبھی آیا ہی نہیں۔ اب ان دونوں الفاظ کو جمع کریں تو جملہ وجود میں آئے گا ''انس'' جس کے معنی بنتے ہیں کیا بھولا؟ کون بھولا؟ کتنا بھولا؟ کب بھولا تو آگے انہیں سوالات کا جواب موجود ہے '' ا '' جب کسی بھی جملے کے درمیان آخر کی جانب الف کا استعمال ہو تو اسے کُل کا کُل بنا دیتا ہے یعنی کُل کے کُل کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اس میں سے کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیتا۔ یہاں تک تین الفاظ کے معنی واضح کر دیئے گئے جن کو جمع کرنے سے جملہ وجود میں آتا ہے ''انسا'' جس کے معنی ہیں کیا، کون، کتنا اور کب بھولا تو آگے ان میں سے ایک سوال کا جواب موجود ہے کہ مکمل طور پر بھولا ہوا اور پھر آخر میں ''ن'' ہے جس کے معنی ہیں ہم اور یہ اللہ اپنے لیے استعمال کرتا ہے اور اگر یہاں ''ن'' کے معنی صرف ہم ہی کریں تو انسان کے معنی بنتے ہیں خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا اور اگر ''ن'' کے معنی اللہ کریں تو انسان کے معنی بنیں گے اللہ خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا یعنی انسان کی اصل حقیقت اس کی اصل ذات اللہ ہے۔ اب پیچھے یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کب اپنے ہی آپ کو بھولا تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے جو اس بشری وجود میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب بشر خلق کیا تو خلق ہی بھولا ہوا کیا جس کا سورۃ الرحمٰن میں بھی بالکل واضح ذکر کر دیا گیا جیسا کہ آپ آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ. الرحمٰن ۳

خلق کیا تھا خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا یعنی جسے آپ آج تک اپنا آپ سمجھتے رہے جو یہ بشر ہے اسے جب خلق کیا گیا تو خلق ہی بھولا ہوا کیا تھا یوں اس سوال کا جواب بھی بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ جب اس بشر کو خلق کیا گیا تو خلق ہی بھولا ہوا کیا اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے ہر کوئی بچپن سے ہی اس بشری وجود کو ہی اپنا آپ سمجھتا ہے اور اسی کی چاہت و نا چاہت کی پرواہ کرتا ہے اسی کے لیے ان سب کا استعمال کرتا ہے جو بھی اسے دیا گیا جیسا کہ اسے جو بھی صلاحیتیں دی گئیں۔

اب دیکھیں یہی بات قرآن میں مختلف پہلوؤں سے بھی کھول کھول کر واضح کر دی گئی۔ جیسا کہ آپ پر واضح ہو چکا کہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ جسم کس کا ہے تو آپ نے جواب دیا میرا اور پھر وہ کون ہے جو میرا کہہ رہا ہے جو کہ آپ کی اپنی اصل حقیقت ہے آپ کی اصل ذات ہے تو اس کے بارے میں آپ کے پاس کوئی جواب نہیں آپ بھولے ہوئے ہیں آپ اپنی ہی ذات کو اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولے ہوئے ہیں جس وجہ سے آپ آج تک اس بشری وجود کو ہی اپنا آپ سمجھتے رہے اب دیکھیں قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ. ابراهیم ۲

اللہ وہ ذات ہے جو وجود موجود ہے، جو وجود موجود ہے اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے۔

یہ ایک آیت ہے ایسی درجنوں آیات ہیں قرآن میں جن میں اللہ کا کہنا ہے کہ آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب اللہ کا ہے تو اب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ پھر وہ کون ہوا جو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ جسم میرا ہے؟ کیا وہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ہے یا پھر اللہ ہی ہے جو کہہ رہا ہے کہ آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے میرا ہے جس میں یہ بشر بھی آتا ہے؟ جب آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے تو پھر ظاہر ہے وہ جو مَیں مَیں میرا میرا کہہ رہا ہے وہ اللہ ہی تو ہے۔

پھر دیکھیں اسی کو اللہ قرآن میں مختلف پہلوؤں سے بالکل دوٹوک الفاظ میں بھی واضح کر دیا۔

فَاذْكُرُونِىٓ اَذْكُرْكُمْ. البقرة ١٥٢

اللہ کا انسان سے کلام کرتے ہوئے انسان کو کہنا ہے ف پس اَ کیا کر رہے ہو؟ ذُكُرُونِى میں تھا جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے کیا مجھے یاد کر رہے ہو؟ اَ کس کو یاد کر رہے ہو؟ یعنی اگر تم مجھے یاد کر رہے ہو جو کہ میں ہوں جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے ذُكُرْكُم تمہی ہو جسے تم یاد کر رہے ہو یعنی جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جو کہ اللہ کہہ رہا ہے میں ہوں مجھے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے تو اگر تم مجھے یاد کر رہے ہو تو یہ تم خود اپنے ہی آپ کو یاد کر رہے ہو تمہاری اپنی ذات تمہاری خودی اللہ ہے نہ کہ کوئی اور۔

پھر دیکھیں یہی بات اللہ نے قرآن میں ایک اور پہلو سے بھی سامنے لا رکھی۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنسٰهُمْ اَنفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ. الحشر ١٩

وَ اور یعنی تمہیں جو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور اعمال کرنے کی صلاحیتیں دیں تو تم ان کا کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو ذرا غور کرو تم ان صلاحیتوں کا جن مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہو کیا انہی مقاصد کے لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دی تھیں؟ نہیں بلکہ تم شکر کی بجائے کفر کر رہے ہو یعنی ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے صلاحیتیں دیں اسکے برعکس اپنی خواہشات کی اتباع میں ان کا استعمال کر رہے ہو جس سے آسمانوں وزمین میں اللہ کا قائم کردہ المیز ان بگڑ رہا ہے آسمانوں وزمین میں فساد ہو رہا ہے اور یہ جو تم کر رہے ہو جو کہ فساد ہے تم صرف یہی نہیں کر رہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہے جو تم کر رہے ہو لَا یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو نہ کرو یعنی تمہیں جو صلاحیتیں دی گئیں تو ان کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر کے آسمانوں وزمین میں فساد کر رہے ہو یہ نہ کرو تَكُونُوا یہ جو بھی تم کر رہے ہو یہ نہ صرف فساد کر رہے ہو بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم ہو رہے ہو كَالَّذِينَ بالکل ان لوگوں کی طرح ہو رہے ہو نَسُوا جسے بھلا دیا گیا تھا جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے تھے اسے یاد کرنا تھا لیکن یاد کرنے کی بجائے بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں اور آگے اس سوال کا بھی جواب دے دیا کہ کون ہے کیا ہے جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جسے یاد کرنا تھا لیکن بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں اللّٰهَ اللہ تھا یعنی اللہ تھا جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جسے یاد کرنا تھا لیکن یاد کرنے کی بجائے بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ اللہ کیا ہے فَاَنسٰهُمْ اَنفُسَهُمْ پس کیا تھا جسے یہ بھولے ہوئے ہیں ان کی اپنی ہی ذات تھی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ یہ جو بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں یہ وہ لوگ ہے جو فسق کر رہے ہیں یعنی بات میں تبدیلیاں کر رہے ہیں بات کو اس کے مقام سے بدل رہے ہیں، اللہ کے کلام کو بدل رہے ہیں، حق میں باطل کی ملاوٹ کر رہے ہیں۔

فسق کہتے ہیں بات کو بدل دینا اس میں ملاوٹ کر دینا، بات کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا تو دیکھیں یہ کون لوگ ہیں جو فسق کر رہے ہیں اور ان کے اس فسق کے سبب یہ لوگ اپنی ہی ذات جو کہ اللہ تھا اسے بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں یعنی انسان خلق ہوئے تو انسان کے انسان ہی رہ رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ اس آیت کے تراجم کو دیکھ لیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کون ہیں فاسقون یعنی کون ہیں وہ لوگ جو اللہ کی بات کو بدل رہے ہیں اور ظاہر ہے جب اللہ کی بات کو بدل دیا جائے گا تو پھر حق کیسے سمجھ آ سکتا ہے؟ پھر حق سمجھ میں آنا تو ممکن ہی نہیں رہتا۔

’’ اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں۔ فتح محمد جالندھری

اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی

اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے اُنہیں خود اپنا نفس بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔ ابوالاعلیٰ مودودی ‘‘

آپ کے سامنے تین تراجم رکھے گئے اور تینوں کے تینوں تراجم میں یہ کہا گیا کہ ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا یا نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، بھول بیٹھے یا بھول گئے یعنی ایک ہی بات کی گئی کہ ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے۔ اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھولا کسے جاتا ہے؟ کیا بھولا کسی ایک شئے کو جاتا

ہے جو ہو ہی بھولی ہوئی یا پھر بھولا تو اسے جاتا ہے جو پہلے یاد ہو؟ تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ بھولا تو اسے جاتا ہے جو پہلے یاد ہو تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان لوگوں کو اللہ یاد ہے یہ اللہ کو جانتے ہیں کہ اللہ کیا ہے جو انہیں یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کو بھول نہ جانا؟ کیا انسان کو اللہ یاد ہے انسان یہ جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے اور اسے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کو بھول نہ جانا؟ اگر تو انسان کو اللہ یاد ہے تو پھر ظاہر ہے یہی کہا جائے گا کہ اللہ کو بھول نہ جانا لیکن اگر خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جیسا کہ آپ نے سورۃ الرحمٰن میں بھی دیکھ لیا تو پھر جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے اس کے بارے میں یہ کہا جائیگا کہ بھول نہ جانا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جو بھلا دیئے گئے اسے بھولے کے بھولے ہی نہ رہنا؟ یعنی یاد کرو بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہو۔

جواب بالکل واضح ہے جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے تو اسے بھولا نہیں جائے گا کیونکہ بھولا تو اسے جاتا ہے جو پہلے یاد ہو اور جو پہلے سے ہی بھولے ہوئے ہوں اسے بھولا نہیں جاتا بلکہ یاد کیا جاتا ہے یا پھر بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر دیکھیں یہی اللہ نے قرآن میں کہا بھولے کے بھولے ہی نہ رہنا بلکہ یاد کرو تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ جو بھی تم کر رہے ہو یہ ہو رہا ہے ہو بالکل ان لوگوں کی طرح جو بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں جسے بھلا دیا گیا تھا جسے بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں حالانکہ اسے یاد کرنا تھا اللہ تھا جسے بھولے ہوئے ہو اور پھر بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہو۔ آپ آیت میں لفظ دیکھ رہے ہیں ''نَسُوا'' جو کہ حال کا صیغہ ہے جس کے معنی بنتے ہیں بھولے رہ رہے ہیں یعنی بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اللہ نے کیا کہا اور ان لوگوں نے آج تک کیا تراجم وتفاسیر کے نام پر جرائم کیے؟ کیا یہ فسق نہیں ہے؟ یعنی کیا یہ اللہ کی بات کو بدل نہیں دیا گیا؟ پھر ایسے ہی اسی آیت میں آگے دیکھیں جو فسق کیا گیا، ان لوگوں کا کہنا ہے ''تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے، تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں، تو اللہ نے اُنہیں خود اپنا نفس بھلا دیا'' اور ان کے برعکس اللہ نے کیا کہا اسے بھی جان لیں فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ. فَ پس یعنی کوئی دورائے نہیں جو کہا جا رہا ہے بالکل ایسا ہی ہے اس میں کسی بھی قسم کے شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اَ کیا تھا جسے خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جسے یاد کرنا تھا نَسٰهُم یہ لوگ جسے بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں اَنْفُسَهُمْ ان کی اپنی ہی ذات تھی۔

آپ نے جان لیا کہ اللہ نے بالکل واضح طور پر کہا کہ جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیے گئے جسے یاد کرنا ہے اللہ تھا اور آگے کہا کہ جسے تم بھول گئے تھے جسے بھلا دیا گیا تھا جسے یاد کرنے کا کہا گیا وہ تمہاری اپنی ہی ذات تھی یعنی اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اللہ کیا ہے؟ آپ کی اپنی ہی ذات نہیں تو اور کون ہے؟ لیکن آپ اپنی اصل ذات سے غافل اس چار سے سات فٹ کے بشری وجود کو ہی اپنا آپ سمجھ رہے ہیں اور آج تک سمجھتے آئے اور اب آپ سے سوال ہے اور کس کو فسق کہتے ہیں؟ کیا ان لوگوں نے اللہ کی بات کو بدل نہیں دیا؟ کیا انہوں نے حق کو بدلا نہیں؟ اور پھر ان لوگوں نے فاسقون کا ترجمہ بدکردار لوگ کر دیا حالانکہ فاسقون تو انہیں کہتے ہیں جو فسق کر رہے ہیں یعنی جو بات کو بدل رہے ہیں جو بات میں ملاوٹ کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے تو پورے کے پورے قرآن کو ہی تراجم وتفاسیر کے نام پر بدل ڈالا اور پھر جب اصل شئے ہوگی ہی نہیں تو آپ کو راہنمائی کیسے مل سکتی ہے؟ بلکہ آپ تو منزل سے بہت دور جا پڑیں گے۔

قرآن میں اور بھی بہت سے پہلوؤں سے یہی بات واضح کر دی اور آپ پر بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کی اپنی ذات کیا ہے آپ کی خودی اللہ ہے۔ اب ظاہر ہے آیت میں جو بات کہی گئی کہ اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ اسے یاد نہیں کر لیتے جو تمہیں بھلا دیا گیا اور اللہ تھا جسے بھلا دیا گیا جسے یاد کرنا ہے جب تک خود اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے اس کو یاد نہیں کر لیتے یعنی اپنی حقیقت کو نہیں پا لیتے تب تک تم الصلاۃ قائم کر ہی نہیں سکتے۔

اب آگے واضح کر دیا کہ اللہ کو یاد کیسے کرنا ہے قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُم ۔

قِيٰمًا سو فیصد بالکل مکمل طور پر ڈٹی ہوئی حالت یعنی جس مقصد کے لیے دنیا میں لایا گیا نہ صرف اس مقصد کا بالکل واضح ہو جانا بلکہ اس پر ڈٹ جانا وَّ قُعُوْدًا قعود کہتے ہیں نہ ہی ڈٹی ہوئی حالت اور نہ ہی لیٹی ہوئی حالت یعنی نہ ہی بالکل اس حالت میں ہیں کہ آپ کو علم ہی نہیں کہ دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اور پھر اسے پورا کرنا تو بہت بعد کی بات ہے یوں آپ کا دنیا میں ہونا نہ ہونا ایک ہی بات ہے یعنی آپ کا دنیا میں ہونا نہ ہونے جیسا ہی ہے گویا کہ آپ دنیا میں ہیں ہی نہیں اور نہ ہی اس حالت میں ہونا کہ دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اسے جان پہچان کر اس پر ڈٹے ہوئے ہیں اس پر قائم ہیں بلکہ درمیانی حالت یعنی ابھی غور وفکر کر کے حق کو جان پہچان رہے ہیں یعنی ابھی آپ سفر میں ہیں آپ پر مکمل طور پر حق واضح نہیں ہوا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُم جنوب کہتے ہیں ایسی حالت کو

کہ آپ کا دنیا میں ہونا نہ ہونا ایک ہی بات ہے یعنی آپ دنیا میں موجود ہونے کے باوجود کوئی معنی نہیں رکھتے یعنی آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ آپ کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا کس مقصد کے لیے اور اسے پورا کیسے کرنا ہے بلکہ آپ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر رہے ہیں دنیا میں ہی مگن ہیں۔

یعنی وہی بات کہ آپ کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو کس مقصد کے لیے دی گئیں؟ ظاہر ہے اسی لیے دی گئیں تا کہ آپ جو کچھ بھی موجود ہے اسے سنیں، دیکھیں اور سمجھیں، غور وفکر کریں، اپنی ذات میں غور وفکر کریں آسمانوں وزمین میں غور وفکر کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ جنوب پر تھے یعنی آپ ایسی حالتوں میں تھے کہ آپ کا دنیا میں ہونا نہ ہونا ایک ہی بات تھا یعنی آپ کو علم ہی نہ تھا کہ آپ کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا وہ مقصد کیا ہے اور اسے پورا کیسے کرنا ہے اور آپ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور جب تم نے غور فکر شروع کیا تو پھر ایک وقت تم حالت قعود میں چلے جاتے ہو یعنی نہ ہی لیٹی ہوئی حالت اور نہ ہی حالت قیام بلکہ درمیانی حالت، نہ ہی آپ مکمل طور پر جاہل ہیں اور نہ ہی آپ کے پاس مکمل حق آ چکا ہے بلکہ آپ درمیان والی حالت میں ہیں تو آپ نے ان دونوں حالتوں میں الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا یعنی کوئی بھی عمل نہیں کرنا جب تک کہ حالت قیام میں نہیں چلے جاتے یعنی جب تک کہ آپ پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح نہیں ہو جاتا اور یہی آگے کہا گیا فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ پس تب تمہیں اطمینان ہو گیا یعنی جب تم حالت قیام میں چلے جاتے ہو تو اس کی نشانی یہ ہے کہ تم مطمئن ہو جاتے ہو تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب حاصل ہو جاتا ہے کوئی سوال سوال نہیں رہتا تم پر ہر لحاظ سے حق کھل کر واضح ہو چکا، تم پر کھل کر واضح ہو چکا کہ اللہ کیا ہے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے تو تب تم جو بھی عمل کر رہے ہو تو کیا کر رہے ہو؟ آگے اسی سوال کا جواب دے دیا گیا فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس کیا کر رہے ہو؟ قائم کر رہے ہو یہ تھی الصلاۃ۔

یہاں تک آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ اللہ نے یہ بات کھول کھول کر واضح کر دی کہ جب تم یہ سنتے دیکھتے ہو کہ الصلاۃ قائم کرنا ناگزیر ہے یعنی الصلاۃ قائم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کوئی بچت نہیں تو ایسا نہیں کرنا کہ بغیر مکمل علم حاصل کیے بغیر اطمینان حاصل کیے تم الصلاۃ کے نام پر کچھ بھی کرنا شروع کر دو بلکہ تم اس وقت تک الصلاۃ قائم کر ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اللہ کو جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اسے یاد نہیں کر لیتے اور جب تم اللہ کا جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے یاد کر لو گے تو تب تمہیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا تم مطمئن ہو جاؤ گے تمہیں علم ہو گا کہ تم نے کیا، کب، کہاں، کیسے، کتنا اور کیوں کرنا ہے اور تم پھر بالکل اسی طرح کرو گے تو یہ تھی الصلاۃ جسے قائم کرنے کا حکم دیا گیا نہ کہ وہ الصلاۃ ہے جو کچھ بھی الصلاۃ کے نام پر اکثریت کر رہی ہے اور پھر آگے اللہ کا کہنا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.

اِنَّ الصَّلٰوةَ اس میں کچھ شک نہیں الصلاۃ تھی یعنی جو کچھ بھی تم الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہو یہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ پیچھے واضح کر دیا گیا کہ جب تم یاد کر لو اسے جو تمہیں بھلا دیا گیا جو کہ تمہاری اپنی ہی اصل ذات اللہ ہے اور جب تم مطمئن ہو جاؤ تمہیں ہر سوال کا جواب مل جائے کہیں بھی رائی برابر بھی کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے تو وہ تھی الصلاۃ اور پھر مزید الصلاۃ کے بارے میں اللہ کا کہنا ہے كَانَتْ جو اللہ کے قانون میں ہو چکا جو اللہ کے قانون میں طے شدہ ہے وہ تھی الصلاۃ اور کیا ہے اللہ کے قانون میں طے شدہ جسے اللہ نے الصلاۃ قرار دیا اس کی بھی آگے کھول کر وضاحت کر دی عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وہ تھی الصلاۃ جو مومنین اس وقت میں موجود ہیں جو وقت چل رہا ہے اس وقت میں پیچھے سے پیچھے اپنی طرف آئیں اور دیکھیں کہ جس وقت میں موجود ہیں اس لمحے اس پل میں ان پر کیا ذمہ داری کتب نظر آ رہی ہے حالات کس شئے کو واضح کر رہے ہیں موجودہ وقت کس ذمہ داری کو واضح کر رہا ہے کہ اس وقت اس لمحے کیا کیا جانا ناگزیر ہے اگر یہ نہیں کیا جائے گا تو سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جو لوگ جس وقت میں موجود ہیں جو وقت چل رہا ہے اس وقت جو کرنا کتب ہے جو کرنا ناگزیر نظر آ رہا ہے اسے جو کر رہے ہیں وہ ہیں مومنین اور جو کر رہے ہیں یہ تھی الصلاۃ۔

كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کو مزید کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔ کتاباً کتب سے ہے اور اس پر دو زبروں کے استعمال سے اس میں سکڑپن آتا ہے یعنی کتب میں پیچھے سے پیچھے جائیں اور کتب کہتے ہیں علم کا کسی بھی صورت میں کہیں موجود ہونا جہاں موجود ہو وہاں سے اسے حاصل کیا جا سکے۔ اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے گھر کو آگ لگ جاتی ہے اور آپ کے گھر والے گھر میں موجود ہیں ان کے علاوہ گھر میں بہت سا قیمتی سامان موجود ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا کہ آپ ایسی صورت میں کیا کریں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے آپ کہیں گے کہ آپ آگ بجھائیں گے اور اگر سوال کیا جائے کہ کیوں آگ بجھائیں گے تو آپ کہیں گے کہ اگر آگ نہ بجھائی تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اب آپ نے جو جواب دیا اس میں غور کریں کہ آپ کو کس نے بتایا

کہ آگ بجھانی ہے اور اگر نہ بجھائی تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے گا؟ یہ علم آپ کے پاس آنے سے پہلے جہاں موجود تھا اسے کتب کہتے ہیں اور جب آپ کے پاس آیا تو اسے قرا کہتے ہیں کہ آپ نے اس علم کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے وہاں سے حاصل کر لیا۔ ایسے ہی آپ جانتے ہیں کہ ایک بہت ہی معروف محاورہ ہے ''نوشتہ دیوار'' جس کے معنی ہیں کہ جو ہونے والا ہے سامنے دیوار پر لکھا نظر آ رہا ہے حالانکہ جب یہ بات کہی جاتی ہے تو سامنے کوئی دیوار نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو دیوار پر کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہوتا اس کے باوجود نوشتہ دیوار بولا جاتا ہے اسی کو عربی میں کتب ہونا کہتے ہیں۔

اگلا جملہ ہے مَـوْقُـوْتًـا جو کہ تین الفاظ ''مٗ، م اور وقوتاً'' کا مجموعہ ہے۔ اس میں پہلی ''مٗ'' کسی کی موجودگی کا اظہار کر رہا ہے کہ جو موجود ہے اور دوسری ''مٗ'' بھی موجودگی کا اظہار کر رہی ہے لیکن آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کس کی موجودگی کی بات کر رہی ہے ''وقوتاً'' وقت سے ہے اور وقوت کے معنی ہیں وہ وقت جو چل رہا ہے اسی وقت کی موجودگی کا اظہار دوسری ''مٗ'' کر رہی ہے اور وقوت کی ''تٗ'' پر دوزبریں ہیں جس کے لیے آخر میں الف کا استعمال لازم ہے اور دوزبریں سکڑپن پیدا کرتی ہیں یعنی پیچھے سے پیچھے لے کر جائیں یوں وقوتاً کے معنی بنتے ہیں اس وقت جس وقت میں آپ موجود ہیں اس وقت کو آپ اپنی طرف پیچھے سے پیچھے لیکر آئیں تو وہ لمحہ سامنے آئے گا جس لمحے میں آپ موجود ہیں۔ اب دیکھیں اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اس میں کچھ شک نہیں الصلاۃ تھی یعنی یہ جو تم آج جسے الصلاۃ کا نام دیکر کر رہے ہو یہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ الصلاۃ تو وہ تھی جسے اللہ نے قانون میں کر دیا اور قانون میں اللہ نے کیا کیا؟ اس میں کچھ شک نہیں جس وقت میں تم لوگ موجود ہو یہ جو وقت چل رہا ہے اس وقت کو اپنی طرف پیچھے سے پیچھے لیکر آؤ تو دیکھو جو لمحہ اس وقت چل رہا ہے جس میں تم موجود ہو اس وقت کیا کرنا نوشتہ دیوار ہے؟ حالات وواقعات کس کام کس ذمہ داری کو پورا کرنا ناگزیر بتا رہے ہیں حالات کیا کرنے کو واضح کر رہے ہیں؟ تو جو اس وقت اس لمحے کتب ہے جس میں تم موجود ہو جو اسے پورا کر رہے ہیں جو وہ کام کر رہے ہیں وہ عمل کر رہے ہیں وہ ہیں اللہ کے قانون میں مومن اور جو اس وقت جو کرنا کتب ہے اسے نہیں کر رہے وہ مومن نہیں ہیں اور مومنین ہی ہیں جو اس وقت جو کرنا کتب ہے اسے کرتے ہیں جو مومن نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں وہ اندھوں کی طرح اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چل رہے ہیں جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اسی پر چل رہے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر آپ کوئی پرانا گھر خریدتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ سب سے پہلے کیا کریں گے؟ کیا آپ اس میں ایسے ہی جا کر رہنا شروع کر دیں گے یا پھر سب سے پہلے آپ صفائی کریں گے اس کے بعد اس میں سامان لا کر جوڑیں گے یعنی ضرورت کی اشیاء لا کر گھر میں اپنے اپنے مقام پر رکھیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ سب سے پہلے گھر کی صفائی کی جائے گی نہ کہ اس کے علاوہ اس وقت کوئی بھی اور کام کیا جائے گا حالانکہ اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں گھر میں سامان بھی نہیں اس لیے وہ بھی لانا ہے لیکن جب گھر لیا جائے گا تب سب سے پہلے جو کیا جانا نوشتہ دیوار ہے یعنی جو حالات وواقعات خود چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں وہ کیا جائے گا اس کے بعد جب جب جو جو کتب ہوگا وہ وہ کیا جائے گا اسے کہتے ہیں کتاباً موقاتاً۔

اب اگر آپ گھر کی صفائی کر لیں اور گھر میں سامان جوڑ رہے ہوں اور اگر اس دوران گھر میں آگ لگ جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کیا کریں گے؟ کیا سامان ہی جوڑتے رہیں گے یا پھر پہلے آگ بجھانا کتب ہو جائے گا اور آگ بجھائیں گے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ جس لمحے میں آپ موجود ہوں اس لمحے جو کیا جانا کتب ہے جو کیا جانا ناگزیر ہے وہی کیا جائے گا اگر وہ نہ کیا گیا تو خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے پہلے آگ بجھائی جائے گی۔ ایسے ہی اگر آگ اس قدر شدت کیساتھ لگ جائے کہ یقین ہو جائے کہ آگ نہیں بجھے گی تو پھر بھی کیا آگ بجھائی جائے گی یا پھر اس وقت جو کتب ہے یعنی اس وقت جو کرنا ناگزیر ہے اگر نہ کیا تو خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا وہ کیا جائے گا؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں اس وقت آگ نہیں بجھائی جائے گی بلکہ جو کتب ہے وہ کیا جائے گا یعنی خود کو، اپنے گھر والوں کو اور اپنا قیمتی مال بچایا جائے گا انہیں گھر سے نکالا جائے گا نہ کہ آگ بجھائی جائے گی کیونکہ اگر اس وقت خود کو اور گھر والوں کو نہ بچایا گیا انہیں متنبہ نہ کیا گیا تو نہ صرف گھر والے اور گھر جل کر راکھ ہو گا بلکہ آپ خود بھی ان کیساتھ جل کر راکھ ہو جائیں گے یہ ہے کتاباً موقتاً۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ جو مومنین ہیں یعنی وہ جو اللہ کی بات کو دل سے نہ صرف تسلیم کر رہے ہیں بلکہ اسی پر عمل کر رہے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ جس وقت میں موجود ہوتے ہیں جو وقت چل رہا ہوتا ہے اس میں اپنی طرف پیچھے سے پیچھے یعنی جس وقت جس لمحے میں وہ موجود ہوتے ہیں اس وقت جو کتب ہوتا ہے اس وقت جو کرنا ناگزیر ہوتا ہے اسے کرتے ہیں وہ تھی الصلاۃ۔

اللہ نے قرآن میں بھی جگہ جگہ یہ بات کہی اور ویسے بھی آپ خود غور کریں کہ آپ کو سننے کے لیے کان دیئے تو آخر کیوں؟ دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو آخر کیوں؟ جو دیکھ اور سن رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو آخر کیوں؟ اور پھر عمل کرنے کی یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں موجود ہے ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو آخر کیوں؟

توان سوالات کا جواب بالکل واضح ہے کہ اگر آپ کو سننے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں جنہیں سننا تمہارے لیے لازم تھا تاکہ تم انہیں سنو، دیکھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ جو کچھ بھی موجود ہے اسے دیکھنا تمہارے لیے لازم تھا تاکہ تم اسے دیکھو اور پھر صرف سنو اور دیکھو نہیں بلکہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تو اسی لیے دی کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور پھر آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اسے سمجھنے کے بعد جب تم پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ جس وقت میں تم موجود ہو اس وقت کیا کرنا ناگزیر ہے جسے اگر نہ کیا گیا تو آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے انہیں نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور خود تمہیں بھی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا تو انہیں اور خود کو اس نقصان سے بچانے کے لیے آسمانوں و زمین میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنے کے لیے عمل کرو۔ تو جو ایسا کر رہے ہیں انہیں اللہ نہ صرف مومنین کہہ رہا ہے بلکہ یہ کہا کہ وہ جو کر رہے ہیں وہ تھی الصلاۃ نہ کہ الصلاۃ وہ ہے جسے تم نسل در نسل کرتے چلے آرہے ہو، جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا یہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ یہ تو ضلالت ہے یہ تو گمراہی ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یوں آپ پر کتاباً موقوتاً کھل کر واضح ہو گیا اور جب آپ غور کریں تو یہی ہر رسول نے کیا کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں ہے کہ جس نے آکر وہی سب کیا جو اس کی بعثت سے پہلے سے ہوتا چلا آرہا تھا کہ ہر کوئی اندھوں کی طرح اسی پر ڈٹا ہوا ہے اسی پر چل رہا ہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا بلکہ ہر رسول نے شکر کیا ہر رسول شکر کرتا ہے یعنی اسے جو دیا گیا اور جس مقصد کے لیے دیا گیا وہ اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے اسے سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو وہ سب سے پہلے سنتا دیکھتا ہے اسے سمجھتا ہے جب تک کہ مکمل طور پر مطمئن نہ ہو جائے وہ کوئی بھی عمل نہیں کرتا اور جب اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ الصلاۃ کیا ہے تب وہ الصلاۃ قائم کرتا ہے یعنی ہر رسول جب دنیا میں آتا ہے تو باشعور ہونے پر وہی سب نہیں کرتا جو اکثریت کر رہی ہوتی ہے بلکہ باشعور ہونے پر وہ حالات و واقعات کو سنتا دیکھتا ہے انہیں سمجھتا ہے اور جب اس پر بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ اسے اس وقت دنیا میں کیوں بھیجا گیا تو پھر وہ اس پر عمل کرتا ہے جسے اللہ نے قرآن میں الصلاۃ کہا۔

نوح جب آیا تو اس نے دیکھا کہ انسان اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ہلاک ہونے والے ہیں عظیم عذاب بالکل سر پر آچکا ہے تو نوح نے وہی کیا جو اس وقت کتب تھا یعنی گھر کو اس قدر آگ لگ چکی ہے کہ اب آگ نہیں بجھائی جاسکتی بلکہ گھر جل کر راکھ ہی ہو گا اور اگر آگ بجھانے کی کوشش کی تو خود بھی جل جائیں گے اس لیے اس وقت خود کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا کتب ہوتا ہے اور وہی نوح نے کیا نوح نے لوگوں پر کھول کھول کر واضح کیا کہ گھر کو آگ اس قدر لگ چکی کہ اب نہ تو آگ بجھے گی اور نہ ہی بجھائی جاسکتی ہے بلکہ اس وقت خود کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا کتب ہے اور لوگوں پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ جسے تم ترقی و خوشحالی کا نام دے رہے ہو یہ ترقی نہیں ہے بلکہ فساد ہے اور تم نے آسمانوں و زمین کو اس قدر فساد زدہ کر دیا کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عظیم تباہی بالکل تمہارے سر پر آچکی ہے اب بھی وقت ہے خود کو بچا لو فساد سے باز آجاؤ اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو لیکن اکثریت نے کذب کر دیا اور پھر نتیجہ کیا نکلا سب کے سامنے ہے اور اسی کو اللہ نے نوح کی الصلاۃ کہا کہ یہ تھی نوح کی الصلاۃ۔

بالکل ایسے ہی ہر رسول نے آکر وہی کیا جو اس وقت کتب تھا جو اس وقت کیا جانا ناگزیر تھا جس وقت رسول بعث کیا گیا جسے اللہ نے الصلاۃ کہا اور ہر رسول کے آنے سے پہلے اکثریت اندھوں کی طرح الصلاۃ کے نام پر وہی کر رہی تھی جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور جب رسول نے آکر الصلاۃ کو واضح کیا تو ہر رسول کو کہا گیا کہ تُو کاذبین میں سے ہے تجھے تو دین کی الف ب کا بھی علم نہیں تُو تو ہر لحاظ سے گمراہ ہے اور جسے وہ الصلاۃ کے نام پر کر رہے تھے اس کو اللہ نے بے مقصد و فضول عمل قرار دیا جس کا الصلاۃ کیساتھ جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا حق کی ضد باطل ہے۔

اللہ نے کہا کہ رسول میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے یعنی جو جو جیسے جیسے رسول نے کیا بالکل وہی اور ویسے ہی تم نے کرنا ہے رسول کو عملی نمونہ قرار دیا اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ رسول میں اس کے لیے اسوہ حسنہ ہے اور وہ بالکل وہی نہیں کرتا جو رسول نے کیا تو پھر ایسا شخص انتہائی جھوٹا اور مکار ہے، بدترین منافق و مشرک ہے

جو زبان سے تو اقرار کر رہا ہے کہ رسول میں اس کے لیے اسوہ حسنہ ہے لیکن عمل اس کا رسول کے بالکل برعکس ہے بلکہ عمل وہ ہے جس سے رسول نے الٹا کراہت کا اظہار کیا جس سے رسول نے سختی کیساتھ منع کیا۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ جب تک اللہ کو یاد نہیں کر لیا جاتا تب تک الصلاۃ کیا ہے اسے آپ نہیں جان سکتے آج آپ اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں اور دیکھیں کہ جو جو بھی نماز کو الصلاۃ قرار دے رہے ہیں یا سمجھتے ہیں کیا انہیں اللہ کا علم ہے کہ اللہ کیا ہے؟ اگر تو انہیں اللہ کا علم ہے وہ اللہ کو جانتے ہیں اللہ کے بارے میں کوئی بھی سوال کیا جائے تو ان کے پاس اس کا جواب ہوگا تو پھر بلاشک وشبہ انہیں الصلاۃ کا بھی علم ہے اور اگر انہیں اللہ ہی کا علم نہیں تو پھر ظاہر ہے انہیں الصلاۃ کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟ جب اللہ کہہ رہا ہے جب تک تم اسے یاد نہیں کر لیتے جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا اور جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا وہ اللہ تھا جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے تب تک تم الصلاۃ کو جان ہی نہیں سکتے تو پھر یہ لوگ کیسے اپنے قول میں سچے ہو سکتے ہیں جو اللہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے محض اپنے ظن کو ہی اللہ کا نام دیئے ہوئے ہیں؟

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جسے آپ یا اکثریت الصلاۃ کا نام دیکر کر رہی ہے کیا یہ الصلاۃ ہے؟ کیونکہ اللہ نے تو بہت ہی سختی کیساتھ یہ واضح کر دیا کہ تم نے اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم اللہ کو یاد نہیں کر لیتے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اور پھر جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے یعنی تمہیں ہر سوال کا جواب مل جائے تم پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے کہ تمہیں آج اس وقت دنیا میں کیوں بھیجا گیا کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے نہ کیا تو اس کے نقصانات کیا ہیں اور کیا تو اس کے فوائد کیا ہیں یعنی جب تک کہ تم الصلاۃ کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے ہر سوال کا جواب حاصل نہیں ہو جاتا کہ اطمینان حاصل ہو جائے تب تک تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا کیونکہ تمہیں سننے کے لیے کان دیئے دیکھنے کے لیے آنکھیں اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی تو کیوں دی؟ ظاہر ہے اسی لیے دی کہ سنو دیکھو اور اسے سمجھو جب تم اسے سمجھو گے جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بھی تمہیں دکھائی دے رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے تم پر واضح ہو جائے گا کہ آسمانوں و زمین ایک ہی وجود ہیں ان میں المیزان قائم ہے اگر کوئی ایک بھی عمل خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو بغیر مکمل علم کے کیا تو آسمانوں و زمین میں فساد ہوگا جس کا نتیجہ تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے اس لیے تم نے اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا یعنی زمین میں جو کچھ بھی ہے ان میں سے کسی بھی شیئے کو اس کے مقام پر قائم کرنے کے نام پر مخلوقات کو اشیاء کو اِدھر اُدھر نہیں کرنا کوئی ایک بھی عمل نہیں کرنا۔

اب آپ خود بتائیں کہ کیا آپ الصلاۃ کے نام پر جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس سے پہلے آپ نے اللہ کو یاد کر لیا کہ اللہ کیا ہے؟ یا پھر آپ انسان کے انسان ہی ہیں یعنی آپ خود اپنے آپ کو ہی اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے خلق ہوئے اور ابھی تک بھولے کے بھولے ہوئے ہی ہیں آپ کو کان آنکھیں اور سمجھنے کی صلاحیت اسی لیے دی تھی تا کہ غور و فکر کر کے اپنی حقیقت کو جان لیں جو کچھ بھی دکھائی دے رہا ہے اس کی حقیقت کو جان لیں تو کیا آپ نے جان لیا اللہ کو یاد کر لیا؟ کیا آپ کو ہر سوال کا جواب مل کر اطمینان ہو گیا کہ آپ جو بھی کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں؟ کیا آپ کے عمل پر دنیا کی کوئی بھی طاقت چاہ کر بھی کوئی سوال نہیں اٹھا سکتی؟ اگر آپ کے اعمال پر سوال اٹھایا جا سکتا ہے اور آپ اس کا جواب نہیں دے سکتے، اگر آپ اللہ کو جانتے ہی نہیں، اگر آپ خود اپنی ہی حقیقت سے ابھی تک ناواقف ہیں اور اسی بشری جسم کو اپنی اصل حقیقت سمجھ رہے ہیں تو پھر آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ آپ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں آپ الصلاۃ کے نام پر جو نمازیں پڑھ رہے ہیں یہ ٹکریں آپ بالکل فضول میں مار رہے ہیں اور آپ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غفلت میں ہیں آپ کو تو الصلاۃ کا علم ہی نہیں، جب آپ کو الصلاۃ کا ہی علم نہیں تو آپ الصلاۃ کیسے قائم کر سکتے ہیں؟ آپ الصلاۃ تو قائم کر ہی نہیں سکتے اس لیے آپ الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ الصلاۃ کا تو آپ کو علم ہی نہیں بلکہ آپ اللہ سے کفر کرتے ہوئے اندھوں کی طرح اپنے بڑوں کے پیچھے چل رہے ہیں آپ اسی پر ڈٹے ہوئے ہیں جس پر آپ نے اپنے بڑوں کو پایا آپ کے گلوں میں آپ کے ملاؤں کے پٹے پڑے ہوئے ہیں اور پالتو جانوروں کی طرح انہی کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔

الصلاۃ تو وہ ہے جو آج جس وقت آپ کو دنیا میں بھیجا گیا اس وقت کرنا کتب ہے یعنی نوشتہ دیوار ہے آپ خود غور کریں آپ کو اگر آج دنیا میں لایا گیا تو آخر آج ہی کیوں دنیا میں لایا گیا؟ اگر وہی کرنا تھا جو آج سے صدیوں قبل کیا جاتا رہا یا وہی کرنا ہوتا جس کا کوئی کسی بھی قسم کا مقصد نہیں تو پھر آپ کو آج ہی دنیا میں کیوں

لایا گیا؟ آپ کو کان، آنکھیں اور ان سے جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو آخر کیوں دی؟ کیا کبھی آپ نے ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کی کہ آج اس وقت اگر مجھے دنیا میں لایا گیا تو ظاہر ہے آج جو کرنا ہے وہی کرنے کے لیے دنیا میں لایا گیا تو میں اس کو سمجھوں جانوں اور پھر اس مقصد کو پورا کر کے کامیاب ہو جاؤں؟ یا پھر آپ اندھوں کی طرح اپنے آباؤاجداد کے پیچھے ہی چل رہے ہیں اپنے ملاؤں کے پیچھے چل رہے ہیں؟

آپ خود غور کریں کیا کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں سن دیکھ اور سمجھ کر مکمل علم حاصل کرنا لازم نہیں ہے؟ کیا کسی بھی کام کو مکمل علم حاصل کیے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر بغیر علم کے یا پھر نامکمل علم کے کام کے قریب جایا جائے گا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ جب کوئی بھی کام پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کیے بغیر نہیں کیا جا سکتا تو آج جو آپ الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہیں کیا یہ الصلاۃ ہو سکتی ہے؟ کیا الصلاۃ کو بغیر پہلے مکمل علم حاصل کیے قائم کیا جا سکتا ہے؟ جب ایسا ممکن ہی نہیں تو پھر آپ کیا کر رہے ہیں؟

آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ اللہ نے نہ صرف اس قرآن میں وہ سب کا سب بیان کیا جو کچھ بھی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے لوگوں کو پیش آنا تھا یا پیش آنا ہے نہ صرف اس قرآن میں ہر سوال کا جواب رکھ دیا ہر بات بیان کی بلکہ کوئی ایک بھی بات، کوئی ایک بھی سوال، کوئی ایک بھی معاملہ یا مسئلہ ایسا نہیں جس کا اس قرآن میں ایک ہی مقام پر یا ایک ہی پہلو سے ذکر کیا ہو بلکہ ایک سے زائد مقامات پر ہر پہلو سے اسے پھیر پھیر کر سامنے لا رکھا۔ گزشتہ آیت میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی کہ اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تمہیں اطمینان حاصل نہیں ہو جاتا یعنی جب تک کہ ہر سوال کا جواب نہ مل جائے مکمل علم حاصل نہ ہو جائے اور یہی بات اللہ نے قرآن میں دوسرے مقام پر ایک دوسرے پہلو سے بھی سامنے لا رکھی کہ اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ ہو جائے جو تم کہہ رہے ہو یعنی تم سے پوچھا جائے کہ تم کیا کر رہے ہو اور تم کہو کہ تم فلاں کام کر رہے ہو اور پھر اگر اس کے بارے میں تم سے کوئی سوال کر لیا جائے تو تمہارے پاس اس کا جواب نہ ہو تو ایسی صورت میں تم پر لازم ہے کہ تم وہ کام نہ کرو اس وقت تک تم وہ کام نہ کرو جب تک کہ تمہیں مکمل علم حاصل نہیں ہو جاتا اس کے بارے میں جو تم کہہ رہے ہو کیونکہ اگر تم مکمل علم حاصل کر کے اطمینان ہو جانے کے بعد عمل کرو گے تو وہ الصلاۃ ہو گی ورنہ الصلاۃ کی بجائے فساد ہو گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. النساء ۴۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ جو میری بات کو جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو الصلاۃ تھی جس کے قریب تم جا رہے ہو اس لیے الصلاۃ کے قریب بھی نہ جاؤ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى اور تم اس حالت میں ہو کہ تمہیں اس بارے میں مکمل علم ہی نہیں جو تم کر رہے ہو یعنی تم ہو حالت سکر میں جس کا معنی ہے کہ جو تم کر رہے ہو اگر اس کے بارے میں کوئی سوال کر لیا جائے تو تم اس پر بات نہیں کر سکو گے تم اس سوال کا جواب نہیں دے سکو گے حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اس وقت تک تم الصلاۃ کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ تمہیں مکمل علم حاصل نہیں ہو رہا اس بارے میں جو تم کہہ رہے ہو یعنی تم سے سوال کیا جائے کہ یہ جو عمل تم کر رہے ہو یہ کیا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ الصلاۃ ہے اور اگر تم سے الصلاۃ کے بارے میں یا جو بھی عمل تم کر رہے ہو اس کے بارے میں سوال کیا جائے تو تمہارے پاس اس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہ ہو تو ایسی صورت میں تم پر لازم ہے تمہیں ہمارا یہ حکم ہے کہ اس وقت تک تم وہ کام کرو ہی نہیں اس کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ تم اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے تمہیں اطمینان نہیں ہو جاتا۔

آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا جا چکا کہ آسمانوں وزمین میں اللہ نے انتہائی پیچیدہ ترین المیزان وضع کیا ہوا ہے آسمانوں وزمین میں اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بغیر مکمل علم وحکمہ کے کیا جائے گا تو ان میں بگاڑ یعنی فساد ہو گا جس سے آسمانوں وزمین میں خرابیاں اور پھر بالآخر تباہیاں آئیں گی اس لیے کوئی بھی عمل کرنا ہے تو صل کرنا ہے یعنی بالکل ویسا ہی عمل کرنا ہے جیسا کرنے کا حکم دیا گیا اور کیسا کرنے کا حکم دیا گیا یہ اس وقت تک واضح نہیں ہو گا جب تک کہ آپ اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے جس کے لیے آپ کو سننے کے لیے کان دیئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں، جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی اس لیے پہلے سنو، دیکھو اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک اسے سمجھ نہیں لیتے مکمل علم حاصل نہیں ہو جاتا مطمئن نہیں ہو جاتے تب

تک تم کو جو عمل کرنے کی صلاحیت دی ہے عمل نہیں کرنا۔

آیت کے شروع میں اللہ کا کہنا ہے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اب سب سے پہلے سوال ہی یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو اللہ کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو جو میری بات کو دل سے اپنی خوشی سے مان رہے ہو تو آخر اللہ نے پہلے کیا کہا؟ کون سی بات کہی؟ جس کے بعد کہا کہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم قریب جا رہے ہو الصلاۃ کے، الصلاۃ کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ تم ابھی تک اس حالت میں ہو کہ تمہیں الصلاۃ کے بارے میں مکمل علم ہی حاصل نہیں ہوا تم اس حالت میں ہو کہ اگر تم سے الصلاۃ کے بارے میں سوال کر لیا جائے تو تم جواب نہیں دے سکو گے اور اگر جواب دینے کی کوشش بھی کرو گے تو جسے تم جواب سمجھ کر بات کرو گے اس پر ہی لاتعداد سوالات در سوالات پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔

پہلے اللہ نے کیا کہا اس سے تو پورا قرآن بھرا پڑا ہے کہ تمہیں خلق کیا تو تمہارے لیے سننا قانون میں کر دیا کہ تم سنو تو ذرا غور کرو تمہیں سننے کی صلاحیت کیوں دی؟ ظاہر ہے جو آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں انہیں سننا تمہارے لیے لازم ہے اس لیے تمہیں کان دیئے تاکہ تم سنو اور پھر ایسے ہی دیکھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی تاکہ تم دیکھو تمہارے لیے دیکھنا لازم ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے اور پھر صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں ہی نہیں دیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تو اسی لیے دی کہ تم جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور تمہیں عمل کرنے کی بھی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تاکہ تم آسمانوں وزمین میں کہیں کوئی خرابی کر رہا ہو تو اسے روکو اور اس خرابی کو دور کرو جس کے لیے تمہارے لیے پہلے سمجھنا لازم ہے جب تک سمجھو گے نہیں تو اصلاح کیسے کر پاؤ گے؟ اس لیے تمہیں سمجھنے کی صلاحیت دی اور سمجھنے کے لیے سننا اور دیکھنا لازم ہے اسی لیے تمہیں سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دیں۔

بار بار یہ حکم دیا کہ شکر کرو یعنی تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے یہ بغیر کسی مقصد کے نہیں دیا گیا بلکہ کسی نہ کسی مقصد کے لیے دیا گیا ہے اللہ کچھ بھی بغیر حق یعنی بغیر کسی مقصد کے فضول میں نہیں کرتا بلکہ جو بھی کرتا ہے حق کیساتھ کرتا ہے یعنی اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اللہ نے تمہیں خلق کیا تمہیں یہ صلاحیتیں دیں تو بغیر کسی مقصد کے نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی مقصد لازم ہے اس لیے اسی مقصد کے لیے ان کا استعمال کرو۔

جو شکر کریں گے یعنی جو اللہ کی بات کو دل سے تسلیم کریں گے جو اللہ کی بات کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں کہ تمہیں جو بھی دیا بغیر مقصد کے نہیں بلکہ کسی نہ کسی مقصد کے لیے دیا اور جس مقصد کے لیے دیا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو تو ایسے سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے دی گئیں نہ کہ ان کا استعمال محض چوپایوں کی طرح کریں گے۔ سنیں گے دیکھیں گے جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھیں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ اس دنیا میں ان کا مقصد صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے الصلاۃ اب کوئی بھی عمل کرتے ہیں یا تو الصلاۃ قائم ہوگی یا پھر اس کے برعکس اس کی ضد فساد ہوگا اس لیے ان پر یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں جو جو عمل بھی کر رہے ہیں اصل میں وہ الصلاۃ کے قریب جا رہے ہیں اور جب وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اسکے بارے میں ان کے پاس مکمل علم ہی نہیں ہے انہیں اطمینان حاصل ہوا ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اگر اپنے ان اعمال کو ترک نہیں کریں گے تو آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا اور وہ مجرم ثابت ہو جائیں گے لیکن وہ نہیں چاہتے کہ وہ مجرم ثابت ہوں کیونکہ وہ اللہ کی بات کو مان رہے ہیں جس کے لیے ان پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس وقت تک کوئی بھی کام نہیں کریں گے جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ کر لیں اگر ان سے اس بارے میں کوئی سوال کرتا ہے کوئی اعتراض اٹھاتا ہے تو ایسا نہیں کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب ہی نہ ہو بلکہ ان پر واضح ہو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اس کے بارے میں مکمل علم ہو۔

اب آپ اگر خود کو ان میں سے سمجھتے ہیں جو اللہ کی بات کو ماننے والے ہیں تو پھر آپ سے سوال کرتے ہیں اس بارے میں جو آپ کہہ رہے ہیں مثلاً آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ الصلاۃ قائم کر رہے ہیں جسے آپ نماز کہتے اور سمجھتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ نماز ہی الصلاۃ ہے اور نماز پڑھنا ہی الصلاۃ قائم کرنا ہے اب اگر آپ سے الصلاۃ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور آپ جواب نہیں دے پاتے آپ سامنے والے کو مطمئن نہیں کر پاتے تو پھر جان لیں آپ مومن نہیں بلکہ مشرک ہیں آپ اللہ کا حکم نہیں مان رہے آپ اللہ کی بات نہیں مان رہے بلکہ آپ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں آپ اللہ کا کفر کرتے ہوئے اللہ نے جو صلاحیتیں آپ کو دیں ان کا کفر کرتے ہوئے اندھوں کی طرح اپنے ملاؤں اور اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ اللہ کی غلامی کر رہے ہیں آپ اللہ کا حکم مان رہے ہیں اللہ کی بات مان رہے ہیں تو پھر یہ بتائیں کہ اللہ نے کب کہا کہ یہ نماز ہی الصلاۃ ہے؟ اللہ نے کب حکم دیا یا اس

بات کی اجازت تک بھی دی کہ تم نے اسی پر چلنا ہے وہی کرنا ہے جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا؟ اللہ نے تو اس کے بالکل برعکس حکم دیا اللہ نے تو بار بار یہی کہا کہ تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے دی ہیں کہ خود سنو، دیکھو اور سمجھو اور پھر عمل کرنے کی صلاحیت دی تو اس وقت تک عمل نہیں کرنا جب تک کہ تم سمجھ نہیں لیتے اور آپ اپنے گریبان میں جھانکیں آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ کا عمل یہی ہے یا پھر اللہ کے بالکل خلاف؟ حقیقت آپ کے بالکل سامنے ہے۔

اگر آپ نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتے ہیں اور آپ خود کو اہل حق سمجھتے ہیں آپ کے پاس الصلاۃ کے بارے میں مکمل علم ہے تو پھر جو جو سوالات ہم نے اٹھائے ان کے جوابات ضرور دیجئے اور ایسا نہیں کہ مقابلہ بازی کرنی ہے، منہ سے جھاگ نکالنی ہے، شور مچانا ہے یا گالیاں وفتوے لگانے ہیں الزامات لگانے ہیں بلکہ علم کی روشنی میں جوابات دیکر سامنے والے کو مطمئن کرنا ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے اور اس کے بالکل برعکس وہی کرتے ہیں جس کا ذکر کیا گیا آپ منہ سے جھاگ نکالتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں، شور مچاتے ہیں، فتوے لگاتے ہیں تو پھر جان لیں آپ بشر نہیں بلکہ آپ کتے کی مثل ہیں آپ بظاہر تو ایک بشر ہیں لیکن آپ حقیقت میں بشر نہیں بلکہ کتے ہیں اور ظاہر ہے کتا یہی کرے گا جو آپ کر رہے ہیں اگر آپ بشر ہیں تو آپ کو اپنے بشر ہونے کا ثبوت اپنے عمل سے دینا ہوگا بھونکنے کی بجائے علم کی روشنی میں بات کرنا ہوگی صبر کا دامن تھامنا ہوگا اور غیر جانبداری کا مظاہرہ کرنا ہوگا حق کی گواہی اور باطل سے برأت کا اظہار کرنا ہوگا ورنہ جان لیں آپ اپنا ہی نقصان کریں گے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ پائیں گے۔

اب کچھ آیات آپ کے سامنے رکھتے ہوئے انہیں بیّن کرتے ہیں یعنی انہیں ہر لحاظ سے کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں جن آیات سے نہ صرف نماز سے پہلے کیا جانے والا وضو اور غسل کے نام پر نہانہ اور تیمّم کے نام پر ہاتھوں اور چہرے پر مٹی ملنا وغیرہ ثابت کیا جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے بلکہ نمازوں کے نام، اوقات اور بعض مواقع پر انہیں قصر کے نام پر چھوٹا کیا جانا بھی ثابت کرنے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ان آیات کو اور ان آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام کو آپ کے سامنے رکھتے ہوئے اس کی حقیقت واضح کرتے ہیں اس کے بعد آیات کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کریں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا. النساء ۴۳

” مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو ہاں اگر بحالت سفر رستے چلے جا رہے ہو اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں پر مسح (کر کے تیمّم) کر لو بیشک خدا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ فتح محمد جالندھری

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ نماز اُس وقت پڑھنی چاہیے، جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو، الا یہ کہ راستہ سے گزرتے ہو اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص

رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو، اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ''

یہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ ہے جس کا تین شخصیات کا ترجمہ بھی آپ کے سامنے ہے جس میں مترجمین کا کہنا ہے کہ اللہ مومنوں کو حکم دے رہا ہے کہ جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت نماز کے پاس نہ جاؤ اس وقت نماز نہ پڑھو اور اس وقت نماز کے پاس جاؤ نماز کے قریب جاؤ جب تم اتنے ہوش میں ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اس کا تمہیں علم ہو یعنی بالکل دوٹوک الفاظ میں یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اللہ مومنوں کو کہہ رہا ہے جب تم اس قدر نشے کی حالت میں ہو کہ تمہیں اتنی ہوش ہی نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تب تم نماز کے قریب نہ جاؤ تب تم نماز نہ پڑھو اور جب تمہیں اتنا ہوش ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تب نماز پڑھو تب نماز کے قریب جاؤ۔
اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے مطابق اللہ حکم دے رہا ہے مومنوں کو جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تراجم کی بنیاد پر نشہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور کہا گیا کہ جب تم اس قدر نشے کی حالت میں ہو کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تب نماز نہیں پڑھنی لیکن اگر تم نے نشہ تو کیا ہو مگر تمہیں ہوش ہو تو تم نماز پڑھ سکتے ہو۔
پھر دوسری بات یہ کہی گئی کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہوتے ہو جس کا مطلب ہے کہ اگر تم نے عورت سے جنسی تعلق قائم کیا ہے تو ایسی صورت میں بھی تم نے نماز نہیں پڑھنی اس وقت تک جب تک کہ غسل نہ کر لو یعنی نہا نہ لو اور آگے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ نے اس آیت میں اگر نہانا لازم ہے تو نماز سے پہلے نہانے کا حکم دیا ہے اور اگر سفر میں ہو، مریض ہو یا کوئی پاخانہ یا پیشاب کر کے آئے یا عورتوں کو چھوا ہو اور پانی نہ میسر ہو تو پاک مٹی لیکر اسے منہ اور ہاتھوں پر مل لو اس سے اللہ تمہیں معاف کر دے گا اور بخش دے گا۔ یوں ان تراجم کی بنیاد پر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے نماز سے پہلے نہانے کا حکم دیا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کرنے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ پاک مٹی لیکر اسے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مل لو اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس سے نماز ثابت ہوتی ہے نماز سے پہلے ہی ایسی حالت میں نہ صرف نہایا جاتا ہے بلکہ اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کے نام پر منہ اور ہاتھوں پر مٹی کو ملا جاتا ہے۔
ایسی ہی ایک اور آیت ہے جو کہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ٦ ہے جس سے یہی سب اور ان کے علاوہ وضو کو بھی ثابت کیے جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد پر نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت درج ذیل ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُوا وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. المائدہ ٦

'' مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تم منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمّم) کر لو۔ خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔ فتح محمد جالندھری

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا مٹی سے تیمّم

کروتو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔ احمد رضا خان بریلوی

ے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیرلو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور پانی نہ ملے، تو پاک مٹی سے کام لو، بس اُس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ ابوالاعلیٰ مودودی ''

تراجم کے نام پر شیاطین کا کلام آپ کے سامنے ہے جس سے نماز سے پہلے وضو کو ثابت کیے جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور پھر اس کی بنیاد پر نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان آیات کی موجودگی میں دنیا کی کوئی بھی طاقت نماز کے ہی الصلاۃ ہونے کا رد نہیں کر سکتی اور اگر کوئی نماز کے علاوہ کسی اور کو الصلاۃ قرار دیتا ہے تو اسے ان آیات میں نہانے، وضو اور تیمّم کو بھی اس عمل سے پہلے ثابت کرنا ہوگا جسے الصلاۃ قرار دے اور نماز کے علاوہ کوئی بھی ایسا عمل نہیں جس کو کرنے سے پہلے نہایا جائے، وضو یا تیمّم کیا جائے اس لیے نماز ہی الصلاۃ ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی حقیقت ہے؟ کیا ان آیات میں واقعتاً الصلاۃ کو نماز قرار دیا گیا ہے؟ کیا ان آیات میں واقعتاً نہانے، وضو اور تیمّم کے نام پر جو کچھ بھی کیا جارہا ہے اس کا ذکر موجود ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے جو کہ حقیقت ہے کہ ان آیات میں کہیں بھی ایسا کچھ بھی نہیں کہا گیا جو کچھ بھی تراجم و تفاسیر کے نام پر شیاطین کے کلام میں موجود ہے۔ اور جب ہم بار بار تراجم و تفاسیر کو شیاطین کا کلام کہہ رہے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہم محض زبان سے کہہ رہے ہیں بلکہ ابھی آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا جائے گا جس سے ثابت ہو جائے گا کہ ہاں واقعتاً تراجم و تفاسیر اللہ کا کلام نہیں بلکہ اللہ کے مقابلے پر شیاطین کا کلام ہے۔

دیکھیں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ جسے یہ آیات میں وضو، غسل اور تیمّم کا نام دیتے ہیں جو کہ ان کے ہاں روایتی طور پر پائے جانے والے ان اعمال کا نام ہے جو نسل در نسل انہیں ان کے آباؤ اجداد سے منتقل ہوئے اگر قرآن میں واقعتاً انہی کا ذکر ہے تو پھر یہ لوگ اپنے وضو اور تیمّم کو دیکھیں کہ کیا قرآن کے عین مطابق ہے یا پھر ان کا وضو اور تیمّم قرآن کے بیان کردہ کے بالکل برعکس ہے اس سے مختلف ہے؟ اگر تو مختلف ہے جو کہ واقعتاً مختلف ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج تک ان لوگوں نے اسے قرآن کے مطابق کیوں نہ کیا؟ اور دوسری بات کہ اگر قرآن میں وضو اور تیمّم کا ہی ذکر کیا گیا ہے تو کیا یہ عمل قرآن سے اخذ کیا گیا یا پھر جسے یہ لوگ وضو اور تیمّم قرار دیتے ہیں وہ قرآن سے نہیں بلکہ نسل در نسل چلتا آرہا ہے جیسے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے پایا وہی یہ کر رہے ہیں اور جو ان کے آباؤ اجداد نے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے پایا انہوں نے بھی وہی کیا اور یوں ہی یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا آرہا ہے۔ اور جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن سے اخذ نہیں کیا بلکہ جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا وہی کر رہے ہیں تو پھر قرآن میں اللہ نے اسے کیوں بیان کیا؟ کیونکہ جب وہی سب کرنا تھا جس پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا تو پھر قرآن میں اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی بلکہ بالکل فضول میں ذکر کر دیا گیا۔

یہ قانون ہے کہ جب بھی کوئی کسی دوسرے کی طرف لپکتا ہے کسی دوسرے کی طرف بڑھتا ہے تو دو میں سے ایک ہی صورت ہوتی ہے یا تو وہ دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اپنی حاجت روائی کے لیے اس کی طرف لپکتا ہے اس کی طرف بڑھتا ہے یا پھر وہ محتاج نہیں بلکہ حاجت روا ہوتا ہے اور جس کی طرف بڑھتا ہے جس کی طرف لپکتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اس کی حاجت روائی کے لیے اس کی طرف بڑھتا ہے۔

بالکل ایسے ہی جب بات کی جائے ہدایت کی، حق کی تو اس کے لیے سب سے پہلے آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اگر آپ کسی کی طرف بڑھ رہے ہیں آپ کسی کی طرف لپک رہے ہیں تو آیا آپ کو اس سے ہدایت کی حاجت ہے آپ ہدایت چاہتے ہیں آپ میں خامیاں ہیں خرابیاں ہیں نقائص ہیں آپ خود کو بدلنا چاہتے ہیں یا پھر آپ کو بدلنے کی ضرورت نہیں آپ ہیں ہی ہدایت یافتہ اس لیے آپ جس کی طرف بڑھ رہے ہیں اسے ہدایت کی ضرورت ہے اسے بدلنے کی

ضرورت ہے اور آپ اسے بدلیں گے؟ مثلاً اگر آپ قرآن کی طرف لپکتے ہیں قرآن کی طرف بڑھتے ہیں تو کیا قرآن کو بدلنے کی ضرورت ہے قرآن میں خامیاں ونقائص موجود ہیں ،قرآن خود کو بدلنے کے لیے اترا یا پھر قرآن کو بدلنے کی ضرورت نہیں آپ قرآن کو بدلنے کے لیے نہیں لپک رہے بلکہ اس کے برعکس آپ کو خود اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے آپ کو ہدایت کی ضرورت ہے قرآن آپ کو بدلنے کے لیے اترا ہے؟

تو جواب بالکل واضح ہے کہ قرآن کو بدلنے کی ضرورت نہیں بلکہ بدلنے کی ضرورت تو آپ کو ہے قرآن آپ کو بدلنے کے لیے اتارا گیا یوں آپ پر یا ہر انسان پر فرض ہے کہ وہ جب قرآن کی طرف بڑھتا ہے تو اس نے قرآن کو نہیں بدلنا بلکہ خود کو بدلنا ہے قرآن کو اپنے لیے آئینہ بنانا ہے خود کو قرآن میں دیکھنا ہے کہ کہاں کہاں آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے اور خود کو قرآن کی راہنمائی میں بدلنا ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خود کو بدلنے کی بجائے قرآن کو بدل ڈالے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر ایسا کرنے والا اللہ کا مجرم شیطان ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کوئی مومن۔

اب دیکھیں جن جن لوگوں نے قرآن کے تراجم وتفاسیر کیے وہ لوگ اگر قرآن کی طرف بڑھے تو خود کو بدلنے کے لیے نہیں بلکہ انہوں نے خود کو بدلنے کی بجائے الٹا قرآن کو ہی بدلنے کی پوری کوشش کی۔ وضو اور تیمّم وغیرہ ہو یا پھر نمازیں وغیرہ یہ سب تو نسل در نسل چلا آرہا ہے یہ سب تو ان تراجم وتفاسیر کرنے والوں سے پہلے ہی موجود تھا جو لوگ یہ خود تھے جو ان کے اپنے عقائد ونظریات تھے ان کو چاہیے تھا کہ قرآن کی راہنمائی میں جہاں جہاں انہیں اپنے اندر خامی وخرابی نظر آئے اسے دور کرتے خود میں تبدیلی کرتے لیکن تمام کے تمام مترجمین ومفسرین نے جو وہ پہلے سے تھے جو ان کے عقائد ونظریات پہلے سے تھے انہی کو تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا۔

اور عربی متن میں ایسی کوئی بات ہی نہیں کی گئی جو کچھ نیچے تراجم وتفاسیر میں موجود ہے ان لوگوں نے اپنے عقائد ونظریات کو تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا نہ کہ ان لوگوں نے قرآن سے راہنمائی لیتے ہوئے خود کو بدلا ،خود میں نظر ثانی کی اپنے عقائد ونظریات میں نظر ثانی کی۔ آگے چل کر مزید آیات سے بھی یہ سب آپ پر کھول کر واضح کریں گے کہ ان لوگوں نے خود کو نہیں بدلا بلکہ قرآن کو بدلنے کی سر توڑ کوششیں کیں ان لوگوں نے تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن کو ہی بدل ڈالا اب ان آیات کو ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں کہ جو کچھ تراجم وتفاسیر کے نام پر موجود ہے اس کا عربی متن میں تصور تک بھی موجود نہیں ہے۔

آپ پر بار بار یہ بات واضح کر دی گئی کہ جو کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۔ الزمر ۲۳

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کہ اللہ نے جو اتارا تھا نہ صرف وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ اللہ نے جو اتارا ایک ہی کتاب ہے، اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے یعنی وہ ہے تو سب کے سامنے ہر کوئی اسے سن دیکھ اور پڑھ رہا ہے لیکن اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا رائی برابر بھی علم اللہ نے سامنے نہیں رکھا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں، جو سامنے نظر آرہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ اصل حقیقت پر پڑا ہوا پردہ ہے اب اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اصل حقیقت کو پالے تو اس کے لیے اسے اللہ سے رجوع کرنا پڑے گا کیوں کہ جب اللہ نے اس کا سو فیصد علم چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے بھی پاس نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اگر کوئی اللہ سے رجوع نہیں کرتا تو اس پر حق واضح ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی جو سامنے ہے اسی کو حق سمجھ لیتا ہے اسی کو اصل حقیقت سمجھ لیتا ہے تو ایسے شخص کے ہاتھ میں صرف اور صرف گمراہی ہی آئے گی اس کے علاوہ اللہ نے کہا کہ اللہ نے جو اتارا وہ مثانی ہے یعنی اس میں سب کا سب ایسے ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار وغیرہ یعنی اس میں ہر لفظ، ہر جملے، ہر آیت کا اگلے کیساتھ ایسا ربط قائم ہے جیسے مشین میں پرزوں کے درمیان ربط ہوتا ہے جیسے جسم میں اعضاء کا آپس میں ربط ہوتا ہے۔

اب آپ خود تمام کے تمام تراجم وتفاسیر کو اللہ کی بیان کردہ ان شرائط پر پرکھیں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی احسن الحدیث یعنی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ثابت ہوتا ہے؟ ایک ہی کتاب ثابت ہوتا ہے؟ متشابہاً ثابت ہوتا ہے یعنی جو سامنے ہے جو سنا، دیکھا اور پڑھا جا رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور اگر کوئی جو سامنے ہے اسی کو کھلم کھلا حقیقت سمجھ کر اس کی اتباع کرے گا تو وہ صرف اور صرف

گمراہ ہی ہوگا جس کا انجام آگ کے علاوہ کچھ نہیں سامنے آئے گا اور کیا کوئی ایک بھی ترجمہ وتفسیر مثانی ثابت ہوتا ہے؟

جب کوئی ایک بھی ترجمہ وتفسیر یا قرآن کے اصل متن عربی کے علاوہ نہ احسن الحدیثِ ثابت ہوتا ہے نہ ایک ہی کتاب، نہ متشابہاً اور نہ ہی مثانی تو پھر تراجم کی بنیاد پر یہ کہنا کہ اللہ نے نماز کا حکم دیا ہے جو کہ متشابہاً ہے ہی نہیں ہر کسی کو علم ہے کہ نماز کیا ہے یہاں تک کہ کسی بھی ایسے شخص سے سوال کر لیں جو اسلام نامی دائرے میں ہے، ہی نہیں تو وہ بھی بتا دے گا کہ نماز کیا ہے تو نماز اللہ کا حکم کیسے ہو سکتی ہے؟ تراجم کی بنیاد پر یہ کہنا کہ ان آیات میں اللہ نے عورت کیساتھ جنسی تعلق کے بعد نہانے کا حکم دیا ہے اگر پانی نہیں تو منہ اور ہاتھوں پر مٹی ملنے کا حکم دیا ہے کیا یہ متشابہاً ہے؟ کیا کوئی بھی اسے متشابہاً ثابت کر سکتا ہے؟ ان آیات کے تراجم کے نام پر جو بھی کہا گیا کیا ان میں سے کوئی ایک حرف بھی متشابہاً ثابت ہوتا ہے؟ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ عورت کے ساتھ جنسی تعلق کیا ہے اس کا مجھ سمیت کسی کو نہیں علم سوائے اللہ کے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں؟ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ منہ اور ہاتھ دھونا کیا ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مرض کیا ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سفر کیا ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں؟

دنیا کی کوئی بھی طاقت اس میں سے کچھ بھی متشابہاً ثابت نہیں کر سکتی اور جو متشابہاً ہی نہیں اسے اللہ کا قول قرار دینا اس سے بڑا اللہ پر بہتان عظیم کوئی اور ہو سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں اس سے بڑا بہتان اللہ پر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ جو اللہ نے کہا ہی نہیں وہ اللہ سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ جو قرآن نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہی ثابت نہ ہو، جو ایک ہی کتاب ثابت نہ ہو وہی کتاب جو ہر رسول پر اتاری گئی، جو متشابہاً ہی ثابت نہ ہو اور جو مثانی ہی ثابت نہ ہو وہ اللہ کا قول کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ اللہ کا قول ہے ہی نہیں اور اگر اس کے باوجود کوئی اسے اللہ کا قول کہتا ہے تو اسے خود کو سچا ثابت کرنا ہوگا اسے اسی کو ''احسن الحدیثِ کتاباً متشابہاً مثانی'' ثابت کرنا ہوگا اگر وہ ثابت نہیں کر سکتا تو وہ شخص جھوٹا ہے وہ اللہ پر بہتان عظیم باندھ رہا ہے وہ اللہ کا شریک بن رہا ہے وہ مجرم ہے وہ شیطان ہے جو انسانوں کو اللہ کی طرف جانے سے روک رہا ہے اسے کوئی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف جانے کی بجائے اپنی طرف بلاتا کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ قرآن میں کیا ہے جو کہ اللہ کے علاوہ کسی کو علم ہی نہیں۔

اب اس سے پہلے کہ ہم آئیں آیات کی طرف ایک سوال کا جواب یہیں پر واضح کرنا بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثریت کہتی ہے کہ کیا آج تک کسی کو قرآن سمجھ نہ آیا آج اس شخص کو قرآن سمجھ آ گیا جو کہ عربوں کی زبان بھی نہیں جانتا جو عربوں کی زبان میں اس قرآن کو ٹھیک سے پڑھ بھی نہیں سکتا ایسا کیسے ممکن ہے اس لیے ہم اس کی بات نہیں مانیں گے بلکہ ہم تو اکثریت کے پیچھے ہی چلیں گے اگر اس کی بات مان لی تو اس کا مطلب کہ ہمارے آباؤ اجداد، ہمارے بڑے بڑے ملاں، بڑے بڑے امام، محدث، مفسر، مترجم وغیرہ سب کے سب غلط تھے سب کے سب باطل تھے؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ان سب کو غلط کہنے کی بجائے اس ایک اکیلے کو ہی غلط قرار دیا جائے اسے غلط کہا جائے اس کا کفر کیا جائے کیونکہ اکثریت غلط کیسے ہو سکتی ہے اور چودہ صدیاں بعد آج یہ اکیلا سچا کیسے ہو سکتا ہے جسے نہ تو عربوں کی زبان آتی ہے نہ ہی یہ قرآن کو صحیح سے پڑھ سکتا ہے جسے عربوں کی زبان ہی نہیں آتی، جسے قرآن ہی پڑھنا نہیں آتا بھلا وہ قرآن کو کیسے کھول کر واضح کر سکتا ہے؟ وہ قرآن کے الفاظ کے معنی کیسے بیان کر سکتا ہے؟

ان لوگوں کا یہ اعتراض اور ان لوگوں کا ایسا کہنا ہے اس بات کی گواہی دے رہا ہے چیخ چیخ کر واضح کر رہا ہے کہ ان کو تو قرآن کا ہی علم نہیں، نہ تو انہیں قرآن کا علم ہے نہ ہی الکتاب کا کیونکہ اگر انہیں قرآن کا علم ہوتا انہیں الکتاب کا علم ہوتا تو یہ کبھی بھی ایسا اعتراض نہ کرتے یہ کبھی بھی ایسا بے بنیاد و باطل اور محض جہالت پر مبنی اعتراض نہ کرتے کیونکہ اگر انہیں قرآن کا علم ہوتا انہیں الکتاب کا علم ہوتا تو ان پر واضح ہوتا کہ یہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ اللہ نے اسی قرآن میں یہ بھی واضح کر دیا کہ جب تک ان میں سے کوئی حدثہ رونما نہیں ہوتا قرآن میں جس جس کی تاریخ ہے تب تک قرآن میں اس حدثے کی تاریخ پر مبنی آیات بیّن ہو ہی نہیں سکتیں یعنی اس حدثے کی تاریخ پر مبنی آیات کھل کر واضح ہو ہی نہیں سکتیں۔ اب بھلا جو حدثہ قرآن کے نزول کے چودہ صدیاں بعد وقوع پذیر ہونا تھا اس کی تاریخ پر مبنی آیات کو اس کے وقوع ہونے سے پہلے کون بیّن کر سکتا ہے؟ جب اللہ اسی قرآن میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک رونما ہونے والے ایک ایک واقعے کی تاریخ ہے بلکہ اس وقت تک قرآن کی کوئی ایک آیت بھی بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما

نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر کون ہے جو قرآن کی کسی ایک بھی ایسی آیت کو اس سے پہلے بیّن کر سکتا تھا جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا؟ جیسا کہ یہی بات آپ درج ذیل آیات میں بھی دیکھ سکتے ہیں

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۔ الزمر ۲۳

اللہ نے جو اتارا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اللہ نے جو اتارا وہ ایک ہی کتاب ہے وہ متشابہاً ہے مثانی ہے۔

اب اگر قرآن میں دیکھا جائے تو قرآن ان لوگوں کے واقعات سے بھرا پڑا ہے جو اس قرآن کے نزول سے پہلے اس دنیا میں آباد تھے یعنی قرآن کا کہنا ہے کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے لیکن جب قرآن میں دیکھا جائے تو قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت تک کی بجائے ماضی کی تاریخ سے بھرا پڑا ہے جس سے بظاہر قرآن کا دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے لیکن قرآن کا دعویٰ غلط نہیں ہے کیونکہ قرآن تو خود یہ کہہ رہا ہے کہ قرآن متشابہاً ہے یعنی قرآن میں جو کچھ بھی سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں یوں قرآن متشابہاً ثابت ہو جاتا ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اپنے نزول سے پہلے کی یعنی ماضی کی تاریخ سے بھرا پڑا ہے جو کہ اصل حقیقت نہیں ہے اصل حقیقت اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے لیکن کس طرح قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی قرآن کی کسی ایک بھی آیت کو کھول کر واضح نہیں کر سکتا قرآن کی کسی ایک بھی آیت کا ترجمہ یا تفسیر نہیں کر سکتا۔

اسی بات کو اللہ نے درج ذیل آیات کی صورت میں بھی سامنے لا رکھا۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. القيامة ۱۹

پھر اس میں کچھ شک نہیں ہم پر ہے اس کا بیان کرنا یعنی اسے ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرنا۔

ظاہر ہے جب قرآن متشابہاً ہے تو پھر اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو نہ صرف وہ گمراہ ہو گا بلکہ اس کے پیچھے چلنے والے بھی اس کے پیچھے آگ میں ہی جائیں گے خسارہ ہی ان کا مقدر ہو گا۔

اور اللہ العزیز الحکیم ہے یعنی اللہ اپنا ہر کام اپنے وقت پر کرتا ہے وہ نہ ہی لحہ بھر وقت سے پہلے کرتا ہے اور نہ ہی لحہ بھر وقت کے بعد نہ ہی اس میں کوئی رائی برابر کمی کرتا ہے اور نہ ہی زیادتی اس لیے اللہ نے یہ راز اس وقت تک کھول کر واضح نہیں کرنا تھا جب تک کہ اس کا وقت نہیں آ جاتا۔ اور اللہ نے یہ بات یوں واضح کی کہ کس طرح قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۖ فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا. الاسراء ۸۹

اور تحقیق کہ یعنی تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو جو کہا جا رہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ طے شدہ ہے ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لوگوں کے لیے اس قرآن میں تمام کا تمام مثلوں سے، یعنی اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے لوگوں کو جب جب جو جو راہنمائی درکار ہے وہ سب کا سب ہر لحاظ سے ہر پہلو سے پھیر پھیر کر اس قرآن میں مثلوں سے سامنے لے آئے لوگوں کے لیے پس انکار کر دیا لوگوں کی اکثریت نے یعنی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اس قرآن میں سب کچھ ہے اس قرآن میں مکمل راہنمائی موجود ہے اور وہ بھی مثلوں سے مگر اس لیے کہ جو کچھ بھی انہیں دیا گیا وہ اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتے جس مقصد کے لیے انہیں دیا گیا اکثریت اپنی خواہشات کی اتباع کرنا چاہتی ہے اس لیے لوگوں کی اکثریت نے اس کا انکار کر دیا کہ اس قرآن میں سب کا سب ہے مکمل راہنمائی موجود ہے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا . الکھف ۵۴

اور تم کو جو سننے دیکھنے اور جو سنتے اور دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیت دی اسی لیے دی کہ تم تحقیق کرو اس لیے تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو جو کہا جا رہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا وہی طے شدہ ہے ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لوگوں کے لیے اس قرآن میں تمام کا

تمام مثلوں سے یعنی اس قرآن میں ماضی میں پیش آنے والے واقعات میں سے صرف ان کا ذکر کیا جو ہو بہو اسی طرح قرآن کے نزول سے الساعت کے قیام تک پیش آئیں گے لوگوں کے ہر سوال کا جواب ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر اس قرآن میں گزشتہ ہلاک ہونے والوں کی مثلوں سے سامنے لے آئے اس قرآن میں، قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے لوگوں کو جب جب جو جو جیسے جیسے راہنمائی درکار تھی سب کا سب اس قرآن میں ہر پہلو سے پھیر پھیر کر تمہارے سامنے لے آئے۔ اور تھا انسان اکثریت معاملات میں جھگڑا کرنے والا سو جھگڑا ہی کیا۔ یعنی قرآن کی بات تسلیم کرنے کی بجائے اپنی خواہشات واپنے خود ساختہ الٰہوں کی باتوں کو قرآن پر ترجیح دی۔ جب بھی قرآن نے کسی معاملے میں راہنمائی کی تو اپنی بے ہودہ دلیلوں کو قرآن پر پیش کیا اور قرآن کے مدمقابل اور اشیاء کو لا کھڑا کیا وہ بات نہ تسلیم کی جو قرآن نے کی۔

یعنی اس قرآن میں اللہ نے براہ راست قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک وقت اور لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تاریخ نہیں اتاری بلکہ مثلوں سے تاریخ اتاری ہے۔ ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اس میں سے صرف اور صرف وہ اور ویسا ہی قرآن میں بیان کیا جو قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے تمام کے تمام حالات وواقعات کا احاطہ کریں اور اسی کا اللہ نے اسی قرآن میں ایک اور پہلو سے بھی ذکر کر دیا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ. الزخرف ۵۶

پس کر دیا ہم نے انہیں سلفاً یعنی الاولین جو کہ اس قرآن کے نزول سے قبل اس زمین پر آباد تھے انہیں ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا، جو دنیا میں آئے تھے اب گزرے ہوئے ہو چکے اور جنہیں ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا الآخرین کے لیے یعنی قرآن کے نزول کے بعد والوں کے لیے۔

مثل کہتے ہیں ایک شئے ہو بالکل عین اسی طرح کی دوسری شئے کو یعنی فوٹو کاپی کو، جو اس قرآن کے نزول سے پہلے اس زمین پر آباد تھے نہ صرف وہ گزر چکے بلکہ انہیں مثل کر دیا اس قرآن کے نزول کے بعد والوں کے لیے اس لیے اس قرآن میں جہاں جہاں بھی گزشتہ اقوام کا ذکر ملتا ہے وہاں اصل میں ان کی تاریخ بیان نہیں کی جا رہی ہے بلکہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے لوگوں کی وقت کی تاریخ بیان کی جا رہی ہے لیکن مثلوں سے، یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے اس قرآن کو متشابھا کہا ہے ہر ایک کے سامنے ہونے کے باوجود بھی اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں جب بھی اسے بیّن کیا جائے گا یعنی کھولا جائے گا تو اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس قرآن کو نہیں کھول سکتا اس لیے صرف اور صرف اللہ ہی اسے کھولے گا۔

اور پھر اللہ نے یہ بات بھی اسی قرآن میں واضح کر دی کہ جب تک کوئی واقعہ رونما نہیں ہوتا تب تک اس واقعہ کی تاریخ پر مبنی آیات بیّن نہیں ہوں گی لیکن جیسے ہی ان میں سے کوئی واقعہ رونما ہوگا اس اس وقت جو لوگ موجود ہوں گے اس قرآن کی اس واقعہ کی تاریخ پر مبنی آیات یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت یا آج سے چودہ صدیاں قبل تاریخ اتاری گئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا. طٰہٰ ۱۱۳

اللہ نے جو اتارا یعنی قرآن اسی کے بارے میں اللہ کا اس آیت کے اگلے حصے میں کہنا ہے اَوْ کیا ہے اور؟ یعنی یہ قرآن اور کیا ہے آگے اس کا جواب دیا جا رہا ہے يُحْدِثُ جو بھی حدثہ ہو رہا ہے کچھ بھی ہو رہا ہے لَهُمْ ذِكْرًا یہ قرآن ان کو جو اس حدثے کے دوران موجود ہیں یعنی اس وقت میں موجود ہیں جب حدثہ ہو رہا ہے انہیں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ وغیرہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی یا آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی مثلوں سے۔

پھر اسی بات کو اللہ نے ایک اور پہلو سے بھی قرآن میں سامنے لا رکھا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ. الانعام ۶۷

تمام کی تمام نبا کے لیے ان کا وقت مقرر ہے یعنی تمام کے تمام وہ واقعات جن کا علم صرف اور صرف اللہ کے ہاں ہے جو کہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک ہونے والے تمام کے تمام واقعات ہیں ان تمام کے تمام واقعات کا علم ظاہر کیے جانے کا اپنا اپنا وقت ہے جب تک کسی واقعے کے بارے میں اس علم ظاہر کرنے کا وقت نہیں آ جاتا تب تک اس کا علم ظاہر نہیں کیا جائے گا اور جیسے جیسے ان میں سے جو جو حدثہ ہو رہا ہے تو اسکا علم تمہیں دیا جا رہا ہے۔

یعنی وہی بات کہ جب قرآن میں جتنی بھی آیات ہیں وہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک ہونے والے چھوٹے سے چھوٹے واقعے سے لیکر بڑے سے بڑے واقعے کی تاریخ پر مبنی ہیں تو کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ واقعہ نہیں ہوجاتا جیسے ہی وہ واقعہ ہورہا ہوگا تو قرآن کی اس واقعے کی تاریخ پرمبنی آیت بیّن کی جارہی ہوگی جس سے یاد آجائے گا کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتاردی گئی تھی۔ یوں جیسے جیسے نبا کا مستقر آتا چلا جارہا ہے یعنی جیسے جیسے واقعات ہوتے چلے جارہے ہیں اوران کے علم کے ظاہر کیے جانے کا وقت آتا جارہا ہے تو ویسے ویسے وہ علم دیا جارہا ہے جو اس سے پہلے اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں تھا۔

اب آپ خود فیصلہ کریں اگران لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے جو اللہ نے اتارا ایک ہی کتاب اتاری اور کوئی کتاب ہے ہی نہیں، اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے مثانی ہے تو کیا یہ لوگ ایسی بات کرتے؟ اگران کو علم ہوتا کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں یعنی وہ جو اس قرآن کے نزول سے پہلے گزر چکے ان کی لائینیں نہیں ہیں بلکہ مثلیں ہیں قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ اتاری تھی سلف کی مثلوں سے جو اس قرآن سے پہلے تھے ان کی مثلوں سے اور قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہوجاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو کیا یہ لوگ ایسی بات کرتے کہ اس اکیلے کو قرآن کیسے سمجھ آ گیا؟ جو جو بھی اعتراضات یہ اٹھاتے ہیں کیا یہ لوگ ایسے اعتراضات اٹھاتے؟ نہیں بالکل نہیں جس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ نہ تو ان کو علم تھا کہ قرآن کیا ہے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد کو علم تھا۔ نہ ہی ان کو علم تھا کہ ہدایت کیا ہے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد کو علم تھا کہ ہدایت کیا ہے حق کیا ہے۔

اے عقل کے اندھو جب یہ تاریخ ہے ہی میری جو کہ اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں تو پھر میری بعثت سے قبل کون قرآن کی ان آیات کو بیّن کرسکتا تھا؟ کیا تم لوگوں نے قرآن کی درج ذیل آیات کو نہیں دیکھا۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ. الزمر ۲۷

اور تحقیق کہ جسے ہم نے سامنے رکھا لیکن اسے چھپادیا گیا اسے چھپادینے کے باوجود پھر سامنے لے آئے ہم لوگوں کے لیے اس قرآن میں تمام کا تمام مثلوں سے۔

اب ذرا غور کرو کیا اللہ نے محمد اپنے رسول کے ذریعے حق کھول کھول کر سامنے نہیں لا رکھا تھا؟ اور آج میری بعثت سے قبل کیا بالکل عین اسی طرح حق واضح تھا؟ یا پھر اس پر باطل کو چڑھا دیا گیا اور حق مکمل طور پر چھپ چکا تھا؟ جب حق مکمل طور پر چھپ چکا تھا تو پھر اللہ نے پھر سے حق کو کھول کھول کر سامنے لانے کا کہا یعنی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران دوبار ایسا ہونا تھا جس میں سے ایک بار تو محمد کے ذریعے محمد کے وقت ہوا اور دوسرا کہاں گیا؟ کیا دوسری بار اللہ نے اسی طرح حق کھول کھول کر سامنے نہیں لانا تھا؟ جو کچھ بھی اس قرآن میں ہے وہ کھول کھول کر سامنے نہیں لا رکھنا تھا؟ جب قرآن خود کہہ رہا ہے تو پھر ذرا غور کرو میں کون ہوں؟ اور پھر کیا تم لوگوں نے اسی قرآن کی ہی سورۃ الجمعہ میں نہیں دیکھا؟ جس میں اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی واضح کردیا تھا کہ آخرین میں بھی بالکل عین اسی طرح رسول بعث کیا جائے گا جیسے اولین میں محمد کو بعث کیا گیا جیسا کہ درج ذیل آیات تمہارے سامنے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. الجمعه ۲، ۳

ان آیات میں بالکل دوٹوک الفاظ میں نہ صرف یہ بات واضح کردی کہ رسول کب بعث کیا جاتا ہے بلکہ یہ بھی واضح کردیا کہ جس طرح اولین میں یعنی محمد رسول اللہ کو بعث کیا گیا بالکل عین اسی طرح آخرین میں بھی اللہ اپنا رسول بعث کرے گا فطرت تم میں سے ہی اپنا ایک نمائندہ یعنی رسول کھڑا کرے گی اور جیسا کہ پہلے ہی واضح کردیا گیا کہ جب تک یہ واقعہ ہونا نہیں تھا تب تک یہ آیات بیّن ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔

اب جب یہ واقعہ رونما ہوچکا میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ تم میں تمہی سے بعث کیا جاچکا تو پھر ظاہر ہے میری دعوت تمہیں بالکل ایک نیا دین ہی نظر آئے گی کیونکہ تم لوگ ہو ہی ضلالٍ مبینٍ میں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں اور میری بعثت سے قبل یہ سب کیسے ہوسکتا تھا، قرآن کو اللہ کی آیات کو کون کھول کھول کر واضح کرسکتا تھا؟ اس لیے تمہارا یہ اعتراض نہ صرف بے بنیاد و باطل ہے بلکہ تمہارا اعتراض خود چیخ چیخ کر یہ اعلان کررہا ہے کہ تم ضلالٍ مبینٍ میں ہو تم میں سے کسی ایک کو بھی علم

نہیں کہ حق آخر ہے کیا۔ نہ تمہیں علم تھا کہ قرآن کیا ہے اور نہ ہی تمہارے آباؤاجداد کو، تم بھی گمراہ اور تمہارے آباؤاجداد بھی گمراہ تھے۔
قرآن میری تاریخ سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ تم پیچھے پوری کتاب میں بھی جان چکے ہو اس لیے دنیا کی کوئی بھی طاقت میری دعوت کو غلط ثابت نہیں کر سکتی جان لو تمہیں حق کو ماننا ہی پڑے گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ کیا اسی قرآن میں اللہ نے بالکل کھول کر یہ واضح نہیں کر دیا کہ تمہارے آخرین میں یعنی آج تم میں تمہی سے رسول بعث کرنا تھا اور پھر ظاہر ہے جو شیاطین مجرمین ہیں وہ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو وہی رسول ظاہر کریں گے تو اللہ کے ہاں سے کون ہوگا اس کی پہچان بھی اللہ نے واضح کر دی تاکہ تم کسی کذاب کے دجل کا شکار مت ہو جانا کہ اللہ کے ہاں سے وہ ہے کہ جس کی اس میں تصدیق موجود ہو کتاب اللہ میں سے جس کے ساتھ تم لوگوں کی راہنمائی کے دعویدار بنے ہوئے ہو جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔ تو دیکھو وہ کیا ہے کیا یہی قرآن نہیں ہے؟ تو دیکھو کیا پورے کا پورا قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق نہیں کر رہا؟ کیا تم میری دعوت میں اختلاف پا رہے ہو؟ جب پورے کا پورا قرآن میری تصدیق کر رہا ہے میری تاریخ سے بھرا پڑا ہے تمہیں کھول کھول کر یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی بعثت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا تو پھر تم کدھر پھرے جا رہے ہو؟ یہ بے بنیاد و باطل قسم کے اعتراض کیوں اٹھا رہے ہو جو تمہاری اپنی حقیقت عیاں کر رہے ہیں کہ تم ضلالٍ مبینٍ میں ہو۔
جان لو آج تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو تم پر ہماری آیات کو ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور اگر پھر بھی تم لوگ کفر ہی کرتے ہو ہمارے رسول سے کذب ہی کرتے ہو تو پھر جان لو ہمارے رسول کے ذمے صرف اور صرف کھول کھول کر پہنچا دینا ہے جیسے ہی ہمارا رسول اپنی ذمہ داری کو پورا کر لے گا تو تب ہم تمہیں منوائیں گے پھر دیکھتے ہیں کہ تم کیسے نہیں مانتے تب تم ماننے کی ضد کرو گے لیکن تب تمہارا ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا۔
اگر کفر کرتے ہو تو ضرور کرو لیکن پہلے یہ جان لو کہ کیا اس کا کفر کرنا حق ہے؟ کیا تم نے اسے غلط ثابت کر دیا؟ اسے باطل ثابت کر دیا؟ اگر تو تم اسے غلط ثابت کر دو تو بلاشک و شبہ جو غلط ثابت ہو جائے اس کا کفر ہی کیا جائے گا لیکن اگر تم ہمارے رسول کو غلط ثابت نہیں کر سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لو خواہ تمام کے تمام انسانوں کو اس مقصد کے لیے اکٹھا کر لو ان سے معاونت حاصل کر لو تو پھر تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ تم ہمارے رسول سے کفر کرو؟ تم ہمارا کفر کر رہے ہو، تم میرا کذب کر رہے ہو جان لو یہ تم لوگ استکبار کر رہے ہو اور ایسے پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ وہ جو تم سے پہلے تھے وہ بھی ایسا کر چکے انہی کی مثلوں سے آج تمہاری تاریخ اتاری تھی تو جان لو تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

اب آتے ہیں قرآن میں الصلاۃ سے متعلق ایسی تمام آیات کی طرف اور انہیں آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ النساء ۴۳
اللہ ان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جو اللہ کی بات اللہ کی دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ بات کرتا کیسے ہے؟ اللہ کلام کرتا کیسے ہے؟ حق بالکل کھول کر واضح ہو جانے کے بعد کوئی بھی یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے کلام کر رہا ہے کیونکہ قرآن خود یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے اسے تم سن، دیکھ اور پڑھ تو رہے ہو لیکن اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے بیّن نہیں کر سکتا یعنی اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے ہر لحاظ سے مکمل طور پر کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔ جب قرآن متشابہاً ہے تو ظاہر ہے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ سے یا اللہ اس کیساتھ اس قرآن کے ذریعے کلام کر رہا ہے اور اگر اس کے باوجود کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو اسے خود کو سچا ثابت کرنا ہوگا جو کہ وہ کبھی بھی نہیں کر سکتا۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کس طرح کلام کر رہا ہے یعنی اللہ کس طرح کس ذریعے سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری بات کو مان رہے ہو جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو، تو اس کا جواب بھی قرآن میں ہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتار دیا گیا تھا کہ لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ خود کو معیار بنا کر ہر

کسی کا اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور پھر نتیجہ وہی نکلتا ہے جو پہلے سے ہی طے شدہ ہے یعنی جو وہ خود ہوتے ہیں۔ آج آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور کانوں سے سن رہے ہیں اکثریت کا دعویٰ ہے کہ اللہ کلام نہیں کرتا اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہوا ہے اور یہ لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں اس پر بھی بات کریں گے لیکن آپ پر واضح کر دیں کہ آج ہی کی تاریخ کو اللہ نے اس قرآن میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتار دیا تھا جو آج اکثریت کہہ رہی ہے کہ اللہ کلام نہیں کرتا اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہوا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ. البقرة ۱۱۸

اور کہا ان لوگوں نے جو غور و فکر نہیں کر رہے جس وجہ سے انہیں علم حاصل نہیں ہو رہا کہ نہیں اللہ کلام کر رہا اگر اللہ کلام کر رہا ہوتا تو اللہ ہم سے کلام کرتا یعنی ہم سے اللہ کلام نہیں کر رہا اس لیے اللہ کلام نہیں کر رہا ہے اللہ نے کلام کا دروازہ ہی بند کر دیا ہوا ہے اگر اللہ کلام کر رہا ہوتا تو اللہ ہم سے کلام کر رہا ہوتا۔ یہ ان لوگوں کا کہنا ہے جنہیں سننے کے لیے کان دیئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی لیکن یہ اللہ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے انہیں یہ صلاحیتیں دیں کہ یہ ان سے غور و فکر کرتے اور ان پر واضح ہو جاتا کہ اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ یہ محض ان لوگوں کے منہ سے خارج ہونے والی ہوا ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں یوں یہ لوگ خود اپنے آپ کو معیار بنا کر ہر کسی کا اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ نے محمد پر کلام کرنے کا دروازہ ہی بند کر دیا محمد کے بعد اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا اور نہ ہی اللہ کلام کر رہا ہے اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ اس سے اللہ کلام کر رہا ہے تو پھر یہ لوگ اس پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

اب ان کے اس دعوے کے برعکس اللہ کا اسی قرآن میں کیا کہنا ہے وہ بھی آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ. الشورىٰ ۵۱

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اور نہیں اللہ نے قانون میں کیا کسی ایک بھی بشر کے لیے کہ اللہ اس سے کلام کرتا یعنی قرآن میں اللہ کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے ایسا قانون میں ہی نہیں کیا کہ اللہ کسی ایک بھی بشر سے کلام کرتا لیکن اگر ہم دیکھیں تو اس دنیا کا کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں ملے گا کہ جو اس بات کا دعویدار نہ ہو کہ نہیں اللہ نے اس سے پہلے بہت سے بشر ایسے ہیں جن سے کلام کیا یعنی جنہیں اللہ کے رسول کہا جاتا ہے۔

اب ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ایک بات کہے وہ بات غلط ہو اور انسان اللہ کے برعکس بات کریں تو اللہ جھوٹا ثابت ہو جائے اور انسان سچے ہوں؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں تو یہی نظر آ رہا ہے اللہ کہہ رہا ہے کہ اللہ نے کسی ایک بھی بشر سے کلام کرنا قانون میں کیا ہی نہیں تو اللہ یہ دعویٰ نہیں کر رہا بلکہ اللہ انسانوں سے کلام کرتے ہوئے یہ بات کر رہا ہے۔ انسان دعویٰ کر رہے ہیں کہ اللہ کلام نہیں کر رہا کسی کا کہنا ہے کہ اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ موسیٰ پر بند کر دیا، کسی کا کہنا ہے کہ عیسیٰ پر اور ایسے ہی کسی کا کہنا ہے کہ محمد پر۔ اکثریت کا کہنا ہے کہ اللہ کلام نہیں کر رہا اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ بند کر دیا اور اللہ ایسا دعویٰ کرنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے ان پر سوال اٹھا رہا ہے تمہارا کہنا ہے کہ اللہ کلام نہیں کر رہا تو میں کہتا ہوں اللہ نے کسی ایک بھی بشر سے کلام نہیں کیا تو ایسے تمام تر انسانوں کا آگے سے کہنا ہے کہ نہیں اللہ نے پہلے بہت سے بشر ایسے ہیں جن سے کلام کیا لیکن اب دروازہ بند کر دیا ہوا ہے یوں یہ لوگ خود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ نے بشر سے کلام کرنا قانون میں کیا ہے۔

تو یہی آگے سے اللہ انہیں کہہ رہا ہے کہ اے عقل کے اندھو اگر اللہ کلام نہ کرتا تو اللہ کسی ایک بھی بشر سے کلام نہ کرتا اور جب تم خود اس بات کو تسلیم کر رہے ہو کہ اللہ نے پہلے بہت سے بشر ایسے ہیں جن سے کلام کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اللہ نے بشر کیساتھ کلام کرنا قدر میں کیا ہے اسی لیے تو اللہ نے ان سے کلام کیا۔ اب جو اللہ نے قانون میں کیا ہے جو اللہ نے قدر میں کر دیا اللہ اس کے خلاف کیوں کرے گا؟ اسی کا اللہ نے آیت کے اگلے حصے میں ذکر کیا اِلَّا یعنی اللہ اگر کلام نہ کرتا تو کسی ایک بھی بشر سے کلام نہ کرتا مگر یہ حق نہیں ہے حق یہ ہے کہ اللہ نے اگر کسی بشر سے کلام کیا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے بشر کیساتھ کلام کرنا قانون میں کیا ہوا ہے یہ قدر میں ہے اور جو قدر میں ہے وہ نہ ہو یا وہ ہونا بند ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے اور آگے واضح کر دیا کہ اللہ کیسے ہر بشر سے کلام کر رہا ہے وَحْيًا اللہ بشر کیساتھ کلام کرتا ہے وحی کے ذریعے اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اور کیا طریقہ ہے، جس طریقے

سے اللہ کلام کرتا ہے بشر کے سامنے پردے ہوتے ہیں پردوں کے پیچھے سے اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا اور کیا طریقہ ہے جس طریقے سے اللہ کلام کرتا ہے اللہ بھیجتا ہے ایک رسول جس کے ذریعے اللہ انسانوں سے کلام کر رہا ہوتا ہے فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ پس وحی کیا جا رہا ہوتا ہے اسی کے اذن سے جو اس کا قانون ہے یعنی ایسا بشر جو اللہ کا رسول ہوتا ہے اس کی طرف وحی کیسے کی جا رہی ہوتی ہے اس کے لیے اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ کا ایک قانون ہے جو بشر اس قانون پر پورا اترتا ہے تو اللہ ملائکہ کو اس کی طرف وحی کی اجازت دے دیتا ہے اور رسول کی پہچان بھی آگے واضح کر دی کہ رسول کی پہچان کیا ہے وہ کون سا بشر ہے جس کی زبان پر اللہ بول رہا ہوتا ہے اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ اس میں کچھ شک نہیں رسول جب بھیجا جاتا ہے تو رسول جب تک موجود ہے ہر کام حکمہ سے کر رہا ہے اور اس حکمہ میں اس سے اوپر کوئی نہیں ہوتا وہ حکمہ میں اوپر ہوتا ہے یعنی وہ ہر کام انتہائی باریک بینی اور انتہائی احسن طریقے سے کر رہا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ اللہ اگر کلام نہ کرتا تو کسی ایک بھی بشر سے کلام نہ کرتا لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے اللہ نے بہت سے بشر ایسے ہیں جن سے کلام کیا اور جب اللہ نے کلام کیا تو ایسا صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اللہ نے بشر سے کلام کرنا قدر میں کر دیا اور پھر آگے اللہ نے اپنا قانون واضح کر دیا کہ اللہ کس طرح ہر بشر سے کلام کر رہا ہے اس میں پہلا طریقہ ہے بذریعہ وحی جس کے لیے بشر کو اس مقام پر پہنچنا پڑتا ہے وہ درجہ حاصل کرنا پڑتا ہے، دوسرا طریقہ ہے پردوں کے پیچھے سے اور تیسرا طریقہ ہے اللہ ایک رسول بھیجتا ہے جس کے ذریعے سے ہر بشر سے کلام کر رہا ہوتا ہے اکثریت انسانوں کی ہوتی ہے اس لیے وہ اس بشر کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھتے ہیں یوں وہ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں کہ اس بشر کی صورت میں اللہ ان سے کلام کر رہا ہے اللہ ان سے بات کر رہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اب جب اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری بات کو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہونی چاہیے کہ اللہ ایسا اپنے بشر رسول کے ذریعے کہہ رہا ہے، انہی میں سے ایک بشر ہے جو حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو الصلاۃ کیا ہے اسے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور جو خود اپنی زبان سے یہ اقرار کرے کہ وہ رسول نہیں تو پھر اس کی بات کیسے مانی جا سکتی ہے؟ کیونکہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ ہے وہ رسول جو ایک ایک کر کے بعث کیا جاتا ہے تب جب جب امّیین ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں۔ جو اللہ کا رسول نہیں اور نہ ہی اللہ کے رسول کے فلٹر سے نکل کر ہی آنے والا ہے یہ آیت اس کی تاریخ نہیں ہے اس لیے جن جن لوگوں نے بھی اس آیت یا ایسی آیات کے تراجم وتفاسیر کیے وہ من گھڑت بے بنیاد و باطل ہیں جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ایسے تمام کے تمام لوگ شیاطین تھے اور تراجم وتفاسیر کی صورت میں شیاطین کا کلام ہے۔

اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری بات کو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کیا کر رہے ہو؟ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو الصلاۃ تھی جس کے قریب جا رہے ہو اس لیے اس کے قریب بھی نہ جاؤ اور نہ ہی تم الصلاۃ کے قریب جا سکتے ہو وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى اور تم ابھی اس حالت میں ہو کہ تم سکر میں ہو یعنی تم ایسی حالت میں ہو کہ تمہیں کسی بات کا علم ہی نہیں تم جو بھی کام کر رہے ہو اگر تمہیں اس کے بارے میں سوال کر لیا جائے تو تم سوال کا جواب نہیں دے سکو گے تم آگے سے لاجواب ہو جاؤ گے یعنی تم بغیر علم کے اعمال انجام دے رہے ہو جو تم کر رہے ہو اس کا تمہیں علم ہی نہیں اس لیے کسی بھی عمل کے قریب بھی مت جاؤ حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اس وقت تک تم الصلاۃ کے قریب بھی مت جاؤ جب تک کہ تم اس کا مکمل علم نہیں دیئے جا رہے جو کرنے کا تم کہہ رہے ہو یعنی اگر تم کوئی کام کرتے ہو اور تم سے سوال کیا جائے کہ یہ تم کیا کر رہے ہو تو تم جواب دیتے ہو میں الصلاۃ قائم کر رہا ہوں حالانکہ تم نماز کے نام پر عمل کر رہے ہو اور تم سے اگر الصلاۃ پر سوالات کر لیے جائیں کہ بتاؤ ذرا الصلاۃ ہے کیا؟ اسی طرح تم سے پوچھا جائے کہ یہ کیا کر رہے ہو اور تم کہتے ہو کہ ہم صیام کر رہے ہیں اور اگر تم سے سوال کر لیا جائے کہ صیام ہوتے کیا ہیں ان کا مقصد کیا ہے تو تمہارے پاس جواب نہیں ہوگا الٹا تم لاجواب ہو جاؤ گے۔ تو جب تک تم ایسی حالت میں تم نے کوئی بھی عمل نہیں کرنا یعنی اس وقت تک کسی بھی کام کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ اس کے بارے میں تمہیں اللہ کی طرف سے مکمل علم نہیں دے دیا جاتا تم مطمئن نہیں ہو جاتے کیونکہ جان لو آسمانوں وزمین میں المیزان وضع کیا ہوا ہے اگر تم نے بغیر علم کے کوئی ایک بھی عمل کیا خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو تو المیزان میں خسارہ ہوگا جس کی وجہ سے آسمانوں وزمین میں خرابیاں ہو کر بالآخر تباہیاں آئیں گی جس کے ذمہ دار تم ہو گے وَلَا جُنُبًا اور نہ ہی تم نے اس وقت الصلاۃ کے قریب بھی جانا ہے جب کہ تم جنباً ہو۔ جنباً کہتے ہیں وجود کا خالص نہ ہونے کو

وجود میں گند ہونے کو کہ ابھی تمہارا وجود گند سے پاک نہیں ہے تم ابھی امپیور رہو اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ مگر تم ان رستوں پر چل رہے ہو ان طریقوں پر چل رہے ہو جن پر چلنے سے تم سے گند نکل نہیں جاتا حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا یہاں تک کہ تم ان طریقوں پر عمل کرتے ہوئے غسل نہیں کر لیتے یعنی تمہارا وجود مکمل طور پر گند سے پاک نہیں ہو جاتا۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں غسل کو جاننا بہت لازم ہے کیونکہ جن کو یہ علم نہیں کہ قرآن متشابہاً ہے انہوں نے غسل سے مراد وہی لیا جس کو یہ لوگ غسل سمجھتے ہیں اوران کے نزدیک غسل کا مطلب ہے باہر سے اپنے جسم پر پانی ڈال کر صاف کر لینا جسے نہانہ کہتے ہیں۔ اب یہیں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ غسل ہے تو ذرا خود غور کریں اگر آپ کا اندر گند سے بھرا ہوا ہے آپ نے خنزیر کھا کھا کر خبائث کھا کر اپنا جسم بنایا ہوا ہے تو کیا باہر سے پانی ڈال کر جتنا جی چاہیں جسم کو رگڑ لیں وہ پاک ہو جائے گا؟ جو اندر گند بھرا پڑا ہے وہ اندر سے نکل جائے گا؟ جب پورا وجود ہی خبائث کھا کھا کر بنایا ہوا ہے تو کیا باہر سے پانی ڈال کر رگڑنے سے وجود خبائث سے پاک ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو یہ غسل کیسے ہو گیا؟

غسل کا تو معنی ہی یہ ہے کہ جسم کا مکمل طور پر طیب ہو جانا اس میں سے تمام تر خبائث کا نکل کر بالکل خالص طیب بن جانا، خبائث سے پاک ہو جانا۔ جب آپ اندر سے گندے ہیں آپ کا جسم خبائث سے بنا ہوا ہے تو باہر جتنا جی چاہے آپ پانی ڈال لیں، جیسے جی چاہے شیمپو اور صابن استعمال کر لیں، جتنے جی چاہے عطر استعمال کر لیں آپ کا غسل نہیں ہو گا آپ گندے کے گندے ہی رہے ہیں۔ اس لیے یہ بات جان لیں کہ غسل کہتے ہیں ایسے طریقوں پر عمل کرنے کو جس سے جسم مکمل طور پر خبائث سے پاک ہو جائے۔

پھر آگے اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ غسل ہو جانے اور غسل نہ ہونے کی پہچان کیا ہے؟ کیسے پتہ چلے گا کہ تمہارا غسل ہو گیا یا ابھی غسل نہیں ہوا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اور اگر تمہیں مرض ہے تو تمہارا غسل نہیں ہوا اس صورت میں بھی تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا۔ اب یہاں مرض کو بھی سمجھنا بہت بہت ضروری ہے کیوں کہ مرض کا معنی کیا جاتا ہے بیمار ہونا لیکن مرض بیمار ہونے کو نہیں کہتے بلکہ مرض کہتے ہیں ایسی خامی، خرابی یا نقص وغیرہ کو جو وجود کو جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا گیا ہے اسے پورا کرنے کے قابل نہ رہنے دے، وجود کو اس مقصد کو پورا کرنے سے عاجز کر دے اسے اس مقصد کے قابل نہ رہنے دے۔ کوئی بھی ایسی شئے جو وجود کو اس کے مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہنے دے اسے عاجز کر دے اس کے لیے مقصد کو پورا کرنا مشکل کر دے وہ مرض کہلاتی ہے۔ مثلاً اگر آپ جسمانی طور پر بیمار ہو تو بھی آپ مقصد کو پورا نہیں کر سکتے ایسے ہی اگر آپ کے دل میں کوئی لالچ ہو تو وہ لالچ آپ کو مقصد سے غافل کر دے گا آپ کو مقصد کو پورا کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑے گا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

اور اگر تمہیں مرض ہے یعنی تم جسمانی طور پر ذمہ داری کے قابل نہیں ہو یا ابھی بھی تمہارے دلوں میں دنیاوی مال و متاع کا لالچ ہے تو تمہارا ابھی غسل نہیں ہوا اس لیے ایسی حالت میں تم الصلاۃ کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ تم ابھی الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں ہو تمہاری یہ کمزوری تمہارے ساتھ ساتھ پورے وجود کے لیے تباہ کن ثابت ہو گی اگر تم میں ابھی بھی دنیاوی مال و متاع کے لالچ والا مرض ہے وہ تمہاری کمزوری ہے تو تم کل کو اس کا شکار ہو کر الصلاۃ کی بجائے فساد کرو گے اس لیے پہلے غسل کرو یعنی خود کو ان خامیوں سے مکمل طور پر پاک کرو اَوْ اور کیا ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ تمہارا ابھی غسل نہیں ہوا تم ابھی الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں ہوئے عَلٰى سَفَرٍ جتنے بھی سفر ہیں ان میں سے کسی بھی سفر پر ہو تو الصلاۃ کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ ابھی تم الصلاۃ قائم کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے۔

یہاں سفر کو بھی آپ کے لیے جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں سفراً نہیں بلکہ سفرٍ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ سفراً کا معنی ہے ایک ہی سفر اور اس کے برعکس سفرٍ کا معنی ہے جتنے بھی سفر ہو سکتے ہیں یعنی کُل کا صیغہ ہے۔ تمام تر تراجم و تفاسیر میں شیاطین نے اس کا ترجمہ و معنی ایک ہی سفر کیا اور اس سے مراد وہی لیا جسے اکثریت سفر سمجھتی ہے حالانکہ ایک تو آیت میں واحد نہیں بلکہ جمع کُل کا صیغہ ہے اور دوسری بات کہ سفر کے معنی ہیں کسی شئے کا جب اپنی منزل کی طرف بڑھنا تو اس وقت تک وہ جن مراحل سے گزرے گی جب تک کہ وہ منزل پر نہیں پہنچ جاتی سفر کہلائے گا۔ مثال کے طور پر اگر آپ کوئی کام سیکھنا چاہتے ہیں تو جو بھی کام آپ سیکھنا چاہتے ہیں وہ آپ کی فی الحال منزل ہو گئی اب جب تک آپ اپنی منزل کو پا نہیں لیتے تب تک آپ جن جن مراحل سے گزر رہے ہوں گے وہ سفر کہلائے گا۔ یہاں اس آیت میں جن سفروں کی بات کی گئی انہیں سمجھنے کے لیے پہلے آپ کو اپنی منزل

کوسامنے رکھنا ہوگا اور آپ کی منزل ہے الصلاۃ کے قیام کے لیے خود کو الصلاۃ کے قابل بنانا جس کے لیے آپ کی منزل ثابت ہوتی ہے غسل یعنی آپ کو ہر لحاظ سے اپنے وجود کو خبائث سے پاک کرنا ہے اور الصلاۃ قائم کرنے کے قابل بننے کے لیے جس جس تربیت کی ضرورت ہے جن جن مراحل سے گزرنا پڑے گا وہ تمام کے تمام مراحل آپ کے سفر کہلائیں گے جب تک کہ آپ اپنی منزل کو نہیں پا لیتے یعنی آپ الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں بن جاتے۔

اب یہ بات واضح کر دی گئی کہ جب تک آپ کسی بھی سفر پر ہیں یعنی الصلاۃ قائم کرنے کے قابل ہونے کے لیے آپ کسی بھی سطح پر ابھی کسی مرحلے سے گزر رہے ہیں اپنی منزل پر نہیں پہنچے مکمل طور پر آپ الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں ہوئے تو نہ صرف آپ کا ابھی غسل نہیں ہوا بلکہ آپ نے تب تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ آپ کسی بھی سفر پر ہیں اور پھر وہ سفر کیا ہیں ان کا بھی آگے ذکر کر دیا اَوْ اور کیا ہے جس کی موجودگی میں تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم غسل نہ کرلو یعنی اور کیا ہے جس کے لیے الصلاۃ کے قریب جانے سے پہلے غسل لازم ہے جب تک غسل نہیں کر لیتے تب تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ آتا ہے تم میں سے کوئی ایک بھی الغائط سے یعنی ایسی جگہ سے جہاں طیب رزق موجود نہیں جہاں خبائث ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہ جائے جب تک کہ وہ غسل نہ کرلے یعنی وہ یہاں پر طیب جگہ پر طیب کیساتھ غسل نہ کر لے طیب رزق سے اپنے وجود کو خبائث سے پاک کر کے طیب نہ بنالے اَوْ اور کیا ہے جس حالت میں تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا، جو واضح کر رہا ہے کہ تمہارا ابھی تک غسل نہیں ہوا تمہیں ابھی غسل کی ضرورت ہے لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ تم کو ابھی بھی عورتوں کو مس کرنے کا مرض لاحق ہے یعنی تم عورتوں کی طرف کھنچے چلے جاتے ہو جب تک کہ تم غسل نہیں کر لیتے یعنی خود کو اس مرض سے پاک نہیں کر لیتے اس سفر کو طے نہیں کر لیتے کہ تمہارے اندر سے یہ عورت کا لالچ عورت والی کمزوری ختم نہیں ہو جاتی تب تک تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا۔

یہاں کہیں بھی وہ نہیں کہا گیا جو تمام تر تراجم و تفاسیر میں موجود ہے کہ جب تم عورتوں کے ساتھ ہمبستری کرتے ہو تو الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کو آپ اس وقت تک سمجھ ہی نہیں سکتے جب تک کہ آپ الصلاۃ کو نہیں سمجھ لیتے اور نہ ہی باقی جو کچھ بھی اس آیت میں کہا گیا ہے اسے سمجھ سکتے ہیں جب تک کہ آپ الصلاۃ کو نہیں سمجھ لیتے اور اگر آپ نے الصلاۃ کو سمجھ لیا تو یہ سب سمجھنا بھی آپ کے لیے بالکل آسان ہو جائے گا اور آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کا مطلب کیا ہے۔

الصلاۃ جب بھی ضائع ہوتی ہے تو اس کی یہی وجوہات ہوتی ہیں جو اس آیت میں واضح کر دی گئیں۔ اللہ کا رسول آتا ہے وہ لوگوں پر حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے یوں کچھ بشر اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور ایک امت یعنی وجود کی مانند منظم ترین گروہ وجود میں آتا ہے یوں وہ الصلاۃ قائم کرتے ہیں انہیں زمین میں مکن دیا جاتا ہے وہ ہر شئے کو اس کے مقام پر قائم کرتے ہیں ہر انسان کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں جس سے بہترین معاشرہ وجود میں آتا ہے یہ ہوتی ہے الصلاۃ یعنی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کر دیا گیا جس سے اصلاح ہوتی ہے یعنی اگر خرابیاں تھیں تو وہ دور ہو کر زمین اور اس میں ہر شئے ٹھیک ہو جاتی ہے لیکن پھر جو خلف ہوتے ہیں یعنی جو بعد والے آتے ہیں جن کو الصلاۃ پکی پکائی کھیر کی مانند پلیٹ میں ملتی ہے تو آیت میں واضح کردہ کمزوریوں کی وجہ سے الصلاۃ کو ضائع کر دیا جاتا ہے جن میں سے ایک عورتوں کی طرف رغبت ہے۔ دشمن شیاطین قوتوں کی طرف سے اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہی کے ہاتھوں سے الصلاۃ کو فساد میں بدل دیا جاتا ہے۔

یہی کہا گیا کہ اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ عورتوں کی طرف رغبت والی بیماری موجود ہے کیونکہ اگر کسی ایسے شخص کو کوئی ذمہ داری دی جو ابھی اس حالت میں ہے کہ عورت اس کی کمزوری ہے تو وہ الصلاۃ کو ضائع کر دے گا وہ اگر کسی ایسے عہدے پر ہوا جس کا تعلق براہ راست عام عوام کیساتھ ہو تو وہ عورتوں کی طرف نہ صرف مائل ہوگا بلکہ اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتے ہوئے عورتوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھائے گا اس لیے اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم غسل نہیں کر لیتے مکمل طور پر ہر طرح کی خامی، خرابی و نقص یعنی خبائث سے پاک ہو کر طیب نہیں ہو جاتے الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں بن جاتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل کیسے کیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب بالکل آسان ہے غسل کرنے کا ایک نہیں بلکہ دو طریقے ہیں جیسا کہ آیت میں پیچھے واضح کر

دیا گیا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا. سَبِیْلٍ سبیل کی لام کے نیچے دو زیروں کا استعمال کیا گیا جس سے یہ کُل کا صیغہ بن جاتا ہے جس کا معنی ہے جتنے بھی رستے ہیں یعنی جتنے بھی ذریعے ہیں غسل کرنے کے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل کرنے کے کتنے طریقے ہیں تو جب آپ شکر کریں یعنی آپ کو جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں جس مقصد کے لیے دی گئیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ غسل کرنے کے یعنی اپنے وجود کو ہر لحاظ سے خبائث سے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں ان میں سے پہلا ذریعہ آپ کا جسم چونکہ پانی سے بنا ہے تو پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے اور دوسرا ذریعہ ہے براہ راست وہ مواد جس سے آپ کا جسم بنتا ہے۔

پہلے بات کرتے ہیں پہلے ذریعے پر اس کے بعد نہ صرف دوسرے ذریعے پر بھی بات کریں گے بلکہ یہ بھی واضح کریں گے کہ الصلاۃ قائم کرنے سے قبل غسل کرنا کیوں لازم ہے۔ اب آتے ہیں غسل کے پہلے ذریعے کی طرف کہ غسل پانی سے کیسے کیا جاتا ہے۔

غسل کا معنی تو آپ پہلے ہی جان چکے ہیں کہ غسل کہتے ہیں اپنے وجود کو یعنی اپنے جسم کو مکمل طور پر خبائث سے پاک کرنا، اپنے جسم سے تمام تر گند کو نکال کر جتنا بھی خبث ہے اسے نکال کر جسم کو بالکل پاک کر دینا جسم کو طیب بنانا۔ اب جسم کو کیسے خبائث سے پاک کیا جائے گا، جسم کو کیسے گند سے پاک کیا جائے گا اسے آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ اپنی خلق میں غور نہیں کرتے کہ آپ کیسے خلق کیے گئے آپ کیسے خلق کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً اسی کا ذکر اس سورۃ کے شروع میں ہی کر دیا گیا یعنی سورۃ النساء کی سب سے پہلی آیت ہی اسی پر ہے کہ آپ کو کیسے خلق کیا جا رہا ہے جس سے آپ پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ خود کو خبائث سے کیسے بھر دیتے ہیں اور پھر کیسے آپ جسم کو خبائث سے پاک کر سکتے ہیں جیسا کہ ذیل میں سورۃ النساء کی پہلی ہی آیت آپ کے سامنے ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً . النساء ا

اللہ اپنے رسول کے ذریعے کہہ رہا ہے یعنی جب اللہ نے اپنا رسول بعث کیا تب جو لوگ بھی موجود ہیں انہیں اللہ کا رسول کہہ رہا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے وہ لوگو! جو اس وقت موجود ہو اتَّقُوْا یہ جو بھی اعمال تم کر رہے ہو کس سے بچ رہے ہو؟ یعنی تم دنیا کی چھوٹی چھوٹی تکالیف سے بچ رہے ہو جس کے لیے تم جو اعمال کر رہے ہو ذرا اپنے ان اعمال کو تو دیکھو یہ تم آسمانوں و زمین میں فساد کر رہے ہو رَبَّكُمُ ربّ ہے تمہارا یعنی ذرا غور کرو یہ جو تم دنیاوی چھوٹی چھوٹی مشکلوں سے تکالیف سے بچنے کے لیے جو اعمال کر رہے ہو جو کہ مفسد اعمال ہیں یہ جو آسمانوں و زمین میں فساد کر رہے ہو یہی وجود ہی تو تمہارا ربّ ہے کیا فطرت نے ہی تمہیں وجود میں نہیں لایا؟ کیا فطرت ہی نہیں ہے جس نے نہ صرف تمہیں وجود میں لایا بلکہ تمہاری جتنی بھی ضروریات تھیں انہیں خلق کر کے تمہیں مہیا کر رہی ہے؟ تو تم کیا کر رہے ہو؟ تم جو تمہارا ربّ ہے جس نے تمہیں وجود میں لایا اسی کیساتھ دشمنی کر رہے ہو فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو لہٰذا جان لو تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ ان دنیاوی چھوٹی موٹی تکالیف سے بچنے کی بجائے جو تمہارا ربّ ہے اس سے بچو الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہ ذات جس نے تمہیں خلق کیا یعنی ''Creat'' کیا جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں اور ایک، اور ایک، اور ایک جتنے بھی اور ایک ہو سکتے ہیں ان سے۔

نَّفْسٍ کُل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں اور نفس کے معنی ہیں جاندار وجود اور وَّاحِدَةٍ بھی کُل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جتنے بھی اور ایک ہو سکتے ہیں یعنی اور ایک، اور ایک، اور ایک، اور ایک، اور ایک یہاں تک کہ تمہاری تخلیق کے لیے جتنے بھی جاندار وجود اور ایک، اور ایک کر کے ہو سکتے ہیں۔ اب جتنے بھی نفس اور ایک، اور ایک، اور ایک کر کے ہو سکتے ہیں وہ کیسے اور ایک، اور ایک ہوتے ہیں اس کی بھی آگے وضاحت کر دی وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور خلق کیا اسی سے اس کا جوڑا، جو نفس یعنی جاندار وجود ہے وہ بھی مؤنث ہے اور اس سے جو جوڑا بنایا جا رہا ہے وہ بھی مؤنث ہے مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً انہی دونوں سے یعنی اور ایک نفس خلق کیا اس سے اور ایک اس سے اور ایک جتنے بھی اور ایک، اور ایک ہو سکتے ہیں سے ہی ایک ایک مرد کر کے بڑی تعداد میں مرد اور ایک ایک عورت کر کے بڑی تعداد میں عورتیں خلق کیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس آیت کیساتھ شیاطین مجرمین نے جو کھلواڑ کیا اسے بھی آپ پر کھول کر واضح کرنا بہت ضروری ہے تا کہ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ان شیاطین مجرمین نے تراجم و تفاسیر کے نام پر کیا کارنامے انجام دیئے۔ ذیل میں شیاطین مجرمین کے تراجم آپ دیکھ رہے ہیں۔

'' لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے

روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ فتح محمد جالندھری

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

احمد رضا خان بریلوی

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔

ابوالاعلیٰ مودودی ‘‘

آپ ان تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں دیکھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا کہ اللہ نے پہلے ایک شخص کو پیدا کیا اور جب آپ ان کی تفاسیر کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے ایک شخص جو کہ پہلا بشر تھا اسے پیدا کیا جس کا نام آدم تھا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا جو کہ ایک عورت تھی جس کا نام حوا تھا یعنی آدم کو بنایا پھر اس پر نیند طاری کر دی اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکال کر اس پر گوشت پوست چڑھا کر ایک عورت جو کہ اسی کا جوڑا ہے بنائی پھر ان دونوں سے پوری دنیا میں کثیر تعداد میں مرد و عورتیں پھیلا دیئے۔

جیسا کہ ہم نے پیچھے یہ بات پہلے ہی آپ کے سامنے رکھ دی تھی کہ ان لوگوں نے خود کو بدلنے کی بجائے قرآن کو بدل ڈالا۔ قرآن آیا تھا انہیں بدلنے لیکن ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ ہمیں خود کو بدلنے کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن کو بدلنے کی ضرورت ہے یوں جو ان کے نسل در نسل چلے آنے والے عقائد و نظریات تھے انہوں نے اپنے انہی عقائد و نظریات کو قرآن پر تراجم و تفاسیر کے نام پر چسپاں کر دیا۔

قرآن نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ اللہ نے پہلے ایک آدم نامی بشر بنایا پھر اس کی پسلی نکال کر اس سے اس کا جوڑا ایک عورت بنائی پھر ان دونوں سے تمام مرد و عورتیں پھیلا دیئے کہ پہلے بہن بھائی آپس میں جنسی تعلق قائم کرتے تھے جو کہ بعد میں روک دیا گیا بلکہ یہ عقیدہ و نظریہ تو قرآن کے نزول سے پہلے ہی موجود تھا یہودیوں اور عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ تھا اور آج بھی ہے جو نسل در نسل چلا آ رہا ہے اور بائبل کے بالکل شروع میں موجود ہے یوں یہ نظریہ قرآن کا نہیں بلکہ بائبل کا ہے جو ان لوگوں نے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا۔

نہ تو محمد اپنی بعثت سے قبل جو کہ ضلالٍ مبینٍ تھیں ان کی تائید و تصدیق کرنے آیا تھا اور نہ ہی محمد نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ان بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کی تائید و تصدیق کی اور نہ ہی قرآن ان کی تائید و تصدیق کے لیے اتارا گیا بلکہ نہ صرف محمد بلکہ قرآن نے بھی ان کے ان عقائد و نظریات کو بے بنیاد و باطل قرار دیتے ہوئے ان کے برعکس حق کھول کھول کر واضح کیا تھا اور قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس وقت کوئی ایمان نہیں لایا تھا سوائے انتہائی قلیل تعداد کے جو کہ انگلیوں پر گنی جا سکنے والی تھی۔ اس وقت کسی نے بھی محمد کی طرف سے کھول کھول کر واضح کردہ حق کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ بعد میں جب ڈنڈا ہاتھ میں آیا تو موت کے ڈر سے ہر کسی نے محض زبان سے ماننے کا اقرار کیا ایمان پھر بھی کوئی نہ لایا۔

قرآن نے یہودیوں و عیسائیوں کے بائبلی عقیدے و نظریے کی تائید و تصدیق نہیں کی بلکہ قرآن تو بشر کو کیسے خلق کیا جا رہا ہے آپ کو کیسے خلق کیا گیا اس بارے میں حق کھول کر سامنے رکھ رہا ہے لیکن ان لوگوں نے شیاطین مجرمین نے تراجم و تفاسیر کے نام پر اپنے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو قرآن سے منسوب کر دیا۔

دیکھیں قرآن ان کے تراجم کے نام پر کیے جانے والے دجل کو کیسے چاک کر کے آپ پر حق بالکل کھول کر واضح کرتا ہے۔

ان کا پہلا دجل یہ ہے کہ ان لوگوں نے پیدا کیا ترجمہ کیا حالانکہ عربی میں لفظ ’’خلق‘‘ ہے جس کے معنی ہیں کریئٹ Creat کرنا مثلاً جیسے آپ کوئی عمارت بناتے ہیں یا کوئی مشین بناتے ہیں یا کوئی بھی شیئے بناتے ہیں۔ دوسرا دجل یہ ہے کہ انہوں نے ترجمہ کیا اول شخص یعنی سب سے پہلا بشر لیکن عربی میں لفظ نہ ہی بشر ہے اور نہ ہی ان کا آدم بلکہ عربی میں لفظ استعمال کیا گیا ’’نفس‘‘ جس کا معنی ہے جاندار وجود اور پھر ایک جاندار وجود نہیں ہے بلکہ ’’نفس‘‘ کے نیچے دو زیریں ہیں ’’نفسٍ‘‘ جس کا معنی ہے جتنے بھی جاندار وجود ہو سکتے ہیں یعنی جمع کُل کا صیغہ ہے۔ پھر تیسرا دجل دیکھیں لفظ استعمال ہوا ہے ’’واحدۃٍ‘‘ واحد جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ’’و اور احد‘‘ کا مجموعہ ہے ’’و‘‘ کے معنی ہیں اور، اور احد کے معنی ہیں ایک یوں واحد کے معنی بنتے ہیں اور ایک۔ آیت میں واحد کے آگے ’’ۃ‘‘ کا استعمال کیا گیا جو کہ نہ صرف جو نفس ہے اس کا براہ راست اظہار کرتی ہے بلکہ ’’ۃ‘‘ کے نیچے دو زیریں ہیں ’’واحدۃٍ‘‘ جس کا

معنی ہے اور ایک، اور ایک، اور ایک، اور ایک یہاں تک کہ جتنے بھی اور ایک ہو سکتے ہیں۔ اب آپ خود غور کریں یہاں آدم وحوا نامی کہانی کہاں سے آ گئی؟ اسے یہاں کیسے فٹ کیا جا سکتا ہے؟ ان کے تراجم وتفاسیر سے تو بالکل کھل کر واضح ہو رہا ہے کہ یا تو ان لوگوں کو عربوں کی زبان بھی نہیں آتی تھی یہ لوگ عربوں کی زبان سے ہی ناواقف تھے یا پھر ان لوگوں نے جان بوجھ کر دجل عظیم سے کام لیا کیونکہ ان کا مقصد ہی یہی تھا قرآن کو بدلنا نہ کہ خود اپنے آپ کو بدلتے ان کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہ لوگ اپنے مشرک آباؤاجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد ونظریات کو کسی بھی صورت سچا ثابت کرنے کے لیے الٹی سیدھی قلا بازیاں کھائیں اور وہی انہوں نے کیا۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر مزید ایک راز آپ کے سامنے کھول کر رکھتے ہیں جس سے آپ پر ان کا دجل مزید کھل کر واضح ہو جائے گا آیت میں جس اور ایک نفس کے اور ایک، اور ایک، اور ایک میں تقسیم ہوتے ہوتے ایک ایک بشر اور ایک ایک عورت کی تخلیق کا ذکر کیا گیا دونوں کو مؤنث کہا گیا جیسا کہ آپ آیت میں دیکھ رہے ہیں۔

خَلَقَكُم مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً. النساء ۱

"مِنۡهَا زَوۡجَهَا" آیت میں بالکل واضح ہے کہ جو اور ایک نفس ہے وہ بھی مؤنث ہے اور اس سے اس کا جوڑا وجود میں آنے والا بھی مؤنث ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جسے یہ آدم کہتے ہیں وہ مؤنث تھا؟ کیونکہ آیت میں تو دونوں کو مؤنث کہا گیا ہے، دونوں کے لیے "ھا" کی ضمیر استعمال کی گئی ہے جو کہ مذکر نہیں بلکہ مؤنث کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اسے ایک مثال سے بھی آپ پر واضح کر دیتے ہیں مثال کے طور پر آپ کسی بھی ملاں کے سامنے کسی مرد کے ساتھ "ھا" کی ضمیر استعمال کریں مثلاً "ابوبکر رضی اللہ عنھا" تو وہ فوراً آپ کو ٹوکتے ہوئے کہے گا کہ تم غلط بول رہے ہو ابوبکر مؤنث نہیں مذکر تھے ابو بکر عورت نہیں تھے جو تم ان کو "عنھا" کہہ رہے ہو "عنھا" مؤنث یعنی عورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اب انہی ملاؤں سے سوال ہے کہ جواب دو کیا تمہارا بابا آدم بھی مؤنث تھا؟ جسے تم آدم کے نام پر پہلا بشر قرار دیتے ہو وہ مؤنث تھا اور اس کا جوڑا بھی مؤنث تھا پھر ان دونوں عورتوں سے تمہاری نسل پھیلی؟ اگر نہیں تو آؤ میدان میں اور جواب دو یہ جو دجل تم نے کیا ہے آج تک تم لوگ دھوکہ دیتے آئے انسانوں کو۔ جان لو تم پر واضح ہے کہ تم باطل ہو لیکن تم اپنی خواہشات کی اتباع کو ترک نہیں کرنا چاہتے۔

اس کے علاوہ بھی اس آیت کو سامنے رکھ کر ان کی تراجم وتفاسیر کی بنیاد پر ایک دو نہیں بلکہ درجنوں ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں لیکن جواب تک آپ کے سامنے لا رکھے یہی کافی ہیں شیاطین مجرمین کے دجل کو چاک کرنے کے لیے۔ یوں آپ نے جان لیا آپ پر کھول کر واضح کر دیا کہ کیسے تراجم وتفاسیر کے نام پر کس قدر دجل وفریب سے کام لیا گیا یہ لوگ نہ صرف خود بھی گمراہ تھے بلکہ ان شیاطین نے اکثریت کو اپنے پیچھے گمراہ کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں یہ بات نہیں کی گئی جو شیاطین مجرمین کے تراجم وتفاسیر میں موجود ہے تو پھر کیا بات کی گئی؟ تو اب آتے ہیں اس طرف اور آیت سے ہی حق آج پھر کھول کھول کر واضح کرتے ہیں جس کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ آج تم پر حق ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے واضح کر دیئے جانے کے باوجود تم نہیں مان رہے لیکن ایک وقت آئے گا جب تمہیں تمہارے اپنے نفس میں اپنی آیات دکھائیں گے تب تم تسلیم کر لو گے کہ ہاں یہ حق ہے اور آج وہی وقت آ چکا جیسے آج سے چودہ صدیاں قبل حق کھول کھول کر واضح کیا گیا بالکل ویسے ہی آج بھی حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے فرق یہ ہے کہ تب یہی لوگ جو کہ ان کے آباؤاجداد کی شکل میں موجود تھے اپنی ہی ذات میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اس لیے انہوں نے کفر ہی کیا اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا لیکن آج معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے آج ہر کسی کو ماننا ہو گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ آج یہ اپنی ہی ذات میں اپنی آنکھوں سے یہی حق دیکھ چکے ہیں یوں اب ان کے لیے چاہ کر بھی انکار کرنا ممکن نہیں رہا لیکن اب ماننا بھی انہیں کہاں نفع دینے والا ہے کیونکہ اگر آج بھی یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ چکے ہوتے تو کہاں مانتے بلکہ اسی پر ڈٹے رہتے جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا۔ اس لیے آج ماننا ان کی مجبوری بن چکا ہے۔

اس آیت میں آج اس وقت جو لوگ موجود ہیں ایک ایک کو کہا جا رہا ہے کہ غور کرو تمہارا ربّ کون ہے یعنی کیا تمہیں خلق کرنے والی کوئی ایسی ذات ہے جو ہر طرف نظر آنے والے وجود سے الگ کہیں اوپر آسمانوں پر بیٹھی ہوئی ہے یا پھر یہ فطرت ہی ہے جس نے تمہیں وجود دیا یہ فطرت ہی ہے جو تمہیں تمہاری تمام تر ضروریات کو خلق کر کے تمہیں مہیا کر رہی ہے نہ کہ کوئی ایسی ذات جو تمہارا کہنا ہے کہ اللہ اس کائنات سے الگ اوپر آسمانوں پر موجود ہے اور دوسری بات تمہیں ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کو کیسے خلق کیا ذرا اپنی ہی ذات میں دیکھو؟ تو تمہیں یہ نظر نہیں آئے گا کہ اگر ماں کے پیٹ سے اپنی تخلیق میں غور کرو تو سب سے پہلے اور ایک نفس یعنی ایک جاندار وجود وجود میں لایا گیا جسے تم ایک خلیہ کہتے ہو جسے عربی میں ایک نفس کہا جائے گا جو کہ مؤنث ہے پھر وہی ایک دو میں تقسیم ہوا ایسے ہی ہر خلیہ اور ایک، اور ایک میں تقسیم کرتے کرتے تمہیں ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کو خلق کیا گیا۔ اس آیت میں آج ہی کی طرح آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس راز سے پردہ اٹھا دیا گیا تھا لیکن تم لوگ جو کہ اس وقت تمہارے آباؤاجداد کی شکل میں موجود تھے نہ مانے اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا اب آج تم اپنی آنکھوں سے اس حق کو دیکھ چکے ہو تو آج اب ذرا اس کا کفر کر کے دکھاؤ؟ اور جو تمہارا نسل در نسل چلتا آ رہا عقیدہ ہے ذرا اسے بھی سچا ثابت کر کے دکھاؤ؟ جو تمہارے آباؤاجداد نے آدم وحوا کے نام پر من گھڑت دیومالائی کہانی گھڑ رکھی تھی جسے تم نے بھی آج تک گلے سے لگایا ہوا ہے۔

اس آیت میں تو خلیوں کی تقسیم سے تمہاری ایک ایک مرد و عورت کی تخلیق کا عظیم الشان راز کھول کر سامنے رکھا گیا لیکن تم اندھے کے اندھے ہی رہے اور حق کو ہی تراجم وتفاسیر کے نام پر باطل کا لبادہ پہنا دیا۔ یوں آپ نے جان لیا کہ اس آیت میں تو خلیوں کی تقسیم سے آپ کی تخلیق کے بارے میں عظیم راز بیّن کیا گیا تھا نہ کہ یہودیوں وعیسائیوں کے بائبلی آدم وحوا نامی من گھڑت دیومالائی قصے کی تائید وتصدیق کی گئی تھی۔

آپ جو بھی کھاتے ہیں وہ سب سے پہلے آپ کے معدے میں جاتا ہے معدے میں ایسا نظام ہے کہ وہ کھانے کے مالیکیولز کو توڑ کر ان کے ذرات الگ الگ کر دیتا ہے اس کے بعد ذرات میں تحلیل شدہ کھانا جب انتڑیوں سے گزرتا ہے تو ان میں لگے سینسرز اور پکرز یعنی ایسے آلات نصب ہوتے ہیں جن میں نہ صرف اپنی ذمہ داری کے مطابق عناصر کو پہچاننے بلکہ انہیں پکڑ کر آگے فراہم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس کے بعد وہ عناصر جنہیں آپ زمین کے عناصر کا بھی نام دیتے ہیں خون میں شامل ہو کر ایک ایک خلیے تک پہنچتے ہیں پھر ہر خلیہ ان عناصر کو استعمال کرتا ہے جس سے نہ صرف وہ خلیہ دو میں تقسیم ہو جاتا ہے بلکہ ایک وقت آتا ہے جب ایک خلیہ کی اجل مسمیٰ آجاتی ہے یعنی موت ہو جاتی ہے نئے وجود میں آنے والے خلیے پرانے خلیوں کو باہر کی جانب دھکیلتے ہیں جس سے مردہ خلیے پہلے کھال میں تبدیل ہوتے ہیں اور کھال پر مشتمل پہلے والے خلیے فضا میں بکھر جاتے ہیں یوں ہر لمحے نہ صرف نیا جسم بن رہا ہے بلکہ پرانا فضا میں تحلیل ہو رہا ہوتا ہے یوں ۲۱ سے ۲۷ دن تک جسم نیا بن جاتا ہے اور پرانے والا مردہ خلیوں کی صورت میں فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

یوں اگر آپ طیب رزق کھائیں گے تو اس سے یہ ہوگا کہ ۲۱ سے ۲۷ دن کے اندر اندر آپ کا غسل ہو جائے گا یعنی آپ کا جسم خبائث سے بالکل پاک ہو جائے گا۔ اسے ایک آسان سی مثال سے بھی آپ پر واضح کرتے ہیں مثال کے طور پر اگر آپ ایک بڑا سا برتن لیں اور اسے مکمل طور پر گندے پانی سے بھر دیں اس کے بعد آپ اس میں سے تھوڑا تھوڑا کر کے گندا پانی نکالتے جائیں اور اس کی جگہ صاف پانی ڈالتے جائیں بالآخر ایک وقت آئے گا آپ دیکھیں گے کہ پانی کا پورا برتن بالکل صاف ہو جائے گا۔ بالکل یہی مثال آپ کے جسم کی ہے۔

آپ کا جسم یوں سمجھیں کہ پانی ہے جس میں نہ صرف نیا پانی ڈالا جا رہا ہے بلکہ جو ضرورت سے زائد ہے وہ کناروں سے باہر گرتا جا رہا ہے اگر آپ جسم کو گندے کی بجائے بالکل صاف پانی فراہم کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ ۲۱ سے ۲۷ دنوں کے اندر آپ کا پورا جسم بالکل صاف ہو جائے گا یعنی آپ کا غسل ہو جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اپنے جسم میں نیا اور صاف پانی کیسے ڈال سکتے ہیں تو یہ پہلے ہی واضح ہو چکا ہے آپ کا جسم پانی سے خلق کیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ پانی جو آپ پیتے ہیں اس پانی کو جسم میں ڈالتے جانا ہے نہیں بلکہ پانی آپ کے جسم کی تخلیق میں بنیاد ہے نہ کہ آپ کا مکمل جسم پانی سے ہی خلق کیا گیا۔ اب جسم میں پانی کیسے ڈالنا ہے وہ اس وقت بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے جب آپ اپنی تخلیق میں غور کرتے ہیں کہ آپ کیسے خلق کیے گئے۔ مثلاً دیکھیں یہی بات اللہ نے قرآن میں کس طرح کھول کر واضح کر دی۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم. الانفال ۱۱

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے اور خود ہی ہم آ رہے ہیں تم پر آسمان یعنی فضا سے جو پانی ہے تمہیں پاک کرنے کے لیے یعنی تمہارے اجسام کو خبائث سے پاک کرنے کے لیے جس سے تمہارے اعمال بھی خالص کرنے کے لیے یا اس کے علاوہ ایک اور پہلو سے جان لیں کہا کہ اتارا جا رہا ہے تم پر آسمان سے یعنی فضا سے پانی تمہیں پاک کرنے کے لیے۔ مطلب یہ کہ جو آپ آسمان سے پانی کو اتر تا دیکھتے ہیں یعنی بارش ہوتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس پانی کے ذریعے سے تمہیں پاک کیا جائے وہ تمہیں پاک کرنے کے لیے ہے اور اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جب بارش ہو رہی ہو تو تم بارش میں نہا لو تو تم پاک ہو جاؤ گے نہیں بلکہ کس طرح اس پانی سے تمہیں پاک کیا جاتا ہے اسے بھی قرآن میں بعض دوسرے مقامات پر اور پہلوؤں سے کھول کر واضح کر دیا۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا. فاطر ۲۷

کیا نہیں دیکھا اللہ تھا جس نے اتارا آسمان سے پانی پس اس پانی کیساتھ طرح طرح کے الگ الگ اقسام ورنگوں کے ثمرات نکالے۔

اس آیت میں واضح کر دیا کہ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ آسمان سے پانی برستا ہے اس پانی سے پھر مختلف اقسام ورنگوں کے ثمرات نکلتے ہیں اور پھر درج ذیل آیات میں یہ بھی واضح کر دیا جو کہ تمہارا رزق ہے۔

وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ. البقرة ۲۲

اور اتارا آسمان سے یعنی یہ جو فضا ہے اس سے پانی اور اس پانی کیساتھ نکالے ثمرات میں سے جو کہ تمہارا رزق ہے۔

وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ. ابراهيم ۳۲

اور اتارا آسمان سے پانی پس اس پانی کیساتھ نکالے ثمرات سے جو رزق ہے تمہارا۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ نے سب سے پہلے تو یہ بات کی کہ یہ جو آسمان سے پانی اتارا جاتا ہے وہ تمہیں پاک کرنے کے لیے ہے تمہارے جسم سے خبائث نکال کر تمہارے جسم سے گند نکال کر تمہیں پاک کرنے کے لیے تمہیں طیب کرنے کے لیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس پانی سے ثمرات نکالے جاتے ہیں جو کہ تمہارا رزق ہے جسے تم استعمال کر کے اپنے جسم میں موجود سارا گند نکال کر پاک ہو سکتے ہو یعنی تم غسل کر سکتے ہو۔

جیسے کہ پیچھے مثال کیساتھ بھی واضح کر دیا کہ آپ کے جسم کی مثال کیا ہے جیسے جیسے آپ طیب رزق استعمال کریں گے تو آپ کا جسم صاف ہوتا جائے گا خبائث سے پاک ہوتا جائے گا یوں آپ ۲۱ سے ۲۷ دن تک بالکل پاک ہو جائیں گے یعنی پانی سے آپ کا غسل ہو جائے گا پھر سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ میں آگے اللہ اپنے رسول کے ذریعے کہہ رہا ہے فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً پس نہیں تم غسل کے لیے یعنی اپنے جسم کو پاک کرنے کے لیے پا رہے پانی یعنی ایسا نہیں ہے کہ جو پانی پیتے ہیں یہ پانی میسر نہیں ہے بلکہ اگر تم کسی ایسے خطے میں ہو کہیں ایسی جگہ پر ہو یا ایسے حالات کا شکار ہو کہ وہاں بارش سے نکلنے والے ثمرات کی صورت میں رزق نہیں ہے تو ایسی صورت میں غسل کا ایک دوسرا ذریعہ تم پر واضح کر دیتے ہیں اس ذریعے سے غسل کر لو یعنی خود کو اپنے جسم کو خبائث سے پاک کر لو اور وہ دوسرا ذریعہ یہ ہے فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا۔ يَمَّم کہتے ہیں کوئی شئے کھانے کو جیسے مثال کے طور پر آپ جب کسی چھوٹے بچے کو کھانے کا کہتے ہیں تو اسے کہتے ہیں بیٹا یم کرنا ہے۔ جب آپ کچھ کھاتے ہیں تو اس سے پیدا ہونے والی آواز جو کہ فطرتی آواز ہے وہ يَمَّم ہے اس لیے کچھ کھانے کو عربی میں يَمَّم کہتے ہیں۔ آگے آتا ہے صَعِيۡدًا طَيِّبًا جس کا معنی ہے وہ طیب جانور جنہیں انسان نہیں پالتا بلکہ فطرت پال رہی ہے جو انسان کے محتاج نہیں بلکہ اللہ کے محتاج ہیں جو انسان پر نہیں بلکہ فطرت پر انحصار کر رہے ہیں۔

شیاطین مجرمین نے صَعِيۡدًا کا ترجمہ ومعنی مٹی کر دیا حالانکہ مٹی کو تو عربوں کی زبان میں تراب کہتے ہیں اور تراب کا قرآن میں کئی مقامات پر استعمال بھی ہوا ہے اگر یہاں اس آیت میں مٹی کا ذکر کیا جانا مقصود تھا تو اللہ کو یہاں تراب کا استعمال کرنا چاہیے تھا نہ کہ صَعِيۡدًا۔

اب یہاں کوئی بھی یہ سوال کھڑا کر سکتا ہے کہ آپ نے صَعِيۡدًا کا جو معنی کیا کیسے پتہ چلے گا کہ یہی حق ہے؟ آپ کے بیان کردہ معنی کے صحیح ہونے کی کیا گارنٹی ہے؟ تو اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ نہ صرف یہ اس کا لفظی معنی یہی ہے بلکہ جب اللہ کے علاوہ کوئی قرآن کو بیّن کر ہی نہیں سکتا یعنی کھول کر واضح کر ہی نہیں سکتا تو پھر جو بھی قرآن کو بیّن کرے اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے فلاں معنی یہ کیا وہ کیسے کر دیا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آیا قرآن کو بیّن کرنے کا

دعویدار واقعتاً اللہ ہی ہے یعنی اس بشر کی صورت میں اللہ کلام کر رہا ہے اللہ قرآن کو کھول کر واضح کر رہا ہے یا پھر نہیں اگر اللہ نہیں تو پھر اس سے سوال کیا جائے گا کہ تمہیں یہ معنی کہاں سے ملا یا تم نے یہ معنی کہاں سے اخذ کر لیا؟

جب ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ آپ سے کلام کر رہا ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے اللہ قرآن کو بیّن کر رہا ہے جو کہ تمہارا ربّ ہے اس وقت تمہارا ربّ تم سے کلام کر رہا ہے تو پھر یہ اعتراض سوال ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا لفظی معنی بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔

دو طرح کے جانور ہیں ایک وہ جو پالتو ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو پالتو نہیں بلکہ بالکل آزاد ہوتے ہیں یعنی ایک وہ جو انسان پر انحصار کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو فطرت پر انحصار کرتے ہیں۔ جو انسان پر انحصار کرتے ہیں وہ بھیم یعنی وہ جانور انعام کہلاتے ہیں اور جو فطرت پر انحصار کرتے ہیں فطرت انہیں وجود میں لاتی ہے انہیں پروان چڑھاتی ہے ان کی افزائش کرتی ہے وہ تمام جانور ''صید'' کہلاتے ہیں۔

جو بھیم یعنی جو جانور انعام ہیں جس کا معنی ہیں کہ وہ آپ کی محنت کا نتیجہ ہے ان میں سے جس کو کھانے کی اجازت دی گئی ان کا گوشت تو کھانے کی اجازت ہے لیکن جو بھیم یعنی جانور انعام کی بجائے صید میں شمار ہوتے ہیں یعنی جن کو پالنے والے انسان نہیں بلکہ فطرت جنہیں پال رہی ہے انہیں پکڑ کر کھانا نہ صرف منع کر دیا گیا بلکہ یہ بہت بڑا جرم ہے سوائے پانیوں کے صید کے یعنی سوائے صید البحر کے،

صید البحر پانیوں کے جانور جنہیں انسان رزق فراہم نہیں کرتا بلکہ فطرت انہیں رزق فراہم کرتی ہے وہ فطرت پر انحصار کرتے ہیں لیکن ان کو پکڑ کر کھانے کی اجازت دی گئی ہے لیکن وہ بھی مشروط ہے اس کے لیے بھی حدود کا تعین کر دیا گیا کہ جب ان کی افزائش نسل ہوتی ہے اس دوران ان کو بھی آپ نہیں پکڑ سکتے ورنہ آپ نا قابل معافی جرم کے مرتکب ہوں گے۔

صید یعنی وہ جانور جن کو انسان نہیں پالتے بلکہ اللہ پال رہا ہے ان کو ایک مخصوص وقت میں اپنا رزق بنانے کی اجازت دے دی گئی اور یہ اجازت بھی صرف اور صرف ان کے لیے ہے جو اللہ کی بات کو ماننے والے ہیں ان کے علاوہ کسی کو بھی کسی بھی صورت میں انہیں پکڑ کر اپنا رزق بنانے کی اجازت نہیں ہے اگر اس کے باوجود کوئی ایسا کرتا ہے تو خواہ وہ کوئی بھی ہو وہ مجرم ثابت ہو جائے گا۔

آپ پر یہ بات واضح ہو چکی کہ صید میں سے یعنی وہ مخلوقات جن کو انسان نہیں پالتا جنہیں انسان رزق مہیا نہیں کرتا بلکہ اللہ یعنی فطرت پال رہی ہے فطرت رزق مہیا کر رہی ہے جو فطرت پر انحصار کر رہی ہیں ان میں سے صرف اور صرف پانیوں کی ایسی مخلوقات کو مشروط اور محدود بنیاد پر پکڑ کر رزق بنانے کی اجازت دی گئی ہے اور پانیوں کے علاوہ جتنا بھی صید ہیں جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں جنہیں انسان نہیں پالتا بلکہ فطرت پال رہی ہے جو انسان کی محتاج نہیں جو انسان پر انحصار نہیں کرتیں بلکہ اللہ یعنی فطرت پر انحصار کرتی ہیں انہیں صرف اور صرف مومنوں کو ایک مخصوص موقع پر اپنا رزق بنانے کی اجازت دی گئی ہے جس کا ذکر سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ اور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶ میں کیا گیا۔ مومنوں کو مخصوص اوقات میں اس کی اجازت اس لیے دی گئی کیونکہ مومن تو اللہ کا اسم ہے مومن الگ نہیں بلکہ اللہ ہی کا وجود ہے تو جنہیں اللہ پال رہا ہے جو اللہ کا ہے ظاہر ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے مومن اللہ ہی کا وجود ہوتا ہے اس لیے اللہ نے اپنے لیے اسے استعمال کی اجازت دی ہے مومن یعنی اللہ اپنی شئے کو استعمال کرتا ہے جب اس کا وقت آتا ہے۔

سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کی آیات میں لفظ ''صید'' کا استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ''صعید'' کا استعمال کیا گیا جیسا کہ آپ آیت میں دیکھ سکتے ہیں فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا۔ اب آپ پر واضح کرتے ہیں کہ اس آیت میں صید کی بجائے صعید کا استعمال کیوں کیا گیا۔ ''صید'' اور ''صعید'' میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کچے اور پکے ہوئے پھل میں ہوتا ہے، جتنا کچے اور پکے ہوئے کھانے میں ہوتا ہے، جتنا ایک اور دو میں فرق ہوتا ہے یعنی ''صید'' کو اگر ایک مان لیا جائے تو ''صعید'' اس کا اگلا مرحلہ دو ہے۔

صید کو تو آپ نے جان لیا کہ وہ جانور جنہیں انسان نہیں بلکہ فطرت پال رہی ہے جو انسان کے محتاج نہیں بلکہ فطرت کے محتاج ہیں جب آپ کو ان کے استعمال کی اجازت دے دی جائے تو ظاہر ہے انہیں پکڑنا پڑے گا انہیں حاصل کرنا پڑے گا جب تک وہ حاصل نہیں ہو جاتے تب تک وہ ''صید'' کہلائیں گے اور جیسے ہی وہ حاصل ہو جائیں تو پھر وہی ''صید'' کی بجائے ''صعید'' کہلائیں گے۔ ''صید'' اور ''صعید'' میں صرف ''ع'' کا فرق ہے ''صعید''

اصل میں ''صید' ہی ہے لیکن اس میں ''ع'' کا اضافہ ہے اور ''ع'' کا معنی ہے اپنی ذات میں ہونا، اپنے آپ میں ہونا۔ آپ چاہتے ہیں کہ غسل کرنے کے لیے یعنی اپنے جسم کو خبائث سے پاک کرنے کے لیے جب کہ پانی طیب ثمرات کی صورت میں میسر نہیں ہے تو صید آپ کا رزق بن جائے جب صید رزق بن جاتا ہے تو وہ ''ع'' ہو جاتا ہے یعنی آپ کا رزق اپنی ذات میں صید بن جاتا ہے اس لیے اس رزق کو صید نہیں بلکہ ''صعید' کہا جائے گا جس کا معنی بنتا ہے آپ کا رزق ع صید یعنی آپ کا رزق اپنی ذات میں وہ جانور جن کو اللہ یعنی فطرت پال رہی ہے۔

یہی اس آیت میں کہا گیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ''صید' صرف اور صرف تب ہی ''صعید' بنے گا بشرطیکہ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً یعنی پس نہیں پا رہے غسل کرنے کے لیے پانی ثمرات کی صورت میں صرف اور صرف تب ہی صید ان کے لیے جو اللہ کی بات کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں ان کے غسل کے لیے یعنی جسم کو خبائث سے پاک کرنے کے لیے ''صعید' یعنی ''ع'' رزق بن جائے گا اور اگر پانی پا رہے ہو یعنی ثمرات میسر ہیں تو کسی بھی صورت سوائے صید البحر کے صید کو رزق بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

''صعید' کو ایک اور پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ یہ جملہ ہے جو کہ دو الفاظ '' صید اور عید' کا مجموعہ ہے۔ صعید کے معنی تو آپ جان چکے کہ وہ جانور جو انسان کی بجائے فطرت پر انحصار کرتے ہیں جن میں مختلف جنگلی جانور اور پرندے وغیرہ آتے ہیں اور ''عید' کے معنی ہیں واپس اسی مقام پر آ جانا جہاں سے آپ پھسل گئے تھے ہٹ گئے تھے جو کہ آپ کا اصل مقام ہے اور وہ مقام ہے فطرت آپ کو فطرت پر وجود میں لایا گیا لیکن جیسے ہی آپ بڑے ہوئے تو آپ نے جیسے پہلے فطرت نے آپ کو والدین کا محتاج بنایا تھا اسی طرح فطرت کا محتاج بننا تھا لیکن آپ نے ایسا نہ کیا آپ فطرت سے ہٹ گئے تو اب اگر آپ کچھ ایسا کرتے ہیں جس سے دوبارہ آپ واپس فطرت پر آ جائیں اسی مقام پر آ جائیں جس پر آپ کو وجود میں لایا گیا تھا جو کہ آپ کا اصل مقام ہے جس سے آپ ہٹ گئے تھے تو اسے عربوں کی زبان میں عید کہتے ہیں۔ یوں ''صعید' کا اس پہلو سے بھی معنی بالکل کھل کر واضح کر دیا گیا کہ صید جو کہ فطرت پر انحصار کرنے والے جاندار ہیں جو کہ فطرت ہی ہے اپنی ذات میں تو جب انہیں اپنا رزق بنایا جائے گا تو آپ واپس اپنے کھوئے ہوئے اصل مقام پر یعنی فطرت پر آ جائیں گے۔

غسل کا یعنی اپنے جسم کو مکمل طور پر خبائث سے پاک کرنے کا ذریعہ جو اللہ نے واضح کیا اس میں صرف اور صرف ثمرات کا حکم دیا کہ آسمان سے اترنے والے پانی سے نکلنے والے ثمرات میں سے جو طیب ہیں ان کو اپنا رزق بناؤ جس سے تمہارا غسل ہو جائے گا اور اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ تم صَعِیْدًا طَیِّبًا کو اپنا رزق بناتے ہوئے غسل کرو جب تک تم غسل نہیں کر لیتے یعنی اپنے جسم کو خبائث سے مکمل طور پر پاک کر کے الصلاۃ قائم کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے تب تک تم نے الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا اور ایسا اللہ نے کیوں کہا یعنی الصلاۃ کے قریب بھی جانے سے قبل غسل کو لازم کیوں قرار دیا اس کی وضاحت بھی آیت میں آگے ہی کر دی فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ پس جو بھی رزق تم استعمال کر رہے ہو اس کیساتھ تمہارے وجہ یعنی تمہاری سمتیں اور تمہارے عمل کرنے کی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے یعنی جو کچھ بھی تم بطور رزق استعمال کرتے ہو اس سے نہ صرف تمہاری سمت تمہارا رخ متاثر ہوتا ہے بلکہ تمہارے کام کرنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے۔

اسے مزید کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں کہ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ کیا ہے اس کا معنی کیا ہے۔

مسح کہتے ہیں اثر انداز ہونے کو، وجہ کہتے ہیں رخ کو سمت کو، اور ید کہتے ہیں اعمال کرنے کی صلاحیت کو آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت کو، ید کے سب سے آسان ترین معنی یہ ہیں کہ جو صلاحیتیں آپ کے ہاتھ میں پائی جاتی ہیں جس میں بھی یہ صلاحیتیں پائی جائیں اسے ید کہتے ہیں اور شروع میں الف کا استعمال ہونے سے اس کے معنی بن جاتے ہیں ان صلاحیتوں کا یعنی ید کو جو استعمال کیا جا رہا ہے یا کیا جاتا ہے۔

اس کو قرآن سے ایک اور پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا

یَعۡلَمُوۡنَ. الروم ۳۰

فَاَ پس کیا کرنا ہے؟ یعنی انسان کو نہیں علم کہ دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا اور وہ حق کا طلب گار ہے مگر اسے سمجھ نہیں آ رہی کہ دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے تو اللہ اسی کا آگے جواب دے رہا ہے قِمۡ قائم ہونا ہے قائم کرنا ہے وَجۡهَكَ تیرا جو رخ ہے یعنی تجھے جو کچھ بھی دیا گیا مال، اولاد، ذہانت، ہاتھ، پاؤں، ٹانگیں، آنکھیں، کان، دماغ سمیت جتنے بھی اعضاء ہیں، کچھ کرنے کی صلاحیت، کوئی عہدہ، مرتبہ، یا جو کچھ بھی دیا گیا ان سب کے استعمال کی سمت، رخ، ڈائریکشن طے کرنی ہے لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک سو ہو کر دین کے لیے، یعنی تجھے جو کچھ بھی دیا گیا ہے تجھے جو سننے دیکھنے اور جو سنتا دیکھتا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں یا پھر خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، جسم کا کوئی بھی عضو ہو، کچھ کرنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی عہدہ، رتبہ، مرتبہ ہو یا کچھ بھی دیا گیا ہو کسی پر بھی اختیار دیا گیا ہو تو سب کے سب کو ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک سو ہو کر دین کے لیے ہی استعمال کرنا ہے دین ہی مقصد ہونا چاہیے کچھ بھی کرنا ہے تو دین کے لیے، کچھ بھی کھانا ہے تو دین کے لیے، کچھ بھی سوچنا ہے تو دین کے لیے، جو کچھ بھی دیا گیا کسی کا بھی استعمال کرنا ہے تو دین کے لیے اور ایک رائی برابر بھی اپنا رخ اِدھر اُدھر نہیں کرنا یعنی رائی برابر بھی کسی کا بھی استعمال اس مقصد یعنی دین سے ہٹ کر یا اس کے علاوہ نہیں کرنا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

پس کیا کرنا ہے؟ قائم ہونا ہے سو پس قائم ہو جا یعنی دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے چاہے کچھ بھی ہو جائے تُو ڈٹ جا اپنے رخ کو ہر طرف سے ہٹا کر ہر طرف سے کٹ کر بالکل ایسے جیسے کہ دنیا میں اور کچھ ہے ہی نہیں سوائے دین کے اس طرح ہر طرف سے کٹ کر یک رخ ہو کر ڈٹ جا قائم ہو جا دین کے لیے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین ہے کیا؟ یعنی کیا ہے مقصد، ٹارگٹ، مشن جس کو پورا کرنے کے لیے دنیا میں لایا گیا اور جو کچھ بھی دیا گیا صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے ہی استعمال کرنا ہے، جسے اپنا مقصد بنا کر ہر لحاظ سے اپنا دھیان یعنی رخ ہر طرف سے ہٹا کر کاٹ کر صرف اور صرف اس کی طرف کر لینا ہے آخر وہ دین یعنی دنیا میں آنے اور سب کچھ دیئے جانے کا مقصد ہے کیا؟ تو آگے اسی کا اللہ نے جواب دے دیا فِطۡرَتَ اللّٰهِ فطرت تھی اللہ یعنی دین یہ نہیں آج جو کچھ بھی تم دین کے نام پر کر رہے ہو بلکہ دین کو تو تم نے تھا کیا ہوا ہے اس لیے دین فطرت تھی جس پر قائم ہونا ہے ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک سو ہو کر کچھ بھی کرنا ہے تو اسی کے لیے، جو کچھ بھی دیا گیا تو اس کا استعمال صرف اور صرف اسی کے لیے کرنا ہے، دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اپنا رخ اپنی توجہ اس سے نہیں ہٹانی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اے اللہ فطرت کیا ہے؟ جسے تُو تھا کہہ رہا ہے کہ دین فطرت تھی؟ تو آگے اللہ نے اس سوال کا بھی جواب دے دیا الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا دین وہ فطرت تھی جس پر لوگوں کو فاطر کیا گیا تھا یعنی جب لوگوں کو دنیا میں لایا گیا جب ان میں کسی بھی قسم کی کوئی خرابی نہیں تھی کوئی نقص کوئی بیماری نہیں تھی کوئی عیب نہیں تھا یہ ہر لحاظ سے بالکل پرفیکٹ تھے جو کہ آج نہیں ہیں آج طرح طرح کی بیماریوں نے انہیں گھیر رکھا ہے عمر کی کوئی مخصوص حد نہیں ہے، بیماریوں، تکالیف، زلزلوں، طوفانوں، آندھیوں، سیلابوں اور طرح طرح کی تباہیوں نے انہیں گھیر رکھا ہے، آپس کی لڑائیاں، جنگ وجدل، حسد، بغض، دشمنی جب یہ سب نہیں تھا تو تب جو کچھ بھی جیسا بھی تھا تب آسمانوں وزمین جیسے تھے جیسے خلق ہو رہا تھا وہ تھی فطرت۔ پیچھے سے پیچھے جاؤ جب لوگوں کو دنیا میں لایا گیا تب سب کچھ کیسا تھا؟ تب بارشیں کیسے اور کب کب برستی تھیں؟ تب موسم کیسے تھے؟ تب درجہ حرارت کیسا تھا؟ تب زمین کیسے اگاتی تھی؟ تب بیج کیسے تھے؟ تب جانداروں کی نسلیں آگے کیسے بڑھتی تھیں؟ تب فضا کیسی تھی؟ تب لوگوں کو ان کی ضروریات کیسے حاصل ہو رہی تھیں؟ تب لوگوں کی ضروریات جو کچھ بھی ان کے کھانے، پینے، پہننے، سواری کے ذرائع سمیت جتنی بھی ضروریات ہیں سب کی سب کیسے وجود میں آتی تھیں؟ کیسے سب خلق ہوتا تھا؟ تب خلق کیسی تھی؟ تو جو کچھ بھی تب تھا اور جیسا تھا وہ تھی فطرت جس پر قائم ہونے سے جس سے آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہاں تک کے ذرے ذرے میں سلم آ جائے گا اگر کہیں کوئی نقص، خامی، خرابی، فساد انسانوں نے کر بھی دیا تو فطرت ہی واحد ایسا رستہ ہے جس پر چلنے سے جس پر قائم ہونے سے خرابیاں دور ہو جائیں گے نقائص دور ہو جائیں گے اور اصلاح ہو جائے گی۔

اور اگر فطرت پر قائم ہونے کی بجائے یعنی لوگوں کی جو بھی ضروریات ہیں ان کے حصول کے لیے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے فطرت میں تبدیلی کی جائے گی، جیسا فطرت مہیا کرتی ہے اس میں کوئی بدلاؤ کیا جائے گا کسی بھی سطح پر اس میں تبدیلی کی جائے گی، کسی بھی خلق کو اس کے مقام سے ہٹایا جائے گا تو پھر ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ سلامت رہے بلکہ پھر اس میں سلم نہیں رہے گا اس میں خرابیاں ہو کر وہ شئے تباہ و برباد ہو جائے گی، فطرت میں تبدیلیاں کرنے سے فساد ہو گا

جس سے طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی کسی شئے میں بھی سلم نہیں رہے گا آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے جن پر انسان کو اختیار دیا گیا سب کے سب میں فساد ہو کر ہلاکتیں وتباہیاں آئیں گی کسی میں بھی سلم یعنی سلامتی پرفیکشن نہیں رہے گی یہی اللہ نے آیت میں آگے واضح کر دیا۔

لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ نہیں تبدیلی اللہ کی خلق کے لیے یعنی اللہ نے جو بھی جیسا بھی خلق کیا اور خلق کرتا ہے اس میں رائی برابر بھی تبدیلی ممکن نہیں، اگر تبدیلی ممکن ہوتی تو اللہ اسے ویسا ہی خلق کرتا لیکن اللہ نے جو کچھ بھی خلق کیا اور جیسا بھی خلق کیا اس میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی اگر اس کے باوجود کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ کی خلق کو بدلتا ہے تو اللہ کی خلق بدلے گی تو نہیں مگر اس میں فساد ہو کر تباہ ہو جائے گی، اس لیے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم نے اپنی ضروریات کے لیے فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے اللہ کو علم ہے کہ جیسے وہ خلق کر رہا ہے اس سے تیز رفتار اور زیادہ بھی خلق کیا جاسکتا تھا لیکن اس کے باوجود اگر اللہ تیز رفتاری سے اور زیادہ نہیں اگا رہا تو ضرور اس کی کوئی نہ کوئی وجوہات ہیں اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ نے میزان یعنی توازن قائم کیا ہے اگر اللہ کی خلق میں کسی بھی سطح پر رائی برابر بھی تبدیلی کی جائے گی تو توازن بگڑ جائے گا اس لیے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تمہیں ہر لحاظ سے فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے فطرت جو کھانے کو مہیا کرے اسے ہی کھانا ہے، جو پینے کو مہیا کرے اسے ہی پینا ہے، جو سواری کے ذرائع فراہم کرے انہی پر انحصار کرنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ فطرت میں تبدیلیاں کرنا شروع کر دو اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی خلق کے لیے تبدیلی ہے، ہی نہیں اللہ کی خلق بدلے گی تو نہیں البتہ اس میں خرابیاں ہو کر تباہ ہو جائے گی اور نقصان تمہارا اپنا ہی ہو گا تم خود ہی ہر لحاظ سے ہلاکت کا شکار ہو گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کوئی ہے جسے یہ علم ہو کہ دین تو فطرت پر قائم ہونا تھا دین الاسلام تو فطرت پر قائم ہونا تھا ہر طرف سے کٹ کر؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ کسی کو بھی علم نہیں اور اسی کا اللہ نے آگے اسی آیت میں ذکر بھی کر دیا ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وہ تھا جو دین ہے جسے قائم کیا جانا ہے جس پر قائم ہونا ہے تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا اس کے لیے قائم ہونے کے لیے دیا گیا تھا نہ کہ فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے کے لیے دیا گیا، اللہ کی خلق میں تبدیلیاں کرنے کے لیے دیا گیا جو کہ آج تم کر رہے ہو آج جسے تم دین سمجھ رہے ہو اور دین کا نام دے کر اللہ کی خلق میں تبدیلیاں کر رہے ہو یہ دین ہے ہی نہیں ہم نے یعنی اللہ نے کبھی بھی اسے دین نہیں کہا یہ تمہاری اپنی خواہشات ہیں تمہارا اپنا افتراء ہے اللہ اور اس کے رسولوں پر وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اور لیکن زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ دین الاسلام فطرت پر قائم ہونا ہے اللہ کی خلق جیسے تھی ویسے ہی رہنے دینی ہے اللہ کی خلق میں تبدیلیاں نہیں کرنی کیوں کہ غور و فکر ہی نہیں کر رہے۔

اگر کوئی غور و فکر کرے تو وہ جان جائے گا کہ دین کیا ہے اور جب غور و فکر کیا ہی نہیں جائے گا اللہ نے جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں جو دل دیئے انہیں اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کیا جائے گا جس مقصد کے لیے یہ سب دیا گیا تو ظاہر ہے کیسے علم ہو پائے گا کہ دین کیا ہے؟ بلکہ پھر تو نظر آنے میں بشر ہوں گے لیکن حقیقت میں اللہ کے قانون میں ایسے تمام کے تمام بندر، سور، گدھے ہیں جو تمام مخلوقات کے لیے شر ہیں یعنی نقصان پہنچانے والے جن سے نفع کی رائی برابر بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

فطرت کہتے ہیں کہ اللہ نے جیسے اور جن قوانین کے تحت تمام کی تمام مخلوقات کو خلق کر کے جس جس مقام پر رکھ دیا جس جس لائن پر لگا دیا سب کی سب مخلوقات اسی پر قائم رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ جس سے تمام مخلوقات کی نہ صرف تمام کی تمام ضروریات بھی پوری ہوں گی بلکہ سب کی سلامتی اور بقاء بھی اسی سے مشروط ہو گی بالکل اسی طرح انسان نے بھی خود کو انہی حدود کے اندر رکھنا ہے جن کا تعین اللہ نے کر دیا، اسی لائن پر قائم ہونا ہے اسی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے جس کے لیے اسے وجود میں لایا گیا ہر لحاظ سے خود کو اسی کا محتاج بنانا ہے۔ خود سے اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرنا اپنی تمام تر ضروریات اسی نظام سے حاصل کرنا ہیں جو اللہ نے وضع کر دیا یعنی تمام کی تمام مخلوقات اپنی اپنی لائن پر قائم رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں گی تو انسان سمیت تمام مخلوقات کی تمام تر ضروریات وجود میں آئیں گے۔ جیسے انسان کی تمام ضروریات سفر کے ذریعے کے لیے اللہ نے اسی نظام سے گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ خلق کیے، کھانے کے لیے ثمرات وغیرہ۔ جب تک کوئی خود کو فطرت پر قائم نہیں کر لیتا وہ دنیا و آخرت میں خسارے و ہلاکت کا شکار ہو گا خواہ وہ دنیا میں کسی بھی لفظ سے پکارا جانا جاتا ہو مسلمان، ہندو، یہودی، عیسائی یا کچھ بھی۔ یہ تمام کے تمام دائرے انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اللہ کے نہیں اور انسانوں کے لگائے ہوئے دائروں کی بنیاد پر اللہ اپنے فیصلے نہیں کرے گا۔

اللہ نے بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ الاسلام کیا ہے یعنی تم انسانوں سمیت تمام کی تمام مخلوقات کی سلامتی اسی میں ہے کہ اللہ نے جیسا اور جس مقصد کے لیے تمہیں خلق کیا بالکل ویسے ہی رہو اسی مقصد کو پورا کرو یعنی ہر طرف سے کٹ کر مکمل طور پر فطرت پر قائم ہو جاؤ یہی اصل دین ہے فطرت پر قائم ہونے سے ہی سلامتی ہے جسے الاسلام کہا گیا۔ اگر کوئی فطرت پر قائم ہے خواہ دنیا میں اسے لوگ ہندو، عیسائی، یہودی یا کسی بھی لفظ سے جانتے یا پکارتے ہوں وہ اللہ کے قانون میں مومن ہے اور جو فطرت پر قائم ہونے کی بجائے فطرت کے مقابلے پر مصنوعی اشیاء پر توکل کریں، انہی مشینوں پر توکل کریں گے وہ اپنے نام کیساتھ خواہ کتنا ہی بڑا مسلم یا مومن کیوں نہ لکھوا لیں وہ اللہ کے قانون میں بدترین مشرک ہیں۔ یہودی، عیسائی، ہندو، بدھ اور مسلم لفظ کی بنیاد پر قطعاً کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔

اس آیت کو بیّن کرنے سے نہ صرف آپ پر دین کیا ہے وہ کھل کر واضح ہو گیا بلکہ وُجُوھَکُمْ وَاَیدِیکُمْ کی بھی بالکل کھل کر وضاحت ہو جاتی ہے کہ وجھ کہتے ہیں رخ کو، سمت کو اور اید کہتے ہیں جو بھی آپ کو عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا استعمال کرنے کو۔ اب آپ پر یہ بھی کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیوں اللہ اپنے رسول کے ذریعے یہ حکم دے رہا ہے اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم غسل نہیں کر لیتے یعنی اپنے جسم کو مکمل طور پر خبائث سے پاک نہیں کر لیتے کیونکہ جس مواد سے تم اپنا وجود بناتے ہو وہ مواد یعنی اس رزق سے تمہاری سمت یعنی تمہارا رخ اور عمل کرنے کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں یعنی جو آپ کھاتے ہیں وہی آپ بنتے ہیں آپ جو بھی عمل کرتے ہیں وہ اصل میں آپ کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ جس مواد سے آپ اپنا وجود بناتے ہیں وہ مواد جب رزق کی صورت میں آپ کے وجود کا حصہ بنتا ہے وجود کی صورت اختیار کر جاتا ہے تو وہ اپنی خصوصیات وخصلتوں کا آپ کے اعمال کی صورت میں اظہار کرتا ہے۔

اگر آپ طیب رزق کھائیں گے تو آپ کا جسم طیب بنے گا جس سے آپ کا جسم طیب اعمال ہی کرے گا آپ کا جسم صرف اور صرف طیب کو ہی پسند کرے گا طیب ہی کی طرف کھینچا چلا جائے گا اور اس کے برعکس خبیث سے نفرت کرے گا خبیث سے دور بھاگے گا اور اگر آپ اپنا جسم خبیث رزق سے بناتے ہیں تو خبیث رزق سے وجود میں آنے والا وجود بھی خبیث ہوگا اور پھر خبیث اعمال کی صورت میں وہی اظہار کرے گا جو کہ اس کی حقیقت ہے جو وہ ہے، خبیث خبائث کو ہی پسند کرے گا خبائث کی طرف کھینچا چلا جائے گا اور اس کے برعکس طیب سے نفرت کرے گا طیب سے دور بھاگے گا۔ آپ جو کچھ بھی کھاتے ہیں آپ وہی بنتے ہیں پھر آپ کا جسم ویسے ہی اعمال کرتا ہے مثلاً اسے آپ ایک چھوٹی سی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں ذرا غور کریں جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں وہ بھی تو مادہ ہی ہے جب وہ مادہ آپ کے جسم میں داخل ہوتا ہے تو کیا آپ کا جسم آپ کے اختیار میں رہتا ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ نہیں۔ اب آپ سے سوال ہے زہر کھانے کے بعد آپ کا جسم، آپ کے جسم کے تمام اعضاء جو اعمال کرتے ہیں انہیں وہ اعمال کرنے کا حکم کون دے رہا ہوتا ہے؟ کون انہیں وہ کرنے پر مجبور کر رہا ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل آسان ہے کہ اگر آپ وہ مواد نہ کھائیں جسے آپ زہر کا نام دے رہے ہیں تو آپ کا جسم ٹھیک رہتا لیکن جب آپ نے زہر کو جسم میں ڈالا تو پھر آپ نے اپنے جسم پر سے اختیار کھو دیا بلکہ آپ کا جسم وہی کر رہا ہے جو وہ زہر اسے کرنے کا حکم دے رہا ہے اسے کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔

اب یہ بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں وہ بھی مادہ ہے اسے زہر کا نام مشاہدے کی بنیاد پر دیا گیا یعنی اس مواد کو جب کسی نے کھایا تو جسم پر اس کے اثرات کو دیکھ کر اسے زہر کا نام دیا گیا بالکل ایسے ہی کوئی بھی شئے ہے اس کی اپنی خصوصیات وخصلتیں ہیں آپ جو کچھ بھی کھاتے پیتے ہیں آپ جو بھی رزق استعمال کرتے ہیں وہ آپ کے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے وہ آپ کے رخ یعنی آپ کی سننے، دیکھنے، سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتا ہے آپ کے عمل کرنے کی صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتا ہے یعنی آپ کے وجھ جو کہ آپ کا رخ ہے اور آپ کے ید جو کہ آپ کے عمل کرنے کی صلاحیتیں ہیں اس کیساتھ متاثر ہوتی ہیں جو رزق آپ کھاتے ہیں یوں آپ وہ ہیں جو آپ کا رزق ہے اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے اپنے ہر رسول کو بھی یہی حکم دیا کہ طیب رزق استعمال کرو اگر تم طیب رزق استعمال کرو گے تو صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر طیب کی بجائے خبیث رزق استعمال کرو گے تو چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ. المومنون ۵۱

یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ اے وہ جو میرے رسل ہو یعنی میرے بھیجے ہوئے ہو کُلُوْا استعمال کر رہے ہو یعنی تمہاری جو ضروریات ہیں تم وہ ضروریات استعمال کر رہے ہو مِنَ الطَّیِّبٰتِ طیبات سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کر رہے ہو سو فیصد صالح یعنی اصلاح کرنے والے۔ یعنی اللہ اپنے رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اگر تم ہر لحاظ سے صالح اعمال کر رہے ہو اصلاح کرنے والے اعمال کر رہے ہو تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ تم طیبات سے رزق استعمال کر رہے ہو اس لیے جان لو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے طیبات سے ہی رزق استعمال کرو طیبات سے رزق استعمال کرو گے تو صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر طیبات سے رزق استعمال نہیں کرو گے تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے بلکہ تم بھی مفسد اعمال ہی کر رہے ہو گے اور اس کی وجہ کیا ہے آگے اللہ نے وہ وجہ بھی واضح کر دی اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ'' اس میں کچھ شک نہیں میں ہوں میں اس کا علم رکھ رہا ہو جس کیساتھ تم سے اعمال کروائے جا رہے ہیں جس کیساتھ تم عمل کر رہے ہو یعنی بالکل واضح ہے کہ جو تم کھاتے ہو وہی تم بنتے ہو جو رزق استعمال کرو گے وہی تم بنو گے کیونکہ اعمال تمہارے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ تم وہی ہو جو تمہارا رزق ہے رزق کے ذریعے ہی تم اعمال کرتے ہو اگر رزق طیب ہے تو تمہارا جسم صالح اعمال کرے گا اور اگر رزق خبیث ہے تو تمہارا جسم مفسد اعمال کرے گا۔

آپ نے جان لیا کہ اس آیت میں اللہ نے اپنے رسولوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تم طیب رزق استعمال کرتے ہو تو تم صالح اعمال کرو گے ورنہ اگر تم طیب کی بجائے خبیث رزق استعمال کرتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے تم مفسد اعمال ہی کرو گے کیونکہ جو رزق تم استعمال کر رہے ہو اس کیساتھ تم سے اعمال کروائے جاتے ہیں اس کیساتھ تمہارا جسم اعمال کرتا ہے یعنی جو تم کھاتے ہو وہی تم بنتے ہو تمہارا جسم ویسے ہی اعمال کرے گا۔ اب آپ خود غور کریں جب رسولوں کو طیبات سے رزق استعمال کرنے کا حکم دیا اور واضح کر دیا کہ اگر رسول بھی خبیث رزق استعمال کریں گے تو وہ صالح اعمال نہیں کر پائیں گے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے الصلاۃ سے پہلے غسل کو یعنی اپنے وجود کو مکمل طور پر پاک کرنے کا حکم دیا جب تک غسل نہیں کر لیتے یعنی اپنے وجود کو خبائث سے مکمل طور پر پاک نہیں کر لیتے تب تک الصلاۃ کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ اگر بغیر غسل کیے تم الصلاۃ کے قریب گئے تو پھر تم الصلاۃ نہیں بلکہ چاہتے یا نا چاہتے ہوئے بھی فساد ہی کرو گے اور پھر نہ صرف فساد کرو گے بلکہ اسے تم فساد تسلیم بھی نہیں کرو گے تم فساد کو ہی الصلاۃ کا نام دو گے تمہارا دعویٰ یہی ہو گا کہ تم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہو تم تو صالح اعمال کر رہے ہو تمہیں اپنے اندر کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔

پھر آیت میں آگے اللہ کا کہنا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا.

عَفُوًّا کا معنی ہے جسم سے مکمل طور پر گند نکال کر خبائث نکال کر اسے پاک کیا جا رہا ہے خالص کیا جا رہا ہے۔

غَفُوْرًا کے معنی ہیں اعمال کے لحاظ سے جو پلڑے میں سیئات ہیں یعنی جو جو بھی برے اعمال کیے مفسد اعمال کیے پلڑے سے کھاتے سے ان اعمال کو نکال کر کھاتے کو ان اعمال سے پاک کیا جا رہا ہے یعنی عفو جو کہ عف سے ہے عف کے معنی ہیں جسم کو خبائث سے پاک کرنا ہر طرح کے گند سے پاک کرنا اور غفور جو کہ غف سے ہے غف کے معنی ہیں اعمال کے لحاظ سے پاک کرنا کھاتے سے مفسد اعمال کو نکال کر اعمال کا کھاتہ بالکل پاک کر دینا۔ ''عف'' اور ''غف'' بالکل ایسے ہی ہیں جیسے ایک کے بعد دو آتا ہے۔ عف کا معنی ہے وجود کا خبائث سے ملاوٹوں سے پاک ہونا اور جب وجود خبائث سے ملاوٹوں سے بالکل پاک ہو جائے گا تو پھر خود بخود اگلا مرحلہ آ جائے گا یعنی ایک کے بعد دو آ جائے گا یعنی ''عف'' کے بعد ''غف'' آ جائے گا۔ خبائث سے پاک وجود صالح اعمال کرے گا جس سے پلڑے میں پہلے جو سیئات تھیں وہ ختم ہو کر نکل کر اعمال بھی بالکل پاک ہو جائیں گے اعمال کا کھاتہ بھی بالکل صاف ہو جائے گا۔

ظاہر ہے جب یہ بات کھول کر واضح کر دی گئی کہ جو تم کھاتے ہو تم وہی ہو اگر تم خبیث رزق استعمال کرو گے تو اس سے تمہارا جسم خبیث بنے گا اور خبیث یعنی خراب جسم خراب اعمال ہی کرے گا اس کی سوچیں خراب اس کے خیالات خراب تو پھر جیسے اس کے سوچیں و خیالات ہوں گے وہی اس کے اعمال ہوں گے یعنی مفسد اعمال کرے گا اور اس کے برعکس اگر طیب رزق استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے نہ صرف وجود خبائث سے پاک ہو کر خالص بن جائے گا طیب بن جائے گا بلکہ اس کی فکریں، سوچیں، خیالات بھی طیب ہوں گے اور پھر جب وہی سوچیں، فکریں و خیالات اعمال کی صورت اختیار کریں گے تو ایسے اعمال صالح اعمال ہوں گے۔

آپ آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں سے سنتے ہیں کہ ایک بار توبہ کر و تو اللہ پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے ایسے ہی اگر کوئی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں وہ بالکل ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ ابھی پیدا ہوا حالانکہ اللہ نے قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں کی بلکہ اللہ نے قرآن میں اس کی نفی کرتے ہوئے اس کا رد کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس کہا۔ اور یہ عقیدہ و نظریہ تو یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے یہودیوں کے ہاں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ جو یہودی بنے اس کے پچھلے تمام تر گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ایسے ہی کوئی جب بھی توبہ کرے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایسے ہی عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ و نظریہ ہے کہ جو بھی بپتسمہ لے یعنی توبہ کرے جس سے مراد ان کے ہاں آئندہ برے اعمال نہ کرنے کا عہد کرنے کے ساتھ ساتھ پانی سے نہانہ ہے جیسے ہی آپ بپتسمہ لیتے ہیں تو آپ کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے آپ ایسے ہو گئے جیسے کہ ابھی پیدا ہوئے ہیں اور ایسے ہی اگر کوئی عیسائیت میں داخل ہوتا ہے تو اس کے بھی پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بالکل یہی عقیدہ و نظریہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا ہے جو یہودیوں اور عیسائیوں سے ہی نسل در نسل چلتا آ رہا ہے کیونکہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے آباؤ اجداد پہلے یہودی و عیسائی ہی تو تھے اور یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اسلام لائے تھے انہوں نے آج سے چودہ صدیاں قبل موت کے ڈر سے اسلامی ریاست کے آگے سرنڈر کیا تھا نہ کہ انہوں نے دل سے محمد کی دعوت کو تسلیم کیا تھا۔

ان کے ان عقائد و نظریات کا رد کرتے ہوئے انہیں بے بنیاد و باطل ثابت کرتے ہوئے اللہ کا کہنا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا اس میں کچھ شک نہیں اللہ نے قانون میں جو کیا تھا اللہ نے قدر میں جو کیا تھا جس کے خلاف کچھ بھی ہو ہی نہیں سکتا وہ یہ تھا کہ اللہ پانی سے اس طرح عف کرتا ہے یعنی جسم پر باہر سے پانی ڈال کر نہانے سے جسم پاک نہیں ہوتا بلکہ اللہ جو پانی اتارتا ہے اس سے ثمرات نکلتے ہیں جو کہ طیب رزق ہوتا ہے اس رزق کو استعمال کرنے سے اور اگر وہ رزق میسر نہ ہو تو حلال طیب جانداروں سے جہاں جہاں سے گوشت کی صورت میں جہاں جہاں سے رزق حاصل ہوتا ہے اس رزق کے استعمال سے عف ہوتا ہے یعنی جسم مکمل طور پر خبائث سے پاک ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر اللہ غفر کرتا ہے یعنی اعمال کے لحاظ سے بھی بالکل پاک کر دیتا ہے اعمال نامے سے گناہوں کو مٹا دیتا اور وہ اس طرح کے جب جسم خبائث سے پاک ہو جاتا ہے یعنی غسل ہو جاتا ہے تو پھر الصلاۃ قائم کرتا ہے یعنی صالح اعمال کرتا ہے جس سے وہ لوگ جو الصلاۃ کی بجائے فساد کر رہے ہوتے ہیں اُن کے پلڑے میں جو حسنات ہوتی ہیں وہ ان کے پلڑے میں آجاتی ہیں اور ان کے بدلے میں جو اِن کے پلڑے میں سیئات ہوتی ہیں یعنی گناہ ہوتے ہیں وہ اُن کے پلڑے میں چلے جاتے ہیں یعنی جو فساد کر رہے ہوتے ہیں سارے گناہ اُن کے پلڑے میں چلے جاتے ہیں اور جو فساد کی بجائے الصلاۃ قائم کر رہے ہوتے ہیں تو ساری حسنات یعنی آسمانوں و زمین میں اچھے اعمال کا کریڈٹ ان کے کھاتے میں آجاتا ہے اس طرح اللہ عفو غفور ہے نہ کہ اُس طرح جس طرح یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کا کہنا ہے یا ان کے علاوہ ہندو ہوں یا باقی مذاہب و ادیان والوں کا کہنا ہے۔

جیسے آج خود کو مسلمان کہلوانے والے کہتے ہیں کہ غسل کرنے سے بندہ پاک ہو جاتا ہے اور غسل کا معنی لیتے ہیں پانی جسم پر ڈال کر جسم کو دھونا بالکل ایسے ہی تمام کے تمام ادیان والوں کا کہنا ہے بالکل یہی ہندوؤں کا بھی کہنا ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی گنگا مئیا یعنی گنگا ماں یا گنگا ماتا میں اشنان کرے یعنی غسل کرے گا تو پویتر ہو جائے گا یعنی وہ بالکل پاک ہو جائے گا۔

اب اس میں کچھ شک نہیں کہ غسل کرنے سے یا گنگا مئیا یعنی گنگا ماں یا گنگا ماتا میں اشنان کرنے سے بندہ پویتر ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں جو آج لیا جاتا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کہا جائے آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا تو اس کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ کوئی شخص آسمان سے گرا اور نیچے کھجور کا درخت تھا اس میں اٹک گیا جو کہ ہر کسی پر واضح ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے۔ ایسے ہی تمام کے تمام مذاہب میں جو غسل کا مطلب لیا جاتا ہے خواہ وہ ہندو ہوں جو غسل کو اپنی زبان میں اشنان کہتے ہیں یا پھر وہ عیسائی ہوں جو اسے بپتسمہ کہتے ہیں وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں کی مثال لے لیں کہ آخر ان کے ہاں یہ کہاں سے آیا کہ گنگا مئیا یعنی گنگا ماں یا گنگا ماتا میں اشنان کرنے سے بندہ پویتر یعنی پاک ہو جاتا ہے اور انہوں نے اس سے مراد یہ لے لیا کہ گنگا نامی ندی ہے جس میں غوطے لگانے سے نہانے سے بندے کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں بندہ پویتر یعنی پاک ہو جاتا ہے؟

جیسے آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام کو بعث کیا گیا تو محمد نے حق کھول کھول کر واضح کر دیا بالکل عین اسی طرح آج سے پانچ ہزار سال قبل اللہ نے ہند میں ایک رسول بعث کیا جسے قرآن میں عاد کہا اور ہند کے باسی کرشن یا کرشنا کے نام سے جانتے ہیں۔ کرشنا کو جب بعث کیا گیا تو ظاہر ہے اللہ تب رسول کو بعث کرتا ہے جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا تو ایسے ہی جب عاد یعنی کرشنا کو بعث کیا گیا تو ضلالٍ مبینٍ تھیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں تھا تب کرشنا نے حق کھول کھول کر واضح کیا۔ جیسے محمد نے کہا کہ تم پانی سے پاک ہوتے ہو پانی سے غسل کرو یعنی خود کو پانی سے پاک کرو جسے پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بالکل ایسے ہی کرشنا نے اس وقت کہا کہ تمہیں پانی سے خلق کیا گیا اس لیے تمہیں پانی ہی پاک کر سکتا ہے یعنی تمہارے پاپ پانی ہی دھو سکتا ہے اور پانی وہ جو گنگا ماتا کا ہو جسے اردو یا عربوں کی زبان میں فطرت اور انگلش میں ''مدر نیچر'' کہا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پانی جو تمہارا ربّ فطرت تمہیں فراہم کر رہا ہے اس پانی سے وجود میں آنے والا رزق استعمال کرو جس سے تمہارا اشنان ہو جائے گا یعنی تمہارے اجسام میں جو گندگی بھر چکی ہے اس سے پاک ہو جاؤ گے تمہارے اجسام پویتر ہو جائیں گے جس سے تمہارے تمام پاپ دھل جائیں گے یعنی اس کے بعد تم صالح اعمال کرو گے جس کے نتیجے میں تمہارے پاپ ختم ہو جائیں گے تم بالکل پویتر ہو جاؤ گے یعنی کرشنا نے بالکل وہی دعوت دی جو دعوت آج مجھ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ سے قبل محمد سمیت ہر رسول نے دی اور آج میں بھی بالکل وہی دعوت دے رہا ہوں۔ لیکن بعد میں جیسے جیسے گمراہیاں پھیلتی چلی گئیں تو وہی ہوا جو ہر دور میں ہوتا رہا جیسے آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے غسل کو نہانہ اور تیمّم کے نام پر جو بنا دیا ہوا ہے جیسے عیسائیوں نے غسل کو جسے وہ بپتسمہ کہتے ہیں اسے ایک رسم بنا دیا ہے کہ پادری آپ کو پانی سے نہلائے تو آپ ایسے ہو جائیں گے جیسے کہ ابھی پیدا ہوئے اور جیسے ہندوؤں نے گنگا ماں میں اشنان کو ایک رسم بنا دیا کہ گنگا نامی ندی میں نہانے سے تمام پاپ دھل جاتے ہیں۔

اب آئیں واپس مجرمین شیاطین کے تراجم و تفاسیر کے نام پر کیے جانے والے دجل و فریب کی حقیقت کی طرف۔ اللہ کا کہنا ہے کہ تم نے اس وقت تک الصلاۃ کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم غسل نہیں کر لیتے اور آگے غسل کرنے کے دو ذریعے واضح کیے اور اللہ کے برعکس مجرمین شیاطین کا کہنا ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں ہو یعنی عورت سے ہمبستری کی ہے تو نہا لو اور اگر پانی نہیں ملتا تو پاک مٹی لیکر اسے منہ اور ہاتھوں پر مل لو یعنی یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں ایک تو اس کا حق کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ جو اللہ کہہ رہا ہے اس کے بالکل متضاد بات کی جا رہی ہے اور ایسا ان لوگوں نے اسی لیے کیا کیوں کہ یہ لوگ قرآن سے حق کو سمجھنے کے لیے قرآن کی طرف نہیں آئے تھے یہ لوگ خود کو بدلنے کی غرض سے قرآن کی طرف نہیں بڑھے بلکہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو نسل در نسل آباؤ اجداد سے ہیں ہی حق پر لہذا ہمیں بدلنے کی ضرورت نہیں بدلنے کی ضرورت قرآن کو ہے اس لیے جو یہ خود تھے جو پہلے سے موجود تھا انہوں نے اسے ہی قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا یوں ان لوگوں نے قرآن کو ہی بدل ڈالا اور یہی سب ان کے آباؤ اجداد یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی کیا تھا اور ان سے قبل ہندوؤں نے بھی کیا۔

پھر آپ خود غور کریں کہ کیا پانی کیساتھ نہانے سے یا مٹی لیکر اسے منہ اور ہاتھوں پر ملنے سے آپ کا جسم مکمل طور پر خباثث سے پاک صاف ہو جاتا ہے؟ اور نہانے یا مٹی کو منہ اور ہاتھوں پر ملنے کے بعد نمازیں پڑھنے سے کیا آپ کے نامہ اعمال میں موجود گناہوں کا انبار ختم ہو کر ان کی جگہ حسنات یعنی مخلوقات پر احسان کرنے والے اعمال لے سکتے ہیں؟ اگر ایسا ممکن ہے تو جسے یہ لوگ غسل و تیمّم کہہ رہے ہیں وہی حق ہے جسے یہ لوگ الصلاۃ کہہ رہے ہیں وہی الصلاۃ ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر جان لیں نہ تو وہ غسل و تیمّم ہے جسے یہ لوگ غسل و تیمّم قرار دے رہے ہیں اور اندھوں کی طرح نسل در نسل کرتے چلے آرہے ہیں اور نہ ہی ان کی نماز الصلاۃ ہے خواہ یہ لوگ کچھ ہی کیوں نہ کر لیں ان کی اکثریت اگر اسے حق کہتی ہے تو اللہ اکثریت کے سامنے عاجز نہیں آنے والا کہ اللہ اکثریت کو دیکھ کر عاجز آکر اپنا قانون ہی بدل ڈالے گا۔

پھر آپ خود غور کریں کہ اگر غسل کا مطلب یہی ہے جو نسل در نسل چلا آرہا ہے تو پھر کیا قرآن متشابہاً ثابت ہوتا ہے؟ اگر غسل کا مطلب یہی ہے جو نسل در نسل چلا آرہا ہے تو پھر قرآن تو متشابہاً ہی ثابت نہیں ہوتا اس لیے ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ غسل سے مراد یہی ہو جو یہ لوگ کر رہے ہیں؟ ان کے تراجم و تفاسیر نہ تو قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ تو دور کی بات خالی تاریخ ہی ثابت ہوتے ہیں نہ ہی ایک ہی کتاب نہ ہی متشابہاً نہ ہی مثانی ثابت ہوتے

ہیں۔

جب آپ وہی بنتے ہیں جو آپ کھاتے ہیں آپ کے اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں تو پھر آپ خود غور کریں ایک شخص خبیث رزق استعمال کر رہا ہے اس کا پورے کا پورا وجود ہی خبیث ہے تو محض باہر سے جسم پر پانی ڈال کر رگڑنے سے جسم اندر سے کیسے پاک ہوسکتا ہے؟ اندر سے پاک تو اسی طرح ہوگا جیسے جسم بن رہا ہے اس کے لیے اس کو گند کی جگہ صاف ستھرا مواد فراہم کرنا پڑے گا جسے غسل کہا جاتا ہے۔

آج اگر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی تم لوگ حق کا انکار ہی کرتے ہو اور اپنے آباؤ اجداد کو جس پر پایا اسے ترک کرنے کی بجائے اسی پر ڈٹے رہتے ہو تو جان لو تمہارے ہاتھ سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا تمہارے لیے سوائے ذلت و رسوائی اور دنیا و آخرت میں ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا اور یہ بھی جان لو اب کل کو تمہارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی بہانہ نہیں ہوگا خواہ تم کچھ ہی کیوں نہ کر لو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا۔

اب آئیں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶ کی طرف اس میں بھی یہی بات ایک دوسرے پہلو سے کی گئی جس سے ان مجرمین شیاطین نے تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن کو بدلتے ہوئے اپنا وضو اخذ کیا اور پھر اسی بنیاد پر نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. المائدہ ۶

"مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تم منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمّم) کر لو۔ خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔ فتح محمد جالندھری

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔ احمد رضا خان بریلوی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور پانی نہ ملے، تو پاک مٹی سے کام لو، بس اُس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ ابوالاعلیٰ مودودی"

جیسا کہ پچھلی آیت پر بھی بات کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ اگر ان تراجم وتفاسیر کو حق مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نہ تو احسن الحدیث ہے یعنی قرآن نہ تو اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے، نہ ہی قرآن ایک ہی کتاب ثابت ہوتا ہے وہی ایک ہی کتاب جو اللہ نے ہر رسول پر

اتاری، نہ ہی متشابہاً ثابت ہوتا ہے یعنی اللہ کہہ رہا ہے کہ اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے جس کا مطلب ہے کہ سامنے تو سب کے ہے ہر کوئی اسے سن دیکھ اور پڑھ رہا ہے لیکن اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور نہ ہی قرآن مثانی ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن اپنے ہی قول میں جھوٹا ہو اور یہ مجرمین شیاطین سچے ہوں؟ ایسا ممکن ہی نہیں کہ قرآن جھوٹا ہو اور یہ مجرمین شیاطین سچے ہوں اس لیے یہ جو کچھ بھی تراجم وتفاسیر کی صورت میں موجود ہے یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ اللہ کے مقابلے پر شیاطین کا کلام ہے جو کہ اللہ کے کلام کی ضد ہے جس کا مقصد انسانوں کو اللہ کی طرف جانے سے روکنا ہے۔

تراجم وتفاسیر میں جو جو بات بھی کی گئی جیسا کہ اس آیت کی بنیاد پر اپنے وضو نامی عمل کو سچا ثابت کرنے کے دعوے کرتے ہیں اور پھر اسی کی بنیاد پر نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتے ہیں نہ تو پورے کے پورے قرآن میں، نہ ہی کسی ایک بھی آیت میں کسی وضو یا پھر نماز کا حکم دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی ذکر کیا گیا بلکہ اس کے بالکل برعکس جو کچھ بھی یہ لوگ حق کے نام پر کر رہے ہیں ان سب کو ضلالِ مبینِ قرار دیا جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں یہ سب کا سب محض بے بنیاد و باطل ہے جو ان کے مشرک آباؤ اجداد کا گھڑا ہوا ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہ لوگ اللہ کا شکر کرنے کی بجائے کفر کرتے ہوئے اسی پر ڈٹے ہوئے ہیں یعنی ان کو سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تھی تو یہ صلاحیتیں اسی لیے دی تھیں کہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اسے مکمل طور پر سمجھ لیں جب تک اطمینان نہیں ہو جاتا تب تک اس کے قریب بھی نہ جائیں لیکن ان لوگوں نے ان صلاحیتوں کا جس مقصد کے لیے دی گئیں اس مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس وہی کیا جس سے منع کیا گیا تھا انہیں روکا گیا تھا اس سے کہ کچھ بھی سنو یا دیکھو تو اس وقت تک تم نے وہ عمل نہیں کرنا جب تک کہ اسے مکمل طور پر سمجھ نہیں لیتے لیکن انہوں نے وہی کیا اور وہی کر رہے ہیں جس سے انہیں اللہ نے بہت ہی سختی کیساتھ روکا۔

پھر اس کے علاوہ آیت سے ہی ان کے تراجم کی حقیقت آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں آیت کے شروع میں اللہ کا کہنا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا اللہ اپنے رسول کے ذریعے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری دعوت کو میری بات کو دل سے مان رہے ہو جب تم قائم ہو رہے ہو الصلاۃ کی طرف پس کیا غسل کر رہے ہو؟

یعنی اگر تو غسل کر رہے ہو اور غسل کرنے کے بعد الصلاۃ کی طرف قائم ہوتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم ابھی ہو ہی خبائث سے بھرے ہوئے، تم طیب نہیں ہو یا ابھی تک تمہارا تزکیہ نہیں ہوا یعنی تمہارے اجسام خبائث سے پاک نہیں ہوئے تو تم پر لازم ہے کہ پہلے غسل کرو یعنی اپنے اجسام کو خبائث سے مکمل طور پر پاک کرو اس کے بعد ہی الصلاۃ کی طرف قائم ہو سکتے ہو ورنہ اگر بغیر غسل کیے یعنی بغیر اپنے جسم کو خبائث سے پاک کیے تم الصلاۃ کی طرف قائم ہوتے ہو تو پھر تم الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر فساد ہی کرو گے اور آگے غسل ہی کی وضاحت کرتے ہوئے بالکل وہی سب بیان کیا جو پچھلی آیت میں بیان کیا گیا اس کے بعد آیت کے آخر میں کہا مَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ نہیں چاہ رہا اللہ جو تمہیں الصلاۃ سے قبل غسل کرنے کا حکم دیا گیا الصلاۃ سے قبل جو تمہیں کرنے کا حکم دیا گیا تو اس لیے نہیں دیا گیا کہ تم پر جتنی بھی حرج ہیں ان میں سے کوئی ایک حرج بھی آئے۔

حَرَجٍ کُل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں جتنی بھی حرج ہو سکتی ہیں اور حرج کے معنی ہیں کسی بھی قسم کی مشکل، سخت تر حالات، نازک صورت حال، پریشانیاں، سختیاں، مشکلات، تکلیف دہ حالات، انتہائی سخت حالات، تنگی وغیرہ۔

اب اس آیت میں اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ تمہیں جو کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو کہ درج ذیل ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَ اَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا اگر اس پر عمل کیا جاتا ہے تو تم پر انتہائی سخت حالات آ جائیں گے، تم پر تنگی آ جائے گی، مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، انتہائی نازک اور سخت سے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ایسے

حالات کا سامنا کرنا پڑے تمہیں تکالیف سے گزارا جائے بلکہ اللہ کی چاہت یہ ہے کہ تمہیں پاک کیا جائے اگر تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے جس سے تمہیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس لیے کہ تمہیں پاک کیا جائے یعنی تمہارے اجسام کو خباثث سے پاک کیا جائے اور تمہارے اجسام کو پاک کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے یعنی ان سختیوں کو برداشت کیے بغیر تم پاک ہو ہی نہیں سکتے یوں جب تم ان حالات کا سامنا کرو گے سختیوں کو برداشت کر کے پاک ہو جاؤ گے تو تم صالح اعمال کرو گے جس سے تمہارے گناہ بھی دھل جائیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں اللہ نے الصلاۃ کی طرف قائم ہونے سے پہلے جس کام کے کرنے کا حکم دیا وہ وضو یا تیمّم ہے جس کا مطلب ہے کہ پانی سے ہاتھ کہنیوں تک، منہ اور ٹخنوں تک پاؤں دھونے ہیں اور اگر پانی میسر نہیں تو پاک مٹی لیکر اسے ہاتھوں اور منہ پر ملنا ہے تو کیا ایسا کرنے سے حرج میں سے کوئی ایک بھی حرج آتی ہے؟ یعنی کیا ایسا کرنے سے سخت سے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ تنگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اگر تو ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر بلا شک وشبہ اس آیت میں نسل در نسل چلے آرہے وضو اور تیمّم کا ہی حکم ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر جان لیں کہ اللہ نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں جو کچھ اخذ کر لیا گیا بلکہ اخذ بھی نہیں کیا گیا الٹا وہ تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا جس پر ان لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

پھر اس کے علاوہ آگے اللہ کا کہنا ہے وَّلٰكِنۡ يُّرِيۡدُ اور لیکن اللہ چاہ رہا ہے اور اللہ کیا چاہ رہا ہے یہ جو الصلاۃ کی طرف قائم ہونے سے قبل کرنے کا حکم دیا گیا جس سے تمہیں سخت سے سخت حالات، تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا کس لیے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا اس کا آگے اللہ نے جواب دے دیا لِيُطَهِّرَكُمۡ تمہیں اللہ نے الصلاۃ کی طرف قائم ہونے سے قبل جو کرنے کا حکم دیا یعنی غسل کرنے کا حکم دیا یہ تمہیں پاک کرنے کے لیے حکم دیا یعنی اللہ اگر ایسا چاہ رہا ہے تو اسی لیے کہ تمہیں اس کے ذریعے سے پاک کیا جائے تمہارے اجسام کو خباثث سے پاک کر دیا جائے جس کے بعد تم صالح اعمال کرو گے الصلاۃ قائم کرو گے تو تمہارے گناہ بھی دھل جائیں گے تم تمام تر گناہوں سے بھی پاک ہو جاؤ گے وَلِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ اور تمہیں اس لیے حکم دیا کہ تم پر پوری کرے جو اس کی نعمت ہے یعنی یہ جو کرنے کا کہا گیا اسے تسلیم کر کے کرنے سے جو حاصل ہوتا ہے تمہیں وہ حاصل ہو جو کہ قرآن میں اور مقامات پر واضح کر دیا کہ زمین میں مکن، آسمانوں وزمین کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ اس لیے تمہیں یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم یہ کرتے ہو تو تم شکر کر رہے ہو ورنہ تم شکر نہیں کر سکتے یعنی اگر تم غسل کرتے ہو مطلب یہ کہ اپنے اجسام کو پاک کر لیتے ہو تو تب ہی تم ان صلاحیتوں کا یا جو کچھ بھی تمہیں دیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر پاؤ گے جس مقصد کے لیے تمہیں دیا، اپنے اجسام کو خباثث سے پاک کرو گے تو تم پر حق کھلے گا اور تمہاری راہنمائی کی جائے گی ورنہ اگر تم غسل نہیں کرتے یعنی اپنے اجسام کو پاک نہیں کرتے تو نہ ہی تم پر حق کھلے گا اور نہ ہی اس مقصد کو پورا کر پاؤ گے جسے پورا کرنے کے لیے تمہیں دنیا میں لایا گیا تمہیں وجود دیا گیا یوں تم کفر کرتے ہوئے مجرم ثابت ہو کر انعام کی بجائے لعنت اور عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ اگر اس آیت میں اللہ نے وضو یا تیمّم کا حکم دیا ہے جوان کا وضو اور تیمّم ہے تو کیا اس وضو اور تیمّم سے جسم مکمل طور پر پاک ہو جاتا ہے؟ کیا وضو یا تیمّم کرنے سے حق کھل کر واضح ہو جاتا ہے؟ کیا وضو یا تیمّم سے زمین میں اقتدار واختیار حاصل ہو جاتا ہے یعنی وضو یا تیمّم کرنے والوں پر اللہ اپنی نعمت پوری کرتا ہے؟ کیا وضو یا تیمّم کرنے سے زمین میں تمام مخلوقات پر تمام انسانوں پر فضیلت یعنی ترجیح حاصل ہو جاتی ہے اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے؟ اور جو وضو یا تیمّم نہ کریں انہیں زمین میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ کیا وضو یا تیمّم سے دنیا میں آنے کا مقصد نہ صرف واضح ہو جاتا ہے بلکہ اس مقصد کو پورا بھی کیا جا سکتا ہے جو کچھ بھی دیا گیا سب کا اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے جس مقصد کے لیے دیا گیا؟ اگر تو ایسا ممکن ہے تو پھر بلا شک وشبہ اس آیت میں انہی کے بیان کردہ وضو اور تیمّم کا حکم دیا گیا اور اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر جان لیں کہ اس آیت میں کہیں بھی ایسا کچھ نہیں کہا گیا جس پر ان لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور وہی تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا ان فاسقوں نے قرآن کو ہی بدل ڈالا۔

آپ خود فیصلہ کریں اگر اس آیت میں اللہ نے ان کے وضو یا تیمّم کا حکم دیا ہوتا تو آج خود کو مسلمان کہلوانے والے جو کہ کروڑوں میں ہیں پوری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہوتے؟ ان پر اللہ کی، ملائکہ کی، تمام لوگوں کی لعنت ہوتی؟ یعنی ان کو ہر کوئی نظرانداز ہی کر رہا ہوتا؟ دنیا میں کوئی کتا مار دیا جائے تو پوری دنیا کے لوگ شور مچا دیتے ہیں لیکن یہ وضو اور تیمّم کرنے والوں کے لاکھوں کروڑوں عورتیں، بچے، جوان اور بوڑھے گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے جائیں تو دنیا میں کسی

کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب اگر یہ لوگ سچے ہیں اس آیت میں ان کے وضواور تیمّم کا حکم ہے تو پھر کیا اللہ جھوٹا ہے قرآن جھوٹا ہے یہ آیات جھوٹی ہیں؟ کیونکہ اگران آیات میں وضواور تیمّم کا حکم ہے تو پھر کیا صدیوں سے لیکر آج تک خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت نمازیں نہیں پڑھ رہی اور نمازوں سے پہلے وضو یا تیمّم نہیں کر رہی اسکے باوجود وہ حاصل کیوں نہ ہوا جس کا اللہ نے وعدہ کیا؟

دو میں سے ایک ہی صورت ہے یا تو آپ لوگ باطل پر ہو جسے آپ آج تک حق سمجھتے رہے وہ حق نہیں بلکہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے وہ الصلاۃ ہے ہی نہیں وہ وہی عمل ہے ہی نہیں جو اللہ نے الصلاۃ کی طرف قائم ہونے سے قبل کرنا لازم قرار دیا یا پھر آپ سچے ہیں اور قرآن جھوٹا ہے اللہ جھوٹا ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ خود کرلیں اگر آپ سچے ہیں اور وہی کر رہے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا تو پھر بالکل واضح ہے کہ اللہ جھوٹا ہے قرآن جھوٹا ہے کیونکہ آپ نے وہی کیا جو آپ کو اللہ نے کہا جو آپ کو قرآن نے کہا لیکن آپ کو بدلے میں وہ نہ ملا جس کا وہ عمل کرنے پر وعدہ کیا گیا تھا۔ اور اگر اللہ سچا ہے قرآن سچا ہے تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ان آیات میں جو کچھ بھی آپ نے سمجھا یا جو آپ قرار دیتے ہیں ایسا کچھ اللہ نے کہا ہی نہیں بلکہ آپ لوگوں نے اللہ کی بات کو سمجھا ہی نہیں آپ لوگ اللہ کے حکم کا کفر کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے وہی کر رہے ہیں جس پر آپ لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

ذرا خود بھی تو غور کریں اگر یہ نماز ہی الصلاۃ ہوتی اور یہ وضواور تیمّم حق ہوتا تو پھر آپ کے آباؤ اجداد یہ سب تو صدیوں سے کرتے چلے آرہے ہیں اس کے باوجود پوری دنیا میں ذلیل و رسوا کیوں ہو رہے ہیں؟ اور پھر آزمایا تو اس کو جاتا ہے جسے پہلے آزمایا نہ گیا ہو جب آپ کے آباؤ اجداد صدیوں سے نمازیں پڑھتے آرہے ہیں اور نمازوں سے پہلے وضو یا تیمّم کرتے چلے آرہے ہیں اس کے باوجود نہیں وہ حاصل نہ ہوا جس کا اللہ نے وعدہ کیا تو پھر آپ کو وہی سب کرنے سے وہ کیسے حاصل ہو جائے گا جو یہی سب کرنے سے آپ کے آباؤ اجداد کو نہ ملا جس کا اللہ نے وعدہ کیا؟

اللہ نے تو کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تم جو سنتے یا دیکھتے ہو بغیر سوچے سمجھے وہی کرنا شروع کر دو، اللہ نے تو کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا وہی حق ہے اور تم نے بھی آنکھیں بند کر کے وہی سب کرنا ہے بلکہ اللہ نے تو اس کے بالکل برعکس کہا، اللہ نے تو بار بار کہا کہ تمہیں سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو صرف اور صرف اسی لیے ہی دی ہیں کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک اطمینان نہیں ہو جاتا یعنی جب تک راسخ علم حاصل نہیں ہو جاتا تب تک عمل کے قریب بھی نہ جاؤ لیکن آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ لوگ یہی کر رہے ہیں؟ یا پھر آپ اللہ کے حکم سے کفر کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس وہ کر رہے ہیں جس سے اللہ نے سختی کیساتھ منع کیا؟ نہ صرف فیصلہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے بلکہ حق اس قدر کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا کہ حق اور باطل میں فرق کر دیا گیا حق اور باطل کھلم کھلا واضح طور پر الگ الگ ہو چکے اب آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا آپ حق کی اتباع کر کے دنیا و آخرت میں فلاح کا سودا کرنا چاہتے ہیں یا پھر آپ اللہ کی ہر بات کا کفر کرتے ہوئے اسی پر ڈٹے رہتے ہیں جس پر آپ نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور نہ صرف بندر اور خنزیر ہونے کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں عذاب عظیم کا سودا کرتے ہیں۔

اب آتے ہیں واپس آیت کی طرف اور آیت کو آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. المائدہ ٦

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ آپ ہی میں سے آپ کی طرف ایک بشر اللہ کا رسول بھیجا ہوا ہے جو آپ کو کہہ رہا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے اے وہ جو میری بات کو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو جب تم قائم ہوتے ہو الصلاۃ کی طرف پس کیا تب غسل کر رہے ہو ان کا جو تمہارے وجھ ہیں یعنی جو تمہارا رخ ہے جو تمہاری سمت ہے؟ مطلب یہ کہ جب بھی الصلاۃ کی طرف قائم ہونا ہے کوئی بھی عمل کرنا ہے تو سب سے پہلے آپ نے اپنی سمت کا غسل کرنا ہے اپنے رخ کو خالص کرنا ہے۔ آپ نے اپنا مقصد و مشن الصلاۃ کو بنایا ہے اور آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا وہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی

صلاحیتیں ہوں یا جو کچھ بھی دیا گیا اپنا رخ ہر طرف سے ہٹا کر بالکل خالصتاً الصلاۃ کی طرف کر لینا ہے الصلاۃ کے علاوہ کسی کے پیچھے یا کسی کے لیے بھی کچھ بھی نہیں کرنا اپنے رخ کو ہر طرف سے کاٹ کر خالصتاً الصلاۃ کی طرف کرنا ہے وَ اَیۡدِیَکُمۡ اور جو تمہیں آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی گئی یعنی کچھ بھی تم کرتے ہو تو غسل کرنا ہے اِلَی الۡمَرَافِقِ مرافق کا معنی ہے آپ جو بھی عمل کرتے ہیں جہاں تک وہ عمل اپنے اثرات چھوڑتا ہے جہاں تک اس کے اثرات جاتے ہیں مطلب یہ کہ جب بھی کوئی عمل کرنا ہے تو صرف ظاہر کو سامنے رکھ کر ظاہر کی بنیاد پر عمل نہیں کرنا بلکہ ظاہر کے علاوہ باطن کو بھی سامنے رکھتے ہوئے جب تمہارے پاس اس کے بارے میں مکمل علم آ جائے تو اس کی روشنی میں عمل کرنا ہے۔ اس بات کو کبھی بھی نہ تو بھولنا ہے اور نہ ہی نظر انداز کرنا ہے کہ جب بھی کوئی عمل کرو تو صرف وقتی حالات کو دیکھ کر یعنی ظاہر کو دیکھ کر نہیں کرنا بلکہ باطن کو بھی سامنے رکھنا ہے دیکھنا ہے کہ جو بھی عمل تم کرنے جا رہے ہو اس کے کل کو کیا اثرات مرتب ہوں گے یہ کہاں تک اپنے اثرات چھوڑے گا کہیں ایسا تو نہیں کہ آج وقتی طور پر تو اس سے فائدہ حاصل ہو اور کل کو یعنی بعد میں اس کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے آسمانوں وزمین میں اس کی وجہ سے فساد ہو، خرابیاں ہو جائیں اور پھر بالآخر تباہیوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑے۔

الۡمَرَافِقِ جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''ال، مر اور فق'' کا مجموعہ ہے۔ شروع میں ''ال'' کا استعمال مخصوص کر دیتا ہے آگے دوسرے لفظ ''مر'' کے معنی ہیں چلنا یعنی چلتے چلتے آگے کو جانا یا اسے بھی اس کی بنیاد سے سمجھ لیں ''مر'' جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''م اور ر'' کا مجموعہ ہے ''م'' کے معنی ہیں وہ یا جو یعنی جو بھی اور اگلا لفظ ''ر'' جس کے معنی ہیں چلنا آگے کو بڑھنا یوں ''مر'' کے معنی ہیں جو بھی آگے کو بڑھ رہا ہے یعنی چلتے چلتے آگے کو جا رہا ہے اور آخر میں ''فق'' کے معنی ہیں جس کے ساتھ جا کر تعلق قائم ہونا جس کیساتھ منسلک ہونا۔ اب تینوں الفاظ کے معنی کو جمع کریں تو المرافق کے معنی بالکل کھل کر واضح ہو جاتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ جو بھی عمل آپ کرتے ہیں اس عمل کے آگے بڑھتے بڑھتے جہاں تک بھی اور جس جس پر اثرات مرتب ہو رہے ہیں جہاں تک بھی اس عمل کے اثرات جا رہے ہیں جہاں تک اور جس جس کے ساتھ جا کر وہ جڑتا ہے منسلک ہوتا ہے۔

وَ اَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ اور تمہیں جو آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی یعنی جو ہاتھ دیئے تو ان کیساتھ جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ عمل آگے جہاں تک جا رہا ہے اور جس جس کیساتھ منسلک ہو رہا ہے وہاں تک غسل کرنا ہے یعنی ایسا عمل کرنا ہے کہ وہاں تک کہیں بھی کوئی خامی، خرابی یا نقص نہ ہو جس کے لیے لازم ہے کہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے نہ تو جذبات میں آ کر عمل کرنا ہے، نہ ہی صرف ظاہر کو دیکھ کر اور نہ ہی نامکمل علم یا بغیر حکمہ کے عمل کرنا ہے بلکہ جب بھی کوئی عمل کرنا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے ظاہر و باطن کو سنو دیکھو اسے مکمل طور پر سمجھو جب اطمینان حاصل ہو جائے کہ جو عمل کرنے جا رہے ہو جہاں تک اس کے اثرات مرتب ہوں گے کہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا فساد نہیں ہوگا بلکہ اصلاح ہی ہوگی مخلوقات کا فائدہ ہی ہوگا تو تب ہی عمل کرنا ہے۔

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ اور تم جو بھی عمل کر رہے ہو اثر انداز ہو رہے ہو اس کیساتھ بلند سے بلند مقام تک جہاں تک تمہاری رسائی ہے اور جہاں تک تم جا سکتے ہو وہاں تک۔ وَامۡسَحُوۡا اور کیا کر رہے ہو اثر انداز ہو رہے ہو بِ اس کیساتھ جدھر تمہارا رخ ہے اور جو اعمال بھی تم کر رہے ہو رُءُوۡسِکُمۡ جو تمہاری بلندیاں ہیں یعنی بلند سے بلند جہاں تک تمہاری رسائی ہے وَاَرۡجُلَکُمۡ اور کیا تھیں تمہاری رجل یعنی جو تم چل کر جا رہے ہو اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ جہاں جہاں تک تم جا سکتے ہو۔

یعنی یہ کہا جا رہا ہے کہ تم جو بھی اعمال کر رہے ہو بلند سے بلند مقام جہاں تک تمہاری رسائی ہے اور جہاں جہاں تک تم زمین میں جا رہے ہو وہاں تک تم آسمانوں و زمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے اپنے اعمال سے ان پر اثر انداز ہو رہے ہو اگر تم پہلے مکمل علم حاصل کر کے اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد عمل کرتے ہو تو وہاں تک کہیں بھی کوئی فساد نہیں ہوگا بلکہ ہر مخلوق کو تمہارے اس عمل کا فائدہ ہی پہنچے گا اور اگر تم نے بغیر علم کے کوئی بھی عمل کیا تو جہاں جہاں تک تمہاری رسائی ہے تمہاری پہنچ ہے وہاں تک آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا جس سے پھر تباہیاں آئیں گی اور نہ صرف تم خود بھی ان ہلاکتوں کا شکار ہو جاؤ گے بلکہ باقی مخلوقات کو بھی ان تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا یوں نہ صرف تم مجرم ثابت ہو جاؤ گے بلکہ تم سے مکمل حساب لیا جائے گا اور پھر سزا و جزا بھی دی جائے گی۔ پھر آیت میں آگے بالکل وہی بات کی گئی جو گزشتہ آیت میں گزر چکی ہے وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ اس کی وضاحت کے لیے آپ

دوبارہ پیچھے والی آیت پر جاسکتے ہیں اور آگے اس آیت کے آخر میں اللہ نے جو اس آیت میں کہا تھا اس سے آگے بات کی مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ اللہ کا اپنے رسول کے ذریعے کہنا ہے کہ تمہیں یہ جو کرنے کا کہا گیا اگر تم یہ کرتے ہو تو اس کے نتیجے میں تم پر انتہائی سخت حالات آئیں گے، تم پر تنگی آئے گی، تمہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، انتہائی نازک اور سخت سے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اے اللہ اگر تجھے پہلے سے ہی علم ہے کہ جو کہا جا رہا ہے وہ کرنے سے ایسے حالات آئیں گے جو کہ انتہائی سخت ہوں گے اور اس کے باوجود یہ کرنے کا کہہ رہا ہے تو کیا یہ حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم پر سخت حالات آئیں ہم تنگیاں وسختیاں برداشت کریں، ہم مشکلات و مصائب کو برداشت کریں؟ تو آگے اللہ نے اس کا جواب بھی دے دیا وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَھِّرَکُمۡ اور لیکن یعنی اس لیے نہیں، اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر سختیاں مسلط کی جائیں تم پر سخت حالات لائے جائیں اور تم ان کو برداشت کرو بلکہ اس لیے تمہیں یہ کرنے کا حکم دیا اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے یعنی تمہارے اجسام کو خبائث سے پاک کرے، تمہارے رخ جو ہیں انہیں پاک کرے وَلِیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ اور اس لیے تمہیں یہ کرنے کا حکم دیا کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم اللہ کی بات کو مان کر اس پر عمل کرو تو اس کے بدلے میں تم پر انعام ہو گا یعنی اس کا جو بدلہ یعنی جو رد عمل اللہ نے قدر میں کر دیا وہ تمہیں حاصل ہو جائے جو کہ آسمانوں و زمین میں تمام مخلوقات پر تمام لوگوں پر فضیلت ہے تمہیں زمین پر بلند مقام دیا جائے تمہیں زمین میں اقتدار و اختیار دیا جائے دنیا کی تمام قوموں پر تمہیں نگران بنایا جائے ان کے نفع ونقصان کا اختیار تمہارے ہاتھ میں دیا جائے جیسے گھر میں والدین کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے بالکل وہی اہمیت وحیثیت اس دنیا میں تمہاری ہو باقی تمام انسان تمہاری رعایا ہوں اور تم نہ صرف اس زمین کی دیکھ بھال کرو بلکہ انسانوں کو ان کے مقام پر قائم کرو ان پر نگران بنو یہ اللہ چاہتا ہے نہ کہ اللہ کا کوئی اور مقصد ہے لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ یہ سب اللہ نے شکر کرنے پر رکھ دیا یعنی اگر تم شکر کرتے ہو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہو جس مقصد کے لیے دیا گیا تو تب ہی تمہیں یہ انعام حاصل ہو گا جس کے لیے تمہارا سب سے پہلے اپنے اجسام کو خبائث سے پاک کرنا لازم ہے جس کے لیے تمہیں طیب رزق استعمال کرنا پڑے گا جب تم طیب رزق استعمال کرو گے تو تمہارے وجود خبائث سے پاک ہو کر تم طیب بن جاؤ گے۔ اللہ طیب ہے یوں اللہ تم سے حب کرے گا یعنی فطرت تمہیں اپنی طرف کھینچے گی تم فطرت سے جڑ جاؤ گے یعنی مشین میں پرزے کی طرح اپنے مقام پر قائم ہو جاؤ گے تمہارا اپنا الگ سے وجود مٹ جائے گا پھر تمہارا ہر عمل اللہ کا یعنی فطرت کا عمل ہو گا تو پھر کون ہے جو فطرت کا مقابلہ کر سکے؟ کون ہے جو فطرت کو عاجز کر سکے یعنی اللہ کو عاجز کر سکے؟ یوں تمہیں نہ صرف دنیا میں بلند مقام حاصل ہو جائے گا بلکہ آخرت میں بھی اور اس کے لیے تمہیں تزکیہ کرنا پڑے گا اپنے اجسام کو پاک کرنا پڑے گا اور آج جو حالات ہیں ان حالات میں اجسام کو پاک کرنے کے لیے جب طیب رزق استعمال کیا جائے گا تو ظاہر ہے سختیوں و پریشانیوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔

اور دیکھیں یہی اللہ نے اس سے اگلی آیت میں بھی واضح کر دیا۔

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ وَمِیۡثَاقَهُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِهٖۤ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ. المائدہ ۷

وَاذۡکُرُوۡا اور کیا ذکر کر رہے ہو؟ یعنی جو بھول چکے اسے یاد کر رہے ہو اور آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کس بھول چکے کو یاد کرنے کی بات کی جا رہی نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ نعمت اللہ تمہارے اوپر یعنی تمہیں سننے دیکھنے اور جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو آج جو سن رہے ہو جو دیکھ رہے ہو کہ تم آج کن حالات کا شکار ہو، تم پر ذلت مسلط کی جا چکی تم دنیا کی ذلیل ترین قوم کی صورت اختیار کر چکے ہوئے ہو تو کیا تم شروع سے ہی ایسے تھے؟ یا پھر پہلے تمہیں عالمین میں بلند مقام حاصل تھا؟ تو ذرا یاد کرو وہ جو تمہیں بلند مقام حاصل ہوا تھا وہ کیسے ہوا تھا؟ جس طرح تب تمہیں پستیوں سے اٹھا کر بلندیوں پر پہنچا دیا تھا بالکل ویسے ہی اللہ نعمت کرتا ہے۔

جب تم غور کرو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ جب تمہیں بلند مقام حاصل ہوا تھا تو اس کی ابتداء تب ہوئی تھی جب تم ضلالٍ مبینٍ میں تھے اور ہم نے تم میں تم ہی سے اپنا ایک رسول بعث کیا اور پھر اس نے آ کر کیا کیا اس سب کی تاریخ بھی اسی قرآن میں اتار دی گئی۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ. الجمعہ ۲

هُوَ الَّذِیْ جو وجود تمہیں ہر طرف موجود نظر آ رہا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے گا تو نہ صرف ایک ہی ذات سامنے آئے گی جس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یہی وہ ذات ہے بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ بعث کیا امیّین میں ایک رسول انہی میں سے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ تو جب رسول آ موجود ہوا یعنی جب رسول موجود ہے تو وہ کیا کر رہا ہے جس سے رسول کی پہچان بھی واضح ہو جاتی ہے اسے واضح کر دیا کہ اس کی آیات کی تلاوہ کر رہا ہے یعنی پوری ترتیب کیساتھ، حکمہ کیساتھ اس کی آیات کو کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ تم نے کب کب کیا کیا کرنا ہے کیسے کیسے کرنا ہے وغیرہ وغیرہ وَیُزَکِّیْهِمْ اور ان کا تزکیہ کر رہا ہے یعنی ان کے اجسام کو نہ صرف خبائث سے پاک کر رہا ہے ان کی راہنمائی کر کے کہ تمہارا رزق کیا ہے بلکہ اس سے وہ واپس اسی حالت میں چلے جاتے ہیں جس حالت میں انہیں دنیا میں لایا گیا تھا یعنی فطرت پر چلے جاتے ہیں ان کا تزکیہ ہو جاتا ہے جب ان کا تزکیہ ہوتا ہے تو وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ انہیں علم دے رہا ہے جو کہ الکتاب تھی یعنی ان پر الکتاب جو کہ آسمانوں و زمین ہیں کو کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ ان کو کیسے خلق کیا گیا کیا کیا قوانین ہیں وَالْحِکْمَةَ اور اس علم کا صحیح استعمال سکھا رہا ہے وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور اگر جو قانون میں طے کر دیا گیا یعنی جو ہونا قدر میں کر دیا گیا وہ ہو رہے ہیں اس سے قبل جو ان کے لیے ہونا طے کر دیا گیا ان کی حالت یہ ہے کہ ضلالِ مبینٍ میں ہیں یعنی اللہ نے قدر میں کر دیا کہ جب جب امیّین ضلالِ مبینٍ میں ہو رہے ہوں گے کہ کسی ایک کو بھی علم نہیں کہ حق کیا ہے نور کی ایک کرن بھی نہیں ہو گی تب تب اللہ اپنا رسول بعث کرے گا اور جب رسول آتا ہے تو سب سے پہلی بات کہ وہ امیّین میں انہی میں سے آتا ہے دوسری بات کہ وہ آ کر سب سے پہلے ان پر اس کی آیات کی تلاوہ کرتا ہے یعنی ان پر وہ سب انتہائی ترتیب کیساتھ کھول کھول کر واضح کرتا ہے جو سب سے پہلے کرنا لازم ہوتا ہے جس سے ان کا تزکیہ ہوتا ہے یعنی ان پر واضح کرتا ہے کہ تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو سب سے پہلے ان پر رزق کی اہمیت و حیثیت واضح کرتا ہے، اللہ کا رزق کیا ہے اسے کھول کھول کر واضح کرتا ہے، یوں جب ان میں سے جو اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں تو ان کا تزکیہ ہو جاتا ہے یعنی ان کے اجسام و ان کا رخ خالص ہو جاتا ہے تمام طرح کی ملاوٹوں و خبائث سے پاک ہو جاتے ہیں یعنی واپس فطرت پر آ جاتے ہیں پھر انہیں الکتاب سکھاتا ہے یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کا علم انہیں سکھاتا ہے اور اس علم کا صحیح استعمال انہیں سکھاتا ہے یوں جب ان پر قوانین فطرت کھل کر واضح ہو جاتے ہیں تو پھر ظاہر ہے دنیا میں کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کون ہے جو انہیں بلندیوں کی طرف سفر کرنے سے روک سکے؟ کوئی نہیں انہیں روک سکتا یوں جہاں وہ پہلے ضلالِ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں دنیا میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہوتے ہیں پستیوں میں گر چکے ہوتے ہیں تو وہ رسول کی اطاعت و اتباع میں دنیا میں بلند مقام حاصل کر لیتے ہیں یہ ہے نعمۃ اللہ اس طرح اللہ نعمت کرتا ہے، اسی طرح تم پر نعمت کی تھی اور پھر اس سے اگلی آیت میں اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ تمہارے آخرین میں جب تم پھر ضلالِ مبینٍ میں جا چکے ہو گے تب ایک بار پھر اللہ اپنا رسول بعث کرے گا تا کہ تم اس کی اطاعت و اتباع میں ضلالِ مبینٍ سے نکل کر پستیوں سے نکل کر دوبارہ دنیا میں بلند مقام حاصل کر لو۔

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ. الجمعه ۳

اور آخرین میں بھی ان میں انہی سے وہی ذات اپنا رسول بعث کرے گی یعنی آخرین جب ضلالِ مبینٍ میں جا چکے ہوں گے تب امیّین میں انہی سے رسول بعث کیا جائے گا اور یوں ایک بار پھر تاریخ دہرائی جائے گی ضلالِ مبینٍ سے اٹھا کر عزت دی جائے گی دنیا میں بلند مقام دیا جائے گا تمہارے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا بشرطیکہ تم اس رسول احمد عیسیٰ کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت و اتباع کرو اور آج سے چودہ صدیاں قبل جب یہ کہا جا رہا تھا تب آخرین کے بارے میں ساتھ یہ بھی واضح کر دیا تھا لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ آج سے چودہ صدیاں قبل آخرین میں رسول کی بعثت کی بشارت دیتے ہوئے اس وقت جو موجود تھے اور جب تک کہ آخرین آ نہیں جاتے تب تک والوں کو کہا تھا آخرین وہ ہیں جو کہ ابھی نہیں آئے ان سے تم نہیں مل رہے جو کے بعد میں جا کر آئیں گے جب دوبارہ ضلالِ مبینٍ میں جا چکے ہوں گے۔

ایسے ہی قرآن میں بنی اسرائیل کی مثل سے ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ کیسے دنیا میں عزۃ یعنی بلند مقام دیتا ہے جو کہ اس کی نعمت ہے اور کیسے عزۃ یعنی بلند مقام سے نیچے لاتے لاتے ذلت و مسکنت مسلط کر دیتا ہے جس پر بعض مقامات پر تفصیل کیساتھ بات کی جا چکی۔

آپ نے دیکھا کہ سورۃ المائدہ میں اس آیت کی اگلی آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ کی نعمت کیسے ہوتی ہے اور پھر دیکھیں سورۃ النساء کی اس آیت سے اگلی آیت

میں کیا کہا گیا جو کہ آپ کو دہلا کر رکھ دے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ۔ النساء ۴۴

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا اِلَی الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ کون ہیں جن کو دیا گیا ہوا ہے الکتاب سے ایک حصہ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ جو الکتاب سے ایک حصہ انہیں دیا گیا ہوا ہے وہ سودا کر رہے ہیں گمراہی کا یعنی الکتاب سے جو ایک حصہ انہیں دیا گیا وہ اس سے ہدایت کی بجائے گمراہی کا سودا کر رہے ہیں اس سے ہدایت پانے کی بجائے گمراہ ہی ہو رہے ہیں وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ اور چاہ رہے ہیں کہ الکتاب کے ایک حصے سے جو گمراہی کا سودا وہ خود کر رہے ہیں خود گمراہی کا شکار ہیں تمہیں بھی رستے سے ہٹا دیں بالکل ایسے ہی جیسے ماضی میں بھی ایسا ہو چکا یعنی جیسے امت بنی اسرائیل کے اولین نے کیا تھا اور جب ان کے آخرین میں ہم نے اپنا رسول عیسیٰ ابن مریم بعث کیا تو اس وقت وہ انہیں گمراہ کر رہے تھے رستے سے ہٹا رہے تھے بالکل ویسے ہی آج یہ خود کو مسلمان کہلوانے والے کر رہے ہیں۔

اس آیت میں آج کی تاریخ بیان کی گئی آج جو ہو رہا ہے الکتاب جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ التورائت اور دوسرا حصہ الانجیل اور الفرقان الکتاب سے یہی فرق کرتا ہے یعنی الکتاب کو دو حصوں التورائت اور الانجیل میں فرق کرتا ہے دونوں کو الگ الگ کرتا ہے۔ ہر امت کے نہ صرف اولین میں بلکہ آخرین میں بھی رسول بعث کیا جاتا ہے یعنی ہر امت کو دو بار موقع دیا جاتا ہے اولین کے لیے الکتاب سے پہلا حصہ التورائت ہوتی ہے ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ الکتاب سے اپنا حصہ التورائت قائم کریں اور آخرین کا حصہ الانجیل ہوتی ہے۔ خود کو مسلمان کہلوانے والے ہی وہ ہیں جنہیں الکتاب سے ایک حصہ دیا گیا ہو اہے اور ان لوگوں نے اس سے بجائے یہ کہ ہدایت حاصل کرتے انہوں نے گمراہی کا سودا کیا اور آپ نے خود جان لیا کہ کیسے انہوں نے گمراہی کا سودا کیا جہاں اللہ نے اتنے بڑے بڑے راز کھولے، دنیا میں بلند مقام پانے کے قوانین کو واضح کیا تو وہاں وہاں انہوں نے اس کو مذہب کے نام پر پوجا پاٹ بنا کر نہ صرف گمراہی کا سودا کیا بلکہ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور آخرت میں بھی ان کا یہی انجام ہے۔ ایسے ہی انہوں نے جس طرح گمراہی کا سودا کیا اور یہ یہی چاہ رہے ہیں کہ جو اس وقت اللہ کے رسول احمد عیسیٰ یعنی میری اطاعت واتباع کر رہے ہیں جو میری بات سن رہے ہیں انہیں بھی گمراہ کر دیں یہ لوگ ہر کسی کو اپنی طرح گمراہ ہی کر رہے ہیں یہی ان کی چاہت ہے جس کے لیے یہ کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں۔ اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات زبردستی دوسروں پر مسلط کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اگر کوئی غور وفکر کرے اللہ کی غلامی کرے تو اس پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں، اس پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں، اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں اس پر زمین تنگ کر دیتے ہیں صرف اور صرف اسی لیے کہ ان کی چاہت یہی ہوتی ہے جیسے یہ لوگ خود گمراہ ہیں باقی سب کے سب بھی انہی کی طرح گمراہی کا سودا کریں کوئی بھی خود سے غور وفکر نہ کرے۔

آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں نے کیا کیا اس سے ہدایت اخذ کی یا پھر الٹا گمراہی اخذ کی؟ ان لوگوں نے ان آیات کے من پسند تراجم و تفاسیر کر کے خود ہی گمراہی کا سودا کیا۔ جب قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اس کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ نہیں ہو رہا ہوتا یا ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر ان لوگوں کو کس نے حق دیا تھا کہ یہ لوگ تراجم و تفاسیر کے نام پر جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا اسی کو قرآن سے منسوب کر دیں؟ ان لوگوں نے کس طرح تراجم و تفاسیر کر لیں؟ یہ آیات تو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں اور ان آیات نے تب تک بیّن ہی نہیں ہونا تھا جب تک کہ اللہ اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث نہیں کر دیتا تو ان لوگوں نے ان آیات کو کیسے تراجم و تفاسیر کے نام پر بیّن کر لیا جو کہ ان کی تاریخ ہی نہیں؟ اور پھر کیا آج جب اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا تو کیا آج یہ آیات کھل کر واضح نہیں ہو چکیں؟ کیا یہ سب کی سب دعوت تو ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی نہیں ہے؟ کیا یہ آیات ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی نہیں جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتار دی تھیں؟ کیا آج تمہیں قرآن یاد نہیں دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی؟ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی؟ کیا قرآن ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق نہیں کر رہا جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے؟

تو اب بتاؤ کیا تمہارے وضو، تمہارے غسل، تمہارے تیمّم کیا حق ہیں اور ان کی بنیاد پر الصلاۃ کے نام پر نماز کیا حق ہے؟ اس کا ہم نے تمہیں کبھی بھی حکم دیا تھا؟

جان لو یہ سب کا سب تمہاری اپنی خواہشات ہیں ان کا دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں یہ سب کا سب گمراہیاں ہیں جو تمہارے آباؤ اجداد کی گھڑی ہوئی ہیں جن کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا حق کی ضد باطل ہیں۔

یوں آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ جن آیات کی بنیاد پر مجرمین شیاطین اپنے غسل، اپنے وضو اور ان کی بنیاد پر اپنی نمازیں ثابت کرنے کے دعویدار تھے ان کی بنیادیں ہی اکھاڑ کر رکھ دی گئیں ان کے دجل وفریب کو چاک کر کے رکھ دیا گیا۔ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

وہ آیات جن سے نہ صرف یہ مشرکین نسل در نسل اپنے وضو، تیمّم اور پھر ان کی بنیاد پر نماز کو ہی الصلاۃ قرار دیتے رہے انہیں ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر آپ پر حق واضح کر دیا گیا جس سے ان کے دجل وفریب کا پردہ اس طرح چاک ہو چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت حق کا رد نہیں کر سکتی، حق کو غلط ثابت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اب یہ لوگ اپنے وضو، غسل، تیمّم اور نمازیں ثابت کر سکتے ہیں بلکہ اب تو یہ لوگ اپنی پوجا پاٹ کا کسی بھی صورت دفاع بھی نہیں کر سکتے اور پھر دفاع تو اس کا کیا جاتا ہے جس کا کوئی وجود ہے ان کے غسل، ان کے وضو، ان کے تیمّم اور ان کی بنیاد پر نمازوں کا تو وجود ہی مٹا کر رکھ دیا گیا اب یہ لوگ چاہ کر بھی ان کا وجود بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ اب آتے ہیں مزید ایسی ہی آیات کی طرف جن سے یہ لوگ نہ صرف اپنی نمازوں کے نام اخذ کرنے کے دعوے کرتے ہیں بلکہ اوقات نماز اخذ کرنے کے بھی دعوے کرتے ہیں اور ان آیات کے تراجم وتفاسیر کے نام پر شیاطین مجرمین کے کلام سے جو جو دھوکے دیئے جاتے رہے نہ صرف انہیں چاک کرتے ہیں بلکہ آیات کو بھی ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ وَالَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَحِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّهِیۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَلَا عَلَیۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ. النور ۵۸

’’ مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں اور جو بچّے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ یعنی (تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں۔ (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو) جب تم کپڑے اتار دیتے ہو۔ اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے (کے) ہیں ان کے (آگے) پیچھے (یعنی دوسرے وقتوں میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر۔ کہ کام کاج کے لئے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو۔ اس طرح خدا اپنی آیتیں تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ فتح محمد جالندھری

اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نمازِ صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے وقت ہیں اِن کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ اُن پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے، اور وہ علیم وحکیم ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ‘‘

اس آیت کی تراجم کے نام پر شیاطین مجرمین کا کلام آپ کے سامنے ہے ان کے مطابق اس آیت میں اللہ مومنوں کو کہہ رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جو تمہاری شرم کے ہیں ایک فجر کی نماز سے پہلے دوسرا دوپہر کے وقت اور تیسرا عشاء کی نماز کے بعد یعنی ان تین اوقات میں تم کپڑے اتارے ہوئے ہوتے ہو، تم حالت پردہ میں ہوتے ہو اس لیے ان تین اوقات کے دوران تمہارے غلام لونڈیاں اور وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے اجازت لیکر تمہارے پاس آئیں۔

مطلب یہ کہ ایک تو یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ تم ان تین اوقات میں حالت پردہ میں ہوتے ہو یعنی حالت شرم میں ہوتے ہو اور دوسرا یہ کہا گیا کہ ان تین اوقات کے دوران تمہارے مملوک جو تمہارے غلام اور لونڈیاں ہیں اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے وہ بغیر اجازت کے تمہارے پاس نہیں آسکتے انہیں ان تین اوقات کے دوران تمہارے پاس آنے کے لیے پہلے اجازت لینا ضروری ہے تا کہ تم کپڑے وغیرہ پہن لو یعنی ان تین اوقات میں بغیر اجازت آنے کی ممانعت صرف غلاموں اور نابالغ بچوں کے لیے ہے، جو بالغ ہیں ان تین اوقات کے دوران بغیر اجازت کے آسکتے ہیں، تمہارے ہمسائے آسکتے ہیں، تمہارے والدین آسکتے ہیں، تمہارے بہن بھائی، تمہاری وہ اولاد جو بالغ ہیں وہ بغیر اجازت کے آسکتے ہیں، معاشرے کا کوئی بھی فرد بغیر اجازت کے آسکتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، آنے سے پہلے اجازت لینا صرف اور صرف ان کے لیے لازم ہے جو غلام ہیں اور دوسرے تمہارے وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے۔

ذرا غور کریں کیا کہا جا رہا ہے؟ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تراجم میں ایسی کوئی بات نہیں کی گئی کیونکہ تراجم آپ کے سامنے ہیں۔ اور پھر مزید یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ان تین اوقات کے علاوہ ان پر اجازت کی بندش ختم ہو جاتی ہے یعنی ان تین اوقات کے علاوہ غلام اور نابالغ بچے بھی بغیر اجازت کے آسکتے ہیں۔

آپ سے ہی سوال ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ اللہ کا قول ہے اللہ ایسا کہہ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو مومن ہیں وہ صرف اور صرف ان تین اوقات میں روزانہ حالت شرم میں ہوتے ہیں انہوں نے کپڑے اتار رکھے ہوتے ہیں ان تین اوقات کے علاوہ مومنوں میں سے کوئی بھی حالت شرم میں نہیں ہوتا تو کیا یہ سچ ہے؟

تراجم میں تو یہ کہا گیا کہ دوپہر کے وقت تم نے کپڑے اتار رکھے ہوتے ہیں تو آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا آپ دوپہر کو کپڑے اتارے ہوئے ہوتے ہیں؟ اور پھر اگر یہ اللہ کا قول ہے اللہ کا حکم ہے تو پھر کیا آپ نے آج تک اللہ کے اس حکم پر عمل کیا؟ کیا آج تک کسی ملاّں نے ایسا کیا کہ ان تین اوقات میں نہ صرف وہ اپنی بیوی کیساتھ قابل شرم حالت میں ہو بلکہ اس نے باہر تختی آویزاں کر رکھی ہو کہ کوئی بھی غلام، لونڈی اور نابالغ بچہ بغیر اجازت کے اندر نہیں آسکتا اسے آنے کے لیے پہلے اجازت لینا ہوگی میں فیصلہ کروں گا کہ تم آسکتے ہو یا نہیں اور جو نہ ہی غلام ہیں اور نہ ہی نابالغ وہ بغیر اجازت کے اندر آسکتے ہیں وہ کچھ بھی دیکھیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیا آج تک کسی ملاّں نے اور ان ملاؤں کے ماننے والوں نے اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو اس پر عمل کیا؟ یا پھر اس کے بالکل برعکس کیا اور کرتے ہیں؟ اگر اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں تو پھر کیا انہی کے تراجم کے مطابق یہ اپنے اللہ کے مجرم ثابت نہیں ہو جاتے؟

پھر اس کے علاوہ ان کے تراجم کی بنیاد پر تو قرآن غلام اور لونڈیاں بنانے کی کھلم کھلا نہ صرف اجازت دے رہا ہے بلکہ لوگوں کو غلام اور لونڈیاں بنانے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے تو کیا یہی سب سکھانے کے لیے قرآن اتارا گیا؟ لوگوں کو غلام اور لونڈیاں بنانے کا رسم ورواج تو قرآن کے نزول سے پہلے موجود تھا اور قرآن اس نظام کی ان رسم ورواج کی تائید وتصدیق کرنے کے لیے نہیں اتارا گیا تھا بلکہ قرآن تو اس ظالمانہ ومشرکانہ نظام اور رسم ورواج کو جڑوں سے کاٹ کر اکھاڑ پھینکنے کے لیے آیا تھا لیکن ان کے آباؤ اجداد نہ تو ایمان لائے یعنی انہوں نے نہ تو محمد رسول اللہ کی کسی بات کو دل سے تسلیم کیا اور نہ ہی اپنے رسم ورواج کو ترک کرنے پر راضی ہوئے بلکہ کچھ مدت تک جب تک ان پر ڈنڈا لہراتا رہا یہ لوگ رکے رہے لیکن جیسے ہی ڈنڈے کا ڈر ان پر سے ہٹ گیا ان لوگوں نے اپنے انہی رسم ورواج کو ہی تراجم وتفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا جس سے نہ صرف ان کو اپنی خواہشات کی اتباع کے لیے محفوظ رستہ حاصل ہو گیا بلکہ الٹا ہر اس عمل کو ثواب سمجھ کر کیا جانے لگا اور آج تک کیا جاتا رہا جس سے بھی قرآن نے روکا جس کی بھی قرآن نے مذمت کی۔

اللہ نے اسی قرآن میں کہا اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ اللہ نے جو اتارا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اللہ نے جو اتارا وہ ایک ہی کتاب ہے وہ متشابہاً ہے مثانی ہے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر یہ تراجم وتفاسیر ہی اللہ کا کلام ہے اللہ کا قول ہے، جو کچھ بھی تراجم وتفاسیر میں ہے یہی حق ہے تو پھر کیا یہ اللہ کا اتارا ہوا ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ ایک ہی کتاب ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ متشابہاً یعنی ایسا ثابت ہوتا ہے کہ سامنے تو ہر کسی کے ہے لیکن اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی

کے پاس اس کا علم نہیں ہے تو کیا یہ متشابہاً ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ مثانی ثابت ہوتا ہے؟

جب نہ یہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ثابت ہوتا ہے، نہ ایک ہی کتاب ثابت ہوتا ہے، نہ متشابہاً ثابت ہوتا ہے، نہ ہی مثانی ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ اللہ کا قول کیسے ہوگیا؟ پھر جو کچھ بھی تراجم وتفاسیر کے نام پر موجود ہے یہ اللہ کی بات کیسے ہوسکتی ہے؟ کیسے اللہ کوئی ایسی بات کرسکتا ہے جو کہ کوئی پاگل و بے وقوف ہی کرسکتا ہے؟

اس آیت کے تراجم وتفاسیر کے نام پر جو کچھ بھی کہا گیا یہ کوئی پاگل، جاہل اور بے وقوف ہی کہہ سکتا ہے اور ایسوں نے ہی کہا جو کہ شیاطین مجرمین ہیں نہ کہ اللہ نے ایسا کچھ کہا۔

آج یہ جو حقائق آپ کے سامنے کھول کھول کر واضح کیے جارہے ہیں یہ سب پہلے سے ہی سامنے تھا لیکن آج تک کسی کو یہ نظر نہ آیا کہ ایسی انتہائی جاہلانہ و بے وقوفانہ باتیں اللہ کی نہیں ہوسکتیں اور اس کا اس سے پہلے سامنے نہ آنے کی وجہ یہی بنی کہ ان لوگوں نے اس آیت کے ان تراجم وتفاسیر کی بنیاد پر اپنی نمازیں اخذ کیں، جب کوئی بھی تراجم وتفاسیر کے نام پر شیاطین کا کلام پڑھتا ہے تو اس کی توجہ ادھر جاتی ہی نہیں بلکہ اس کے دماغ میں فوراً یہی آتا ہے کہ ہاں دیکھو اس آیت میں تین نمازوں کے نام موجود ہیں حالانکہ اس کی حقیقت بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں کہ اس آیت میں کسی نماز کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ بھی ان لوگوں نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے قرآن کو بدلتے ہوئے اپنے مشرک آباؤاجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد ونظریات کو ہی قرآن سے منسوب کردیا۔

اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ آخر میں کہا گیا ''اس طرح خدا اپنی آیتیں تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے'' اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ اس میں کون سی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی؟ اور اس میں کون سا بہت بڑا علم اور حکمہ پوشیدہ ہے؟ کہ تین اوقات میں تم ننگے ہوتے ہو، قابل شرم حالت میں ہوتے ہو اور ان تین اوقات میں تمہارے غلام، لونڈیاں اور نابالغ بچے اجازت لیکر آئیں ان کے علاوہ ہر کوئی بغیر اجازت نہ صرف آسکتا ہے بلکہ وہ آکر تمہیں قابل شرم حالت میں دیکھ کر محظوظ بھی ہوسکتا ہے اور پھر ان تین اوقات کے علاوہ وہ بھی بغیر اجازت کے آسکتے ہیں خواہ تم کسی بھی حالت میں کیوں نہ ہو۔

یہ علم وحکمہ ہے یا انتہائی جاہلانہ و بیوقوفانہ بات ہے؟ اسے بڑا علم وحکمہ کہنے والا بھی کوئی جاہل و بے وقوف ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کوئی بھی عقل رکھنے والا تھوڑی سی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا اسے بڑا علم وحکمہ کہنا تو دور ایسا سوچ بھی سکتا ہے۔ لیکن ان جاہلوں نے ان شیاطین مجرمین نے جب ان کو حق ہی حاصل نہ تھا کہ یہ قرآن کو بیّن کریں انہوں نے قرآن کو بیّن کرنے کا دعویٰ کیا تو نہ صرف انہوں نے قرآن کو بدل ڈالا بلکہ خود تو گمراہ تھے ہی ساتھ اکثریت کو بھی گمراہ کردیا۔

ان شیاطین مجرمین کو تو اتنا تک علم نہ تھا کہ یہ قرآن اصل میں ہے کیا، ان شیاطین مجرمین کو تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور یہ قرآن متشابہاً ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اس لیے اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کرسکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کرسکتا۔ ان لوگوں کے بے وقوف وجاہل ہونے کے لیے تو یہی بات کافی ہے کہ انہوں نے جو ظاہر نظر آرہا ہے اسے ہی اصل اور مکمل حقیقت سمجھ لیا حالانکہ اصل اور مکمل حقیقت اس وقت تک سامنے نہیں آسکتی جب تک کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کا بھی علم حاصل نہ کرلیا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی جو کہ اللہ ایسی کوئی بات کہے یہ ممکن ہی نہیں تو پھر آخر اس آیت میں کیا کہا گیا؟ اس آیت میں صلاۃ الفجر اور الصلاۃ العشاء کیا ہے؟ اور پھر الظہیرۃ کیا ہے جس سے مراد دوپہر کا وقت یا پھر تفاسیر میں اسے نماز ظہر قرار دیا گیا؟ تو اب آئیں ان سوالات کے جوابات کے لیے اس آیت کی حقیقت کی طرف اس آیت کو ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے آپ پر کھول کھول کر واضح کردیتے ہیں کہ اس آیت میں کن غیر معمولی حقائق اور آج اس وقت سے پہلے تک کے وقت کی تاریخ اتاری گئی تھی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ وَ حِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّهِیۡرَۃِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَ لَا عَلَیۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ

بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ. النور ۵۸

سب سے پہلے آیت میں استعمال ہونے والے کچھ جملوں کو کھول کر واضح کرتے ہیں تا کہ نہ صرف آج تک تراجم وتفاسیر کے نام پر شیاطین مجرمین کی طرف سے دیا جانے والا دھوکہ فریب کھل کر واضح ہو جائے بلکہ آیت اس قدر کھل کر واضح ہو جائے کہ ہر کسی کے لیے آیت کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے۔

مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ: ان لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا غلام اور لونڈیاں وغیرہ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے ان کے تراجم و معنی کا حق کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا بالکل بے بنیاد و باطل ہے۔

مَلَكَتۡ کے معنی ہیں جو تمہاری مِلک ہے یعنی وہ جس پر تمہیں اختیار حاصل ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا ہے جو مِلک ہے جس پر اختیار حاصل ہے تو آگے اسی سوال کا جواب دے دیا اَيۡمَانُكُمۡ جو کہ جملہ ہے اور پانچ الفاظ ''ا، ی، من، ا، کم'' کا مجموعہ ہے۔

الف کے بارے میں عربی کا یہ اصول ہے کہ الف اگر لفظ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو تو الف چار حالتوں میں استعمال ہوتا ہے سب سے پہلی حالت ہے کہ شروع میں استعمال ہونا۔ جب بھی الف کسی بھی جملے کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو اسے نہ صرف سوالیہ بنا دیتا ہے بلکہ آگے اس سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے۔ دوسری حالت الف کسی بھی جملے کے درمیان ابتداء کی طرف استعمال ہوتا ہے جو اسے فاعل میں بدل دیتا ہے پھر تیسری حالت یہ ہے کہ الف کسی بھی جملے کے درمیان اس کے آخر کی جانب استعمال ہوتا ہے جس سے الف اس میں کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیتا یعنی کُل کے کُل کا اظہار کرتا ہے اور چوتھی اور آخری حالت الف کسی بھی جملے کے آخر میں استعمال ہوتا ہے تو الف نہ صرف وہاں رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے یعنی آگے کو بہنے سے روک دیتا ہے بلکہ یوں ماضی کا صیغہ بن جاتا ہے۔

اَيۡمَانُكُمۡ کے شروع میں الف کا استعمال سوالیہ بنا دیتا ہے کہ ملکت کیا ہے اور آگے اسی کا جواب آجاتا ہے دوسرا لفظ ''ی'' جس کے معنی خودی کے ہیں خودی کا اظہار کرتا ہے، اگلا لفظ ہے ''من'' جس کے معنی ہیں شئے کے اصل مقام کو تسلیم کرنا یعنی جو حق ہے اسے تسلیم کرنا مان لینا پھر آگے آجاتا ہے پھر الف جو کہ من کے درمیان میں ہے یوں مان بن جاتا ہے جس کا معنی بنتا ہے کُل کا کُل تمام کا تمام تسلیم کرنا مکمل تسلیم کرنا اور آخر میں ''کم'' جس کا معنی ہے تمہیں یعنی جن سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

یوں اَيۡمَانُكُمۡ کے معنی بنتے ہیں کون ہیں وہ جو خود ہی یعنی اپنی چاہت سے بغیر کسی خوف، کسی دباؤ، کسی لالچ کے اپنی مرضی سے دل سے تمہیں مکمل طور پر تسلیم کر رہے ہیں جو تمہارا مقام ہے اسے مکمل طور پر تسلیم کر رہے ہیں تمہاری بات دل سے مان رہے ہیں۔

مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ کے معنی لفظ بہ لفظ کھول کر آپ پر واضح کر دیئے گئے اب آپ شیاطین مجرمین کے معنوں کے ساتھ حق کا موازنہ کریں تو ان کا دجل وفریب بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کو بدل ڈالا جو نہ صرف خود بھی گمراہ تھے بلکہ اکثریت کو اپنے پیچھے گمراہی میں ڈال دیا۔

الۡحُلُمَ: اس کا ان لوگوں نے معنی کیا بلوغت، بالغ ہونا، جوان ہونا۔ اور اب آئیں اس کے برعکس حق کی طرف۔

الۡحُلُمَ جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ال اور حلم'' کا مجموعہ ہے۔ کسی بھی جملے کے شروع میں ''ال'' کا استعمال ہو تو اسے مخصوص کر دیتا ہے یعنی وہاں عام کا نہیں بلکہ خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے خاص کی بات کی جا رہی ہے۔ اور ''حلم'' سے ہی ''حلیم اور الحلیم'' ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ''حلیم'' اللہ کا اسم ہے جیسا کہ آپ درج ذیل آیات میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ. البقرة ۲۲۵، المائدہ ۱۰۱

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ. البقرة ۲۳۵، آل عمران ۱۵۵

وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ. البقرة ۲۶۳

وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ. النساء ۱۲

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا. الاسراء ۴۴، فاطر ۴۱

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ. الحج ۵۹

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا. الاحزاب ۵۱

وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ. التغابن ۱۷

اب اگر ''حلم'' کا معنی بالغ ہونا کیا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے اسم ''حلیم'' کا معنی ہے کہ اللہ مسلسل بالغ ہو رہا ہے؟ نہیں بالکل نہیں، بالغ ہونا اس کا معنی ہے ہی نہیں نہ ہی اس کیساتھ اس کا کوئی دور دور تک کوئی تعلق ہے۔ اس کے باوجود اگر مثال کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ حلم کا معنی بالغ ہونا ہی ہے تو پھر درج ذیل آیت میں دیکھیں۔

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُکَ تَاۡمُرُکَ اَنۡ نَّتۡرُکَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنۡتَ الۡحَلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ. ھود ۸۷

اس آیت میں شعیب کا کفر کرنے والوں نے شعیب کو الحلیم کہا، باقی آگے چل کر آیت پر ہر پہلو سے بات کی گئی وہاں بھی ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الحلیم جو کہ حلم سے ہے اس کے معنی کیا ہیں لیکن اگر حلم کا معنی بالغ ہونا کیا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب شعیب اللہ کے رسول کو بعث کیا گیا اور شعیب نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا تو انہوں نے ردعمل میں شعیب کو یہ کہا کہ اے شعیب بلا شک وشبہ تو بالغ ہوتا جا رہا ہے؟

''حلم'' کے معنی ہیں جو سن اور دیکھ رہے ہیں جو حالات و واقعات ہیں جو کچھ بھی سامنے ہے جو بھی کام کر رہے ہیں تو اسے مکمل طور پر سمجھنے کی صلاحیت ہونا اسے باریکی سے سمجھنے کی صلاحیت ہونا جیسے عام طور پر کہا جاتا کہ فلاں کی سمجھ میں یہ سب نہیں آئے گا کیوں کہ وہ ابھی باشعور نہیں ہوا۔

اللہ جب بھی اپنا رسول بعث کرتا ہے تو رسول چونکہ اللہ کی زبان ہوتا ہے بشر رسول کی صورت میں اللہ انسانوں سے کلام کر رہا ہوتا ہے انسان سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہماری ہی طرح ہے لیکن وہ بظاہر تو بشر ہوتا ہے لیکن وہ ان کی طرح انسان نہیں ہوتا بلکہ اللہ ہوتا ہے اللہ ان سے اس بشر کی صورت میں کلام کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ العزیز الحکیم ہے یعنی اللہ جو بھی کام کر رہا ہے جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ انتہائی باریک بینی سے کر رہا ہے بالکل ویسا ہی کر رہا ہے جیسا بہتر سے بہتر ہو سکتا ہے جس سے بہتر ممکن ہی نہیں اس لیے اس میں رائی برابر بھی کوئی بدل نہیں کیا جا سکتا اور آپ جانتے ہیں اگر آپ کوئی کام کرتے ہیں جو کہ انتہائی زبردست اور بہترین کام کریں تو اس کے لیے اس کو سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے کہ آپ اسے باریک بینی سے سمجھ سکیں کوئی بھی پہلو پوشیدہ نہ رہے تب ہی آپ کام بالکل پرفیکٹ کر سکیں گے ورنہ اگر کہیں آپ سمجھ نہ سکے تو وہاں غلطی، کوتاہی وغیرہ کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے جس سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ بہتر سے بہتر کرنے کے لیے شئے کے انگ انگ کو باریک بینی سے سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا لازم ہے جسے عربی میں حلم اور حلم سے کام کر رہے ہونے کو حلیم کہتے ہیں۔

ہر رسول نے آ کر حق کو انتہائی باریک بینی سے کھول کھول کر رکھا ایسے ہی شعیب نے بھی حق کو انتہائی باریک بینی سے کھول کھول کر واضح کر دیا اور پھر اس کے بدلے میں ہر رسول کو اسی ملامت کا سامنا کرنا پڑا کہ یہ تو بال کی کھال اتارتا ہے یہ تو ہر بات کی انتہا گہرائی میں جاتا ہے، اتنا گہرائی میں بھی نہیں جاتے۔

اسے عربی میں الحلیم الرشید کہتے ہیں جو نہ صرف ہر رسول سمیت شعیب کو بھی کہا گیا بلکہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں بلکہ مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ اتاری گئی تھی اس لیے اصل میں اس آیت میں شعیب کا ذکر نہیں بلکہ شعیب تو سلف کیا جا چکا اور جنہیں سلف یعنی گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا بعد والوں کے لیے یعنی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک آنے والوں کے لیے اس لیے اس آیت میں شعیب کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ شعیب کی مثل سے آج اس وقت کی تاریخ ہے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یعنی میرا ذکر ہے آج یہی تو مجھے کہا جا رہا ہے جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اللہ نے اس قرآن میں آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی۔ آج مجھے کہا جا رہا ہے کہ یہ بال کی کھال اتارتا ہے یہ ہر بات کی گہرائی میں جاتا ہے انتہائی باریک بینی سے کام کرتا ہے جسے عربوں کی زبان میں الحلیم الرشید کہا جاتا ہے یوں آپ پر حلم کے معنی بالکل کھول کر واضح کر دیئے گئے اور شیاطین مجرمین کا دجل بھی چاک ہو گیا۔

حلم کے آسان ترین معنی ہیں باشعور ہونا، جو کچھ بھی سنائی دے رہا ہے دکھائی دے رہا ہے جو کچھ بھی ہوتا نظر آ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت ہونا دنیا کے حالات و واقعات کو سمجھنے کی صلاحیت ہونا اور الحلم یعنی مخصوص سمجھنے کی صلاحیت کی بات ہو رہی ہے یعنی جو کچھ بھی سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے اسے ایک دوسرے پر ترجیح دیتے

جائیں اور دیکھیں کہ کیا ہے جو نہ صرف سمجھنا لازم ہے بلکہ وہ سمجھنا اتنا مشکل بھی ہے تو وہ وقت اور حالات سامنے آئیں گے جس وقت میں آپ موجود ہوتے ہیں اور اس وقت جن حالات کا سامنا ہوتا ہے دنیا، معاشرہ جن حالات و واقعات کا شکار رہتا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت ہونے کو الحلم کہتے ہیں۔

الْفَجْرِ: ان لوگوں نے فجر کا معنی صبح کا وقت کیا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیاطین مجرمین کا ترجمہ و معنی ٹھیک ہے تو پھر کیا قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے؟ کیا قرآن اس ترجمے و معنی کو قبول کرتا ہے؟ مثلاً قرآن میں بہت سے مقامات پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے ان تمام مقامات کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کیا قرآن کے تمام مقامات اس ترجمے و معنی کو قبول کرتے ہیں اگر تو قرآن کے تمام مقامات اس معنی کو قبول کرتے ہیں تو بلاشک وشبہ اس کا معنی یہی ہے جو ان لوگوں نے کیا اور اگر قرآن ان کے معنی کو قبول کرنے کی بجائے الٹا رد کر دیتا ہے تو پھر ان کے بیان کردہ معنی حق نہیں بلکہ بالکل بے بنیاد و باطل ہیں۔

اور جب ان کے بیان کردہ معنی کو قرآن پر پیش کیا جائے تو قرآن کا کوئی ایک بھی مقام ایسا نہیں جو ان کے معنی کو قبول کرے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں نے فجر کا جو معنی کیا یا فجر سے جو مراد لیا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے، دوسری بات کہ ان لوگوں کو علم ہی نہیں کہ قرآن متشابہاً ہے اگر انہیں علم ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی ایسا کوئی معنی نہ کرتے ان لوگوں نے ظن کی اتباع کی نہ کہ ان کے پاس علم ہے، ان لوگوں نے جس پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا بغیر تحقیق کے یہ اس پر قائم ہو گئے ان کے آباؤ اجداد نے بتایا کہ فجر صبح کے وقت کو کہتے ہیں اور ان لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے اسے ہی حق مان لیا جو کہ ظن کہلاتا ہے اور ظن کی اتباع مشرکین کرتے ہیں جو کہ ان کے آباؤ اجداد کی حقیقت تھی۔

اب آئیں حق کی طرف کہ اصل میں اس کا معنی کیا ہے۔

الْفَجْرِ: جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''ال، ف، جر'' کا مجموعہ ہے۔ کسی بھی جملے کے شروع میں ''ال'' کا استعمال اسے مخصوص کر دیتا ہے یعنی عام کی نہیں بلکہ خاص کی بات کی جا رہی ہے اور اگلا لفظ ہے ''ف'' جس کے معنی ہیں پس یعنی جس کام کے بارے میں کہا جا رہا ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ہو کر رہے گا اسے دنیا کی کوئی طاقت ہونے سے نہیں روک سکتی، ایسے ہی اگر ''ف'' کیساتھ کوئی حکم دیا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ جو کہا جا رہا ہے وہ کرنا ہی کرنا ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ پھر اگلا لفظ ہے ''جر'' جس کے معنی ہیں بہنا، آگے کو نکلنا، آگے کو بڑھنا وغیرہ۔

فجر کے معنی ہیں پس آگے ہی بڑھنا یعنی جو شئے نکل رہی ہے آگے بڑھ رہی ہے خواہ اس کے سامنے کوئی بھی رکاوٹ ہو وہ اسے نکلنے سے آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی وہ اس رکاوٹ کو توڑ کر، اسے پھاڑ کر بھی آگے بڑھ جائے گی۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ جب بیج پھٹتا ہے اور اس میں سے پودا نکلتا ہے تو بیج کو پھاڑ کر پودے کے نکلنے کے مرحلے کو فجر کہتے ہیں، ایسے ہی مثال کے طور پر پانی کا پائپ ہو اگر اسے آگے سے بند کر دیا جائے اور پیچھے سے پانی آ رہا ہے تو پانی اپنے آگے رکاوٹ کو پھاڑتے ہوئے اس میں سے نکل پڑے گا اس مرحلے کو فجر کہتے ہیں، ایسے ہی اگر کسی کو کسی کام سے کسی عمل سے روکا جائے اس کے آگے رکاوٹ کر دی جائے اور وہ اس رکاوٹ کو توڑتے ہوئے پھاڑتے ہوئے آگے کو نکلے یعنی وہی کام کرے تو اس مرحلے کو فجر اور ایسا کرنے والا فاجر کہلائے گا۔ آپ ایسی ہی بہت سی مثالوں سے فجر کو سمجھ سکتے ہیں کہیں بھی کوئی شئے اپنے سامنے اپنے آگے رکاوٹ کو زبردستی ہٹاتے ہوئے آگے کو بہے، بڑھے یا نکلے اسے فجر کہتے ہیں۔

بالکل ایسے ہی رات کے آخری پہر جب سفیدی سیاہی کو پھاڑتے ہوئے نکل رہی ہوتی ہے تو اس مرحلے کو فجر کہتے ہیں، جب دنیا ظلمات میں ڈوب چکی ہوتی ہے ہر طرف ظلمات ہوتی ہیں جسے لیل کہا جاتا ہے نور یعنی حق ڈٹا رہتا ہے جس کی وجہ سے بالآخر ظلمات کو لیل کو حق کے آگے سے پسپا ہونا پڑتا ہے تو جس دوران حق یعنی نور ظلمات کو پھاڑ کر انہیں زبردستی توڑتے ہوتے برآمد ہوتا ہے نور نمودار ہو رہا ہوتا ہے اسے فجر کہتے ہیں۔

اور الفجر کہتے ہیں جتنی بھی فجر ہیں ان میں مخصوص فجر کو، جب ہر فجر کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے یا بات کا پس منظر واضح کر دیتا ہے کہ یہاں کس یعنی مخصوص فجر کی بات کی جا رہی ہے۔ اس آیت میں الفجر کا پس منظر واضح کرتا ہے کہ یہاں جب دنیا ظلمات میں ڈوب چکی ہوتی ہے ہر طرف جہالت کا راج ہوتا ہے اور بالآخر نور ہدایت ان ظلمات کو پھاڑ کر نکل رہا ہوتا ہے اس فجر کی بات کی جا رہی ہے الفجر یعنی مخصوص فجر۔

اب آپ اس معنی کو پورے قرآن پر پیش کریں تو قرآن میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں جو اس معنی کی تصدیق نہ کرے یعنی قرآن میں کوئی ایک مقام بھی ایسا

نہیں ہے جو اس معنی کو قبول نہ کرے بلکہ قرآن کے تمام مقامات اس معنی کو قبول کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں اسی کو فجر کہتے ہیں اور اس آیت میں اسی کو الفجر کہا گیا جسے یہاں واضح کر دیا گیا

الظَّهِيرَةِ: شیاطین مجرمین نے اس کا ترجمہ و معنی دوپہر کا وقت کر دیا حالانکہ اس جملے میں ایسی کوئی بات کی ہی نہیں گئی نہ اس کا کوئی شائبہ تک بھی موجود ہے اس کے باوجود ان لوگوں نے اس کا معنی دوپہر کر دیا صرف اور صرف اس لیے کہ کہیں کسی لفظ یا جملے کا کوئی نہ کوئی ترجمہ نہ کیا تو نہ ہی مترجم قرآن کا لقب حاصل ہوگا اور نہ ہی لوگ اتنا بڑا علامہ تسلیم کریں گے بلکہ لوگ کہیں گے کہ اس شخص کو اس لفظ کے معنی کا علم ہی نہ تھا اس لیے ان لوگوں نے محض شہرت کے لیے، اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے لیے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن کو ہی بدل ڈالا۔ اب آئیں حق کی طرف کہ اس آیت میں استعمال ہونے والے اس جملے کے معنی کیا ہیں۔

الظَّهِيرَةِ: جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ال، ظهر، ی، ة'' کا مجموعہ ہے۔ ''ال'' جب بھی کسی جملے کے شروع میں استعمال ہوتا ہے اسکے معنی تو آپ جان چکے کہ مخصوص کر دیتا ہے مخصوص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا، اگلا لفظ ہے ''ظهر'' جس کے معنی ہیں وہ شئے، بات یا ذات وغیرہ جو چھپی ہوئی تھی جو سامنے نہیں تھی بالکل کھل کر سامنے آجائے اور اسی کے درمیان ''ی'' کا استعمال کیا گیا جس سے ''ظهیر'' بن گیا ''ی'' جب بھی کسی لفظ کے درمیان میں استعمال ہوتی ہے تو اس میں تسلسل آجاتا ہے اسے مستقبل کا صیغہ بنا دیتی ہے اس میں جر یعنی آگے کو بہنا ڈال دیتی ہے یوں ''ظهیر'' کے معنی بنتے ہیں وہ جو پہلے چھپا ہوا تھا جو پہلے سامنے نہیں تھا وہ کھل کر مسلسل سامنے آرہا ہے وہ سامنے آتا جا رہا ہے یعنی وہ ظاہر ہوتا چلا جا رہا ہے اور آخر میں ''ة'' براہ راست اس کا اظہار کر رہی ہے جس کے مسلسل ظاہر ہونے کا کہا جا رہا ہے۔

یوں الظَّهِيرَةِ کے معنی بنتے ہیں وہ مخصوص اشیاء یا عوامل وغیرہ جو پہلے چھپے ہوئے تھے پہلے سامنے نہیں تھے وہ مسلسل کھل کر سامنے آرہے ہیں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے جو پہلے چھپا ہوا تھا اور اسے بعد میں مسلسل کھل کر سامنے آنا تھا ظاہر ہونا تھا تو اس کا جواب اللہ نے قرآن میں جگہ جگہ واضح کر دیا۔

اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل نہ صرف محمد کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کی مثال تمہارے جسم کی سی ہے یہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے کہ کوئی مشین ہوتی ہے۔ جو تم ظاہر دیکھ رہے ہو یہی کُل کا کُل نہیں بلکہ اس کے برعکس بہت کچھ ایسا ہے جو ظاہر نہیں بلکہ باطن ہے چھپا ہوا ہے یعنی غیب ہے جو تمہیں نظر نہیں آرہا، ظاہر ہو یا باطن جو کچھ بھی ہے نہ صرف ہر شئے کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا وجود میں لایا گیا بلکہ ہر کسی کو جو اس کا مقام ہے اس پر قائم کر دیا جس سے آسمانوں و زمین میں المیز ان یعنی مخصوص توازن قائم کر دیا اور یہ المیز ان تب تک قائم رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گی اور اگر کسی ایک بھی مخلوق نے اپنی ذمہ داری سے لاپرواہی کی یا اسے ترک کیا وہ اپنے مقام سے ہٹ گئی تو نہ صرف المیز ان میں خسارہ ہوگا بلکہ آسمانوں و زمین میں خرابیاں ہو کر بالآخر تباہیاں آئیں گی۔

اس لیے بہت ہی سختی کیساتھ حکم دیا گیا تھا کہ صرف اور صرف اللہ کو یعنی جو مخصوص الہ ہے اسی کو الہ بنانا اگر اللہ کے علاوہ کسی کو بھی الہ بنایا کوئی ایک بھی عمل اپنی مرضی سے یا اللہ کے علاوہ کسی کی بھی مرضی سے کیا کسی کی بھی مان کر کیا تو آسمانوں و زمین میں فساد ہوگا اور پھر بالآخر طرح طرح کی تباہیاں و ہلاکتیں آئیں گی۔ اللہ نے بار بار کہا کہ کوئی بھی عمل کرنا ہے تو اس وقت تک اس عمل کے قریب بھی نہیں جانا جب تک کہ تم اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کر کے مطمئن نہیں ہو جاتے جب تک اطمینان نہیں ہو جاتا تب تک اس عمل کے قریب بھی نہیں جانا ورنہ بر و بحر میں فساد ظاہر ہو جائے گا، الساعت آئے گی اور اس سے پہلے اس کی اشراط یعنی وہ وجوہات ظاہر ہوں گی جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی جیسا کہ واضح کر دیا کہ وہی فتنہ ظاہر ہوگا جو پہلی ہلاک شدہ اقوام میں بھی ظاہر ہو چکا ہے جسے الدجال کہا، یاجوج اور ماجوج کھل جائیں گے وہ ظاہر ہوں گے، دابۃ الارض نکلے گا یعنی دابۃ الارض ظاہر ہوگا، الدخان یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے آسمانوں و زمین میں کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب طرح طرح کی گیسیں خارج ہوں گی جن سے پوری دنیا کی فضا ان گیسوں سے بھر جائے گی، پھر زلزلے آئیں گے، طوفان آئیں گے، آندھیاں، زمین کا دھنسنا، لاوے پھٹنا، طرح طرح کی بیماریاں، آپس کی دشمنیاں، لڑائیاں، جنگ و جدل، قتل و

غارت سمیت طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی وغیرہ اس سب کے بارے میں اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ یہ ہے الظہیرۃ۔ یہ وہ مخصوص اشیاء و عوامل تھے جنھوں نے مسلسل ظاہر ہوتے چلے جانا تھا جسے قرآن میں الظہیرۃ کہا گیا نہ کہ الظہیرۃ کسی بھی صورت دوپہر کے وقت کو کہا گیا۔ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے کہا تھا کہ اگر تم نے فطرت میں مداخلت کرنا شروع کر دی تو بالآخر ایک وقت آئے گا جب وہ سب کا سب ظاہر ہونا شروع ہو جائے گا اور ہوتا چلا جائے گا اس میں سے کچھ بھی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا جو کچھ بھی آج تم سے چھپا ہوا ہے جو بھی ظاہر نہیں ہے خواہ وہ آسمانوں وزمین میں اللہ کا غیب ہو یعنی وہ مخلوقات جو تم سے پوشیدہ ہیں یا پھر فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے فطرت کیساتھ دشمنی کرنے سے آسمانوں وزمین میں فساد کے سبب طرح طرح کی تباہیوں کا ظاہر ہونا ہو سب کا سب ظاہر ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا اور اسی کا سورۃ الحاقہ میں بھی ذکر کر دیا گیا جسے پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور اگر آپ پیچھے سورۃ الحاقہ کو ایک بار پھر سامنے رکھیں تو آپ کو الظہیرہ کی بالکل کھل کر سمجھ آ جائے گی کہ کیا تھا الظہیرۃ۔ جیسا کہ آپ سورۃ الحاقہ کی درج ذیل آیت میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ' اس ایک لمبی مدت میں تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا سب کچھ کھل کر سامنے آ جائے گا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جس سے تم اعراض کر رہے ہو یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل جب حق کھول کھول کر واضح کیا تھا کہ چار نوری قوتیں ایسی ہیں جو فطرت کا نظام اٹھائے ہوئے ہیں، فطرت میں چھیڑ چھاڑ مت کرنا کیونکہ المیز ان وضع کر دیا گیا اللہ کے علاوہ کسی کو الٰہ نہ بنانا اور اگر نہیں مانو گے تو پھر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب تم پر طرح طرح کی ہلاکتیں آئیں گی، موسم بگڑ جائیں گے، گرمی دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جائے گی، زلزلے آئیں گے جو دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جائیں گے، طوفان آئیں گے، آندھیاں آئیں گی، سونامی آئیں گے، لاوے پھٹیں گے، زمین جگہ جگہ سے دھنس جائے گی، طرح طرح کی بیماریوں کا سیلاب امڈ آئے گا، بچے مفلوج پیدا ہوں گے، جنگ وجدل، قتل وغارت عام ہو جائے گی، یہ زمین جہنم بننے کے مراحل میں داخل ہو جائے گی اور پھر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں سے ایک ایسا عظیم رد عمل ایک عظیم زلزلے کی صورت میں بھی آئے گا جس میں کوئی ایک بھی نہیں بچے گا اور اس سے پہلے القارعہ آئے گی القارعہ الحاقہ کے دوران آئے گی تو جب آج سے چودہ صدیاں قبل یہ حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تو اکثریت نے اس سے اعراض ہی کیا اور اعراض ہی کرتے رہے۔ اور پھر کہا تھا کہ بالآخر وہ وقت بھی آ جائے گا جب ان میں سے تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا سب کا سب تمہارے سامنے آ جائے گا یعنی سب کا سب ظاہر ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا، آسمانوں وزمین کو کیسے خلق کیا یہ بھی تمہارے سامنے آ جائے گا، تمہیں کیسے خلق کیا یہ بھی کھل کر تمہارے سامنے آ جائے گا، ملائکہ کیا ہیں اور کیسے تمہارے ربّ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں یعنی نظام چلا رہے ہیں یہ بھی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا بلکہ تب تو وہی چار تمہارا عرش بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے، آسمانوں وزمین میں اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ بنانے سے کیوں منع کیا گیا تھا اگر تم اعراض ہی کرو گے تو پھر بالآخر تمہارے سامنے آ جائے گا کچھ بھی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا سب کا سب ظاہر ہو جائے گا۔

جب قرآن ہے ہی متشابہا یعنی یہ ہے تو سب کے سامنے لیکن اللہ نے اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے پاس نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو کھول کر واضح کیسے کر سکتا ہے؟ جب شیاطین مجرمین کا کام تھا ہی نہیں قرآن کو بیّن کرنا تو ان لوگوں نے یہ ذمہ داری کیوں اٹھائی؟ انہیں کس نے یہ حق یا اختیار دیا تھا؟ اور پھر جب ان لوگوں نے اپنے عمل سے دعویٰ کیا کہ یہ لوگ قرآن کا علم رکھتے ہیں قرآن کو بیّن کر سکتے ہیں تو پھر آج ان کی حقیقت بھی آپ پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ لوگ شیاطین مجرمین تھے۔

الْعِشَآءِ: شیاطین مجرمین اور ان کی اطاعت واتباع کرنے والوں نے اس کا ترجمہ ومعنی رات کا وقت کیا یعنی ہر روز جو مغرب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے اسے العشاء قرار دیا حالانکہ اس کو عشاء تو کہا جا سکتا ہے العشاء نہیں اور آیت میں عشاء نہیں بلکہ العشاء کا ذکر کیا گیا مخصوص عشاء جو کہ آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

الْعِشَآءِ: جملہ ہے جو کہ بنیادی طور پر چار الفاظ ''ال، عش، ا، شئ'' کا مرکب ہے اور اگر اس سے ایک مرحلہ آگے بڑھ کر بات کی جائے تو یہ دو الفاظ

''ال اور عشاء'' کا مجموعہ ہے۔

پہلے بنیاد کی طرف آجائیں جو کہ چار الفاظ ہیں ''ال، عش، ا، شئ''۔ ''ال'' کسی بھی جملے کے شروع میں مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اگلا لفظ ہے ''عش'' جس کے معنی ہیں ہر طرف سے ڈھانپ لیے گئے ہونا یعنی جس کے ہر طرف کوئی دوسرا یا اور اشیاء موجود ہیں کہ وہ ان کے اندر ظلمات میں چلا گیا اس کی پہچان یا وجود بالکل چھپ گیا اور وہ وجود یا اشیاء جو ڈھانپ لیتی ہیں جو باہر ہر طرف موجود ہوتی ہیں ڈھانپ لینے کو ''غش'' کہتے ہیں۔ ''عش اور غش'' عش کے معنی ہیں جو ڈھانپ لیا گیا اور اس کے برعکس غش کے معنی ہیں جس نے ڈھانپ لیا یعنی عش کے معنی ہیں جو اندر چھپا ہوا ہے جو اندر ظلمات میں ہے اور غش کہتے ہیں جس نے ڈھانپ لیا ہوا ہے جو باہر ہر طرف موجود ہے جس کے اندر شئے موجود ہے۔

مثلاً آپ مرغی کی مثال لے لیں جب مرغی اپنے چوزوں کو اس طرح اپنے پروں میں لے لیتی ہے کہ وہ مکمل طور پر مرغی کے پروں میں چھپ جاتے ہیں جس حالت میں وہ چلے جاتے ہیں اسے ''عش'' کہتے ہیں اور جو پروں نے ڈھانپ رکھا ہے اسے ''غش'' کہتے ہیں۔ غش ہر طرف سے چھا جانا کہ ڈھانپ لینا اور عش جس پر چھا کر ہر طرف سے ڈھانپ لیا۔

اگلا لفظ ہے ''ا'' اور الف جب بھی آخر کی طرف درمیان میں استعمال ہوتا ہے تو وہ اس میں کسی ایک کو بھی اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیتا یعنی کُل کا کُل مراد ہوتا ہے اور پھر آخر میں لفظ ''شئ'' ہر اس میں سے کسی کو بھی کہا جاتا ہے جو بھی اپنا وجود رکھتے ہیں مثلاً درخت شئ ہے، پانی شئ ہے، کچھ بھی شئ میں شمار ہوتا ہے۔

''عش، ا اور شئ'' کو جمع کیا جائے تو ''عشاء'' بنتا ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ سب کا سب جسے ہر طرف سے اس طرح ڈھانپ لیا گیا کہ اس کی اپنی پہچان چھپ کر جو اس پر چھا گیا جس نے اس کو ڈھانپ لیا اسی کی پہچان باقی رہ گئی۔ مثلاً غیر معمولی مقدار میں سونا، چاندی، ہیرے جواہرات وغیرہ موجود ہوں لیکن انہیں کسی دوسری شئ یا اشیاء نے ڈھانپ لیا ہوا مثلاً ان پر کوئی کمرہ بنا ہوا ہو تو ان کی اپنی پہچان چھپ کر جو ان پر چھا گیا جس نے انہیں ڈھانپ لیا اسی کی پہچان باقی رہ جائے گی اگر کوئی بھی باہر سے دیکھے گا تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ یہ سونا، چاندی، ہیرے جواہرات وغیرہ پڑے ہیں بلکہ وہ کہے گا کہ یہ ایک کمرہ ہے اس حالت میں چلے جانے کو، کسی کی طرف سے اس طرح ڈھانپ لیے جانے کو عشاء کہتے ہیں۔

ایسے ہی پہاڑوں کی مثال لے لیں جو کچھ بھی پہاڑوں نے ڈھانپ رکھا ہوتا ہے یعنی جو کچھ بھی پہاڑوں کے اندر ہوتا ہے ان کے لیے عشاء ہوتی ہے اسے عشاء کہتے ہیں، ایسے ہی آپ کئی مثالوں سے عشاء کو سمجھ سکتے ہیں جس سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ عشاء کوئی ایک نہیں بلکہ عشاء تو لاتعداد ہیں اگر کہیں بھی عشاء کا ذکر کیا جائے گا تو ان میں سے کس عشاء کا ذکر کیا جا رہا ہے اسے واضح کرنا یعنی خاص کرنا لازم ہے۔

ایسے ہی آپ دیکھتے ہیں کہ سورج غروب ہوتا ہے تو اندھیرا زمین پر ہر شئے کو ڈھانپ لیتا ہے جب اندھیرا ہر شئے کو ڈھانپ لیتا ہے تو باہر سے زمین پر کچھ بھی نظر نہیں آتا سوائے سیاہی کے اسے بھی عربی میں عشاء کہتے ہیں اور اس آیت میں العشاء یعنی مخصوص عشاء کا ذکر کیا گیا اور وہ مخصوص عشاء کونسی ہے اس کی وضاحت اس کا پس منظر کرتا ہے۔ جب آیت میں غور کیا جائے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس آیت میں جس مخصوص عشاء کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب ضلال، یعنی گمراہیاں پھیلنا شروع ہوتی ہیں تو آہستہ آہستہ وہ حق کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتی ہیں یوں ہر طرف گمراہیوں کا ہی دور دورہ ہوتا ہے حق کہیں نظر نہیں آتا یوں ایسی حالت کو ایسے وقت کو نہ صرف عشاء کہا جاتا ہے بلکہ یہی وہ العشاء یعنی مخصوص عشاء ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا۔

عَوْرٰتٍ: عورۃ کی جمع ہے اور عورۃ کہتے ہیں جو قیمتی شئے ہو اس کو چھپا کر رکھنا یا قیمتی شئے یا وجود کی اصلیت چھپا دینا کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے مثال کے طور پر اگر آپ کسی ایسے خطے یا علاقے میں موجود ہیں جہاں اگر آپ کی حقیقت آپ کی اصلیت ظاہر ہو جائے تو آپ کو یقینی طور پر نقصان پہنچایا جائے گا جس کے لیے آپ پر لازم ہوگا کہ آپ اپنی پہچان اپنی اصلیت چھپا لیں خود کو دنیا سے الگ تھلگ کر لیں اسے عربوں کی زبان میں عورۃ کہتے ہیں۔

طَوّٰفُوْنَ: طواف سے ہے جس کے معنی ہی کسی کو اپنا مرکز محور بنا کر اپنے آپ کو اس کے گرد گھما دینا یعنی اسے اپنی زندگی کا مقصد محور بناتے ہوئے اسی کے لیے اپنی زندگی گزارنا، اٹھنا اسی کے لیے، بیٹھنا اسی کے لیے، کھانا تو اسی کے لیے، پینا تو اسی کے لیے، جو جو بھی صلاحیتیں دی گئیں، جو مال یا جو کچھ بھی دیا گیا سب کے سب کا اسی کے لیے استعمال کرنا یہاں تک کہ کوئی بھی عمل کرنا تو اس کے لیے اسی کو اپنا مرکز محور بنانا اسی کے لیے اسی کی خاطر وہ عمل کرنا، اپنی توجہ یعنی

اپنا رخ صرف اور صرف اسی کی طرف کیے رکھنا اس سے اپنی توجہ کو نہ ہٹانا اسے عربی میں طواف کہتے ہیں۔ طَوّٰ فُو یہ حال کا صیغہ ہے جس کا معنی ہیں طواف کر رہے ہیں یعنی کسی کو اپنا مرکز و محور بنا کر اپنی زندگی کا مقصد بنا کر اپنی زندگی گزار رہے ہیں جو بھی کر رہے ہیں اسی کے لیے کر رہے ہیں اپنی توجہ اسی کی طرف کیے ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کا طواف کر رہے ہیں تو آگے اسی کا جواب دے دیا ''نَ'' جس کا معنی ہے ہم تھے یعنی اپنا وجود اپنا آپ جو کہ اپنی حقیقت اللہ ہے اور کس صورت میں اللہ کا طواف کر رہے ہیں اس کی وضاحت بھی آیت میں آگے ہی کر دی کہ جو مومن ہیں وہ بعض بعض پر طواف کر رہے ہیں، المومن اللہ کا اسم ہے اس لیے مومن کا طواف اللہ کا طواف ہے۔

اب آتے ہیں آیت کی طرف اور آیت کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں تا کہ کسی ایک کے لیے بھی کسی بھی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے اور ہر ایک پر حجت ہو جائے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. النور ۵۸

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ کا اپنے رسول کے ذریعے لوگوں سے کلام کرتے ہوئے کہنا ہے اے وہ جو میری بات کو میری دعوت کو بغیر کسی دباؤ، خوف، ڈر یا لالچ وغیرہ کے اپنی مرضی سے دل سے تسلیم کر رہے ہو مان رہے ہو لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ ان کے لیے لازم ہے کہ وہ جب بھی کوئی کام کریں تو کچھ بھی کرنے سے پہلے تم سے اجازت لیں تمہاری اجازت کے بغیر کچھ بھی مت کریں مَلَكَتْ وہ جو ملک ہیں تمہاری یعنی جن پر تمہیں اختیار حاصل ہے جو تمہارے ماتحت ہیں اور وہ کون ہیں جو تمہاری مِلک ہیں اَيْمَانُكُمْ وہ جو خود اپنی مرضی سے دل سے تمہاری بات مانتے ہیں جو تمہارا مقام تسلیم کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ اور تم میں سے وہ بھی کچھ بھی تمہاری اجازت کے بغیر نہ کریں جو حالات وواقعات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے کو نہیں پہنچ رہے یعنی جس وقت میں موجود ہیں اس وقت کو، ان حالات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھ رہے ابھی وہ اس قابل نہیں ہوئے کہ وہ نفع ونقصان کو سمجھ سکیں اس لیے وہ اگر کچھ بھی کریں گے تو بغیر سمجھے جیسا دوسرے کر رہے ہیں وہی کرنا شروع کر دیں گے۔

وہ جو تمہاری مِلک ہیں جو کہ وہ ہیں جو تمہارا مقام تسلیم کرتے ہیں جو دل سے اپنی خوشی سے تمہاری بات مانتے ہیں اور وہ بھی جو ابھی شعور کی اس سطح پر نہیں پہنچ رہے کہ وہ وقت کو، حالات کو سمجھ سکیں ثَلٰثَ مَرّٰتٍ تین بار یعنی تین اوقات ایسے ہیں جب ان میں سے تم کسی ایک بھی وقت میں دنیا میں موجود ہو تو تمہاری اجازت کے بغیر وہ کچھ بھی نہ کریں۔ ان میں سے ایک مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ صلاۃ الفجر سے پہلے جو وقت ہوتا ہے وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ دوسرا وہ وقت وہ مدت جب مسلسل ظاہر ہو رہا ہو اس سے جس کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اگر اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ بنایا گیا تو وہ کچھ ظاہر ہوگا جسے تمہارے ذریعے اس پر پردہ ڈالا ہوا تھا یعنی جب تک تم نے الصلاۃ قائم کی تب تک ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوا جو کہ اشراط الساعت ہیں، البر والبحر میں فساد کا ظاہر ہونا ہے اور تیسرا وقت وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ صلاۃ العشاء کے بعد یعنی جب ظلمات غالب آنا شروع ہوتی ہیں تو صلاۃ قائم کی جاتی ہے ظلمات کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ظلمات کو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ظلمات یعنی جہالت اس قدر غالب آ جاتی ہے گمراہیاں اس قدر غالب آ جاتی ہیں کہ ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں چھا جاتی ہیں ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے جب ایسا وقت آ جائے اور تم میں سے جو بھی ایسے وقت میں موجود ہوں تو جو تمہاری مِلک ہیں یعنی جو تمہارا مقام تسلیم کرتے ہیں تمہاری بات دل سے اور اپنی مرضی سے مانتے ہیں اور وہ جو ابھی اس سطح پر نہیں پہنچ رہے کہ وہ اس وقت فتنوں کو حالات وواقعات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھ رہے ہوں وہ کچھ بھی کرنے سے پہلے تم سے اجازت لیں بغیر اجازت کے کوئی بھی عمل نہ کریں یعنی جیسا کہ انسان کر رہے ہوتے ہیں جسے وہ اپنے لیے فائدے سمجھتے ہیں ترقی سمجھتے ہیں بڑے بڑے کارنامے سمجھتے ہیں تو ایسے وقت میں ان کو دیکھتے ہوئے وہی نہ کرنا شروع کر دیں بلکہ ایسی مدت کے دوران کچھ بھی کرنا ہے تو تم سے لازمی اجازت لیں اگر تو وہ کام فساد فی الارض میں شمار نہیں ہوتا اس سے فساد نہیں ہوتا تو تم

انہیں اجازت دو ورنہ انہیں کسی بھی ایسے کام سے روک لو جس سے فساد فی الارض ہو خواہ تمام کے تمام انسان اسے بہت بڑا امر کہ سمجھ رہے ہوں ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ جن میں تم نے یعنی جو مومن ہیں خود کو چھپا کر رکھنا ہے یہ تین اوقات تمہارے لیے خود کو چھپا کر رکھنے کے ہیں ان تین اوقات کے دوران تم نے اس وقت کے معاشروں میں کسی قسم کی کوئی معاونت نہیں کرنی، ان کا مددگار نہیں بننا، ان معاشروں کا حصہ نہیں بننا بلکہ ایسے ہی خود کو ان معاشروں سے چھپا کر رکھنا ہے جیسے کہ قیمتی سے قیمتی شئے کو دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھا جاتا ہے، ان تین اوقات کے دوران کسی کو تمہاری صلاحیتوں کا علم نہ ہو، کسی کو تمہارے بارے میں علم نہ ہو پائے کہ تم کن صلاحیتوں کے حامل ہو، تمہارے کیا نظریات ہیں وغیرہ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَ لَا عَلَیۡہِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَہُنَّ بالکل نہیں ہے تم پر اور ان پر یعنی جو تمہاری مِلک ہیں جو کہ وہ ہیں جو تمہارا مقام تسلیم کرتے ہیں تمہیں ان پر اختیار ہے وہ دل سے اور اپنی مرضی سے تمہاری بات مانتے ہیں اور وہ حالات و واقعات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھ رہے وہ شعور کی اس سطح کو نہیں پہنچ رہے کہ وہ آسمانوں و زمین کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکیں جو حالات و واقعات کا صحیح سے تجزیہ کر سکیں انہیں سمجھ سکیں کوئی گناہ ان تین اوقات کے بعد۔

یعنی جب دنیا میں یہ تین اوقات نہیں ہوں ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی دَور، ایک بھی زمانہ موجود نہ ہو تو ایسے وقت میں ایسے زمانے میں اگر تم انہیں کھلی اجازت دے دیتے ہو کہ وہ اپنی مرضی کریں جو انہیں بہتر نظر آئے وہ کریں تو نہ ہی تم پر اس کا کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں معاشرے میں حصہ ڈالیں۔

لیکن اگر ان تین میں سے کسی وقت میں تم موجود ہو ان تین میں سے کسی بھی زمانے میں تم موجود ہو تو طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ تم پر لازم ہے کہ تم جو کہ مومن ہو ایک دوسرے کو ہی اپنا مرکز ومحور بناتے ہوئے اپنی زندگی کا مقصد بناتے ہوئے تمہیں جو بھی صلاحیتیں دیں ایک دوسرے کے لیے ان کا استعمال کرو، جو بھی کام کرو تو تمہارا مرکز ومحور تم مومنین ہی کو ہونا چاہیے جو ایسے وقت میں موجود ہیں اور وہ آپس میں ہی یعنی جو مومن ہیں وہ ایک دوسرے کو ہی اپنا مرکز ومحور بنا کر اپنی زندگی گزار رہے ہیں نہ کہ وہ مشرکین کے معاونت کار بن رہے ہیں فساد فی الارض کے مرتکب ہو رہے ہوں تو ایسے مومن ہیں، ایسے دنیا و آخرت میں کامیابی کا سودا کر رہے ہیں اور جو ایسا نہیں کر رہے یا جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور اس کے بالکل برعکس کیا تو ان کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ جیسے پہلے اللہ نے اپنی آیات کو بیّن کیا یعنی کھول کھول کر واضح کیا بالکل عین اسی طرح اللہ تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کر کے جو اس کی آیات ہیں انہیں بیّن کر رہا ہے یعنی کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔

کَذٰلِکَ بالکل اسی طرح جس طرح پہلے بھی کیا جا چکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اللہ نے اپنی آیات کو کیسے بیّن کیا تو اللہ نے اسی قرآن میں ہی بار بار اور جگہ جگہ کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ تم میں تمہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے جو تم پر اس کی آیات کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور اللہ رسول تو صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب اُمّیین ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں یعنی جب ہر طرف ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیاں ہی گمراہیاں ہوتی ہیں جتنی کھلم کھلا ہو سکتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی اور ایسے حالات میں ایسے وقت میں اللہ جب رسول کو بعث کرتا ہے تو نہ صرف اس وقت موجود دین کے ٹھیکیداروں کے نام پر مجرمین شیاطین کی طرف سے رسول کیخلاف فتوے جاری ہوتے ہیں بلکہ وہ رسول کیساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتے، ہر رسول کو یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو دین کی الف ب کا بھی نہیں علم یہ تو صرف اور صرف سائنس کی باتیں کرتا ہے جس کا دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں اس لیے یہ ضلالٍ مبینٍ میں ہے یعنی یہ سو فیصد ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیوں میں ہے اور پھر وہ جو نہ صرف انتہائی قلیل تعداد میں ہوتے ہیں بلکہ جو مومن ہوتے ہیں جو رسول کو پہچان کر اس کو تسلیم کرتے ہیں اس کی بات کو اس کی دعوت کو تسلیم کرتے ہیں جب ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے ضلالٍ مبینٍ میں تھے تو انہیں اپنے والدین، اپنے آباؤاجداد کی اور جن سے وہ محبت رکھتے ہیں ان کی فکر لاحق ہو جاتی ہے جو دنیا سے جا چکے ہوتے ہیں کہ ان کا معاملہ کیا ہوگا؟ اور اس سے پہلے چونکہ تھیں ہی ضلالٍ مبینٍ تو کیا ہر کوئی جہنم میں جائے گا جو اس سے پہلے ضلالٍ مبینٍ کے دوران گزر گیا یا پھر حقیقت کیا ہے کون آخرت میں کامیاب ہوں گے اور کون ناکام ہوں گے تو ان کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ اے رسول اللہ اس بارے میں ہم پر کھول کر واضح کر دیں تا کہ ہمیں اطمینان حاصل ہو جائے تو اللہ کا رسول پھر اس بارے حق کو کھول کھول کر رکھ دیتا ہے۔

اس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے اس طرح اللہ نے اس سے پہلے اپنی آیات کو کھول کھول کر واضح کیا اور آج اللہ کہہ رہا ہے کہ آج اللہ بالکل

اسی طرح آیات کوکھول کھول کرواضح کر رہا ہے جیسے پہلے ہر بار کی گئیں یعنی آج اس وقت تم میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو حق کو ہر لحاظ سے تم پر کھول کھول کرواضح کر رہا ہے آیات کوکھول کھول کرواضح کر رہا ہے اور پھر آگے اللہ نے اپنے رسول کی پہچان بھی واضح کر دی وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

وَاللّٰهُ اور اللہ ہے یعنی یہ جو تم پر آیات کوکھول کھول کر رکھ رہا ہے یہ کوئی انسان نہیں بلکہ یہ اللہ ہے جو تم پر آیات کوکھول کھول کر رکھ رہا ہے عَلِيْمٌ علیم ہے یعنی جب تک یہ تم میں موجود ہے تمہیں اس میں علم ہی علم نظر آئے گا اور پھر صرف علم ہی نہیں بلکہ حَكِيْمٌ یہ جو بھی کام کر رہا ہے نہ صرف علم ہے اس کو بلکہ اس علم کو استعمال کیسے کرنا ہے اس کا بھی اسے علم ہے یہ علم کا بالکل صحیح استعمال کر رہا ہے ہر کام ہر بات اپنے وقت پر کر رہا ہے کوئی بھی بات کوئی بھی کام اس کے وقت سے پہلے نہیں کرتا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہیں کرتا بلکہ ہر کام کو اس کے وقت پر کرتا ہے جب تک کام کا وقت نہیں آجاتا تب تک خواہ کوئی کچھ ہی کیوں نہ کر لے یا کرے صبر کرتا ہے۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ جو علیم حکیم ہے وہ اللہ ہے اور جو انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار ہے مگر وہ علیم حکیم نہیں تو وہ اللہ کا شریک ہے کیونکہ ایک ہی وجود ہو سکتا ہے اللہ یا پھر اس کا شریک اور جو علیم حکیم نہیں وہ اللہ نہیں بلکہ اللہ کا شریک ہے اس کا شمار شیاطین مجرمین میں ہوتا ہے۔ یوں اللہ نے اپنے رسول کی پہچان بھی واضح کر دی کہ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تم میں سے ایک بشر جو تم پر اللہ کی آیات کوکھول کھول کرواضح کر رہا ہے حق کو ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کر رہا ہے وہ علیم حکیم ہے؟ جب ہر کسی کو نظر آرہا ہے تو پھر جان لو یہ اللہ ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے اور اللہ جو کہہ رہا ہے وہ ہو کر رہے گا تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

آپ نے دیکھا اس آیت میں اللہ نے کس قدر عظیم راز چھپا رکھے تھے انتہائی غیر معمولی رازوں کا احاطہ کیے ہوئے آیت جسے شیاطین مجرمین نے تراجم و تفاسیر کے نام پر اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کی خاطر، لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کے لیے استعمال کیا اور اس سے پہلے تک استعمال کیا جاتا رہا۔

اس آیت میں تو یہ بات کھول کرواضح کر دی گئی کہ تین اوقات، تین ادوار ایسے ہیں جب دنیا ظلمات میں ڈوب چکی ہوتی ہے ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہوتی ہیں، لوگ بھیڑ چال چلتے ہوئے فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ الٹا یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ جو بھی کر رہے ہیں انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں وہ تو بہت اچھے اعمال کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔

ایک عام سی بات ہے کہ اگر معاشرے میں کوئی ایسا جرم یا کام ہوتا ہے جس سے معاشرہ دہل جائے یعنی بچوں کے اغوا و قتل ہی کی بات کو لے لیں یہ بات پھیل جائے کہ بچوں کو اغوا و قتل وغیرہ کیا جا رہا ہے تو ہر ذمہ دار والدین نہ صرف اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند ہو جاتے ہیں بلکہ انتہائی محتاط ہو جاتے ہیں وہ بچوں پر چوبیس گھنٹے نظر رکھتے ہیں انہیں بغیر اجازت کے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے، اگر بچوں نے کہیں آنا جانا ہو تو نہ صرف والدین فیصلہ کرتے ہیں کہ تم جا سکتے ہو یا نہیں بلکہ اگر والدین اجازت دیتے بھی ہیں تو اپنی نگرانی میں نہ صرف چھوڑ کر آتے ہیں بلکہ اپنی نگرانی میں واپس بھی لاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر معاشرے میں برائیاں عام ہو جائیں تب بھی والدین اپنی اولاد کے بارے میں یا ان کے بارے میں جو نفع و نقصان کی سمجھ نہیں رکھتے جو صحیح اور غلط کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے بارے میں فکر مند ہو جاتے ہیں، وہ انتہائی محتاط ہو جاتے ہیں وہ بغیر اجازت بچوں کو یا جو نا سمجھ ہیں انہیں معاشرے میں آزاد نہیں چھوڑتے، کس سے دوستی کرنی ہے اور کس کے قریب بھی نہیں جانا والدین بچوں کی انتہائی سخت نگرانی کرتے ہیں بشرطیکہ انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہو، بچوں کو باہر کوئی بھی کام اپنی اجازت کے بغیر نہیں کرنے دیتے، بچوں کی نگرانی کرتے ہیں انہیں بتاتے ہیں کہ باہر کسی سے کچھ لیکر نہیں کھانا، باہر کوئی کچھ کہتا ہے تو کسی کی بات نہیں ماننی، باہر کے کسی بھی فرد کی کسی بات کا یقین نہیں کرنا، جو وہ کر رہے ہیں ویسا ہرگز نہیں کرنا بلکہ اگر کوئی تمہیں کچھ کرنے پر ابھارے بھی تو سب سے پہلے تم نے ہمیں آگاہ کرنا ہے اگر ہم اجازت دیں تو تم وہ کام کرنا ورنہ اس کے قریب بھی مت جانا۔

اور اس کے برعکس اگر ایک بہترین معاشرہ ہو، ریاست بالکل ایک گھر کی طرح ہو اور حکومت بالکل ایسے جیسے کہ گھر میں والدین ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کرنا ہوتی ہے بلکہ بچوں کا خیال رکھنا ان کے نفع و نقصان کا خیال رکھنا، ان کے لیے کیا فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے اس کا خیال رکھنا، اگر بچے کوئی غلط حرکت کرتے بھی ہیں تو ان کی احسن طریقے سے اصلاح کرنا بالکل ایسے ہی ریاست میں حکومت والدین کا کردار ادا کر رہی ہو تو کیا کسی کو

بھی اپنی اولاد کے بارے میں کوئی فکر رہے گی؟ کیا پھر کوئی بھی بلا وجہ اولاد پر پابندیاں لگائے گا؟ کیا کوئی بھی اپنی اولاد اور جونا سمجھ ہیں ان کو لیکر وہی رویہ اختیار کرے گا جو پہلی صورت میں بیان کیا گیا؟ تو اس کا جواب ہے کہ نہیں بالکل نہیں بلکہ اگر ریاست ایک گھر کی مانند ہو اور حکومت یعنی انتظامیہ گھر میں والدین کی مانند ہو انہیں اپنے عہدے و ذمہ داری کا احساس ہو اور وہ اسے احسن طریقے سے پورا کر رہے ہوں تو کسی کو بھی اپنی اولاد یا جو نا سمجھ ہیں ان کے بارے میں کوئی فکر نہیں رہتی بلکہ نہ صرف بے فکر ہو جائیں گے بلکہ اولاد اور جو بھی نا سمجھ ہیں ان پر کوئی پابندیاں نہیں لگائی جائے گی۔

تو جب بھی دنیا میں ظلمات چھا جاتی ہیں دنیا گمراہیوں میں ڈوب جاتی ہے تو مومنین کا ان کے لیے فکر مند ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے جو ان کے مقام کو تسلیم کرتے ہیں ان کی بات کو مانتے ہیں ان کے ماتحت ہوتے ہیں اور جو نا سمجھ ہوتے ہیں اور یہی اللہ نے اس آیت میں بیان کیا کہ دیکھو مجموعی طور پر تین اوقات ایسے ہیں ان میں سے ایک صلاۃ الفجر سے پہلے یعنی جب نور ظلمات کو پھاڑتے ہوئے، ظلمات کو زبردستی ہٹاتے ہوئے برآمد ہو رہا ہوتا ہے اس سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اللہ رسول کو بعث کرتا ہے کیوں کہ اللہ نے تو قدر میں یہ کر دیا کہ جب جب دنیا ضلالٍ مبینٍ میں ہو گی تو اللہ اپنا رسول بعث کرے گا اور جب اللہ کا رسول آتا ہے جو کہ اللہ کی طرف سے نور ہوتا ہے تو نور ظلمات کو ضلالٍ مبینٍ کو پھاڑتے ہوئے نکلتا ہے آگے کو بڑھتا ہے جسے صلاۃ الفجر کہتے ہیں یعنی تب ظلمات کو پھاڑ کر نکلنے کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے تو جیسے ہی صلاۃ الفجر کا وقت آجائے یعنی اللہ کا رسول آجائے جو کہ تم امیّن میں تمہی میں سے ہوتا ہے تو پھر تم نے سوئے ہوئے نہیں رہنا بلکہ پھر رسول کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے رسول کی اطاعت و اتباع کرنی ہے، تب دنیا کو ظلمات سے نکالنے کا وقت آچکا ہوتا ہے اس لیے یہ ذمہ داری پوری کرنی ہے لیکن جب تک صلاۃ الفجر کا وقت نہیں ہوتا یعنی اللہ کا رسول بعث نہیں ہوتا تو اس سے پہلے جو مدت ہے جو وقت چل رہا ہوتا ہے وہ دور تمہارے لیے خود کو اور جو تمہارے اختیار میں ہیں اور جو نا سمجھ ہیں انہیں چھپا کر رکھنا ہے ان کے لیے ایسے ہی فکر مند ہونا ہے جیسے کہ جب معاشرے میں برائی عام ہو جانے سے والدین اولاد کے لیے فکر مند ہو جاتے ہیں اور اس دوران انہیں تمہاری اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں کرنا۔

پھر ایک اور وقت ہے جب تم نے یہی کرنا ہے تم پر یہ ذمہ داری ہے تم پر یہ کرنا لازم ہے اور وہ وقت ہے صلاۃ العشاء کے بعد یعنی جب دنیا میں ظلمات پھیلنا شروع ہوتی ہیں تو تم پر یہ صلاۃ کتب ہو جاتی ہے کہ جب تک اس قدر ظلمات یعنی گمراہیاں نہ چھا جائیں کہ حق و باطل کا فرق مٹ جائے ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہو جائیں تب تک تم پر یہ ذمہ داری کتب ہے کہ زمین کو ان گمراہیوں سے پاک کرنے کی کوشش کرو، تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ان کا استعمال صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے کرنا ہے اور اگر ایسا وقت آجاتا ہے کہ اب گمراہیاں اس قدر پھیل چکیں کہ ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہیں کوئی امام مہدی نہیں ہے یعنی کوئی بھی لیڈر ہدایت یافتہ نہیں ہر طرف جہل پھیل چکا ہے ہر طرف گمراہیاں پھیل چکی ہیں کوئی بھی حق کو سمجھنے کو تیار ہی نہیں اگر تم نے حق کو کھولنے کی جسارت کی تو خود کو مومن کہلوانے والے ہی تمہیں کاٹ ڈالیں گے تو ایسی صورت میں اگر تم گمراہیوں کو مٹانے کی کوشش کرو گے تو کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ خود بھی انہی کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے تمہارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو یعنی خود کو، جو تمہارے اختیار میں ہیں انہیں اور جو نا سمجھ ہیں انہیں چھپا لو، اپنی زندگی کا مقصد و محور ایک دوسرے کو بنا کر ایک دوسرے کو ان حالات کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے ہی ان سب کا استعمال کرنا ہے جو بھی تمہیں دیا گیا۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی بھی فتنوں کا شکار ہو جائے، گمراہیوں کا شکار ہو جائے اس لیے جب تک ایسا وقت برقرار رہے ایسی مدت جاری رہے خواہ صدیوں پر ہی محیط کیوں نہ ہو نسل در نسل ایک دوسرے کا ہی طواف کرتے رہنا ہے یعنی ایک دوسرے کو اپنا مرکز محور بناتے ہوئے حالات و واقعات، فتنے کا شکار ہونے سے بچائے رکھنا ہے جب تک کہ صلاۃ الفجر کا وقت نہیں آجاتا۔

یعنی جب فتنے اپنے عروج پر ہوں تو ایسی صورت میں تم میں سے ہی کوئی ایسا لیڈر کھڑا نہیں ہو جاتا جس میں رسول نظر آرہا ہو یعنی اگر اس کا موازنہ رسول سے کیا جائے تو بالکل واضح ہو جائے کہ یہ رسول خاتم النبیّن کے فلٹر سے ہی نکل کر آیا ہے تو تب اس کا ساتھ دینا ہے یا پھر یہاں تک کہ رسول بعث نہیں کر دیا جاتا۔

اور پھر تیسرا وقت تیسری مدت کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ وہ ان دونوں کے درمیان ہے وہ مدت جب الظہیرۃ میں سے مسلسل ظاہر ہونا شروع نہیں ہو جاتا۔ اللہ نے محمد کے ذریعے نہ صرف حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا تھا بلکہ یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ اگر تم الصلاۃ قائم کرتے ہو تم امت خیر ہونے کا ثبوت دیتے ہو یعنی جو ذمہ داری تم پر عائد کی گئی جس کے تم دعویدار تھے اسے احسن طریقے سے پورا کرتے ہو تو بہت کچھ ایسا ہے جو تمہارے الصلاۃ قائم کرنے کی وجہ سے چھپا رہے گا تم اس پر ایسے ہی ہو جیسے کہ جسم پر کپڑے ہوتے ہیں کپڑوں نے جسم کو ڈھانپ رکھا ہوتا ہے جیسے ہی کپڑے ہٹ جائیں تو جسم

ظاہر ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی آسمانوں وزمین میں اگر اللہ کو ہٹا کر الٰہ بنائیں جائیں گے یعنی جو سننے دیکھنے سمجھنے اور آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کو من دون اللہ استعمال کیا جائے گا تو نہ صرف آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا بلکہ پھر الساعت آئے گی جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا اور اس سے پہلے اس کی اشراط یعنی وجوہات ظاہر ہوں گی جیسے کہ یاجوج اور ماجوج کا کھلنا، فتنہ الدجّال، زمین سے النار کا نکلنا، الدابۃ الارض، الدخانٍ، زلزلے، سیلاب، طوفان، بیماریوں کا سیلاب، بڑے بڑے غیر معمولی امور وغیرہ جب ان میں سے ظاہر ہونا شروع ہو جائے تو جب تک کہ صلاۃ الفجر کا وقت نہیں آجاتا یعنی آخرین میں اللہ کا رسول بعث نہیں کر دیا جاتا جو کہ اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہے تب تک جو وقت ہے تمہیں خود کو، جو تمہارے اختیار میں ہیں اور جو نا سمجھ ہیں انہیں چھپا کر رکھنا ہے اور تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ایک دوسرے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد ومحور بناتے ہوئے اسی کے لیے استعمال کرنا ہے کہ تم میں سے کوئی ان فتنوں کا شکار نہ ہو جائے، دنیا کے حالات وواقعات کا شکار نہ ہو جائے اور جو تم میں سے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرے گا وہی فلاح پائے گا اور جس نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا یا کوئی کوتاہی کی تو وہ مجرم ثابت ہو جائے گا۔

اور تم اگر ایسے وقت میں موجود ہو جب یہ اوقات نہیں تو اس وقت جو الصلاۃ کتب ہے وہ قائم کرنی ہے یعنی اگر صلاۃ الفجر کا وقت ہے اللہ کا رسول بعث کیا جا چکا تو پھر اس کا ساتھ دینا ہے اور جب الصلاۃ قائم ہو جائے تو پھر یہ ذمہ داری تمہاری نہیں رہتی بلکہ یہ ذمہ داری ریاست کی انتظامیہ کو منتقل ہو جاتی ہے اس لیے تم اس ذمہ داری سے بری ہو گئے اور تب جو تمہاری مانتے ہیں اور جو نا سمجھ ہیں نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے کہ تم انہیں آزاد چھوڑ دو اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہے کہ وہ تم سے اجازت لیے بغیر کچھ کریں کیوں کہ تب الصلاۃ قائم ہے تب کوئی برائی ہے، ہی نہیں کوئی فتنہ ہے ہی نہیں جو تمہیں ان کے بارے میں کچھ غلط کرنے کا ڈر خوف یا فکر ہو اس لیے تب اگر تم انہیں آزاد چھوڑ دیتے ہو کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں تو ظاہر ہے وہ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ غلطی کی گنجائش ہی نہیں ہے الصلاۃ قائم ہے معاشرے میں کسی بھی قسم کی کوئی برائی نہیں ہے اگر کسی برائی کی نشاندہی ہوتی ہے تو اسے فوراً دور کر دیا جاتا ہے اس لیے ایسے حالات میں نہ تو فکر کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی تمہارا بے فکر ہونا تمہیں مجرم ثابت کرے گا۔ لیکن اگر تم ان تین ادوار میں سے کسی بھی دور میں موجود ہو اور تم اپنی اولادوں کو اور وہ جو بھی تمہارے ماتحت ہیں جو تمہاری بات کو تسلیم کرتے ہیں جن پر تمہیں اختیار دیا گیا اور وہ جو نا سمجھ ہیں ان کی ایسے ہی فکر نہیں کرتے جیسے کہ معاشرے میں ہر طرف برائی پھیل جانے سے والدین فکر مند ہو جاتے ہیں اور ہر لمحے ان کا خیال رکھتے ہیں انہیں اپنی مرضی نہیں کرنے دیتے انہیں کچھ بھی بلا اجازت نہیں کرنے دیتے تو تم مجرم ثابت ہو جاؤ گے کیونکہ اس دوران تم پر یہی تو ذمہ داری تھی اور تمہیں کیا کرنا تھا؟ اس لیے ان تین ادوار کے دوران جو اپنی اس ذمہ داری یعنی الصلاۃ سے غافل ہو جائیں گے تو وہ اللہ کے ہاں مجرم ثابت ہو جائیں گے ان کی اس لاپرواہی کی وجہ سے ان کی اولادیں، ان کی ماننے والے اور جو نا سمجھ ہیں وہ حالات وواقعات کا شکار ہو جائیں گے فتنوں کا شکار ہو جائیں گے اور اللہ ایسا نہیں چاہتا کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ کل کو پھر تم پر یعنی تمہاری نسلوں پر اپنی نعمت کرے بشرطیکہ تم اس ذمہ داری کو پورا کرو یعنی الصلاۃ قائم کرو۔

اور یہی تو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد رسول اللہ نے بھی کہا تھا جب بھی ان اوقات کا ذکر کیا تو ان اوقات کو یاد دلاتے ہوئے صرف اور صرف ایک ہی بات پر زور دیا کہ تم میں سے یعنی مومنوں میں سے جو بھی اس وقت کو پائے تو اسے چاہیے کہ وہ ان شہروں سے ان معاشروں سے نکل کر دور پہاڑوں وجنگلوں میں آباد ہو جائے۔ اسے چاہیے کہ وہ خود کو اور اپنے اہل وعیال کو ان فتنوں سے بچائے جس کے لیے اس وقت جو احسن مال ہوگا وہ بھیڑ بکریاں ہوں گی یعنی فطرتی اشیاء ہوں گی نہ کہ مصنوعی جو کہ الدجّال ہے تو اپنا احسن مال جو کہ بھیڑ بکریاں ہیں انہیں لیکر اپنے اہل وعیال کیساتھ جنگلوں و پہاڑوں میں جا کر آباد ہو جانا اس میں تمہارے لیے خیر ہوگی اور یہاں تک کہا کہ اس دوران جتنے بھی راہنمائی کے دعویدار ہوں گے کسی ایک کی بھی اتباع مت کرنا یعنی کسی ایک کے بھی پیچھے مت چلنا ان میں سے کسی ایک کے بھی پیچھے چلنے سے تمہارے لیے خیر اس میں ہے کہ تم جنگلوں و پہاڑوں میں درختوں کی جڑیں چباتے چباتے تمہاری موت ہو جائے۔ یعنی کسی بھی صورت ان معاشروں کا حصہ نہ بننے کی تلقین کی تھی ان معاشروں میں رہ کر الدجّال کو اپنا ربّ بنانے کی بجائے اگر کچھ بھی کھانے کو نہ ہو تب بھی ان معاشروں کا رخ مت کرنا بلکہ ان معاشروں میں موجود رزق کے نام پر الدجّال کو ربّ بنانے کی بجائے جنگلوں و پہاڑوں میں درختوں اور پودوں کے پتے و جڑیں کھا کر گزرا کر لینا۔

سورۃ النور کی اس آیت کو آپ پر ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دیا گیا جس سے نہ صرف حق مزید کھل کر واضح ہو گیا بلکہ اس آیت کے تراجم وتفاسیر کے نام پر

شیاطین کے کلام کی بنیاد پر ثابت کی جانے والی نمازوں کی حقیقت بھی کھل کر چاک ہوگئی کہ اس آیت میں تو ان کی نمازوں کے ذکر کی بجائے الٹا ان کی نمازوں کو جڑ سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ ان کی نمازیں الصلاۃ کے نام پر دھوکہ ہے جو کہ اکثریت کو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے یوں اکثریت نہ صرف الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل رہی بلکہ شدید خسارے کا سودا کیا۔

اپنی نمازوں کو الصلاۃ قرار دینے والو اب آؤ میدان میں اور اب اپنی ان خرافات کا دفاع تک بھی کر کے دکھاؤ اور دفاع تو تب کیا جائیگا جب کوئی وجود ہو اس لیے اب پہلے اپنی نمازوں کا وجود تو ثابت کر لو، تم لوگ آج تک فضول، بے بنیاد باطل کو الصلاۃ کا نام دیتے رہے آج تمہارے دجل وفریب کو چاک کر کے تمہیں ننگا کر دیا گیا۔ دنیا کی کوئی طاقت حق کو نہ ہی غلط ثابت کر سکتی ہے اور نہ ہی چاہ کر بھی حق کا انکار کر سکتی ہے جان لو ہر کسی کو ماننا ہوگا لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اکثریت اپنے آباؤ اجداد آل فرعون وگزشتہ ہلاک شدہ اقوام کی مثل ہی حق کو تسلیم کرے گی جس کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تب ماننا ان کی مجبوری بن جائے گا تب انہیں کہا جائے گا اب انکار کرو لیکن تب یہ لوگ ماننے کی ضد کریں گے جو کہ وہ وقت بالکل سر پر کھڑا ہے بالکل تمہارے سر پر، صرف اتنی ہی دیر ہے جتنا زبان پیغام پہنچانے میں وقت لیتی ہے اس کے بعد ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں۔

جب قرآن احسن الحدیث ہے یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اس کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی یعنی کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ قرآن کی یہ آیت بھی اس حدثے کے رونما ہونے سے قبل ہی بیّن ہو سکتی تھی جس کی یہ تاریخ ہے؟ جب اس حدثہ نے ہونا تھا جس کی تاریخ پر یہ آیت مبنی ہے تو تب نہ صرف اس آیت نے بیّن ہو جانا تھا بلکہ قرآن نے یاد دلا دینا تھا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی اس آیت کی صورت میں قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا آج وہ حدثہ نہیں ہو چکا؟ آج قرآن کی یہ آیت بھی بالکل کھل کر واضح نہیں ہو چکی؟ اور قرآن یاد نہیں دلا رہا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی؟

نہ صرف آج وہ حدثہ ہو چکا یعنی تم میں تمہی سے ہمارا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو تم پر بالکل اسی طرح حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جیسے اس سے قبل ہر رسول کو بعث کر کے کیا گیا بلکہ آج قرآن تمہیں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں آج جب ہم نے تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کر دیا تو جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے یہ قرآن اس میں ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق موجود ہے پورے کا پورا قرآن ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کر رہا ہے اب اس کے باوجود بھی تم کفر ہی کرتے ہو تو جان لو تم پر ہماری حجت ہو چکی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ. ھود ۱۱۴

یہ وہ آیت ہے جس آیت سے الصلاۃ کو نماز قرار دینے والے تین وقت کی نمازیں اخذ کرنے کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس آیت میں فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا حکم دیا گیا۔ اگر ان کی اس دلیل کو صحیح مان لیا جائے تو نہ ہی قرآن الحکیم ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی قرآن مثانی ثابت ہوتا ہے پھر اس کے علاوہ قرآن میں آیات ہیں اس کا کفر بھی ہو جاتا ہے حالانکہ اس قرآن میں تو آیات ہیں یعنی اگر کوئی اس آیت میں الصلاۃ سے مراد نماز لیکر تین وقت کی نمازوں کے اوقات اخذ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے یا ایسا تسلیم کرتا ہے تو ایسا شخص نہ صرف قرآن کے الحکیم ہونے کا عملاً کفر کر رہا ہوتا ہے بلکہ اللہ کے العزیز الحکیم ہونے کا بھی کفر کر رہا ہوتا ہے اس کے علاوہ وہ قرآن کے مثانی ہونے کا بھی کفر کرتا اور پھر اس بات کا بھی کفر کرتا ہے کہ اس قرآن میں آیات ہیں بلکہ وہ الٹا آیات کو ہی بیّنات سمجھتا اور

تسلیم کرتا ہے اور قرآن ایسے لوگوں کو اندھے، اموات اور قبروں میں قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ قرآن نہ صرف احسن الحدیث ہے یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ ایک ہی کتاب ہے جو اتاری گئی متشابہاً ہے تو اگر ان کے تراجم وتفاسیر کو حق مان لیا جائے تو قرآن کے احسن الحدیث، کتاباً متشابہاً ہونے کا بھی کفر ہو جاتا ہے یہ قرآن احسن الحدیث کتاباً متشابہاً ہی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود بھی اگر ایک لمحے کے لیے مان لیا جائے کہ اس آیت میں تین نمازوں کے اوقات کا ذکر کیا گیا تو دیکھیں اسی آیت میں آگے کیا کہا گیا اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ اس میں کچھ شک نہیں الحسنات ذھب کر دیتی ہیں السیات کو، الحسنات حسن سے ہے اور حسن کہتے ہیں ایسے عمل کو جس سے دوسری مخلوقات پر احسان ہوتا ہے اور السیات کہتے ہیں ان اعمال کو جو مخلوقات میں خرابی ان میں تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ آیت کے پہلے حصے میں جسے الصلاۃ کہا گیا ہے اسی کو آیت کے اگلے حصے میں الحسنات قرار دیا گیا اور جو الصلاۃ قائم نہیں کرتے ان کا الصلاۃ کا قائم نہ کرنا جب الصلاۃ نہیں تو پھر ظاہر ہے اس کی ضد ہی پیچھے رہ جاتی ہے جو کہ فساد ہے تو ایسے فساد ہی کرتے ہیں یوں مفسد اعمال کو السیات کہا جاتا ہے۔

اب آپ خود غور کریں آپ سے سوال ہے کہ جسے الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے یعنی نماز کیا اسے قائم کیا جاتا ہے یا پڑھی جاتی ہے؟ اور پھر کیا نماز ایسا عمل ہے جسے الحسنات قرار دیا جاسکے یعنی نماز کو بہت سے ایسے اعمال کا مجموعہ قرار دیا جاسکتا ہے جن اعمال سے آسمانوں وزمین میں مخلوقات پر احسان ہوتا ہے وہ تبدیلیوں، خرابیوں، نقائص اور تباہیوں وغیرہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں؟ اور جو نماز نہیں پڑھتے ان کے نماز نہ پڑھنے کو کیا السیات ایسے اعمال کا مجموعہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ جن اعمال سے آسمانوں وزمین میں فساد ہوتا ہے مخلوقات میں تبدیلیاں ہوتی ہیں جن سے ان میں خرابیاں اور پھر بالآخر تباہیوں سے دوچار ہوتی ہیں؟ اگر تو ایسا قرار دیا جانا ممکن ہے تو پھر بلا شک وشبہ الصلاۃ نماز کو ہی کہا جاتا ہے الصلاۃ نماز ہی ہے لیکن! اگر ایسا قرار دیا جانا کسی بھی صورت ممکن نہیں تو پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ نماز الصلاۃ ہو ہی نہیں سکتی نماز کا الصلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ محض ایک دھوکا ہے جو نماز کو الصلاۃ کا نام دے کر خود کو اور دوسروں کو دیا جا رہا ہے یوں الصلاۃ کو نماز قرار دیکر الصلاۃ سے ہی غافل ہیں جس کا خمیازہ کل کو بھگتنا پڑے گا تب سوائے پچھتاوے اور چیخنے چلانے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

پھر آگے دیکھیں آیت کے اگلے حصے میں اس سے بھی بڑھ کر عجیب وغریب بات کی گئی ہے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہاں لفظ ذٰلِكَ استعمال کیا گیا جو دور کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لفظ ذٰلِكَ الصلاۃ کے لیے استعمال کیا گیا اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الصلاۃ نماز ہے جو کہ آج اکثریت نمازیں پڑھ رہی ہے تو یہاں لفظ ذلک کسی بھی صورت استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا بلکہ ھذا لفظ کا استعمال کیا جانا چاہیے تھا اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نماز الصلاۃ ہے ہی نہیں اور آیت کے شروع میں جو کہا گیا کہ جسے تم الصلاۃ کا نام دے کر کر رہے ہو وہ الصلاۃ ہے ہی نہیں بلکہ جو الصلاۃ ہے اسے تم نے تھا کر دیا ہوا ہے ماضی کا قصہ بنا دیا ہوا اور ذلک لفظ اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے جو پاس یا قریب یعنی حال میں نہ ہو بلکہ دور ہو ماضی میں یا مستقبل میں ہو یوں یہاں لفظ ذلک کے استعمال سے الصلاۃ کو یا تو ماضی میں رکھا گیا کہ ماضی میں ایک وقت تھا جب واقعتاً الصلاۃ جو الصلاۃ تھی وہی قائم کی گئی یا مستقبل میں ہوسکتا ہے اسے قائم کیا جائے لیکن حال میں الصلاۃ کے نام پر جو ہو رہا ہے وہ الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غفلت ہے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ وہ یعنی الصلاۃ کیا ہے الصلاۃ ذکر ہے ذکر کہتے ہیں جو بھول چکے اسے یاد کرنے کو ذٰلِكَ ذِكْرٰى وہ ہے ذکر یعنی دنیا میں تمہیں کس مقصد کے لیے بھیجا گیا تم دنیا میں کس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آئے تم وہ بھول چکے اگر اسے یاد کرنا ہے تو وہ کیا ہے جو بھلا دیا گیا جو دنیا میں کرنے آئے تھے وہ الصلاۃ تھی، کن کے لیے ذکر ہے آگے اس کا بھی جواب دے دیا لِلذّٰكِرِيْنَ ان کے لیے جو یاد کرنا چاہ رہے ہیں کہ وہ دنیا میں کیا کرنے آئے کیا لینے آئے جو کہ بھول چکے ہیں یا بھلا دیا گیا۔

جیسے کوئی بھی شخص جو غور وفکر کرنے والا ہوتا ہے جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ زندگی میں کئی بار اپنے آپ سے یا دوسروں سے سوال کرتا ہے کہ آخر دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کیوں اور کس مقصد کے لیے دنیا میں لایا گیا کیونکہ یہ تو مقصد نہیں ہوسکتا جو ہر کوئی کر رہا ہے پیٹ پالنے اور دنیاوی مال ومتاع کے حصول کے لیے اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے ہر کوئی اپنا اپنا مقصد طے کر کے اس کے حصول میں لگا ہے۔

کیونکہ یہ بشر آسمانوں وزمین کی سب سے زیادہ صلاحیتوں کی مالک اور پیچیدہ ترین خلق ہے ظاہر ہے اس کا مقصد بھی اس کی صلاحیتوں کے اعتبار سے ہوگا جس

کا اس کو علم ہی نہیں اور اگر کبھی اسے علم تھا بھی تو ایسے بھول چکا ہے جیسے کہ پیدائش سے لیکر دو تین سال تک کی عمر میں کیا کچھ کیا وہ سب بھول چکا ہے گویا کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

قرآن کی اس آیت میں یہ واضح کر دیا کہ الصلاۃ تھی وہ مقصد جسے پورا کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا جسے بھول چکے کسی کو یاد ہی نہیں اور جو اسے یاد کرنا چاہتے ہیں تو ان پر واضح کر دیا کہ یہ ہے مقصد جسے پورا کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا جو بھول چکے تھے۔

اب آپ خود غور کریں اور آپ سے یہ سوال بھی ہے کہ اگر الصلاۃ سے مراد نماز ہے اور نماز ہی دنیا میں آنے کا مقصد ہے جسے بھلا دیا گیا تھا تو پھر دنیا میں جو بھی آئے انہیں یہی نماز پڑھنی چاہیے تھی ہر رسول ہر نبی کی صرف اور صرف یہی دعوت ہونی چاہیے تھی کہ نماز پڑھو نماز پڑھو اور سب کو یہی نماز ہی پڑھنی چاہیے تھی لیکن حیران کن طور پر یہ صرف اور صرف محمد علیہ السلام سے ہی منسوب کی جاتی ہے ان کے علاوہ کسی ایک بھی رسول کی زندگی میں آپ کو کوئی نماز نہیں ملے گی حالانکہ ہر رسول اور ہر نبی کی دعوت الصلاۃ ہی تھی ہر رسول ہر نبی نے الصلاۃ ہی قائم کی اور الصلاۃ کو ہی واضح کیا اس کے باوجود الصلاۃ کے نام پر نماز آپ کو سوائے محمد کے کسی رسول یا نبی کی زندگی سے منسوب نہیں ملے گی۔

قرآن رسولوں کی دعوت کو واضح کرتا ہے لیکن اس میں کہیں بھی نماز کا ذکر نہیں اگر ذکر ہے تو الصلاۃ کا، الصلاۃ یعنی وہ ذمہ داری جسے پورا کرنے کے لیے دنیا میں لایا گیا اس بشری صورت میں اور وہ ذمہ داری کیا ہے اس کا تعین اس بشر میں رکھی گئی صلاحیتیں بالکل واضح کر دیتی ہیں کہ اس بشر کی تخلیق کا مقصد کیا تھا آج ہر انسان ان صلاحیتوں کا غلط استعمال کر رہا ہے جس مقصد کے لیے یہ سب صلاحیتیں دی گئیں اس کے برعکس اپنی خواہشات کی اتباع میں ان صلاحیتوں کا استعمال کر رہا ہے۔ یوں اس طرح بھی آپ غور کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا آپ میں جو صلاحیتیں ہیں وہ فطرت نے آپ میں رکھیں اگر ان صلاحیتوں کو فطرت کے تابع استعمال کیا جاتا ہے تو الحسنات یعنی ایسے اعمال ہوں گے جن سے آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات پر احسان ہی احسان ہوگا ہر مخلوق محفوظ رہے گی اور اگر انہی صلاحیتوں کا غلط استعمال کیا جاتا ہے الصلاۃ کسی اور شئے کو قرار دیکر فطرت کی دی ہوئی صلاحیتوں کا غلط استعمال کیا جاتا ہے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا جاتا ہے تو السیات ہوں گی یعنی ایسے اعمال جن سے آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات کو خرابیوں، نقائص اور تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جسے فساد کہا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا اس لحاظ سے بھی الصلاۃ کیا ہے بالکل وہی بات سامنے آتی ہے جو آیت میں بیان کی گئی۔

پھر اس کے باوجود اگر کوئی نہ مانے اور اپنی ضد پر قائم رہے کہ نہیں میں تو نہیں مانوں گا میں تو یہی کہوں گا کہ الصلاۃ نماز ہی ہے تو پھر دیکھیں اگلی آیت میں کیا کہا گیا اور اس سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن مثانی ہے اس میں آیات ایسے ہی ہیں جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین یعنی ہر آیت، آیت میں ہر لفظ کا آپس میں ربط قائم ہے بالکل ایسے ہی جیسے مشین میں پرزوں کا یا آپ کے جسم میں اعضاء کا ایک دوسرے سے گہرا ربط قائم ہوتا ہے وہ ایک دوسرے سے مشروط ہوتے ہیں اگر اس بات کو نظر انداز کیا جائے گا تو آپ اپنے عمل سے قرآن کے مثانی ہونے کا کفر کریں گے۔ اگلی آیت پچھلی آیت جس پر بات کی گئی اس کی مثانی ہے جس میں کہا گیا۔

وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ. ھود ۱۱۵

وَاصۡبِرۡ اور صبر کر، صبر کہتے ہیں جب آپ کو کوئی ذمہ داری دی گئی کوئی کام کرنے کا کہا گیا اور آپ اس کام کو کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے آپ کو جن پریشانیوں، تکالیف و آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے تو ان سے گھبرا کر ذمہ داری ترک کرنے کام میں سستی یا کاہلی وغیرہ کی بجائے ان تکالیف، سختیوں، مشکلات وغیرہ کو برداشت کرنا۔ اب دیکھیں جو الصلاۃ کے واضح ہو جانے پر جو کہ دنیا میں آنے کا اصل مقصد ہے جو کہ بندہ بھول چکا تھا تو جیسے ہی یاد دلا دیا گیا تو اس نے الصلاۃ قائم کرنا شروع کی تو صبر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے الصلاۃ کے قیام سے اس پر سختیاں آ رہی ہیں، اسے تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اب آپ خود غور کریں اور آپ سے یہ سوال بھی ہے کہ کیا نماز پڑھنے والوں کو صبر کی ضرورت پیش آتی ہے؟ صبر کرنا پڑتا ہے؟ ان پر زندگی تنگ ہو جاتی ہے؟ انہیں الصلاۃ کے قیام کی وجہ سے سختیوں، آزمائشوں، تکالیف اور مشکلات وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اگر تو نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ سب ہوتا ہے تو بلا شک و شبہ نماز ہی الصلاۃ ہے اور اگر نماز میں صبر نہیں کرنا پڑتا تو نماز کسی بھی صورت الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر نماز الصلاۃ سے ہی غفلت ہے، الصلاۃ کے نام پر نماز سوائے دھوکے کے کچھ نہیں۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ سختیاں، تکالیف، مشکلات تب ہی آئیں گی تب ہی صبر کرنا پڑے گا جب آپ ان صلاحیتوں کو یا جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے دیا گیا اس کے برعکس اگر آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا اس کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرتے ہیں تو آپ کو صبر کے برعکس دنیا آپ کے لیے جنت بن جائے گی ایسی جگہ جہاں آپ کی ہر خواہش پوری ہو رہی ہے آپ کو آسانیاں، سہولتیں اور آسائشیں حاصل ہیں۔

اگر آپ جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا اس کا استعمال اس مقصد کے لیے کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیا گیا جو کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو آپ جو بھی عمل کریں گے اس سے آسمانوں وزمین میں تمام مخلوقات پر احسان ہوں گے جس سے آپ محسن کہلائیں گے دنیا میں تو آپ کو صبر کرنا پڑے گا لیکن ایسا نہیں کہ آپ کے وہ اعمال ضائع جائیں گے بلکہ آخرت میں آپ کو آپ کی توقعات اور آپ کے تصور سے بھی بڑھ کر بدلہ دیا جائے گا اور یہی آگے اللہ نے آیت میں کہا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا نہیں ضائع کر رہا اجر المحسنین کا یعنی جو اپنے اعمال سے آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات پر احسان کر رہے ہیں اور ایسے اعمال کرنے سے دنیا میں انہیں صبر کرنا پڑ رہا ہے تو ان کا آسمانوں وزمین کی مخلوقات پر احسان کا بدل ہرگز ضائع نہیں کیا جا رہا بلکہ ان کو پورا بدلہ دیا جائے گا جس سے وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔

اب آپ خود دیکھیں کہ اس آیت میں اللہ نے الصلاۃ قائم کرنے والوں کو محسنین قرار دیا یعنی الصلاۃ قائم کرنے سے آسمانوں وزمین کی مخلوقات پر احسانات ہوتے ہیں اب آپ سے سوال ہے اور ان لوگوں سے بھی سوال ہے جو ان آیات سے نماز کو ثابت کرنے کی بھرپور اور ناکام کوشش کرتے ہیں کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو کیا نماز پڑھنے سے کسی ایک بھی مخلوق پر احسان ہوتا ہے؟

دنیا کی کوئی طاقت نماز پڑھنے کو کسی ایک مخلوق پر بھی احسان ثابت کر کے دکھا دے جو کہ ناممکن ہے البتہ الٹا ان نمازوں سے فساد عظیم ثابت ہوتا ہے یہ نمازیں فساد عظیم کا بنیادی سبب ہیں ان نمازوں نے اکثریت کو الصلاۃ سے غافل کر دیا ہوا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی۔ اور جب آپ اگلی آیات میں دیکھیں تو اللہ نے الصلاۃ قائم کرنے والوں کی تعداد انتہائی قلیل بتائی اور جو الصلاۃ نہیں بلکہ اس کی ضد کر رہے ہیں ان کی کثرت بتائی اور پھر ایسوں کا ماضی میں کیا انجام ہوا اور آج کیا انجام ہونے والا ہے وہ بھی واضح کر دیا۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ. وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ. هود ١١٦، ١١٧

الصلاۃ حسن اعمال کا مجموعہ ہے اعمال حسنہ الحسنات کہلاتے ہیں الحسان سے آسمانوں وزمین کی اصلاح ہوتی ہے یعنی الصلاۃ کے قیام سے آسمانوں وزمین میں اصلاح ہوتی ہے آسمانوں وزمین میں خرابیاں دور ہو کر ان میں سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے یوں کسی بھی مخلوق کو کسی قسم کے نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور جو الصلاۃ قائم نہیں کریں گے تو پھر بلا شک وشبہ وہ الصلاۃ کی ضد فساد ہی کریں گے یعنی ظاہر ہے ہر انسان نے اعمال تو کرنے ہی ہیں اعمال کیے بغیر تو کوئی ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ سانس لینا بھی ایک عمل ہے سانس کے ذریعے جسم سے وہ گیسیں خارج ہوتی ہیں جو بشری جسم کا فضلہ ہوتا ہے اب اگر آپ طیب رزق کھائیں گے تو طیب گیسیں ہی خارج کریں گے وہ گیسیں اور مخلوقات کی خوراک ہیں جب ان کو آپ کے ذریعے ان کی خالص خوراک ملے گی تو وہ بھی ٹھیک رہیں گی یوں ان کا جن مخلوقات سے تعلق ہے وہ ٹھیک رہیں گی یوں آسمان وزمین میں سب کچھ ٹھیک رہے گا کہیں بھی کوئی بگاڑ نہیں ہوگا اور اگر آپ خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو فضلہ بھی خبیث جو کہ دوسری مخلوقات کی خوراک ہے ان کی خوراک آپ کے ذریعے ان کو وہ نہیں ملے گی جو ان کو درکار ہے تو ان میں خرابیاں یوں ان کا جن مخلوقات سے تعلق ہے ان میں خرابیاں یوں آسمانوں وزمین میں ہر سطح پر خرابیاں اور بالآخر ان کا اظہار تباہیوں کی صورت میں ہوگا۔ اب اگر کوئی الصلاۃ قائم نہیں کرتا یعنی اعمال حسنہ نہیں کرتا تو ظاہر ہے وہ السیات ہی کرے گا ایسے اعمال جن سے آسمانوں وزمین میں خرابیاں ہوں گی جسے فساد کہا جاتا ہے اور فساد بالآخر تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوگا یوں جو فساد کرتے ہیں وہ اصل میں اپنا انجام اپنے ہاتھوں سے طے کر رہے ہوتے ہیں وہ خود ہی وہ آگ تیار کر رہے ہوتے ہیں جو انہیں جلائے گی۔

اب آپ خود غور کریں اور آپ سے سوال بھی ہے اور ان تمام لوگوں سے سوال ہے جو الصلاۃ کو نماز قرار دینے پر بضد ہیں کہ کیا نماز نہ پڑھنے سے آسمانوں وزمین میں فساد ہوتا ہے؟ ان آیات میں ان غیر فطرتی خطوں کا ذکر کیا گیا جنہیں ہلاک کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت کی وجہ ان کا الصلاۃ قائم نہ کرنا بنی انہوں نے الصلاۃ

کی بجائے اس کی ضد فساد کیا جس کا نتیجہ ہلاکتوں کی صورت میں نکلتا رہا اور جو واقعتاً الصلاۃ کو جان کر پہچان کر قائم کرتے رہے انہیں ان ہلاکتوں سے بچا لیا گیا جو کہ بہت تھوڑے تھے تو اس سوال کا جواب دیں کہ کیا نماز نہ پڑھنے سے قوم نوح پر طوفان آیا؟ اس طوفان کی وجہ نماز کا نہ پڑھنا تھا یا پھر ان کے مفسد اعمال ان کا فساد جو انہوں نے آسمانوں و زمین میں کیا؟ آسمانوں و زمین میں پنگے لیے جو صلاحیتیں یا جو کچھ بھی انہیں دیا گیا انہوں نے اس سب کا غلط استعمال کیا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا؟

اسی طرح باقی اقوام بھی جن جن ہلاکتوں کا شکار ہوئیں کیا وہ ہلاکتیں نمازیں نہ پڑھنے کی وجہ سے آئیں اور جنہیں بچا لیا گیا وہ نمازیں پڑھ رہے تھے؟ اگر تو ان پر ہلاکتیں نمازیں نہ پڑھنے سے آئیں تو بلاشک وشبہ نماز ہی الصلاۃ ہے اور اگر ایسا ثابت نہیں ہوتا جو کہ ہو ہی نہیں سکتا دنیا کی کوئی طاقت اس کو ثابت نہیں کر سکتی تو پھر نماز کسی بھی صورت الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر نماز الصلاۃ سے ہی غفلت ہے، الصلاۃ کے نام پر نماز محض عظیم دھوکے کے سوا کچھ نہیں جو ہر کوئی خود کو دے رہا ہے اور وہ خود کو بہت بڑا مصلح سمجھے ہوئے ہے حالانکہ اس کو اس کا علم ہی نہیں کہ الصلاۃ ہے کیا یا الصلاۃ سے ہونے والی اصلاح ہے کیا۔ حق ہر لحاظ سے آپ پر واضح کیا جا چکا کہ الصلاۃ نماز نہیں بلکہ الصلاۃ اس کے بالکل برعکس اعمال حسنہ کا مجموعہ ہے اور الصلاۃ کی ضد بے نمازی نہیں بلکہ فساد ہے مفسد اعمال کا مجموعہ، دنیا کی کوئی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی۔

اب بڑھتے ہیں اگلی آیات کی طرف جن سے نہ صرف نمازوں کے قصر کے نام پر چھوٹا کرنے کا قانون اخذ کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے بلکہ اس کی بنیاد پر نمازوں کو ہی الصلاۃ قرار دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دوران قتال نماز کا طریقہ کار اخذ کرنے کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی بھی حقیقت کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔

وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ ‌ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ اِنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَـكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا‏ وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ‌ۚ وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً‌ ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ‌ۚ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا‏. النساء ۱۰۱، ۱۰۲

تراجم کے نام پر شیاطین کا کلام

" اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور (اے پیغمبر) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا خدا نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فتح محمد جالندھری

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی

اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے کیونکہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اے نبیؐ! جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ سجدہ کرلے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنے اسلحہ لیے رہے، کیوں کہ کفار اِس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی چوکنے رہو یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ''

ان آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین مجرمین کا کلام آپ نے دیکھ لیا جس میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ''اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں'' ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں'' ''اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے کیونکہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں''

تینوں تراجم میں نماز کو قصر یعنی کم کرنے کا حکم صرف اور صرف ایک ہی صورت میں دیا گیا اور وہ ہے دوران سفر جب کافروں سے اذیت کا اندیشہ ہو یعنی اگر آپ کافروں کے کسی خطے سے گزر رہے ہیں اور نماز پڑھنے پر انہیں ناگوار گزرے گا تو وہ آپ کو تکلیف پہنچائیں گے اذیت دیں گے اگر آپ کو ان کی طرف سے اذیت و تکلیف کا اندیشہ ہو تو ہی آپ نماز کو کم کر سکتے ہیں بصورت دیگر ان کے اپنے ہی تراجم کی بنیاد پر نماز کو کم نہیں کیا جا سکتا لیکن اب ان لوگوں کے عمل کو دیکھیں کہ یہ لوگ اپنے ہی علاقوں میں، اپنے ہی خطوں میں سفر کر رہے ہوتے ہیں اور سفر بھی عالی شان، آرام دہ، پرسکون اور تیز رفتار سواریوں پر اس کے باوجود یہ لوگ اپنی نمازیں قصر کرتے ہیں جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ تو اپنے ہی تراجم کی بنیاد پر قرآن کے منکر ہیں وہ نہیں کرتے جو قرآن انہیں حکم دے رہا ہے بلکہ اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

پھر دوسری بات ان کے تراجم کی بنیاد پر اللہ کا قرآن میں یہ دعویٰ ہے کہ جب تم کافروں کے علاقوں میں سفر کر رہے ہو تو وہ نہیں چاہیں گے کہ تم نمازیں پڑھو اگر وہ تمہیں نماز پڑھتا دیکھ لیں گے تو وہ تمہیں اذیت پہنچائیں گے لیکن حیران کن طور پر یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے کیونکہ خود کو مسلمان کہلوانے والے جنہیں کافر کہتے ہیں دنیا میں کوئی ایک بھی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں کے کافروں کو جو مسلمان نہیں ہیں نماز سے کوئی تکلیف ہو بلکہ وہ لوگ تو نمازیں پڑھنے کے لیے مسلمانوں کی الٹا معاونت کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے بقول ان کا سب سے بڑا دشمن امریکہ و مغرب یعنی یورپی ممالک ہیں لیکن حیران کن طور پر امریکہ و یورپی ممالک کی حکومتیں اور عوام نہ صرف مسلمانوں کو نمازیں پڑھنے کے لیے اپنے ممالک میں عالی شان مسجدیں تعمیر کرنے کی اجازت دیتے ہیں بلکہ حکومتیں باقائدہ فنڈ مہیا کرتی ہیں اور مسجدوں کے امام اور پوری انتظامیہ کو حکومتیں باقاعدہ تنخواہیں ادا کرتی ہیں، حکومتی سطح پر مسجدوں میں جدید ترین سہولتوں کے لیے فنڈز پاس کیے جاتے ہیں باقائدہ ملکی بجٹ میں مسجدوں کے لیے بجٹ طے کیا جاتا ہے اور یہاں تک کہ مختلف ہوائی اڈوں، بس اسٹیشنوں، اور عوامی مقامات پر ان کافروں کی طرف سے مسجدیں تعمیر کی

جاتی ہیں تاکہ مسلمان نمازیں پڑھیں۔

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف اللہ یہ دعویٰ کرر ہا ہو کہ کافروں کے علاقوں سے جب تم گزر رہے ہوتے ہو تو اگر وہ تمہیں نماز پڑھتا دیکھیں گے تو ممکنہ طور پر تمہیں اذیت دی جائے گی کیونکہ کافروں کو تمہاری نماز بہت ناگوار گزرتی ہے اور دوسری طرف حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

اب یا تو اللہ جھوٹا ہے یا پھر اللہ نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں، اللہ نے نہ تو نماز کو الصلاۃ کہا نہ ہی نماز الصلاۃ ہے کیونکہ اگر نماز الصلاۃ ہے تو یہ ہر اس انسان کو ناگوار گزرنی چاہیے جو اللہ کی بات نہیں مان رہا بلکہ الٹا اللہ کی بات ماننے سے انکار کررہا ہے اور اگر اسے نماز ناگوار نہیں گزرتی تو نماز الصلاۃ ہے ہی نہیں۔ اس کے علاوہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر خود کو مسلمان کہلوانے والے جنہیں کافر کہتے ہیں وہ کافر ہیں ہی نہیں کیونکہ اگر وہ کافر ہوتے تو انہیں مسلمانوں کا نماز پڑھنا ناگوار گزرتا اتنا ناگوار کہ وہ اذیت دینے پر اتر آتے لیکن جب حقیقت میں ایسا ہے ہی نہیں اور پھر نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر جن کو کافر کہا جا رہا ہے وہ کافر ہیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ لوگ کافر ہی ہیں اور نماز ہی الصلاۃ ہے اور یہ قول اللہ کا ہے یعنی جو تراجم میں موجود ہے وہ اللہ ہی کا کلام ہے اللہ ہی کی بات ہے تو پھر اس اللہ کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اب آگے جو کچھ تراجم میں موجود ہے وہ آپ کو دہلا کر رکھ دیں گے پہلے آپ کے سامنے فتح محمد جالندھری اور احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ رکھتے ہیں اس کے بعد ابوالاعلیٰ مودودی کا اور پھر آپ پر واضح ہو جائے گا کہ پہلی دو شخصیات اور تیسری شخصیت کا ترجمہ بالکل متضاد ہے۔

''اور (اے پیغمبر) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا خدا نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' فتح محمد جالندھری

''اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' احمد رضا خان بریلوی

''اور اے نبیؐ! جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ سجدہ کرلے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنے اسلحہ لیے رہے، کیوں کہ کفار اِس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی چوکنے رہو یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے'' ابوالاعلیٰ مودودی

فتح محمد جالندھری اور احمد رضا خان بریلوی کے تراجم کے مطابق یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ دوران قتال جب دشمن کیساتھ قتال کر رہے ہو تو اس دوران جب نماز کا وقت ہو جائے تو دو جماعتوں میں تقسیم ہو جاؤ ایک جماعت اللہ کے نبی کیساتھ مل کر مسلحہ ہو کر نماز پڑھے یعنی اپنے ہتھیار اٹھا کر نماز پڑھے نماز کے دوران غیر مسلحہ

نہیں ہونا اور جو جماعت پیچھے کھڑی ہے وہ مسلحہ نہ ہو بلکہ غیر مسلحہ رہے پھر جب مسلحہ جماعت جو نماز پڑھ رہی ہے وہ سجدہ کر چکے تو ہتھیار پھینک کر پیچھے ہٹ جائے اور جو پیچھے غیر مسلحہ جماعت تھی وہ مسلحہ ہو کر نماز پڑھے اور باقاعدہ یہ تک کہا گیا کہ جو تمہارے مقتدی ہوں یعنی جو تمہارے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہیں وہ کسی بھی صورت غیر مسلحہ ہو کر نماز نہ پڑھیں بلکہ مسلحہ ہو کر نماز پڑھیں کیونکہ کافر یہی چاہتے ہیں کہ تم غیر مسلحہ ہو کر نماز پڑھو تو وہ تم پر ایک ہی بار میں ٹوٹ پڑیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا جو پیچھے کھڑے ہیں وہ تو پہلے ہی غیر مسلحہ ہے اور جو نماز پڑھ رہے ہیں اگر وہ بھی غیر مسلحہ ہوں گے تو کافر اسی موقع کے انتظار میں ہیں جیسے ہی تم غیر مسلحہ ہو کر نماز پڑھو گے تو کافر تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔

اب دیکھیں ابوالاعلیٰ مودودی کا ترجمہ اس کے بالکل متضاد ہے ان کے مطابق اللہ کا حکم ہے کہ دوران جنگ جب تم کافروں سے لڑ رہے ہوتے ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو دو گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا گروہ پیچھے مسلحہ ہو کر کھڑا رہے کیونکہ جو گروہ نماز پڑھ رہا ہے وہ تو مسلحہ ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیے جو گروہ پیچھے کھڑا ہے وہ مسلحہ اور چوکنا کھڑا رہے اگر وہ مسلحہ اور چوکنا نہیں رہے گا تو کافر ایک ہی بات میں ٹوٹ پڑیں گے یوں نمازی جو کہ ہوں گے ہی نہتے وہ بھی ماریں جائیں گے اور جو پیچھے کھڑے ہیں ان کی غفلت کی وجہ سے وہ بھی مارے جائیں گے اور کافر جنگ جیت جائیں گے۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے جو ترجمہ کیا اس میں انہوں نے یہ نظریہ بیان کرنے کی پوری کوشش کی اس کے باوجود ان کے ترجمے میں وہی جھلک نظر آتی ہے جو بریلوی حضرات کے تراجم میں نظریہ ملتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ اگر ترجمے کو ٹھیک مان لیا جائے تو عربی متن بریلوی حضرات کے نظریے کی تائید وتصدیق کرتا ہے اور ہم نے مودودی صاحب کے ترجمے سے یہ نظریہ اس لیے بیان کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا نظریہ ہے انہوں نے اسے بیان کرنے کی پوری کوشش کی اس کے باوجود ان کے ترجمے میں اس کے متضاد جھلک ملتی ہے اور اس کی وجہ ہے عربی متن کہ وہ عربی متن کے ساتھ اس سے زیادہ کھلواڑ نہیں کر سکتے تھے۔

کسی کو بھی حق ہے کہ وہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب باقی مترجمین کے ترجمے میں تو بالکل مختلف نظریہ سامنے آتا ہے تو آپ نے یہ نظریہ مودودی صاحب سے کیسے منسوب کر دیا؟ مودودی صاحب کے ترجمے کو آپ نے جان بوجھ کر توڑ موڑ کر باقیوں سے متضاد نظریہ اخذ کیا ہے تو اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جو دیوبندی یا اہلحدیث وغیرہ ہے وہ اس نظریہ کا انکار یا رد نہیں کر سکتا ہاں البتہ اگر ہم یہ کہتے کہ مودودی صاحب کے ترجمے میں بھی وہی نظریہ ہے جو باقیوں کا ہے تو پھر ہم پر اعتراض ضرور کیا جاتا اور ہمیں اس بات کا مجرم بھی ٹھہرایا جاتا کہ ہم نے مودودی صاحب کی طرف وہ منسوب کر دیا جو ان کا نظریہ تھا ہی نہیں اور اس کے لیے وہ عمل کو دلیل پیش کرتے کیونکہ کوئی بھی وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو لوگ جہاد کے نام پر قتال کرتے ہیں جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نہ صرف دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں بلکہ ایک گروہ مسلحہ ہو کر پیچھے کھڑا ہو کر پہرا دیتا ہے اور دوسرا گروہ ہتھیار رکھ کر نماز پڑھتا ہے جب آدھی نماز پڑھ لیتے ہیں تو سجدہ کرنے پر مقتدی گروہ ہتھیار اٹھا کر پیچھے جا کر پہرہ دیتا ہے اور جو گروہ پہرہ دے رہا تھا وہ ہتھیار رکھ کر نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے یوں یہ لوگ میدان قتال میں نماز پڑھتے ہیں اور اس وجہ سے کوئی چاہ کر بھی اس کے برعکس مودودی صاحب کا نظریہ ثابت نہیں کر سکتا۔

بریلوی حضرات کے نزدیک قرآن کا کہنا یہ ہے کہ دوران قتال جب نماز پڑھنی ہے تو اول یہ کہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جانا ہے اور دوم یہ کہ جو گروہ نماز پڑھے گا وہ مسلحہ ہو کر پڑھے گا اور جو نماز نہیں پڑھ رہا وہ غیر مسلحہ ہو گا اور حیران کن طور پر دیوبندی اور اہلحدیث جو جہاد کے نام پر قتال کرتے ہیں ان کا نظریہ اس کے بالکل متضاد ہے ان کے نزدیک جو گروہ نماز پڑھے گا وہ مسلحہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ جو گروہ نماز نہیں پڑھ رہا جو پیچھے ہے اسے مسلحہ ہو کر کھڑے ہونا ہے اور ان کے مسلحہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ نمازیوں کی حفاظت کریں تا کہ نمازی ان کی موجودگی میں اطمینان سے دشمن کے خوف کے بغیر نماز پڑھ سکیں۔

اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اگر قرآن کی آیات کی بات کی جائے اور لفظ بہ لفظ روایتی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو قرآن نہ صرف دیوبندی واہلحدیث کے نظریے کی سختی کیساتھ تردید کرتا ہے بلکہ بریلوی حضرات کے نظریے کی تائید وتصدیق کرتا ہے جیسا کہ آپ آیت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں

فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ جو گروہ تمہارے ساتھ ہے وہ اپنے اسلحے

لیے ہوئے ہونا چاہیے پس جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے چلے جائیں اور دوسرا گروہ آگے آجائے جو صلاۃ نہیں قائم کر رہا پس وہ صلاۃ قائم کرے تیرے ساتھ اور جو ان کی دہشت ہے اور اسلحے ہیں وہ لیے ہوئے ہوں۔

اب آپ پر یہ بات واضح کرتے ہیں کہ بریلوی اور دیوبندی یا اہلحدیث کے تراجم اور نظریہ متضاد کیوں ہے۔ بریلوی حضرات کا میدان قتال کیساتھ نہ تو کوئی تعلق تھا اور نہ ہی انہیں اس بارے میں کوئی علم تھا کہ دوران قتال نماز کیسے پڑھتے ہیں اس لیے انہوں نے او پر جو عربوں کی زبان میں لکھا ہے اسے روایتی زبان کے طور پر ترجمے میں بدل دیا جو کہ اگر مان لیا جائے کہ قرآن کا ترجمہ ممکن ہے تو بریلوی حضرات کا ترجمہ اور اس سے واضح ہونے والا نظریہ بالکل درست ہے لیکن دیوبندی واہلحدیث وغیرہ کا معاملہ بالکل برعکس ہے یہ لوگ میدان قتال سے واقف ہیں یہ لوگ اس کا مشاہدہ کر چکے ہیں ان کو علم ہے کہ جب میدان قتال میں نماز کا وقت ہو جائے اور نماز پڑھیں گے تو نمازیوں نے تکبیر تحریمہ اور رفع یدین یعنی ہاتھ اوپر اٹھانے ہوتے ہیں جس کے لیے ہتھیاروں سمیت ایسا کرنا ناممکن ہے ہتھیار رکھنا ناگزیر ہے پھر نماز میں ہاتھ باندھنے ہے اس کے لیے بھی اسلحہ نہیں اٹھا سکتے پھر رکوع کے نام پر جھکتے ہیں بالآخر سجدے کے نام پر ماتھا ٹیکتے ہیں تو اس کے لیے بھی اسلحے کا اٹھائے رکھنا ناممکن ہے اب اگر نماز پڑھنی ہے تو اسلحہ اٹھا کر تو ممکن نہیں اور اگر بغیر اسلحہ اٹھائے نماز پڑھی تو دشمن ٹوٹ پڑے گا کہ موقع اچھا ہے اس لیے ایسا کرتے ہیں دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں ایک گروہ نماز پڑھے اور دوسرا اسلحہ اٹھا کر پہرہ دے یوں جب نمازی گروہ سجدہ کر چکے تو یہ پیچھے جا کر ان کی جگہ مسلحہ ہو کر پہرہ دیں اور وہ ہتھیار رکھ کر نماز پڑھ لیں یوں اس مشاہدے کی بنیاد پر ان لوگوں نے اس آیت کو اپنا یہ نظریہ پہنانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کے باوجود ناکام رہے اس کے باوجود انہوں نے ترجمے میں اپنے نظریے کا تاثر دینے کی پوری کوشش کی اور پھر تفاسیر میں یہی نظریہ کھول کر بیان کر دیا اور آج تک کسی کی نظر میں یہ تضاد عظیم نہیں آیا کیونکہ لوگ تو اندھوں کی طرح اپنے ملاؤں کے پیچھے چلتے ہیں اور جو تحقیق کے دعویدار ہوتے ہیں وہ بھی انہی ملاؤں کے تراجم و تفاسیر کے محتاج ہوتے ہیں یوں وہ تحقیق کے نام پر بھی انہی کے عقائد و نظریات کو اپنے دماغوں میں ڈالنے پر مجبور ہوتے ہیں جس وجہ سے یہ تضاد کسی کے سامنے نہیں آیا۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا یہ کوئی معمولی یا چھوٹا تضاد ہے جو کہ ان کے اپنے ہی تراجم کی بنیاد پر سامنے آیا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے سامنے آنے پر اسے سلجھا نہیں سکتی اگر وہ الصلاۃ سے مراد نماز ہی لیتے ہیں اور جو کچھ میدان قتال میں کرتے ہیں اسے بھی حق سمجھتے ہیں۔

اب نہ صرف آپ سے بھی سوال ہے بلکہ ہر اس شخص سے سوال ہے جو ان شیاطین مجرمین کا پیروکار ہے کہ کیا یہ اتنا عظیم تضاد آپ کے ملاؤں کے سامنے نہیں آیا جنہوں نے تراجم و تفاسیر کیے جو قرآن و سنت کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں؟

یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ اللہ کہہ رہا ہے کہ دن ہے اور آپ کہہ رہے ہوں کہ نہیں رات ہے اور اللہ کہہ رہا ہے کہ رات ہے اور آپ کہہ رہے ہوں کہ نہیں دن ہے یعنی ۱۸۰ ڈگری متضاد۔

وہ لوگ جو دیوبند واہلحدیث وغیرہ ہیں اور جو جو بھی میدان قتال میں اس فارمولے پر عمل کرتے ہیں ان کو چیلنج ہے کہ وہ اسے حق ثابت کر کے دکھائیں اگر ان کا نظریہ و عمل حق ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر قرآن کو حق ثابت نہیں کر سکتی اور اگر ان کے تراجم و تفاسیر حق ہیں ان کی بنیاد پر قرآن حق ہے تو پھر بلا شک وشبہ ان کا میدان قتال میں نماز سے متعلق عقیدہ و نظریہ بے بنیاد و باطل ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت حق ثابت نہیں کر سکتی۔

تراجم و تفاسیر کرنے والے شیاطین مجرمین کو اس کا بخوبی علم تھا لیکن ان کے لیے پریشانی یہ تھی کہ ایک طرف قرآن ہے اور دوسری طرف ان کے آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات، قرآن کو پکڑیں تو آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات کو ترک کرنا پڑتا ہے اور ایسا یہ لوگ کسی بھی صورت نہیں کر سکتے اس لیے ان لوگوں نے خود کو بدلنے کی بجائے قرآن کو ہی بدل دیا اور ایسا کرنا ان کے لیے آسان بھی تھا کیونکہ انہیں علم تھا کہ اگر خود کو بدلہ تو ہر کوئی تہمتیں وملامتیں کرے گا کوئی بھی اطاعت واتباع نہیں کرے گا کہ تمہاری جرأت کیسے ہوئی صدیوں سے چلے آرہے عقائد و نظریات کے خلاف بات کرنے کی یوں ان کی دکانداری بند ہو جاتی اور یہی یہ لوگ نہیں چاہتے اس لیے ان کے لیے آسان تھا کہ قرآن کو بدل دیں کیونکہ قرآن کے لیے لوگ ان کے محتاج ہیں جو یہ لوگ قرآن سے منسوب کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں لوگ اسے ہی قرآن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اس لیے نہ ہی کسی کو پتہ چلے گا کہ ہم نے

قرآن کو بدلہ اور نہ ہی ہماری دکانداری کبھی بند ہوگی لیکن یہ لوگ بھول گئے کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اللہ نے آخرین میں رسول بعث کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا اور اسی لیے تا کہ نہ صرف انہیں متنبہ کرے بلکہ شیاطین مجرمین کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کر دے جو آج انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کر دیا گیا ان کے صدیوں سے کیے جانے والے دجل و فریب کو چاک کر کے رکھ دیا گیا ان کی صدیوں سے کی جانے والی منصوبہ بندیوں کو خاک میں ملا دیا گیا۔

ان کے اپنے ہی تراجم کی بنیاد پر نہ صرف ان کی حقیقت کو چاک کر دیا گیا بلکہ ان کی نمازوں کو بے بنیاد و باطل اور محض خرافات ثابت کر دیا گیا اس کے علاوہ جب کہ آپ پر بار بار یہ بات واضح کی جا چکی کہ اللہ نے جو اتارا وہ نہ صرف احسن الحدیثِ ہے یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ ایک ہی کتاب اتاری، اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے یعنی سامنے تو سب کے ہے لیکن اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ آیات ہیں اصل حقیقت پر پڑا ہوا پردہ ہے وہ اصل حقیقت کا انتہائی چھوٹا سا پہلو ہے اور اللہ نے جو اتارا وہ مثانی ہے اس میں ایسے ربط ہے جیسے جسم میں اعضاء کے درمیان ربط ہوتا ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین وغیرہ میں ربط ہے۔

اب اگر تو ان کے تراجم احسن الحدیثِ ثابت ہوتے ہیں ایک ہی کتاب ثابت ہوتے ہیں متشابہاً ثابت ہوتے ہیں مثانی ثابت ہوتے ہیں تو بلا شک وشبہ یہ اللہ کا کلام ہے اللہ نے ہی ایسا کہا اور اگر یہ احسن حدیثِ ثابت نہیں ہوتے، کتاباً ثابت نہیں ہوتے، متشابہاً ثابت نہیں ہوتے، مثانی ثابت نہیں ہوتے تو بلا شک و شبہ یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے مقابلے پر شیاطین مجرمین کا کلام ہے جس کا مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف جانے سے روکنا ہے۔ اللہ نے تو اسی قرآن میں واضح کر دیا کہ جو اللہ کا اتارا ہوا ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اس میں تم رائی برابر بھی اختلاف نہیں پاؤ گے اور جو اللہ کا اتارا ہوا نہیں ہے اس میں تمہیں کثیر اختلاف ملے گا، جس میں کثیر اختلاف ہو وہ اللہ کا کلام ہے ہی نہیں وہ اللہ کی بات ہے ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں اور آپ نے خود دیکھ لیا کہ ان کے تراجم میں کتنے عظیم اختلافات پائے جاتے ہیں ان میں کہیں بھی ربط نہیں ہے جس سے یہ اللہ کے دشمن مجرمین شیاطین کا کلام ثابت ہو جاتا ہے۔

جب اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن کر ہی نہیں سکتا یعنی کھول کر واضح کر ہی نہیں سکتا تو پھر ان لوگوں کو کس نے قرآن کو بیّن کرنے کا یعنی قرآن کو کھول کر واضح کرنے کا ٹھیکہ دیا؟ ان لوگوں کو یہ ذمہ داری کس نے دی؟ کیا اللہ جھوٹا ہے جو اللہ نے اپنے ہی قول اپنے ہی دعوے اپنے ہی قانون کے خلاف کر دیا کہ ایک طرف اللہ کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے علاوہ قرآن کو کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن متشابہاً ہے اور دوسری طرف انسان کو یہ حکم دے کہ تو قرآن کو بیّن کر؟ اگر اللہ ایسا کرتا ہے تو اللہ خود اپنے ہی قول میں جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے جو کہ ناممکن ہے، اللہ غنی ہے اللہ الصمد ہے اللہ کسی کا محتاج نہیں جو اللہ اپنے علاوہ غیر سے اپنا کوئی کام کروائے گا بلکہ اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اس لیے نہ تو اللہ نے کسی انسان کو قرآن کے کھولنے کی ذمہ داری دی نہ حکم دیا اور نہ ہی کوئی انسان قرآن کو کھول سکتا ہے اور جان لو یہ اللہ ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے۔

اب آئیں ان آیات کی حقیقت کی طرف، ان آیات کو ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کرتے ہیں اور اس قدر واضح کرتے ہیں کہ کسی کے لیے بھی کسی بھی لحاظ سے حق چھپا ہوا نہ رہے بلکہ حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے اور اتمام حجت ہو جائے کل کو کسی کے پاس بھی کوئی بہانہ یا عذر نہ رہے۔

وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ ‌ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ اِنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَـكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا‏ وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ‌ وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً‌ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ‌ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ‌ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا‏۔ النساء ۱۰۱، ۱۰۲

سب سے پہلے سورۃ النساء کی آیت نمبر۱۰۱ میں استعمال ہونے والے لفظ ''ضرب'' کو واضح کرنا بہت ضروری ہے جس کا شیاطین مجرمین نے ترجمہ ''سفر'' کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں سفر کا ذکر کیا جانا مقصود تھا تو پھر اللہ نے اس آیت میں لفظ ''سفر'' کا ہی استعمال کیوں نہ کیا؟ کیونکہ سفر کے لیے تو بذات خود عربی میں لفظ ''سفر'' موجود ہے تو پھر سفر کی بجائے ''ضرب'' کا ہی استعمال کیوں کیا؟

ایسا ممکن ہی نہیں کہ آیت میں سفر کا ذکر کرنا مقصود ہو اور آیت میں سفر کی بجائے ضرب لفظ کا استعمال کیا جائے کیونکہ اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ جو بھی کام کرتا ہے نہ صرف ہر لحاظ سے مکمل اور پرفیکٹ کرتا ہے بلکہ بالکل عین اسی طرح کرتا ہے جیسا کیا جانا مقصود ہوتا ہے اس میں رائی برابر بھی کوئی کمی، کجی یا کوتاہی نہیں کرتا اور نہ ہی رائی برابر بھی کچھ کم، زیادہ، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے وغیرہ کرتا ہے، جہاں جو جملہ یا لفظ یہاں تک کہ جو حرف استعمال کیا وہی استعمال کیا جو کیا جانا مقصود تھا اللہ جو بھی کام کرتا ہے اس میں رائی برابر بھی کمی یا زیادتی نہیں کی جاسکتی اس میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں کی جاسکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اب جب اللہ نے آیت میں لفظ ''ضرب'' استعمال کیا تو ان لوگوں کو کس نے اجازت دی کہ یہ لوگ ضرب کو سفر سے بدل دیں؟ اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر ضرب کا ترجمہ یا معنی سفر ہے تو پھر کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی لفظ ضرب کا استعمال کیا گیا وہاں وہاں اس کا معنی سفر کیا جاسکے؟ کیا قرآن کے تمام مقامات اس معنی کو قبول کرتے ہیں؟ اگر تو قبول کرتے ہیں تو بلاشک وشبہ اس کا معنی سفر ہی ہے اور اگر قرآن یہ معنی قبول نہیں کرتا تو پھر اس کا معنی کسی بھی صورت سفر نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اگر آپ ایسا کریں کہ قرآن میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا وہاں وہاں ان کے تراجم کو دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ ان لوگوں نے خود مختلف مقامات پر اس لفظ کے مختلف معنی کیے ہیں جس سے ان کے معنوں میں اختلاف ثابت ہوجاتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ ان کا بیان کردہ معنی اللہ کا کلام نہیں اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے جو کہ بے بنیاد و باطل ہے۔

ضَـرَبَ: پہلے ایک حالت کا ہونا جس کا بعد میں بدل جانا یا بدل دیا جانا اس کے بعد دوبارہ اسے پہلی حالت میں لوٹانا۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایک گھر تعمیر کرتے ہیں لیکن ایسا ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ کوئی وہاں سے اس گھر کو گرا کر خالی میدان میں بدل دیتا ہے یا پھر کچھ اور تعمیر کردیتا ہے یا اس میں اتنی تبدیلیاں کردیتا ہے کہ گھر کا مکمل نقشہ ہی تبدیل ہوجاتا ہے تو آپ پھر دوبارہ وہاں پہلے جیسا وہی گھر تعمیر کردیتے ہیں اسے ضرب کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی مثال کے طور پر آپ زمین میں کنواں کھودتے ہیں کچھ عرصے بعد وہ کنواں بند ہوجاتا ہے وہاں کنویں کا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے اسی جگہ پر دوبارہ کنواں کھود دینا یہ ضرب کہلاتا ہے، ایسے ہی اگر ایک قوم ذلت میں اور انہیں ذلت سے نکال کر بلند مقام دیا جاتا ہے لیکن وہ قوم دوبارہ واپس اسی حالت میں چلی جائے تو یہ ضرب کہلاتا ہے یا کوئی قوم بلند مقام پر تھی اور وہ ذلت کا شکار ہوجاتی ہے تو وہ دوبارہ واپس اسی بلند مقام کو حاصل کرلے واپس اسی کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کرلے یہ ضرب کہلاتا ہے۔

وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَكُمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا اِنَّ الۡكٰفِرِیۡنَ كَانُوۡا لَكُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا. النساء ۱۰۱

جیسا کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جاچکا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور جب تک ان میں سے کوئی واقعہ رونما نہیں ہوتا تب تک اس واقعے کی تاریخ پر مبنی آیات بیّن نہیں ہوتیں لیکن جیسے ہی واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس واقعے کی تاریخ پر مبنی آیات نہ صرف یاد دلا دیتی ہیں کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ یوں وہ آیات کھل کر واضح ہوجاتی ہیں۔

اب جب قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے بلکہ اس وقت تک کوئی بھی آیت کھل کر واضح نہیں ہوگی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہوجاتا جس واقعے کی تاریخ پر مبنی آیات ہیں تو پھر جن لوگوں نے آج تک تراجم وتفاسیر کیے ان لوگوں نے یہ تراجم وتفاسیر کس بنیاد پر کرلیے؟ کیا ان لوگوں کے تراجم وتفاسیر حق ہوسکتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ یہ تراجم وتفاسیر تو شیاطین مجرمین کی طرف سے کیے گئے جنہوں نے اکثریت کو حق سے دور کردیا حق کی طرف جانے سے روک دیا۔

یہ آیت تاریخ ہے اللہ کے رسول کی بعثت کے وقت پہلے مرحلے کی اور پھر رسول کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن اور ان کا ساتھ دینے والوں کی ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی۔ جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں یعنی اس قدر گمراہیوں میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں کہ حق کی رائی بھی نہیں ہوتی نور کی ایک

کرن بھی نہیں ہوتی تب اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے جب رسول حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو جہاں اکثریت کی طرف سے شدید مخالفت و دشمنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہیں کچھ مومن بھی ہوتے ہیں یعنی رسول کی دعوت کو اپنی خوشی سے دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔

دنیا میں شروع میں ضلالٍ مبین نہیں ہوتیں بلکہ یہ انسانوں کے اپنے ہی مفسد اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے کہ دنیا گمراہیوں میں ڈوب جاتی ہے ظلمات پھیل جاتی ہیں ابتداء میں زمین اللہ کے نور سے یعنی حق سے جگمگا رہی ہوتی ہے لیکن انسان گمراہیوں میں جاتے جاتے اس قدر گمراہیوں میں ڈوب جاتے ہیں کہ اللہ کا نور گویا کہ ناپید ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اللہ ایک بار پھر زمین کو اسی پہلی حالت میں لوٹانے کے لیے یعنی نور ہدایت سے منور کرنے کے لیے رسول کو بعث کرتا ہے یوں رسول جب حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو جو مومن ہوتے ہیں ان پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر یہ ذمہ داری کتب ہے کہ وہ زمین کو واپس پہلی حالت میں لوٹائیں جسے عربی میں ضرب کہا جاتا ہے اور یہ اللہ نے اس آیت میں کہا وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اور جب تم زمین کو واپس پہلی حالات میں لانے کے لیے جو الصلاۃ یعنی ذمہ داری کتب ہے اسے پورا کرو زمین میں۔ مثلاً اگر ان علاقوں میں دعوت حق لیکر جانا ہے جہاں ابھی تک دعوت حق نہیں پہنچی یا پھر اس کے بعد کا مرحلہ کہ قتال کتب ہو تو الصلاۃ یعنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے دشمنوں کے خطوں میں جاؤ جاسوسی کی غرض سے یا ایسے ہی کسی مشن پر تو فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ" پس نہیں ہے تم پر جناح یعنی جو کام کرنے کا حکم دیا گیا اسے نہ کرنے کے باوجود بھی تم مجرم نہیں بنو گے تم گناہ گار ثابت نہیں ہو گے اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اگر تم الصلاۃ سے قصر کر رہے ہو یعنی جو ذمہ داری تم پر عائد کی گئی اسے مکمل طور پر پورا کرنے کی بجائے اس میں سے کمی کر رہے ہو کم کر رہے ہو اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ اگر تمہیں ان لوگوں سے جو اس دعوت کا جو حق کا کفر کر رہے ہیں فتنے کا خوف ہو۔ یعنی جب تمہیں کوئی ذمہ داری دیکر ان لوگوں میں بھیجا جاتا ہے جو حق کا کفر کر رہے ہیں یا تم ان لوگوں میں موجود ہوتے ہو جو حق سے کفر کر رہے ہوتے ہیں تو ظاہر ہے اگر ان پر واضح ہو جائے کہ تم اس دعوت کے دعویدار ہو جس کا وہ کفر کر رہے ہیں جو انہیں ناگوار گزر رہی ہے تو وہ تمہارے لیے فتنہ کھڑا کر دیں گے تمہیں فتنے کا شکار کریں گے اس لیے اگر تم اپنی ذمہ داری مکمل طور پر پوری کرتے ہو یا کھلے عام دعوت دیتے ہو یا جس وجہ سے بھی تمہیں ان کی طرف سے فتنے میں مبتلاء کیے جانے کا خوف ہو تو تم پر گناہ نہیں ہے اگر تم ذمہ داری میں سے وہ نہیں کرتے جس کے کرنے کی وجہ سے کافرین تمہیں فتنے کا نشانہ بنائیں۔

اب وہ سب کے سب بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں جو آج اللہ کے بھیجے ہوئے احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی میری دعوت کو تسلیم کرتے ہوئے اس وقت جو الصلاۃ کتب ہے اسے قائم کر رہے ہیں عذاب عظیم القارعہ سر پر ہے وہ اس وقت جو الصلاۃ کتب ہے وہ ہے حق کو کھول کھول کر پہنچا دینا تو جو جو بھی اس حق کو پہنچا رہے ہیں وہ اس حق کا انکار کرنے والوں کے درمیان ہیں اور ان کی ہر طرح سے مخالفت کی جا رہی ہے جب بھی ان کافرین کو کسی مومن کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ وہ احمد عیسیٰ کی دعوت کو پھیلا رہا ہے تو اس کو فتنے میں مبتلاء کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اس پر زمین تنگ کر دی جاتی ہے، طرح طرح سے اذیت و تکالیف پہنچائی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر مومن کو یہ بات بار بار کھول کر سمجھائی جاتی ہے کہ اگر آپ لوگوں نے اپنی مکمل حقیقت ان کافرین پر واضح کی جو کہ الکتاب دیئے گئے تھے تو یہ لوگ آپ کو فتنے میں مبتلاء کریں گے اس لیے انتہائی احتیاط سے کام لینا، اگر کہیں ایسی جگہ پر موجود ہوں جہاں واضح ہو کہ اگر انہیں دعوت دی گئی ان پر حق واضح کیا گیا تو یہ لوگ طرح طرح کے فتوے لگائیں گے زمین تنگ کر دیں گے فتنے میں مبتلاء کر دیں گے تو بہتر یہی ہے کہ وہاں پر ذمہ داری کو پورا کرنے کی بجائے کم کر دو وہاں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

اب اس الصلاۃ یعنی ذمہ داری کا مقصد کیا ہے؟ مقصد یہی تو ہے ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ زمین کو واپس پہلی حالت میں لانا یعنی اللہ کے نور سے منور کرنا جو کہ کافروں کو انتہائی ناگوار گزرتا ہے جو اس سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور ہماری دعوت تو ان کے کانوں اور دماغوں پر ہتھوڑوں کی مانند لگتی ہے انہیں انتہائی ناگوار گزرتا ہے اور دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتے اور پھر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کر دی جاتی ہے اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا اس میں کچھ شک نہیں جو مخصوص کافرین ہیں جو کہ ملاں اور ان کے کٹر چیلے ہیں جو آج اس حق کے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود تسلیم کرنے کی بجائے ماننے سے انکار کر رہے ہیں یہ لوگ کسی بھی لحاظ سے دشمنی سے باز نہیں آنے والے یہ تمہارے ہر لحاظ سے مکمل طور پر کھلم کھلا سو فیصد دشمن ہیں یہ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرنے والے اس لیے جہاں بھی تمہیں ان کی طرف سے فتنے کا خوف ہو کہ اگر تم نے الصلاۃ قائم کی جو ذمہ داری کتب ہے وہ پوری کی تو یہ لوگ تمہارے لیے فتنہ کھڑا کریں گے تو بہتر یہی ہے کہ وہاں خاموشی اختیار کرو، بالکل

کھول کر بات مت کرو انتہائی احتیاط کیساتھ کام کرو، ملاؤں اور ان کے خاص چیلوں جو سخت قسم کے اندھے مذہبی ہیں جو اپنے ملاؤں کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں ان سے کنارہ کش رہو ان سے بات مت کرو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ لوگ کچھ کریں بھی تو بہتر یہی ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو ان لوگوں کو آگے سے کوئی جواب نہ دو ورنہ یہ فتنہ ہی کھڑا کریں گے ایسی صورت میں اگر تم الصلاۃ سے یعنی جو تم پر ذمہ داری کتب ہے اس میں سے قصر کرتے ہو تو تم پر اس کا گناہ نہیں ہوگا۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا. النساء ۱۰۲

اور یہ آیت آج کی نہیں بلکہ محمد کے وقت جب دوسرا مرحلہ شروع ہوا یعنی جب زبان اپنی ذمہ داری پورا کر چکی اس کے بعد اللہ کا ید حرکت میں آیا جو کہ محمد کی قیادت میں مومنین کی جماعت اللہ کا ید ثابت ہوئی نہ صرف ان کی تاریخ ہے بلکہ بعد میں محمد کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن اور ان کی اطاعت واتباع میں جب جب قتال کتب تھا تب تب کی تاریخ ہے۔

اس آیت میں اللہ کا اپنے بھیجے ہوئے رسول خاتم النبیّن یا اس کے علاوہ اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن جن جن پر قتال کی صورت میں الصلاۃ کتب تھی انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا ہے وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ اور جب تُو یعنی جو میرا بھیجا ہوا ہے رسول خاتم النبیّن یا پھر اس کے بعد اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والا ہر وہ نبی جس پر قتال کی صورت میں الصلاۃ کتب ہے جب تُو ان میں موجود ہو فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ پس تُو جس مقصد کے لیے بھیجا گیا کہ انہیں جو الصلاۃ قائم کرنی ہے وہ کیسے قائم کرنی ہے فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ پس ان کو یعنی جو مومن ہیں انہیں دو جماعتوں میں تقسیم کرنا ہے ان میں سے ایک جماعت کو پیچھے چھوڑنا ہے کہ وہ یعنی اسے میدان جنگ میں نہیں لیکر جانا بلکہ وہ پیچھے ہی رہے اور ایک جماعت مَّعَكَ تیرے ساتھ ہو وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ اور جو جماعت تیرے ساتھ ہو یعنی جو قتال کرنے کے لیے آگے میدان میں جائے اپنے اسلحے اخذ کیے ہوئے ہو یعنی نہتے نہ ہوں بلکہ جو جو جس جس اسلحے کے استعمال کا ماہر ہے جس جس میں جو جو صلاحیتیں ہیں ہر ایک کی صلاحیتوں کے اعتبار سے وہ اپنے اسلحہ کو اخذ کریں یعنی ہر کوئی وہی اسلحہ استعمال کرنے کی ذمہ داری لے جو اسلحہ وہ بہتر سے بہتر استعمال کر سکتا ہے جس کے استعمال کا وہ ماہر ہے فَاِذَا سَجَدُوْا پس جب سجدہ کر چکیں یعنی وہ جس قدر لڑ سکتے تھے لڑ چکیں جو انہیں حکم دیا گیا وہ کر چکیں کہ اب وہ مزید لڑنے کے قابل نہیں رہے بلکہ اب انہیں آرام کی ضرورت ہے اب وہ مزید میدان جنگ میں نہیں رہ سکتے اب وہ مزید فرنٹ پر نہیں رہ سکتے جب تک کہ وہ دوبارہ تازہ دم نہ ہو جائیں تب فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ پس ان کے لیے ہے کہ وہ ہو رہے ہوں جو جماعت پیچھے ہے ان کی جگہ چلے جائیں یعنی میدان جنگ سے واپس چھاؤنیوں میں چلے جائیں وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى اور جو دوسری جماعت ہے وہ آگے آ جائے میدان جنگ میں لَمْ يُصَلُّوْا وہ دوسری جماعت جو صل نہیں کر رہی یعنی جو الصلاۃ کتب تھی جو کہ قتال ہے جو جماعت قتال نہیں کر رہی بلکہ پیچھے چھاؤنیوں میں ہے جسے چھاؤنیوں میں چھوڑا تھا وہ آگے آ جائے فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ پس صل کریں یعنی جو الصلاۃ کتب ہے جو کہ قتال ہے وہ قتال کریں تیرے ساتھ ہو کر وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اور وہ اخذ کیے ہوئے ہوں جو ان کی دہشت ہے جو کہ تازہ دم فوج کی ہوتی ہے یعنی دشمن پر تازہ دم ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پڑنا کہ دشمن پر انتہا قسم کا ڈر مسلط ہو جائے وَاَسْلِحَتَهُمْ اور جو ان کے اسلحے ہیں اخذ کیے ہوئے ہوں یعنی وہ تازہ دم فوج ہونے کی وجہ سے وہ شدت کیساتھ لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لیے جو جو جس جس اسلحے کے استعمال کا ماہر ہے وہ وہی اسلحہ اٹھا کر دشمنوں پر ایسے ٹوٹ پڑیں کہ کافروں کی نیندیں حرام ہو جائیں ایسے ہی جب یہ جماعت سجدہ کر چکے یعنی جب ان کو تازہ دم ہونے کی ضرورت پیش آ جائے ان میں جوش وجذبہ ماند پڑ جائے تو جو جماعت پیچھے چھاؤنیوں میں بھیجی گئی وہ آگے آ جائے کیونکہ وہ تازہ دم ہو چکے ہیں اور یہ جو لڑ چکے ہیں تھک چکے ہوئے مزید میدان میں رہنا مشکل ہے جب تک کہ دوبارہ تازہ دم نہیں ہو جاتے

تب تک کے لیے انہیں واپس چھاؤنیوں میں بھیج دیا جائے اس طرح قتال والی الصلاۃ قائم کرنی ہے وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ جو حق کا کفر کررہے ہیں جوکہ دشمن ہیں جن کیساتھ قتال کیا جارہا ہے وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم جو تمہارے اسلحے ہیں ان سے غافل ہوجاؤ اور جو تمہارا اس طرح جماعتوں میں تقسیم ہوکر قتال کرنے کی حکمت عملی ہے اس سے غافل ہوجاؤ جس کے لیے وہ پوری کوشش کرتے ہیں وہ تمہیں تمہارے اسلحے سے غافل کرنے کے لیے اور تمہاری کمک کی صورت میں فوج تشکیل دینے سے غافل کرنے کے لیے وہ لوگ تم میں کھیلوں کو فروغ دیتے ہیں، تم میں فضول کاموں، بے حیائی اور ایسی ایسی اشیاء کو فروغ دینے عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے تم اپنے اسلحوں اور قتال کے طریقہ کار سے غافل ہوجاؤ، تمہارے نوجوان جوکہ تمہاری قوت ہے جس نے لڑنا ہے کفر کرنے والے یہی چاہتے ہیں کہ انہیں ایسے کاموں میں لگا دیا جائے کہ اسلحے سے غافل ہوجائیں، اتحاد و اتفاق و قتال کے طریقہ کار سے بالکل غافل ہوجائیں اور اگر وہ اس میں کامیاب ہوجاتے ہیں یعنی تم غافل ہوجاتے ہو تو فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وہ تم پر ایک بار ایسے چڑھ دوڑیں کہ تم میں خون کی طرح سرائیت کرجائیں یعنی تمہارے معاشروں میں تم لوگوں میں وہ اس طرح گھل مل جائیں کہ اس کے بعد تمہیں اٹھنے کا موقع ہی نہ ملے اس کے بعد تم آپس میں ہی الجھ کر رہ جاؤ اس کے بعد تم ان کے چنگل سے نکل ہی نہ سکو وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور نہی ہے جناح یعنی جو کرنے کا حکم دیا گیا اگر تم اس پر عمل نہیں کرتے تو تم پر گناہ نہیں لیکن کس صورت میں یہ بھی آگے واضح کردیا اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اگر تم تھے اس حالت میں کہ تمہاری ایک بار غفلت کی وجہ سے تمہیں اذیتوں و تکلیفوں کا اس قدر سامنا ہے جیسے کہ اذیتوں کی بارشیں ہورہی ہیں ہر طرف سے تمہیں اذیتیں دی جارہی ہوں تو ظاہر ہے ایسی صورت میں تم قتال کرنے کی قابل تو نہیں ہوسکتے ایسی صورت میں تو پہلے اپنی حالت بہتر کرنا ان حالات سے نکلنا کتب ہوجاتا ہے اس لیے ایسی صورت میں اگر تم اسلحوں سے اور جنگی حکمت عملی سے غافل ہو تو تم پر گناہ نہیں ہے تم مجرم نہیں ہو اور اگر ایسی حالت نہیں ہے اس کے باوجود تم اپنے اسلحوں سے اور جنگی حکمت عملی سے غافل ہو اور وہی کررہے ہو جو کفر کرنے والے چاہتے ہیں فضول کاموں میں مگن تو پھر تم مجرم ہو تمہیں اس کی نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا اَوْ کیا ہے اور؟ یعنی اور دوسری صورت کون سی ہے کہ اگر تم اپنے اسلحے و جنگی حکمت عملی سے غافل ہوتے ہو تو تم پر گناہ نہیں ہے تم مجرم نہیں ہوگے آگے دوسری صورت بھی واضح کردی كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ تمہیں مرض لاحق ہوچکا ہے یعنی تمہارے اندر دنیاوی لالچ بھر چکا ہے اس لیے دنیاوی مال و متاع کے پیچھے بھاگ رہے ہو کہ تم اتنے کمزور ہوچکے ہو کہ تم اسلحے کے قابل ہی نہیں رہے یعنی اگر اسلحہ اٹھاتے ہو تو جو چند ایک مومن ہوں گے جو کچل دیئے جاؤ گے اکثریت دنیا کے پیچھے بھاگ رہی ہے جس وجہ سے تم اتنے کمزور ہو کہ تم اسلحہ نہیں اٹھا سکتے وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اور کفر کرنے والوں پر تمہاری دہشت، تمہارا دبدبہ بالکل ختم ہوچکا ہے الٹا وہ غالب آچکے ہوئے ہیں اس حالت میں تم پر یہ کتب ہے کہ پہلے امت کو تیار کرو اس سے پہلے جو کرنا کتب ہے وہ کرو لیکن اگر ان دو حالتوں کے علاوہ تم غافل ہوتے ہو تو پھر جان لو تم اللہ کے مجرم ثابت ہوچکے جس کا بدلہ دنیا میں بھی تمہارے لیے ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اور اگر تم غافل نہیں ہوتے اور اللہ تمہیں جو حکم دے رہا ہے تو آخر اللہ کیوں تمہیں یہ حکم دے رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی اگر تم مومن ہو تو مومن تو اللہ کا اسم ہے مومن تو اللہ کا وجود ہے پھر یہ کس کیساتھ دشمنی کررہے ہیں؟ اللہ تھا جس کے ساتھ دشمنی کررہے ہیں جو حق کا کفر کررہے ہیں نہیں مان رہے اور الٹا اللہ کیساتھ ہی دشمنی کررہے ہیں، اللہ کیساتھ دشمنی کریں تو ان کے لیے ہے ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ایک غلام قوم محکوم قوم بن کر رہنے والی سزا۔

آیات آپ پر کھول کر واضح کردی گئیں آپ نے جان لیا کہ ان آیات میں کس قدر عظیم راز موجود ہیں ان آیات میں تو پوری دنیا کو اپنے اختیار میں لیکر اللہ کی امانت زمین کا اہل بن کر رہنے کا اور کافر چونکہ ایسا نہیں چاہتے وہ چاہتے ہیں کہ الٹا وہ تم پر مسلط ہوجائیں تو اس کے لیے ان کی چاہت یہی ہوتی ہے اور وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ تمہیں تمہارے اسلحے و دہشت سے غافل کردیں جس کے لیے وہ تمہیں فضول کاموں میں مگن کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں تاکہ ایک بار تم فضول کاموں میں کھیلوں وغیرہ میں دنیاوی لالچ میں مگن ہوکر اپنے اسلحوں و دہشت سے غافل ہوجاؤ تو وہ تم پر ایسے چڑھ دوڑیں کہ تم میں خون کی طرح سرائیت کرجائیں اس کے بعد تمہیں واپس اٹھنے کے قابل ہی نہ چھوڑیں اگر تم میں سے کوئی کوشش کرے بھی اسلحہ اٹھائے بھی تو تمہارے اپنوں ہی کے ہاتھوں سے تمہیں کچل دیا جائے جیسے عظیم رازوں کو کھول کر رکھ دیا گیا لیکن شیاطین مجرمین نے تراجم و تفاسیر کے نام پر نہ صرف قرآن کو ہی بدل ڈالا بلکہ آج خود کو مسلمان

کہلوانے والوں کی حالت کے اصل اور بنیادی ذمہ داران یہی شیاطین مجرمین ہیں جو ان کی راہنمائی کے دعویدار بن کر انہیں دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کر دیا۔

حق کا کفر کرنے والوں کو علم تھا کہ جب تک یہ لوگ اللہ کے اس حکم پر ڈٹے رہیں گے یعنی جب تک یہ اپنے اسلحوں سے غافل نہیں ہوں گے جب تک یہ نہ صرف اسلحے سے لگاؤ رکھیں گے بلکہ اپنے اسلحوں کو لیکر ہر حق کا کفر کرنے والوں کے پیچھے رہیں گے تو یہ قوم دنیا میں بلند مقام پر فائز رہے گی دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اقوام عالم ان کی محکوم رہیں گی اور اگر انہیں ان کے اسلحے سے غافل کر دیا جائے تو نہ صرف دنیا میں ان کی وسعت کے آگے بند بندھ جائے گا بلکہ پھر ایک باران میں داخل ہو گئے ان میں سرائیت کر گئے تو آہستہ آہستہ الٹا انہیں دنیا کی ذلیل ترین قوم میں بدل دیں گے۔

جب تک اہل الکتاب یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والے اپنے اسلحے سے غافل نہیں ہوئے تب تک کسی کفر کرنے والے میں جرأت نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکے اس لیے تب تک نہ صرف یہ دن بہ دن وسعت اختیار کرتے گئے علاقے فتح کرتے چلے گئے بلکہ تب تک کفر کرنے والوں کا ایک ہی محاذ تھا کہ انہیں ان کے اسلحے سے غافل کیا جائے جس کے لیے وہ ہر طرح کے حربے آزماتے رہے جس کے لیے ان میں کھیلوں کا فروغ، فضول کاموں کا فروغ، منشیات، شراب و شباب کا فروغ سمیت معاشرتی تخریب کاری پر اپنی پوری قوت استعمال کرتے رہے جس کے لیے ان کی اولین توجہ رزق پر تھی کیوں جو آپ کھاؤ گے آپ وہی بنو گے کسی بھی قوم کو اگر بدلنا ہو تو اس کی بنیاد اس کا رزق ہے اگر کسی بھی ذلیل ترین قوم کو دنیا کی بلند ترین قوم میں بدلنا ہو تو ان کا رزق طیب بنا دیا جائے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں بلندیوں پر جانے سے نہیں روک سکتی اور اگر کسی بھی قوم کو جو بلند مقام پر فائز ہو اسے ذلیل و رسوا کرنا ہو دنیا کی محکوم ترین قوم میں بدلنا ہو تو اس کے لیے ان کا رزق خبیث بنا دیا جائے تو وہ قوم دن بہ دن پستیوں کا شکار ہوتی ہوتی عنقریب ذلت و رسوائی کا شکار ہو جائے گی اور اسی وجہ سے کافروں نے سب سے زیادہ زور رزق پر دیا سب سے زیادہ توجہ رزق پر دی، کھانے پینے سمیت ادویات و ویکسینیشن کے نام پر ان کے اجسام میں خبائث ڈال کر اپنے مقاصد کو حاصل کیا، اس کے علاوہ دین کو بدلنے کے لیے انہی میں سے اپنے غلام پیدا کیے جن کے ذریعے دین کو بدلا گیا جس کے لیے انہی کے غلاموں نے قرآن کیساتھ ساتھ قرآن کے شریک گھڑے تا کہ انہیں قرآن سے دور کیا جا سکے جس کے لیے پہلے سنت اور پھر حدیث کے نام پر روایات کی کتابیں گھڑ کر عام کی گئیں اس کے بعد قرآن کی تفاسیر کے نام پر قرآن کو بدلہ گیا اور جو کسر رہ گئی تھی وہ قرآن کے تراجم کے نام پر پوری کر دی گئی یوں کفر کرنے والے اپنے مقصد میں نہ صرف کامیاب ہو گئے بلکہ نتائج آج آپ کے سامنے ہیں۔

یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے کفر کرنے والوں نے اپنا سب سے بڑا دشمن اسے سمجھا جس نے قتال کی بات کی یا واپس وحدت کی بات کی، جس نے بھی قتال یا وحدت کی بات کی کافروں نے ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کیا، اسکے خلاف انہی میں سے ہی دشمنوں کی لائن لگا دی گئی اور یہ سب تو آج آپ موجودہ دور میں اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ چکے ہیں کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنے والی افواج کفر کرنے والوں مفسدین فی الارض کی رکھیل ورقاصہ بن چکی ہوئی ہیں اور خود کو مسلمان کہلوانے والے الٹا ایسی افواج پر فخر کرتے ہیں جو کافرین کی رکھیل ورقاصائیں ہیں۔

الصلاة من يوم الجمعة

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. الجمعه ۹، ۱۰

" مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے

حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔ فتح محمد جالندھری

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ احمد رضا خان بریلوی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ''

یہ سورۃ الجمعہ کی وہ آیات ہیں جن سے یہ لوگ نماز جمعہ اخذ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اب سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان آیات میں اسی جمعہ کا ذکر کیا گیا اسی جمعہ کا حکم دیا گیا جسے یہ لوگ جمعہ قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن متشابہاً نہیں ہے کیونکہ اگر قرآن کو متشابہاً تسلیم کیا جائے تو سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اے اللہ یہ یوم الجمعۃ سے جو الصلاۃ کا حکم دیا جا رہا ہے آخر یہ یوم الجمعہ سے الصلاۃ کون سی الصلاۃ ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ اور اللہ سے اس کا مطلب پوچھا جاتا اور اللہ اس سوال کا جواب دیتا اسے کھول کر واضح کرتا جیسے کہ اللہ کا قانون ہے لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو آخر کیوں؟ انہیں کس نے یہ حق دیا یہ اختیار کس نے دیا کہ یہ لوگ قرآن کے متشابہاً ہونے کا کفر کر دیں؟ یوں پہلی بات کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یوم الجمعہ کا معنی ہے کہ ہر سات میں سے ایک دن جسے جمعہ کا دن کہا جاتا ہے اور اس دن ایک نماز کا نام جمعہ کی نماز ہی الصلاۃ من یوم الجمعہ ہے تو یہ قرآن کے متشابہاً ہونے کا عملی طور پر کفر ہو جاتا ہے۔ اور جب قرآن کے متشابہاً ہونے کا ہی کفر کر دیا جائے تو جو متشابہاً ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں اللہ نے یہ بات خود اسی قرآن میں کہہ دی یوں نہ صرف قرآن کے متشابہاً ہونے کا کفر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن کا اللہ کے ہاں سے ہونے کا بھی کفر ہو جاتا ہے اور پھر الصلاۃ من یوم الجمعہ کیا ہے وہ سوال اور ذمہ داری اپنی جگہ پر ویسے کی ویسے ہی برقرار رہے گی۔

آیت میں لفظ الصلاۃ آیا تو ان لوگوں نے اس کا ترجمہ و معنی نماز کر دیا جو کہ پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ نماز کا تو کوئی وجود ہی نہیں، الصلاۃ تو بالکل الگ شئے ہے جو کہ وہی مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لیے بشر کو اس دنیا میں لایا گیا اور پھر جب الصلاۃ کا ترجمہ و معنی نماز کر دیا جائے گا تو یہ قرآن کے متشابہاً ہونے کا کفر ہوگا اور ایسا کرنے والا قرآن کے غیر اللہ کے ہاں سے ہونے کا دعویدار ہوگا کہ یہ قرآن اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے یہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا نہیں کیونکہ اللہ نے تو بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ متشابہاً ہے اور جو متشابہاً ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں ہے اس لیے اگر الصلاۃ کا مطلب نماز ہے تو قرآن متشابہاً ہی ثابت نہیں ہوتا جس سے یہ اللہ کا اتارا ہوا بھی ثابت نہیں ہوتا۔

پھر اس آیت میں لفظ ''یوم'' کا ترجمہ و معنی دن کر دیا گیا جو کہ ہر سات میں سے ایک دن جس کو یہ لوگ جمعہ کا نام دیتے ہیں اگر یوم کا ترجمہ و معنی ہر ہفتے میں سے ایک دن ہے تو پھر یوں بھی قرآن متشابہاً ثابت نہیں ہوتا اللہ کہہ رہا ہے کہ یوم کا مطلب کیا ہے یہ یوم کون سا ہے اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی کو بھی علم نہیں لیکن ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ نہیں اللہ نے علم نہیں چھپایا بلکہ ہمیں علم ہے کہ یوم کا ترجمہ و معنی کیا ہے۔

ایسے ہی ان لوگوں نے آیت میں جملہ ''الجمعۃ'' کا ترجمہ و معنی ہر سات میں سے ایک دن جسے عربوں کی زبان میں جمعہ کہتے ہیں کو قرار دیا حالانکہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ الجمعہ کا معنی کیا ہے اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا لیکن ان لوگوں نے اللہ کی اس بات کا کھلم کھلا کفر کر دیا اور اپنے عمل سے دعویٰ کیا کہ نہیں قرآن متشابہاً نہیں ہے بلکہ آیت میں الجمعہ سے مراد وہی جمعہ ہے جسے ہر کوئی یا اکثریت جمعہ کے نام سے جانتی ہے۔

ایسے ہی ہر آیت کیساتھ ان لوگوں نے یہی کیا کہ قرآن کی کسی ایک آیت کو بھی ان لوگوں نے متشابہاً نہیں سمجھا جس سے ان کا بے بنیاد و باطل ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے تراجم کو آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں جس میں کہا گیا ''مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی

جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے" یعنی ہفتے میں ایک دن ایک نماز کے لیے جیسے ہی اذان کی آواز سنو تو خرید وفروخت چھوڑ کر مسجدوں کی طرف بھاگ نکلو تو کیا باقی نمازوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے؟ یہ حکم صرف ہفتے میں ایک دن ایک ہی نماز کے لیے ہے؟ آخر کیوں؟

اس سے تو بالکل کھل کر یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ باقی نمازوں کے لیے تمہارے لیے یہ حکم نہیں ہے مطلب بالکل واضح ہے کہ صرف جمعے کے دن جمعے کی نماز کے لیے خرید وفروخت ترک کرنی ہے اس کے علاوہ کسی بھی نماز کے لیے اذان دی جائے تو تمہیں خرید وفروخت ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اپنی من مانیاں کرو اپنی مرضیاں کرو۔

پھر اس سے بھی بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس جمعے کی نماز میں ایسی کون سی خاص بات ہے جو باقی نمازوں میں نہیں ہے؟ آخر ایسی کیا وجہ ہے کہ جیسے ہی جمعے کی نماز کے لیے اذان کی آواز آئے تو خرید وفروخت ترک کر کے نماز کے لیے دوڑ لگا دینی ہے؟ کیا اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اس وقت خرید و فروخت نہ کیا جائے کیونکہ وہ جو اللہ اوپر آسمانوں پر چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے اس وقت اسے لوگوں کا خرید وفروخت کرنا ناگوار گزرتا ہے؟

آخر وہ کون سا مقصد ہے جو اس سے پورا ہوتا ہے اور پھر چھ دن بعد دوبارہ اس کی ضرورت پیش آ جاتی ہے؟ اگر ایک بار الصلاۃ الجمعہ قائم کر لی جائے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ چھ ہی دن بعد الصلاۃ دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آ جائے کیونکہ الصلاۃ قائم تو تب کرنی ہے جب کتب ہو اور جب ایک بار الصلاۃ قائم کر لی جائے تو تب تک دوبارہ قائم کرنے کی حاجت پیش نہیں آتی جب تک کہ الصلاۃ کو ضائع نہ کر دیا جائے آخر یہ کیسی الصلاۃ ہے جو چھ ہی دن میں ضائع ہو جاتی ہے؟

پھر اگر اس کے باوجود بھی مان لیا جائے کہ یہ نماز جمعہ ہی الصلاۃ من یوم الجمعہ ہے تو پھر کیا یہ آیات مثانی ثابت ہوتی ہیں؟ کیونکہ یہ سورۃ الجمعہ کی آیات ہیں اور سورۃ الجمعہ کے شروع میں رسول کے بعث کیے جانے کا ذکر ہے نہ صرف اولین میں بلکہ آخرین میں بھی تو کیا یہ تراجم وتفاسیر پچھلی آیات کیساتھ مثانی ثابت ہوتے ہیں؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں بالکل نہیں۔

اب جو مثانی ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ اللہ کی بات کیسے ہو سکتی ہے؟ یوں تو ہر وہ شخص جو ان تراجم وتفاسیر کو حق مانتا ہے یا نماز جمعہ کے نام پر خرافات کو ہی الصلاۃ من یوم الجمعہ قرار دیتا ہے تو ایسا شخص قرآن کے مثانی ہونے کا بھی کفر کرتا ہے، اس کے علاوہ قرآن کے احسن الحدیثِ ہونے کا بھی کفر کرتا ہے تو کیا کوئی ہے جو ان تراجم وتفاسیر کی بنیاد پر قرآن کو احسن الحدیثِ ثابت کر سکے؟ کتاباً ثابت کر سکے؟ متشابہاً ثابت کر سکے؟ مثانی ثابت کر سکے؟ جب سورۃ الجمعہ کی یہ آیات ان لوگوں کی تاریخ ہی نہیں تو پھر یہ لوگ ان آیات کو کیسے کھول سکتے ہیں اور کیسے واضح کر سکتے ہیں کہ الصلاۃ من یوم الجمعہ کیا ہے؟ یہ چند سوالات ہیں اور وہ لوگ جو نمازوں کو ہی الصلاۃ قرار دیتے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا، دنیا کی کوئی بھی طاقت ان سوالات کے جوابات نہیں دے سکتی، ان لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ یہ اللہ کی کسی ایک بات کو بھی نہیں مانتے یہ لوگ زبان سے تو بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کا ایک ایک عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ اللہ نے بار بار یہ حکم دیا کہ شکر کرو شکر کرو یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جس مقصد کے لیے تمہیں دیا گیا تمہیں سننے کے لیے کان دیئے گئے دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی اب ظاہر ہے تمہیں یہ صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے دی ہیں کہ پہلے مکمل بات کو سنو، مکمل ہر پہلو سے دیکھو اسے سمجھو اس کے بعد ہی عمل کرو جب تک کہ مکمل طور پر سمجھ نہیں لیتے اطمینان نہیں ہو جاتا تب تک کسی بھی عمل کے قریب بھی مت جانا لیکن یہ لوگ ہیں کہ ماننے کو تیار ہی نہیں۔

جو کچھ بھی نسل در نسل آباؤ اجداد سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اس پر نہیں چلو بلکہ تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی جو صلاحیتیں دی ہیں ان کا استعمال کرو اس وقت تک عمل کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ اسے مکمل طور پر سمجھ نہیں لیتے لیکن یہ لوگ ماننے کو تیار ہی نہیں ان کا کہنا ہے کہ نہیں ہم تو کان اور آنکھیں بند کر کے اسی پر چلیں گے جس پر آباؤ اجداد کو پایا۔ یہ لوگ قرادۃ ہیں جو یہ سنتے اور دیکھتے ہیں اسے بغیر سمجھے ہی اس پر عمل کرتے ہیں، یہ لوگ خنزیر ہیں ان کی غلطیاں کھول کھول کر ان پر واضح کی جا رہی ہیں لیکن یہ لوگ ایک لمحہ بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے کہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں اس سے پہلے کہ وہ پیچھے سے آ پکڑیں بلکہ یہ لوگ الٹا اپنی غلطیوں پر ڈٹ جاتے ہیں اور جو ان پر احسان عظیم کرتے ہیں ان پر حق واضح کرتے ہیں ان پر ان کی غلطیاں کھول کھول کر واضح

کرتے ہیں انہی کیساتھ دشمنی کرتے ہیں۔

اب آتے ہیں ان آیات کی طرف اور انہیں ہر لحاظ سے کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ. فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ. الجمعہ ۹، ۱۰

ان آیات کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ان کے پس منظر کا علم ہونا لازم ہے جس کے لیے ان آیات سے پیچھے والی آیات میں جو بات کہی گئی اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے الصلاۃ من یوم الجمعہ کو سمجھنا انتہائی آسان ہو جائے گا۔

جیسا کہ آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اس وقت تک کوئی بھی آیت بیّن نہیں ہو سکتی یعنی کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا جس واقعے کی تاریخ پر مبنی وہ آیات ہیں۔ سورۃ الجمعہ بھی تاریخ ہے اور جس واقعے کی تاریخ ہے جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا یا ہو رہا ہوتا تب تک سورۃ الجمعہ کا بیّن ہونا یعنی کھلنا ناممکن ہے لیکن جیسے ہی وہ واقعہ رونما ہوتا ہے تو سورۃ الجمعہ نہ صرف کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ سورۃ الجمعہ یہ یاد دلا دے گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل تاریخ اتار دی گئی تھی یوں نہ صرف سورۃ الجمعہ کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ سورۃ الجمعہ کی صورت میں قرآن اس واقعے کی تصدیق کر دے گا حق و باطل کی پہچان کھول کر واضح کر دے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر سورۃ الجمعہ کس واقعے کی تاریخ ہے جسے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران پیش آنا تھا تو اس کا جواب بھی سورۃ الجمعہ میں ہی موجود ہے۔ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر دو اور تین میں اس واقعہ کا ذکر کر دیا گیا۔

ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ. وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ. الجمعہ ۲، ۳

ان آیات میں اللہ نے دوٹوک یہ بات واضح کر دی کہ اہل الکتاب جو کہ خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والی قوم ہے ان کے اولین میں ایک رسول بعث کیا گیا اور اللہ نے اپنا یہ قانون بھی واضح کر دیا کہ اللہ رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں اللہ نے یہ قانون بنا دیا یہ قدر میں کر دیا جو کہ ہو کر ہی رہے گا جسے دنیا کی کوئی طاقت ہونے سے نہیں روک سکتی کہ جب جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہوں گے تب تب اللہ اپنا رسول بعث کرے گا تو اولین جب ضلالٍ مبینٍ میں تھے تب اللہ نے محمد کو بعث کیا اور جس طرح ان کے اولین میں محمد کو بعث کیا بالکل عین اسی طرح ان کے آخرین میں اپنا ایک رسول بعث کرنے کا کہا تھا یعنی آخرین جب ضلالٍ مبینٍ میں چلے جائیں گے تب اللہ امیّن میں انہی میں سے اپنا ایک رسول بعث کرے گا جس کے بارے میں قرآن میں واضح کر دیا کہ وہ ابن مریم کی مثل عیسیٰ ہو گا۔ اب جب تک یہ واقعہ رونما ہو نہیں جاتا یعنی جب تک آخرین ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے جاتے اور ان میں رسول بعث نہیں کر دیا جاتا تب تک نہ تو سورۃ الجمعہ کھل کر واضح ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی یہ جان سکتا ہے کہ صلاۃ من یوم الجمعہ کیا ہے۔ اور جیسے ہی یہ واقعہ رونما ہوتا ہے یعنی خود کو امت محمد کہلوانے والے مسلمان کہلوانے والوں میں امیّن جب ضلالٍ مبینٍ میں چلے جائیں اور اللہ ان میں انہی میں سے اپنا ایک رسول کھڑا کر دیتا ہے تو نہ صرف سورۃ الجمعہ کھل کر واضح ہو جائے گی جس سے الصلاۃ من یوم الجمعہ بھی کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ سورۃ الجمعہ جو کہ اس رسول کی تاریخ ہے تو اس وجہ سے سورۃ الجمعہ اللہ کے رسول کی بھی تصدیق کر دے گی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جسے آخرین میں بعث کیا جانا تھا اور پھر یوں کسی کے پاس چاہ کر بھی کوئی عذر یا بہانہ نہیں رہے گا ہر ایک پر حجت ہو جائے گی۔

اور آج نہ صرف امیّن ضلالٍ مبینٍ میں جا چکے ہیں اور اللہ نے اپنا وہ رسول بعث کر دیا بلکہ پیچھے آپ پر سورۃ الجمعہ کھول کر واضح کر دی گئی جس سے نہ صرف آپ پر یہ واضح ہو چکا کہ میں ہی اللہ کا وہی رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں جسے آخرین میں انہی میں سے بعث کیا جانا تھا بلکہ سورۃ الجمعہ نے میری تصدیق کر دی۔ جو کچھ بھی میں نے آ کر کیا سورۃ الجمعہ نے نہ صرف اس کی تصدیق کر دی بلکہ یاد دلا دیا کہ یہی وہ واقعہ تھا جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس سورۃ الجمعہ کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب آئیں الصلاۃ من یوم الجمعہ کی طرف:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں جب رسول آتا ہے تو حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کرتا ہے جہاں اکثریت حق کو تسلیم کرنے سے حق کا یہ کہتے ہوئے انکار کر دیتی ہے کہ کیا تُو اکیلا سچا ہے اور باقی سب غلط ہیں؟ کیا آج تک کسی کو دین سمجھ ہی نہ آیا آج تجھ اکیلے کو دین سمجھ آ گیا؟ ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے ہم تیری بات نہیں مانیں گے، تُو کذاب ہے، تو من الکاذبین ہے، تُو ایک نیا دین لایا ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے نہ ہی ہم نے کہیں کسی سے سنا اور نہ ہی ہمارے آباؤاجداد سے ہم نے سنا اور یوں نہ صرف اکثریت حق سے کفر کر دیتی ہے بلکہ الٹا رسول کیساتھ دشمنی کرتے ہیں تو وہیں انتہائی قلیل تعداد میں مومن بھی ہوتے ہیں، ایسے جو نہ صرف رسول کی طرف سے حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے پر اسے دل سے تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس پر اسی طرح عمل بھی کرتے ہیں۔

اللہ کا قانون ہے کہ اللہ جب رسول بعث کرتا ہے تو رسول کے ذریعے ایک امت وجود میں لائی جاتی ہے یعنی ایمان لانے والوں کا ایک ایسا منظّم ترین گروہ وجود میں لایا جاتا ہے جو نہ صرف بالکل ایک جسم کی مانند ہوتا ہے بلکہ وہ دنیا میں انسانوں کی بنیاد ہوتے ہیں، ان کی زمین میں اور زمین پر جتنے بھی بشر ہیں ان میں ایسی ہی اہمیت وحیثیت اور ذمہ داری ہوتی ہے جیسے کہ گھر میں بچوں کی موجودگی میں والدین کی اہمیت وحیثیت اور ذمہ داری ہوتی ہے۔

اللہ جب رسول بعث کرتا ہے تو اس وقت دنیا میں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہوتی ہیں یوں جب رسول آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو جہاں اکثریت اپنی سابقہ روش پر قائم رہتے ہوئے حق سے کفر کر دیتی ہے تو وہیں کچھ ایسے بشر بھی ہوتے ہیں جو اللہ کا شکر کرنے والے ہوتے ہیں جو اللہ کے قانون میں مومن ہوتے ہیں، انہیں جو صلاحیتیں دی گئیں جس مقصد کے لیے دی گئیں وہ ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہوتے ہیں یعنی انہیں کان دیئے گئے تو وہ ہر اس آواز کو سن رہے ہوتے ہیں جو بھی حق کے نام پر بلند ہوتی ہے سامنے آتی ہے، انہیں دیکھنے کی صلاحیت دی تو وہ اس سے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے وہ تمام تر حالات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور پھر وہ صرف سن اور دیکھ ہی نہیں رہے ہوتے بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی تو اسے سمجھ رہے ہوتے ہیں یوں اس دوران جب ان کے سامنے اللہ کا رسول آتا ہے اس کی دعوت آتی ہے تو وہ حق کو پہچان کر اللہ کے رسول کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

اب ان کا اللہ کے رسول کو صرف زبان سے تسلیم کر لینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ ان پر اگر حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تو ظاہر ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے بغیر مقصد کے اللہ نے ان پر اتنا عظیم احسان نہیں کیا اور وہ مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا اسے پورا کریں جو کہ الصلاۃ کا قیام ہے۔ ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا جاتا ہے کہ اس وقت کون سی الصلاۃ کتب ہے اور اسے کیسے قائم کرنا ہے یعنی ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا جاتا ہے کہ اللہ نے اب سے ان کا بطور امت انتخاب کیا ہے اب تم مومنین نے امت خیر بننا ہے جس کے لیے تمہیں ایک جسم کی صورت اختیار کرنا ہو گی اور اس کے لیے تمہارا جمع ہونا ناگزیر ہے اور اسی کا ان آیات میں ذکر کیا گیا جسے الصلاۃ من یوم الجمعہ کہا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ‌ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‏. الجمعۃ ۹

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اللہ اپنے رسول کے ذریعے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جو اس کے رسول کی دعوت کو بغیر کسی دباؤ، ڈر، خوف یا لالچ کے دل سے تسلیم کر رہے ہیں کہ اے وہ جو میری بات کو بغیر کسی دباؤ، ڈر، خوف یا لالچ کے اپنی خوشی سے دل سے تسلیم کر رہے ہو اِذَا نُوۡدِىَ جب تمہیں ندا دی جا رہی ہے لِلصَّلٰوةِ الصلاۃ کے لیے مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ الصلاۃ سے اس مرحلے کے لیے جس مرحلے میں تمہیں جمع ہو کر الصلاۃ قائم کرنی ہے کہ اب جمع ہونے کا وقت آ گیا ہے فَاسۡعَوۡا پس تمہیں جو بھی صلاحیتیں دی ان کا کس کے حصول کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ کس کے حصول کی کوششوں میں مصروف ہو؟ پس تمہیں جس کے حصول کی کوشش کرنی ہے جس کے لیے تگ و دو کرنی ہے اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ اللہ کو یاد کرنا ہے پس سعی کرو یعنی تمہاری ساری کی ساری کوشش اللہ کو یاد کرنے کی طرف ہو جو کہ الصلاۃ من یوم الجمعہ ہے یعنی جیسے ہی تمہیں جمع ہونے کے لیے آواز دی جا رہی ہو تو پھر تمہاری کوشش جمع ہونے کی ہونی چاہیے وَذَرُوا الۡبَيۡعَ‌ اور دنیاوی مال ومتاع جو کچھ بھی تم کر رہے ہو جس کے حصول کے پیچھے لگے ہوئے ہو جو تجارتیں کر رہے ہو جو بزنس کر رہے ہو انہیں چھوڑ و ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ اسی میں تمہیں خیر حاصل ہے اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‏ اگر تم ہو اس بارے میں علم دے دیئے گئے یعنی اگر تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا

چکا ہے اگر تم پر اس وقت جو الصلاۃ کتب ہے جو کہ تمہاری ذمہ داری ہے وہ کھول کھول کر واضح کر دی گئی ہے اور تم جان چکے ہو کہ اس وقت اب تمہیں کیا کرنا ہے تو تمہارے لیے صرف اور صرف اسی میں خیر ہے اسی میں ہر لحاظ سے فائدہ ہے کہ تم یہ جو دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہو یہ جو تجارتوں و دنیا کے حصول کی کوششوں میں مگن ہو یہ سب چھوڑو اور جمع ہو جاؤ جو ہماری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو ایک جماعت کی صورت اختیار کر جاؤ تاکہ تم وہ الصلاۃ قائم کر سکو جو اس وقت تم پر قائم کرنا کتب ہے جو جمع ہوئے بغیر نہیں کی جاسکتی اور اس کے باوجود اگر تم جمع نہیں ہوتے تم اپنے مال و تجارت سے ہی چمٹے رہتے ہو کہ تم نے دہائیوں یا نسلوں کی محنت سے یہ بزنس کھڑا کیا ہے اس لیے تم اسے چھوڑ نہیں سکتے تو پھر جان لو کسی بھی صورت تمہیں خیر حاصل نہیں ہوگی بلکہ دنیا و آخرت میں شر کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. الجمعہ ۱۰

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ پس جو تم پر کرنا گزیر تھا وہ کر چکو یعنی جمع ہو کر الصلاۃ قائم کر لو فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ پس کیا کر و تم زمین میں پھیل سکتے ہو تم زمین میں پھیل جاؤ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ کَثِیْرًا اور تمہیں جو صلاحیتیں دیں نہ صرف ان کے استعمال کا اختیار بھی دیا تو اگر چاہو تو ان صلاحیتوں کا استعمال اللہ کے فضل سے حصول کے لیے استعمال کرو یعنی صرف اور صرف وہی اعمال کرو جو تمہیں دوسروں پر ترجیح دیں اور اللہ کے قریب سے قریب تر کریں اور وہ کون سے اعمال ہیں یا وہ کیا کرنا ہے وہ بھی آگے واضح کر دیا وَاذْکُرُوا اور کیا یاد کر رہے ہو اسے جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا جسے تم خلق ہی بھولے ہوئے کیسے گئے؟ اللّٰہَ اللہ تھا جو تمہیں بھلا دیا گیا تھا اللہ تھا جسے تم بھول چکے ہوئے ہو جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے تو ذرا غور کرو کیا کوئی اپنی ہی ذات کے لیے کوئی بھی عمل کسی لالچ کے لیے کرے گا؟ یعنی اگر تم پھر وہی کرتے ہو جو جمع ہونے سے قبل کر رہے تھے جو کہ دنیاوی مال و متاع کا حصول تھا تو پھر جان لو تم خسارے میں ہی رہو گے کیونکہ تم انسان کے انسان ہی رہ جاؤ گے اس لیے ایسا کرو کہ جسے تم بھول چکے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اسے یاد کرو جب تم یاد کر لو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ تمہاری اپنی ذات اللہ ہے یہ جو کچھ بھی ہر طرف نظر آرہا ہے تمہارا اپنا ہی تو وجود ہے تو اب بتاؤ کیا پھر بھی تم تجارتیں کرو گے؟ مال و دولت کے حصول کے لیے جو جو منصوبہ بندیاں اور طریقے اختیار کیے جاتے ہیں اور پھر ان پر عمل کیا جاتا ہے وہ سب کرو گے یا پھر وجود میں کوئی بھی عضو دوسرے کے لیے کام کرتا ہے تو نہ ہی پہلے اس کی قیمت طے کرتا ہے اور نہ ہی کسی لالچ کے تحت کوئی کام کرتا ہے بلکہ وجود میں تمام اعضاء ایک دوسرے پر احسان کرتے ہیں اور یہی تمہیں کرنا ہے نہ کہ وہی سب تم نے کرنا ہے جو تم ضلالٍ مبینٍ تھے تو کر رہے تھے اس لیے جس قدر ہو سکے احسان کرو نہ کہ کسی لالچ کے لیے کچھ بھی کرو لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ یہی وہ ہے جس پر تمہارے لیے فلاح رکھ دی گئی اگر تم ایسا کر رہے ہو تو فلاح پا رہے ہو اور اگر تم ایسا نہیں کرتے یعنی وہی کرتے ہو جو جمع ہونے سے پہلے، رسول کی بعثت سے پہلے کر رہے تھے جب کہ تم ضلالٍ مبینٍ میں تھے تو پھر جان لو تم فلاح نہیں پا رہے۔

ان آیات میں قوم محمد کے آخرین میں بعث کیے جانے والے احمد عیسیٰ رسول اللہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ اللہ نے جب اپنے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کر دیا اور احمد عیسیٰ نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا تو جہاں اس کی مخالفت کرنے والوں کی اکثریت ہے تو وہیں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو پہچان لیا اور اسے اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تو جہاں احمد عیسیٰ رسول اللہ نے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا ان پر کون سی الصلاۃ کتب ہے تو وہیں ان پر واضح کر دیا کہ اب اللہ نے تمہارا بطور امت انتخاب کیا ہے۔

اب تم امت خیر ہو تمہیں دنیا کے انسانوں کے لیے نکالا گیا ہے اور اب تم نے امت خیر بننا ہے خود کو امت خیر ثابت کرنا ہے جس کے لیے سب سے پہلے تمہیں جمع ہونا ہے یعنی آج جب تم پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو تم کسی ایک جگہ پر نہیں ہو بلکہ تم دنیا میں بکھرے پڑے ہو اس وقت جو الصلاۃ تم پر کتب ہے اسے قائم کرنے کے لیے تمہیں جمع ہونا ہے۔

یعنی نہ صرف کسی ایک خاص خطے میں جمع ہونا ہے بلکہ اس سے پہلے اس وقت جو الصلاۃ کتب ہے اسے قائم کرنے کے لیے تمہیں ہر ایک کو اپنی اپنی صلاحیتوں و جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اس کے اعتبار سے تمہیں جمع ہونا ہے جیسے جسم میں تمام اعضاء جمع ہوں یعنی اپنی اپنی ذمہ داری کے لحاظ سے اپنے اپنے مقام پر قائم ہوں تو ایک وجود بنتا ہے جیسے مشین کے تمام پرزوں کو جمع کیا جاتا ہے یعنی ہر پرزے کو اس کی ذمہ داری کے لحاظ سے جوڑا جاتا ہے تو ایک وجود ایک مشین بن جاتی ہے

جس سے وہ اس مقصد کو پورا کرسکتی ہے جس مقصد کے لیے ان تمام پرزوں کو تیار کیا گیا بالکل عین اسی طرح آج تمہیں اپنی اپنی ذمہ داری کے لحاظ سے جمع ہوکر ایک وجود ایک جسم کی صورت اختیار کرنی ہے جس کے لیے تمہیں اس سے پہلے تک جو کچھ بھی کر رہے تھے اور کر رہے ہوا سے چھوڑنا ہوگا، خواہ تم نے دہائیوں کی محنت سے کوئی بزنس کھڑا کیا ہو، کوئی مال و جائیداد ہو یا کچھ بھی ایسا ہو جس کے حصول کے لیے بھی تم جس کے بھی پیچھے بھاگ رہے ہو وہ سب کچھ وہ سب کوششیں چھوڑ کر اس وقت جو ذمہ داری کتب ہے جو کہ تمہیں جمع ہونا ہے یہ کرنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ بھی تمہارے لیے رکاوٹ بن جائے، کہیں تمہارا کاروبار یا جو کچھ بھی تم نے اکٹھا کر رکھا ہے کہیں یہ تمہیں جمع ہونے سے روک نہ دے کہ نہیں ہم اپنی وراثت کو کیوں چھوڑ دیں۔

اب جبکہ تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور تم نے جان لیا تم پر حق کھل کر واضح ہو چکا تو اب تمہارے لیے صرف اور صرف اسی میں خیر ہے یہی ہے تمہاری فلاح کا رستہ ورنہ اب اگر تم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو جان لو پھر تمہارے لیے سوائے خسارے کے کچھ نہیں۔

اپنی ہی ذات کو یاد کرو جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات اللہ ہے جب تم پر واضح ہو چکا کہ تمہاری اپنی ذات اللہ ہے تو پھر خود کو اللہ ثابت بھی کرنا ہے ذرا غور کرو اللہ اس وقت کیا کرے گا؟ ظاہر ہے اللہ نے آسمانوں و زمین کو خلق کرنے کے بعد ان کا نظام چلا رہا ہے تو اس وقت جو کرنا کتب ہے اللہ تو وہی کرے گا اس لیے اس وقت جو کتب ہے جو اس الصلاۃ کو قائم کرے گا تو وہ خود کو اللہ کا وجود ثابت کر دے گا اور پھر یہ بھی تم پر واضح ہو جانا چاہیے کہ جیسے وجود میں جتنے بھی اعضاء ہوتے ہیں وہ کسی قیمت یا لالچ کے غرض سے کسی دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتے کسی دوسرے کے لیے کام نہیں کرتے بلکہ بغیر کسی معاوضے یا لالچ کے ایک دوسرے پر احسان کرتے ہیں جب تمہاری اپنی ذات اللہ ہے تو پھر کیا اب بھی تم وہی کرو گے جو اس سے پہلے ضلالٍ مبینٍ میں تھے تو کر رہے تھے؟ جو کچھ بھی کر رہے تھے معاوضے کی خاطر کر رہے تھے نہ کہ احسان کر رہے تھے اس لیے اب جب تم نے امت بننا ہے تو تم نے جو بھی کرنا ہے کسی معاوضے یا لالچ کی غرض سے نہیں کرنا بلکہ جب تمہارا اپنا ہی وجود ہے تو اپنے وجود کے لیے کسی معاوضے یا لالچ کی غرض سے کچھ بھی نہیں کیا جاتا بلکہ احسان کیا جاتا ہے اور اگر تم امت بننے کے بعد بھی وہی کرتے ہو یعنی جو اس سے پہلے ضلالٍ مبینٍ میں ہونے کی وجہ سے کر رہے تھے تو پھر جان لو تم خسارے میں ہی رہو گے۔

یہ ہے الصلاۃ من یوم الجمعہ۔ یوم کہتے ہیں مرحلے کو، جب بھی رسول بعث کیا جاتا ہے اور پھر جب وہ حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو امت وجود میں لانے کے لیے ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جب مومنوں نے جمع ہو کر ایک وجود کی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے نہ کہ الصلاۃ من یوم الجمعہ سے مراد مشرکین کی نماز جمعہ نام کی خرافات کا حق کیساتھ کوئی تعلق ہے۔ اور آج نہ صرف سورہ الجمعہ کی آیات بیّن ہوگئیں بلکہ ان آیات نے میری یعنی احمد عیسیٰ رسول اللہ کی تصدیق کر دی کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

یہاں ان کے تراجم سے ایک اور انتہائی اہم سوال آپ کے سامنے رکھتے ہیں جیسا کہ تراجم کے نام پر شیاطین مجرمین کا کہنا ہے "پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔ فتح محمد جالندھری

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ احمد رضا خان بریلوی

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔

ابوالاعلیٰ مودودی"

ان کی تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیں ان کا کہنا ہے کہ جمعے کے دن جمعے کی نماز کے لیے جب اذان دی جائے تو خرید و فروخت چھوڑ کر جمعے کی نماز کے لیے بھاگو اور جب نماز پڑھ چکو تو پھر نہ صرف زمین میں پھیل جاؤ بلکہ خرید و فروخت اور تجارت وغیرہ دوبارہ شروع کر دو۔ اب آپ خود غور کریں کہ کیا اللہ وہی کرنے کا حکم دے رہا ہے جو رسول کی بعثت سے قبل کر رہے تھے؟ اللہ نے جب رسول کو بعث کیا اور رسول کے حق کھول کر واضح کرنے سے پہلے مومن تجارت و دنیاوی مال و متاع کے حصول کی کوششوں میں مصروف تھے اب اگر الصلاۃ قائم کرنے کے بعد وہی کرنا ہے تو پھر اس کا مطلب کہ وہ پہلے جو کر رہے تھے جو چھوڑنے کا حکم دیا وہ ضلال نہیں تھیں بلکہ حق تھا وہ جو بھی کر رہے تھے وہ کچھ غلط نہیں تھا بس وقتی طور پر نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

حالانکہ نہ تو آیت میں ایسا کچھ کہا گیا اور نہ ہی جو وہ رسول کی بعثت سے قبل کر رہے تھے وہ حق تھا کہ بعد میں وہی کرنے کی انہیں اجازت دے دی جائے بلکہ

آیت میں تو بالکل ان شیاطین مجرمین کے متضاد بات کی گئی آیت میں البیع چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور الصلاۃ من یوم الجمعہ سے قائم کرنے کے بعد یعنی جمع ہو کر جو ذمہ داری پوری کرنا لازم تھی جب وہ پوری ہو جائے تو اس کے بعد کہا گیا کہ اب تم چاہو تو وہی کرو جو پہلے جب ضلالٍ مبینٍ میں کر رہے تھے یعنی وہی دنیاوی مال ومتاع کے حصول کی کوششیں اور چاہو تو جو کہا جا رہا ہے وہ کرو اور کہا جا رہا ہے کہ من فضل اللہ کے حصول کی کوشش کرو یعنی وہ اعمال کرو جس سے تمہیں ترجیح ملتے ملتے درجات میں اللہ کے وجود میں اوپر سے اوپر چلے جاؤ جس کے لیے واضح کر دیا گیا وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا یعنی جو تمہاری اپنی ہی ذات ہے جسے تم بھول چکے جو کہ اللہ ہے اسے یاد کر رہے ہونا ہے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے مطلب یہ کہ جب آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ یہ پانچ سے سات فٹ کے درمیان ایک بشر نہیں ہیں بلکہ آپ کی اپنی ذات تو اللہ ہے یہ بشری وجود تو محض چھوٹا سا حصہ ہے جسے کسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اور اسے وجود میں لانے کا مقصد ہے کہ زمین میں الصلاۃ قائم کی جائے نہ کہ اس بشری وجود کو ہی اپنی اصل حقیقت سمجھتے ہوئے اس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے البیع کی جائے یعنی دنیاوی مال ومتاع کے حصول کی کوششیں کی جائیں تو جو البیع کی بجائے خود کو اپنے اعمال سے اللہ ثابت کریں گے وہ فلاح پا رہے ہیں اور جو اس قدر کھل کر واضح ہو جانے کے باوجود بھی اس بشری وجود کو ہی اپنا مرکز ومحور بناتے ہوئے اسے ہی اپنا اصل وجود سمجھتے ہوئے اس کے لیے دنیاوی مال ومتاع کے حصول کی کوششیں کریں گے تو ایسے خسارے میں ہی رہیں گے۔

اب اللہ نے تو یہ کہا لیکن ان شیاطین مجرمین نے اللہ کے بالکل متضاد بات کر دی ایک تو الصلاۃ من یوم الجمعہ کا ہی کفر کر دیا اور دوسرا الصلاۃ من یوم الجمعہ کو نماز جمعہ قرار دیتے ہوئے لوگوں پر من فضل اللہ کا دروازہ بند کرتے ہوئے البیع کی طرف راغب کرتے ہوئے نہ صرف اپنے لیے بلکہ اکثریت کے لیے خسارے کا سودا کیا۔

اس کے علاوہ کیا شیاطین مجرمین اور ان کے پیروکاروں میں سے کوئی ہے جو الصلاۃ من یوم الجمعہ کا مقصد واضح کر سکے؟ اور کیا وہ مقصد ان کے نماز جمعہ سے پورا ہوتا ہے؟ ان میں سے کسی ایک کو بھی الصلاۃ من یوم الجمعہ کے مقصد کا علم ہی نہیں کیونکہ اگر انہیں الصلاۃ من یوم الجمعہ کے مقصد کا علم ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی نماز جمعہ کے نام پر خرافات کو حق نہ قرار دیتے جس سے یہ بات خود بخود ہی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تو الصلاۃ من یوم الجمعہ کے مقصد کا ہی علم نہیں اور جن کو مقصد کا ہی علم نہیں تو انہیں اس عمل کا خاک علم ہو گا اور پھر اسے کس طرح کیا جائے کہ مقصد احسن طریقے سے پورا ہو اس کا انہیں خاک علم ہو گا۔ یہ لوگ صرف اور صرف ظن کی اتباع کر رہے ہیں جو کہ مشرکین کرتے ہیں انہوں نے جو سنا اور دیکھا بغیر سمجھے بغیر علم حاصل کیے کر رہے ہیں اب ظن پر خواہ پوری کی پوری دنیا جمع ہو جائے وہ ظن ہی رہے گا۔

یوں آپ پر نہ صرف الصلاۃ من یوم الجمعہ بالکل کھل کر واضح ہو چکی بلکہ شیاطین مجرمین کی نماز جمعہ کے نام پر خرافات کی حقیقت بھی کھل کر واضح ہو چکی اور اب دنیا کی کوئی طاقت نماز جمعہ کے نام پر خرافات کو حق ثابت کرنا تو دور اس کا وجود تک بھی ثابت نہیں کر سکتی۔

نماز کے بارے میں قرآن کا دوٹوک موقف اور اس کے برعکس الصلاۃ پر راہنمائی

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ

وَالْمُوفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ.

البقرة ۱۷۷

قرآن چونکہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس لیے یہ آیت بھی اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے اس آیت سے نہ صرف الصلاۃ کیا ہے کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ یہ آیت اللہ کے کس رسول کی تاریخ ہے یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا جس سے نہ صرف اللہ کے اس رسول کی قرآن سے ہی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے بلکہ کوئی چاہ کر بھی اس کا کفر نہیں کر سکے گا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اللہ نے جب اپنے رسول کو بعث کیا تو رسول کی بعثت سے قبل چونکہ امیّن ضلالٍ مبینٍ میں تھے اس لیے وہ الصلاۃ کے نام پر کوئی عمل کر رہے ہیں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہی البر ہے جو وہ کر رہے ہیں لیکن اللہ کے رسول نے آ کر ان کے بالکل برعکس کہا لَيْسَ الْبِرَّ ہرگز نہیں تھا البر یعنی اللہ نے کبھی بھی اسے جنت کی کنجی نہیں کہا، اللہ نے اسے کبھی بھی وہ عمل نہیں کہا جس کے کرنے سے ہی تم فلاح پاؤ گے ورنہ تم فلاح نہیں پاؤ گے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ کہ تم اپنے چہروں کو پھیر رہے ہو سامنے مخصوص مشرق آ جاتا ہے اور مخصوص مغرب آ جاتا ہے اور تم سمجھ رہے ہو کہ تمہارا یہ عمل البر ہے یعنی جنت کی کنجی ہے وہ عمل جس کے کرنے سے ہی فلاح پاؤ گے جنت میں جاؤ گے ورنہ جس نے اس عمل کا انکار کر دیا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اب سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ آیت محمد کی تاریخ ہے؟ یعنی کیا محمد نے آ کر ایسا کہا تھا؟ اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد نے ایسا کہا تھا تو پھر اس کا مطلب کہ محمد کی بعثت سے قبل جن میں محمد کو بعث کیا گیا وہ لوگ زمین کو اگر مشرق اور مغرب میں تقسیم کیا جائے یعنی زمین کے درمیان میں ایک لائن کھینچی جائے تو انہوں نے زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کا تعین کیا ہوا تھا اور وہ دنیا میں اگر کہیں مشرق میں ہوتے تو البر یعنی جنت کی کنجی جو کہ الصلاۃ ہے الصلاۃ کے نام پر اپنا چہرا اس مخصوص مقام کی طرف کرتے کہ سامنے مخصوص مشرق آ جاتا اور اگر مغرب کی طرف ہوتے تو ان کا چہرہ مخصوص مغرب کی طرف ہو جاتا یعنی سامنے ایک طے شدہ مقام آ جاتا اور وہ یہ عمل کر کے یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ الصلاۃ قائم کر رہے ہیں جو کہ البر یعنی جنت کی کنجی ہے وہ عمل جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا جس کے کرنے سے ہی فلاح پائیں گے۔

تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں اس وقت ایسا کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا جس سے یہ بات کھل کر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ آیت محمد کی تاریخ نہیں ہے بلکہ یہ آیت اللہ کے اس رسول کی تاریخ ہے جسے آخرین میں بعث کیا جانا تھا جس کی تاریخ سے قرآن بھرا پڑا ہے جسے قرآن احمد عیسیٰ کہتا ہے۔ اللہ نے جب اپنے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کرنا تھا تب اس وقت خود کو اہل الکتاب، مومن و مسلم کہلوانے والوں نے زمین کے کسی مخصوص مقام کی طرف اپنا چہرہ پھیر لینے کو کہ اگر دنیا کے مشرق میں ہوتے ہیں تو ایسے اپنا چہرہ پھیریں گے کہ سامنے مخصوص مغرب آ جائے گا اور اگر مغرب میں ہوں تو ایسے اپنا چہرہ پھیریں گے کہ سامنے مخصوص مشرق آ جائے گا اور وہ سب کے سب یہ سمجھ اور دعویٰ کر رہے ہوں گے کہ ہم جو کر رہے ہیں یہ البر ہے یعنی اسی کا اللہ نے ہمیں حکم دیا تھا یہ جنت کی کنجی ہے جو کہ الصلاۃ ہے جس کے کرنے سے ہی فلاح پائیں گے اور جو اس عمل کو ترک کرے گا وہ فلاح نہیں پائے گا۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ خود غور کریں کہ آج وہ کون سے لوگ ہیں؟ وہ کون سی قوم ہے جو زمین کے وسط میں مخصوص مقام کی طرف اپنا چہرہ اس طرح کرتی ہے کہ اگر مشرق میں ہیں تو سامنے مخصوص مغرب آ جاتا ہے اور اگر مغرب میں ہیں تو سامنے مخصوص مشرق آ جاتا ہے اور اپنے اس عمل کو البر یعنی جنت کی کنجی جو کہ الصلاۃ ہے قرار دیتے ہیں؟

کیا ہندو ایسا کر رہے ہیں کہ انہوں نے زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کا تعین کر کے اس کی طرف اپنا چہرہ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ عمل البر ہے یہی وہ عمل ہے جس کے کرنے کا اللہ یعنی ایشور نے حکم دیا ہے جو کرے گا وہی فلاح پائے گا اور جو نہیں کرے گا وہ فلاح نہیں پائے گا یعنی یہ جو کر رہے ہیں الصلاۃ قائم کر رہے ہیں؟

کیا پارسی الصلاۃ کے نام پر اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں کسی مخصوص مقام کی طرف پھیر رہے ہیں؟ کیا بدھ مت ایسا کر رہے ہیں؟ کیا یہودی ایسا کر رہے ہیں؟ کیا عیسائی ایسا کر رہے ہیں؟ یا پھر پوری دنیا میں صرف اور صرف ایک ہی قوم ایسی ہے جو نہ صرف یہ عمل کر رہی ہے بلکہ اسے البر یعنی الصلاۃ قرار

دیتی ہے اوروہ ہے مسلمان قوم؟

حقیقت آپ کے سامنے ہے آج آپ خود نہ صرف اپنی آنکھوں سے یہ سب ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ آپ کی اپنی ذات بھی اس پر شاہد ہے یعنی آپ خود بھی یہی کر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں ایک ہی قوم ہے جو نہ صرف زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کی طرف اپنا چہرہ پھیر رہی ہے کہ اگر مغرب میں ہوں تو سامنے مخصوص مشرق آجاتا ہے اور اگر اس مقام کے مغرب میں ہوں تو سامنے مخصوص مشرق آجاتا ہے اوران کا دعوٰی ہے کہ ان کا یہ عمل البر ہے یعنی جنت کی کنجی جس کے کرنے سے ہی فلاح پائیں گے جو کہ الصلاۃ ہے یعنی الصلاۃ کے نام پر اپنے چہروں کو ایسے پھیر رہے ہیں کہ اگر مغرب میں ہیں تو سامنے مخصوص مشرق آجاتا ہے اور اگر مشرق میں ہیں تو سامنے مخصوص مغرب آجاتا ہے اور ایسا کرنے والی ایک ہی قوم مسلمان ہیں جو الصلاۃ کے نام پر نماز پڑھتے ہیں اور اس حقیقت کو دنیا کی کوئی بھی طاقت غلط ثابت نہیں کرسکتی۔

اب آپ خود اس آیت میں دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ کا کیا کہنا ہے؟ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے اپنے جس رسول کی تاریخ اتاردی تھی اللہ کے اس رسول کا کیا کہنا ہے؟ لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کہنا ہے جس کی تصدیق بذات خود قرآن کر رہا ہے کہ اللہ نے کبھی بھی اسے البر نہیں کہا تھا یعنی جنت کی کنجی جو کہ الصلاۃ ہے اللہ نے اسے کبھی بھی الصلاۃ نہیں کہا تھا یہ جو تم اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کی طرف پھیر رہے ہو جس سے اگر تم مغرب میں ہو تو سامنے مخصوص مشرق آجاتا ہے اور اگر مشرق میں ہو تو سامنے مخصوص مغرب آجاتا ہے یعنی یہ جو تم نمازیں پڑھ رہے ہو۔ اللہ نے کبھی بھی اسے یہ جو تمہاری نماز ہے الصلاۃ نہیں کہا، اللہ نے کبھی بھی تمہاری نمازوں کو البر یعنی وہ عمل قرار نہیں دیا کہ جس کے کرنے سے ہی فلاح پاؤ گے ورنہ اگر اس کا کفر کرتے ہو تو فلاح نہیں پاؤ گے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تم لوگوں نے اللہ پر افتراء کیا ہوا ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں یہ ضلالٍ مبینٍ ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نماز یعنی اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں مخصوص مقام کی طرف پھیر لینا کہ اگر مغرب میں ہیں تو سامنے مخصوص مشرق آجائے اور اگر مشرق میں ہیں تو سامنے مخصوص مغرب آجائے اگر اسے البر نہیں کہا تھا وہ عمل جو جنت کی کنجی ہے جو کہ الصلاۃ ہے تو پھر البر یعنی وہ اعمال کون سے ہیں وہ کیا ہے جو جنت کی کنجی ہے جو کہ الصلاۃ ہے؟ الصلاۃ کیا ہے؟ تو اسی کا آگے جواب بھی دے دیا یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے جسے الصلاۃ کہا اس کی تاریخ اللہ نے آج سے چودہ صدیں قبل ہی اتاردی تھی وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ اور لیکن البر تھا یعنی وہ اعمال جن کے کرنے سے جنت میں جاسکتے ہو جن کے کرنے سے ہی فلاح پاؤ گے جو کہ جنت کی کنجی یعنی الصلاۃ ہے مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جس نے تسلیم کیا اسے جو اللہ سے ہے یعنی جو بھی اللہ سے آرہا ہے جو بات بھی اللہ سے آرہی ہے اسے تسلیم کیا جس کے لیے سب سے پہلے اللہ کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ کیا ہے تب ہی تم جان سکو گے کہ کیا اللہ سے ہے اور کیا اللہ سے نہیں ہے وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور تسلیم کیا اسے جس کا بھی تعلق یوم الآخر سے ہے جو آگے آرہا ہے یعنی ابھی جو مرحلہ چل رہا ہے یہ دنیا یہ یوم الاول ہے موت کے بعد دوسرا مرحلہ یعنی یوم الآخر شروع ہوگا تو جس نے یوم الآخر سے جو بھی بات ہے اسے تسلیم کیا کہ یہ زمین کیسے کن کن اعمال سے کس طرح اگلے مرحلے میں النار بن جائے گی اور کیسے اس کے جہنم بننے میں شریک ہونے سے بچا جاسکتا ہے وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ اور الملائکہ سے یعنی ایسا نہیں ہے کہ الملائکہ اب کوئی پیغام نہیں لاتے وہ رستہ ہی بند ہو چکا ہے، الملائکہ اب کسی پر نہیں اترتے بلکہ الملائکہ اللہ کے پیغامات لا اور لے جارہے ہیں، الملائکہ مومنوں پر اتر رہے ہیں تو جو بھی الملائکہ سے متعلق ہے جس نے اسے تسلیم کیا وَالۡكِتٰبِ اور جس نے تسلیم کیا الکتاب سے، الکتاب یہ قرآن نہیں بلکہ الکتاب آسمان وزمین ہیں تو الکتاب سے یعنی آسمانوں وزمین سے جو بھی حق سامنے آیا جس نے اسے تسلیم کیا وَالنَّبِيّٖنَ اور جس نے تسلیم کیا بعد میں آنے والے النبیّن سے یعنی وہ نبی جو رسول کے فلٹر سے نکل کر آتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے نبیوں کا سلسلہ ہی بند کر دیا لہذا اب کوئی نبی نہیں آئے گا تو یہ سچ نہیں ہے بلکہ اللہ نے تو حکم ہی یہی دیا تھا کہ جو بھی نبی آئے جو کہ رسول کے فلٹر سے نکل کر آئے تو اسے تسلیم کرنا ہے اس کی اطاعت واتباع کرنی ہے یہ ہے البر یعنی الصلاۃ اور الصلاۃ کو خامیوں ونقائص سے پاک کرنے والے عوامل وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ اور دینا ہے وہ مال جس پر تم کھنچے چلے جاتے ہو یعنی وہ مال جو تمہیں سب سے زیادہ قرب والا ہے جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو تمہارا پسندیدہ ترین مال ذَوِى الۡقُرۡبٰى ایسا مال انہیں دینا ہے جنہیں مخصوص قرب حاصل ہے یعنی رشتوں کی بنیاد پر قرب والوں کو نہیں بلکہ انہیں جن کو مخصوص قرب حاصل ہے جو کہ مومنین ہیں وَالۡيَتٰمٰى اور انہیں ایسا مال دینا ہے جن کا کوئی کفالت کرنے والا نہیں یعنی جن کا کوئی کما کر انہیں فراہم کرنے والا نہیں جو

کفیل سے محروم ہیں وَالْمَسٰكِيْنَ اور انہیں ایسا مال دینا ہے جو ایسے حالات کا شکار ہیں کہ ان کے پاس رزق نہیں ہے ان کی ضروریات انہیں حاصل نہیں ہیں وَابْنَ السَّبِيْلِ اور جو ابن السبیل ہیں انہیں دینا ہے یعنی اپنی زندگی کا مقصد و مشن اللہ کو بنائے ہوئے ہیں اور اس مقصد و مشن میں انہیں اگر مالی معاونت کی ضرورت پیش آتی ہے تو تم نے انہیں ایسا مال دینا ہے جس مال پر تم کھنچے چلے جاتے ہو جو تمہیں سب سے زیادہ پسندیدہ ترین مال ہے وَالسَّآئِلِيْنَ اور انہیں ایسا مال دینا ہے جو سائل ہیں یعنی جو ضرورت مند ہیں اور تمہارے محتاج ہیں وَ فِى الرِّقَابِ اور جو بھی تمہاری الرقاب میں ہیں یعنی وہ جانور جو تم نے پال رکھے ہیں جیسا کہ بھیڑ، بکریاں، گدھے، گھوڑے، اونٹ، خچر، گائے، بھینسیں اور کتے وغیرہ ایسا نہیں کہ انہیں خبائث کھلانا ہے اور ان پر ظلم کرنا ہے نہیں بلکہ ان پر بھی احسان کرنا ہے جو وہ تم پر احسان کر رہے ہیں اس کے بدلے میں اس کے لیے ان پر بھی وہی مال خرچ کرنا ہے جس پر تم کھنچے چلے جاتے ہو جو تمہیں محبوب ترین ہے اگر تم یہ سب کر رہے ہو جو کہ تمہیں کرنے کا کہا گیا ہے تو وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور کیا تھا جو تم نے قائم کیا؟ الصلاۃ تھی یعنی یہ تھی الصلاۃ نہ کہ وہ تھی الصلاۃ جو تم اپنے چہروں کو زمین کے ایک مخصوص مقام کی طرف پھیر رہے ہو اور یہ تھی الزکاۃ یعنی الصلاۃ کو تمام تر خامیوں و نقائص سے پاک کر دینا نہ کہ وہ ہے الزکاۃ جو تم ڈھائی فیصد کے نام پر دے رہے ہو وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا اور پورا کر رہے ہیں جو ان کے عہد سے تھا جب عہد کر رہے ہیں وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ اور صبر کر رہے ہیں یعنی برداشت کر رہے ہیں سختیوں میں، مشکلات میں یعنی جب الصلاۃ قائم کریں گے جو عہد تم سے لیا گیا جو کرنے کا عہد تم نے کیا جو پیچھے واضح کر دیا گیا تو تم پر سختیاں آئیں گی تو پھر انہیں برداشت کرنا ہے ڈٹ جانا ہے وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اتنا سخت وقت آئے گا کہ تمہیں تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا، تمہیں اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، تم پر سخت سے سخت وقت آئے گا، لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے، تم پر زمین تنگ کر دی جائے گی تو ایسے وقت میں ایسی صورت میں صبر یعنی برداشت کرنا ہے ڈٹ جانا ہے لڑکھڑانا نہیں، یہ جو کہا گیا یہ تھا البر یعنی جنت کی کنجی جو کہ الصلاۃ تھی جس کے کیے بغیر فلاح نہیں پاؤ گے اور جب تم یہ کرو گے یعنی الصلاۃ قائم کرو گے تو تمہیں سخت سے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تمہارے اپنے تمہارے دشمن بن جائیں گے، تمہیں انتہائی سخت وقت اور حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، تمہیں تمہاری ضروریات نہیں ملیں گی، تمہیں تکالیف و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، تمہیں لوگوں کی دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، تم پر زمین تنگ کر دی جائے گی، تمہارا جینا حرام کر دیا جائے گا، تمہیں تہمتوں و ملامتوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو ایسی صورت میں تمہیں صبر کرنا ہے برداشت کرنا ہے ڈٹ جانا ہے تو جو بھی ایسا کریں گے جو جو بھی ایسا کر رہے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا یہی وہ ہیں جو سچ کر دکھا رہے ہیں یعنی جو انہوں نے وعدہ کیا جو اللہ کیساتھ عہد کیا اسے پورا کر کے اپنے اعمال سے سچا کر دکھا رہے ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور یہی ہیں وہ جو اللہ سے دنیا و آخرت میں عذاب سے بچ رہے ہیں۔ اور جو یہ نہیں کر رہے بلکہ اس کے بالکل برعکس کر رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کلام نہیں کرتا اللہ نے کلام کرنے کا دروازہ ہی بند کر دیا، جو یہ کہتے ہیں یوم الآخر کے بارے میں سب کچھ غیب ہے صرف زبان سے اسے ماننا ہے کہ ہاں یوم الآخر ہے لیکن وہ غور و فکر کر کے نہیں جان رہے کہ یوم الآخر کیا ہے اور اس سے کیسے بچنا ہے، جو الملائکہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہیں، جو الکتاب سے کچھ بھی سامنے لایا جاتا ہے تو اسے تسلیم نہیں کر رہے، جو النبیّن کا دروازہ بند کیے ہوئے ہیں اور الصلاۃ جو کہ البر ہے اعمال حسنات اس کی بجائے البر کے نام پر اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کی طرف اس طرح پھیر رہے ہیں کہ اگر مغرب میں ہیں تو سامنے مخصوص مشرق آ جاتا ہے اور اگر مشرق میں ہیں تو سامنے مخصوص مغرب آ جاتا ہے۔ جو الزکاۃ نہیں دے رہے یعنی الصلاۃ کو خامیوں و نقائص سے پاک کرنے کی خاطر مال نہیں دے رہے اور وہ مال جس پر حب کرتے ہیں اور اگر دیتے بھی ہیں تو وہ مال دیتے ہیں جسے خود اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتے، جو فضول و بے کار ہوتا ہے وہ دیتے ہیں اور الزکاۃ کے نام پر ڈھائی فیصد وغیرہ کا کھیل کھیل رہے ہیں، جو الصلاۃ و الزکاۃ کے نام پر جو بھی کر رہے ہیں تو ایسا کرنے سے ان پر کچھ بھی سختیاں نہیں آتیں، سخت سے سخت حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، اللہ کے دشمنوں کی طرف سے تکالیف و آزمائشوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، قناعت نہیں کرنا پڑتی تو ایسے نہ ہی جو عہد کیا اسے سچ کر رہے ہیں اور نہ ہی ایسے کبھی بھی فلاح پانے والے ہیں۔

آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور یہ آیت آپ کے سامنے ہے اب آپ سے ہی سوال ہے کہ آپ خود فیصلہ کریں کہ نماز کے نام پر خرافات ہی الصلاۃ ہے

البر ہے؟ یا پھر یہ خرافات ہیں اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور البر یعنی الصلاۃ اور الزکاۃ کا آج ہر کوئی کفر کر رہا ہے اور پھر اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ آیت کس کی تاریخ ہے؟ وہ کون ہے جس نے آ کر بالکل عین اسی طرح کھول کھول کر واضح کر دیا کہ یہ جو تم الصلاۃ کے نام پر نمازیں پڑھ رہے ہو جو تم اپنے چہروں کو زمین کے وسط مخصوص مقام کی طرف پھیر رہے ہو اللہ نے ایسا کرنے کا کبھی بھی حکم نہیں دیا اللہ نے اسے کبھی بھی البر نہیں کہا اسے کبھی بھی الصلاۃ اور الزکاۃ نہیں کہا بلکہ اس کے برعکس جسے الصلاۃ اور الزکاۃ کہا ہے اسے کھول کھول کر واضح کر دیا؟

وہ کون ہے جس نے اللہ کیا ہے کھول کھول کر واضح کر دیا؟ وہ کون ہے جس نے یوم الآخر کو کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اس وقت یہ جو دنیا ہے یہ یوم الاول ہے آج تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال سے یہ زمین یوم الآخر میں یعنی اگلے مرحلے میں جہنم میں بدل جائے گی اور یوم الآخر سے متعلق تمام تر حقائق کھول کھول کر واضح کر دیئے؟ کون ہے جس نے الملائکہ کو کھول کھول کر واضح کر دیا؟ کون ہے جس نے الکتاب کو بالکل واضح کر دیا؟ کون ہے جس نے آ کر کھول کھول کر نہ صرف یہ واضح کر دیا کہ اللہ نے النبیّن کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ صرف اور صرف وہی مومن و متقی تھے جو نمازیں پڑھنے کی بجائے رسول خاتم النبیین کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن کی اطاعت و اتباع کرتے رہے؟ یعنی کون ہے جس نے نہ صرف الصلاۃ بلکہ الزکاۃ سمیت حق کو کھول کھول کر واضح کر دیا؟

تو جواب بالکل واضح ہے جو آج آپ میں نہ صرف موجود ہے بلکہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اللہ نے اس قرآن میں تاریخ اتار دی تھی اور آج قرآن نے میری تصدیق کر دی اور آج ہر کوئی اس بات پر شاہد ہے کہ مجھے ہی تو کہا جا رہا ہے کہ یہ ہماری نمازوں کا منکر ہے، یہ ہمارے روزوں کا منکر ہے، یہ ہماری زکاۃ کا منکر ہے، یہ ہمارے حج کا منکر ہے یہ ہمارے پورے کے پورے دین کا منکر ہے، یہ ختم نبوت کا منکر ہے اور ان سب کے برعکس بالکل ایک نیا دین لایا ہے جس کے بارے میں نہ ہی ہم نے اس سے پہلے کبھی سنا اور نہ ہی ہمارے آباؤ اجداد نے۔

حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے نہ صرف الصلاۃ کے نام پر نماز نامی خرافات کو اللہ پر باندھا جانے والا بہتان عظیم آپ پر چاک کر کے رکھ دیا گیا بلکہ الصلاۃ کیا ہے حق کیا ہے ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کا چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکتی اور نہ ہی اسے غلط ثابت کر سکتی ہے۔

یہ ایسی آیت ہے جس میں بالکل دوٹوک ان کا نمازوں کے نام پر دجل چاک کر کے رکھ دیا گیا جس کی موجودگی میں نماز کو ہی الصلاۃ قرار دینے والوں کی بنیادیں ہی کالعدم ثابت ہو جاتی ہیں اب اس کے باوجود بھی کوئی کفر ہی کرتا ہے تو وہ علی الاعلان قرآن کا کفر کرے گا۔

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس آیت میں تو خود قرآن کا کہنا ہے اللہ کا کہنا ہے کہ اللہ نے کبھی بھی اسے البر یعنی جنت کی کنجی جو کہ الصلاۃ ہے نہیں کہا یہ جو تم لوگ اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کی طرف پھیر رہے ہو، اگر مغرب میں ہوتے ہو تو سامنے مخصوص مشرق آ جاتا ہے اور اگر اس مقام کے مشرق میں ہوتے ہو تو ایسے اپنے چہروں کو پھیر رہے ہو کہ سامنے مخصوص مغرب آ جاتا ہے اور سمجھ رہے ہو کہ یہ البر ہے یہ وہ عمل ہے جس کے کرنے سے ہی فلاح پاؤ گے اس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا اور جو اسے ترک کرے گا یا اس کا انکار کرے گا تو وہ کبھی بھی فلاح نہیں پائے گا۔

اللہ نے کبھی بھی تمہاری نمازوں کو البر نہیں کہا تمہاری نمازوں کو الصلاۃ نہیں کہا۔ آپ پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے تو خود غور کریں اور دیکھیں کہ پوری دنیا میں وہ کون سی قوم ہے جو نہ صرف قرآن کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتی ہے جو اللہ کے حکم الصلاۃ کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتی ہے بلکہ الصلاۃ جو کہ البر ہے کہ نام پر اپنے چہروں کو زمین کے وسط میں ایک مخصوص مقام کی طرف پھیر رہی ہے؟ تو کیا دنیا کی کوئی طاقت اس بات کو غلط ثابت کر سکتی ہے کہ یہ مسلمان قوم ہی ہے؟ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی اور ہر ایک پر واضح ہے کہ اس آیت میں خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی ہی بات کی جا رہی ہے ان کی الصلاۃ جو کہ البر ہے کے نام پر نماز نامی خرافات کی حقیقت کو کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اے مشرکین اللہ نے کبھی بھی تمہاری نمازوں کو البر نہیں کہا اللہ نے کبھی بھی اسے الصلاۃ نہیں کہا اور نہ ہی اللہ نے کبھی بھی تمہیں ایسا کرنے کا کوئی حکم دیا بلکہ یہ تم لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہو ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیوں میں ہو اور آج تمہارے پاس آخری موقع ہے اگر اب بھی تم نے کفر ہی کیا اللہ کے رسول سے کذب ہی کیا تو جان لو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہونے والا بلکہ تم سے پہلے بھی کذب کیا جا چکا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟

شعیب اور قوم شعیب کی مثل سے نہ صرف الصلاۃ کو کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ قوم محمد کے آخرین میں بعث کیے جانے والے اللہ کے رسول و خاتم النبیین احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ اتار دی گئی تھی جس نے آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کر دی، یاد دلا دیا کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ. وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ. بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ. قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ. ھود ۸۴ تا ۸۷

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور مدین کی طرف ان کا ایک بھائی شعیب۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس آیت اور ایسی ہی باقی آیات کے تراجم و تفاسیر کچھ یوں کیے جاتے ہیں کہ قوم مدین کی طرف ان کا بھائی شعیب ان کی طرف بھیجا جس سے ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قوم مدین مومن تھی یا پھر مشرک؟ اگر تو وہ لوگ مومن تھے تو پھر بلا شک وشبہ اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ہے کہ اس آیت میں یہ کہا جا رہا ہے قوم مدین کی طرف ان کا بھائی شعیب بھیجا لیکن اگر وہ مومن نہیں بلکہ مشرک تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے رسول کو جو کہ المومن ہوتا ہے اسے مشرکین کا بھائی کیوں کہے گا؟ مومن مشرک کا بھائی ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی اللہ نے اس آیت میں یا ایسی ہی باقی آیات میں ایسا کچھ کہا ہے بلکہ اللہ نے تو یہ کہا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور طرف جو مدین تھے ان کا بھائی ایک شعیب، آیت میں مدین کسی ایک کو نہیں کہا گیا بلکہ اَخَاھُمْ کے استعمال سے واضح کر دیا گیا کہ مدین ایک سے زائد تھے جو کہ مومن تھے اور ان کے ایک بھائی شعیب کو جن کی طرف بعث کیا گیا اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک سے زائد مدین کون تھے؟ تو اس سوال کا جواب اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر کھول کھول کر واضح کر دیا ہے کہ اللہ کسی بھی قوم میں دو رسول بھیجتا ہے ایک ان کے شروع میں جو کہ بشیر ہوتا ہے اور دوسرا ان کے آخرین میں جو کہ نذیر ہوتا ہے۔

اللہ رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا یہاں تک کہ حق کی رائی بھی نہیں ہوتی، نور کی ایک کرن تک بھی نہیں ہوتی یوں جب اللہ رسول بعث کرتا ہے تو رسول میں اسوہ حسنہ ہوتا ہے یعنی جب دنیا میں سو فیصد گمراہیاں ہوتی ہیں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا تو اللہ نے یہ قانون بنا دیا کہ اللہ ایسی صورت میں اپنا رسول بعث کرے گا کیونکہ اگر اللہ نے رسول بعث کر کے انسانوں پر حق کھول کھول کر واضح نہ کیا، انسانوں پر دنیا میں بھیجا جانے کا مقصد کھول کھول کر واضح نہ کیا تو کل کو جب ان سے حساب لیا جائے تو ان کے پاس عذر ہو گا کہ اے اللہ ایک تو تُو نے ہمیں خلق ہی انسان یعنی خود کو مکمل طور پر بھولا ہوا کیا اور دوسرا ہم پر کچھ بھی واضح نہیں کیا تو پھر آج حساب کتاب کس شئے کا؟ اگر تو ہمیں بھولا ہوا خلق نہ کرتا اور ہم سب کچھ علم ہونے کے باوجود جرائم کرتے فساد کرتے تو پھر بلا شک وشبہ تو حساب لینے اور بدلے میں سزا و جزا دینے کا حق دار تھا لیکن تُو نے ہمیں خلق ہی بھولا ہوا کیا اس لیے حساب کس بات کا اور اگر بھولا ہوا خلق کیا ہی تھا تو پھر کم از کم ایک بار ہم پر حق بالکل کھول کھول کر واضح کر دیتا اس کے باوجود اگر ہم فساد ہی کرتے جرائم

ہی کرتے تو پھر بلاشک وشبہ ہم پر حجت ہوتی ہمارے پاس کوئی عذر یا بہانہ نہ ہوتا اور تُو حساب لینے اور سزا و جزا دینے کا حق دار تھا لیکن جب تُو نے ایک تو خلق ہی بھولا ہوا کیا اور دوسرا حق بھی کھول کر واضح نہ کیا دنیا میں آنے کا مقصد کھول کر واضح نہ کیا تو پھر آج حساب کتاب اور سزا و جزا کس بات کی یوں انسانوں کی اللہ پر حجت ہوجاتی اور اسی عذر کو دور کرنے کے لیے انسانوں پر حجت کرنے کے لیے اللہ نے یہ قانون بنا دیا کہ وہ انسانوں پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کرنے کے لیے اپنا رسول بعث کرے گا جب کبھی بھی ضلالٍ مبینٍ میں ہوں گے۔

یوں انسان جب ضلالٍ مبینٍ میں چلے جاتے ہیں تو اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے جو حق کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے اور اپنے اعمال سے بھی گواہی دیتا ہے اللہ نے اپنے اس رسول میں اسوہ حسنہ رکھ دیا یعنی انسانوں پر واضح کر دیا کہ میں نے تم میں تمہی میں سے اپنا ایک بشر رسول کھڑا کیا جو جو کچھ بھی اس نے کیا اور جیسے جیسے اس نے کیا بالکل وہی اور ویسے ہی تم لوگوں نے کرنا ہے تو ہی تم لوگ فلاح پاؤ گے۔ جیسے اس نے انسانوں کی راہنمائی کی اگر کسی میں یہ صلاحیت موجود ہے کسی کو راہنمائی کرنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو اسے انسانوں کا بالکل ایسے ہی راہنما بننا ہے جیسے یہ ہمارا رسول راہنما بنا، جیسے ہمارے رسول نے انسانوں کی راہنمائی کی یعنی اللہ اپنے رسول کو خاتم یعنی فلٹر بنا دیتا ہے کہ اس کے بعد جب تک دوبارہ تم لوگ ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے جاتے کہ رسول بعث کرنے کا وقت آجائے تب تک جو بھی انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار آئے گا تو اس نے رسول خاتم کے خاتم یعنی فلٹر سے ہی نکل کر آنا ہے کیونکہ اسے خاتم النبیّن بنا دیا یعنی اس کے بعد آنے والے انسانوں کے راہنماؤں کا فلٹر۔

یوں امیّین کے شروع میں ایک رسول بعث کیا جاتا ہے جو کہ نہ صرف رسول خاتم النبیّن ہوتا ہے بلکہ بشیر ہوتا ہے بشیر کا معنی ہے کہ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دینا اور یہ بھی واضح کر دینا کہ اس وقت تم کیا کرو گے تو دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ گے اور کون سے اعمال ہیں جنہیں نہیں کرنا اگر انہیں کیا تو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے الساعت آجائے گی یعنی رسول بشیر جو کہ اولین میں بعث کیا جاتا ہے وہ نہ صرف حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے بلکہ وہ پہلے ہی واضح کر دیتا ہے کہ تم نے کون سے اعمال کرنے ہیں اور ان کا کل کو نتیجہ کیا سامنے آئے گا، اگر تم اعمال صالح کرتے رہو گے تو جب تک اعمال صالح کرو گے الصلاۃ قائم کرو گے تو تمہیں کسی بھی قسم کی کسی ہلاکت ونقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر اعمال صالح کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع میں مفسد اعمال کرو گے تو پھر تم آہستہ آہستہ فساد میں آگے بڑھتے بڑھتے اس قدر آگے بڑھ جاؤ گے کہ واپسی کا رستہ بند ہو جائے گا اور بالآخری عظیم عذاب کا شکار ہو جاؤ گے۔

یوں رسول بشیر جو کہ خاتم النبیّن ہوتا ہے تب تک کے لیے آنے والے نبیّن کا خاتم یعنی فلٹر ہوتا ہے جب تک کہ اگلا رسول بعث نہیں کر دیا جاتا جو کہ نہ صرف اس وقت بعث کیا جاتا ہے جب دوبارہ ضلالٍ مبینٍ میں جا چکے ہوتے ہیں بلکہ وہ رسول نذیر ہوتا ہے لوگوں نے وہی کیا جس سے بشیر رسول خاتم النبیّن نے منع کیا تھا تو نتیجتاً وہی ہوا جس سے اس رسول نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ عذاب عظیم سر پر آکھڑا ہوتا ہے یوں جب عذاب عظیم سر پر آکھڑا ہوتا ہے تو اللہ عذاب دینے سے عین قبل آخرین میں پھر اپنا رسول بعث کرتا ہے جو کہ نذیر ہوتا ہے جو کھول کھول کر اس عذاب سے متنبہ کرتا ہے جو بالکل سر پر آچکا ہوتا ہے اور جب لوگ کذب ہی کرتے ہیں تو عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں رسول اور اس کی دعوت کو دل سے ماننے والوں کو بچا لیا جاتا ہے یوں رسول نذیر اس وقت تک کے لیے خاتم النبیّن ہوتا ہے جب تک کہ اگلا رسول بعث نہیں کر دیا جاتا جو کہ تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں چلے جاتے ہیں یہی سلسلہ چلنا تھا یہاں تک کہ الساعت قائم ہو جائے۔

وَالٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا: مدین اللہ کا رسول بشیر تھا جو اس قوم کے اولین میں بعث کیا گیا تھا پھر جب تک کہ وہ لوگ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے گئے کہ پھر رسول بعث کیا جاتا تب تک اس دوران جتنے بھی نبیّن نے آنا تھا یعنی انسانوں کی راہنمائی کے دعویداروں نے آنا تھا ان کے لیے لازم تھا کہ وہ مدین کے فلٹر سے نکل کر آئیں یوں جو بھی نبی یعنی انسانوں کا راہنما ان لوگوں کا راہنما مدین کو اپنے لیے فلٹر تسلیم کرتے ہوئے اس سے نکلے گا تو وہ بھی وہی بن جائے گا جیسے فلٹر بنا دیا گیا یعنی وہ مدین فلٹر سے نکلنے کی وجہ سے مدین ہی بن جائے گا یوں مدین رسول اللہ و خاتم النبیّن کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر النبیّن آتے رہے جو کہ مدین ہی بنتے رہے اور پھر بالآخر جب ان کی قوم جن میں سے آتے رہے ضلالٍ مبینٍ میں چلے گئے تو پھر مدین رسول خاتم النبیین اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن جو کہ تمام کے تمام مدین ہی بنے ان کا ایک بھائی شعیب ان کی قوم کے آخرین میں ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا اور یہی اس آیت

میں کہا گیا وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاھُمۡ شُعَیۡبًا اور جو مدین تھے یعنی مدین رسول وخاتم النبیّن اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن جو کہ مدین ہی بنے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا بعث کیا جاتا رہا جب تک کہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے گئے اور جب وہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ میں چلے گئے اور مومنین موجود تھے یعنی حق کے طلب گار موجود تھے تو ان کے آخرین میں مدین اور اس کے خاتم سے نکل کر آنے والے النبیّن جو کہ مدین ہی بنے ان کے ایک بھائی شعیب رسول اللہ وخاتم النبیّن کو بھیجا گیا قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا شعیب کو جب ان کے آخرین میں بعث کیا گیا تو شعیب نے آ کر نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ کہا کہ اے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جن میں مَیں بعث کیا گیا ہوں کس کی عبادہ یعنی غلامی کر رہے ہو؟ یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تمہیں جو سننے دیکھنے سمجھنے اور اعمال کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں، تمہیں جو مال و اولاد دی گئی یا تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تو کس کے پیچھے ان سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو؟ ذرا غور تو کرو جس کے لیے یا جس کے بھی پیچھے اس کا استعمال کر رہے ہو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا تو کیا اسی نے تمہیں یہ سب دیا؟ تمہیں اسی نے وجود دیا؟ وہی تمہیں تمہاری تمام تر ضروریات خلق کر کے فراہم کر رہا ہے؟ تمہیں صحت اسی نے دی؟ تمہیں سننے دیکھنے اور جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت اسی نے دی جس کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا کیا اسی نے دیا جس کے پیچھے یا جس کی مان کر ان سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو؟ نہیں جس کے لیے یا جس کے پیچھے تم ان سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو اس نے تمہیں ان میں سے کچھ بھی نہیں دیا تو یہ سب تمہیں کس نے دیا؟ ذرا غور تو کرو جس نے تمہیں یہ سب دیا اسی کو حق حاصل ہے کہ اسی کے لیے اسی کے پیچھے ان سب کا استعمال کیا جائے اور جب تم غور کرو گے تو تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ فطرت ہی وہ ذات ہے جس نے نہ صرف تمہیں وجود دیا بلکہ تمہیں یہ تمام صلاحیتیں دیں یہ تھا اللہ، اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب کا سب دیا اس لیے اللہ کی عبادہ کرو یعنی اللہ کی غلامی کرو ان سب کا اللہ کے لیے اللہ کے پیچھے یعنی فطرت کے لیے استعمال کرو مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ نہیں ہے تمہیں یہ حق حاصل کہ تم یہ جو وجود ہے ایک ہی وجود یعنی فطرت اس کے علاوہ کسی کو بھی الٰہ بناؤ یعنی کسی کے لیے بھی یا کسی کے بھی پیچھے جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِکۡیَالَ اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یعنی جو کچھ بھی تم ترقی کے نام پر کر رہے ہو، جس طرح نباتات اگا رہے ہو جو کہ مصنوعی بیجوں کا استعمال کر رہے ہو، طرح طرح کے غیر فطرتی عناصر کا استعمال کر رہے ہو، کھادوں کا استعمال کر رہے ہو یعنی جو کچھ بھی تم غیر فطرتی کر رہے ہو جو کچھ بھی مصنوعی کر رہے ہو یہ تم ان اشیاء کے معیار کو خراب کر رہے ہو تمہارے اس طرح لوگوں کی ضروریات وجود میں لانے سے ان میں وہ عناصر نہیں آتے جو جسم کو درکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے تمہیں طرح طرح کی بیماریوں اور ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس لیے یہ اشیاء کا معیار خراب نہ کرو جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم اشیاء کا معیار خراب کر رہے ہو وَالۡمِیۡزَانَ اور المیز ان یعنی اللہ نے جو ہر سطح پر توازن وضع کیا ہوا ہے اس میں خسارہ کر رہے ہو آسمانوں وزمین اور ہر شئے میں وضع کردہ توازن کو بگاڑ رہے ہو اِنِّیۡۤ اَرٰىکُمۡ بِخَیۡرٍ اگر تم میری دعوت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ان مفسد اعمال سے باز آ جاتے ہو اور الصلاۃ قائم کرتے ہو یعنی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھتے ہو اور رہنے دیتے ہو تو اس میں کچھ شک نہیں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہوں گے تمہیں کسی بھی قسم کے کسی نقصان و تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تم الصلاۃ قائم نہیں کرتے اور وہی کرتے ہو جو تم ترقی کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد کر رہے ہو ہر شئے میں تباہیاں مچا رہے ہو میزان میں خسارہ ہی کرتے ہو تو وَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ مُّحِیۡطٍ تو اس میں کچھ شک نہیں مجھے خوف ہے تم پر جو تمہارے ان مفسد اعمال کے بھیانک رد اعمال جو کہ ایک لمبی مدت سے تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تم ان سے کبھی چھٹکارا نہیں پا سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے یہاں تک کہ تم پر عذاب آ جائے تم ہلاک کر دیئے جاؤ۔ وَیٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ اور اے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جن میں مَیں بعث کیا گیا ہوں جن کی طرف بھیجا گیا ہوں جو کہ میری ہی زبان بولنے والے ہو کیا پورا کر رہے ہو جو معیار تھا ہر شئے کا اور قائم کر رہے ہو المیز ان قسط کیساتھ؟ یعنی تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے آسمانوں و زمین میں ہر سطح پر میزان وضع کیا ہوا ہے اس نے جو کچھ بھی خلق کیا ہے ایک تو ہر لحاظ سے مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا ہے جیسا کہ خلق کیا جانا درکار تھا اور دوسرا نہ ہی رائی برابر بھی کچھ کم خلق کرتا ہے اور نہ ہی رائی برابر کچھ بھی زیادہ اس لیے ایک تو ہر شئے کا معیار پورا ہونے دو جس کے لیے لازم ہے اور ایک ہی صورت ہے معیار پورا ہونے کی کہ مکمل طور پر فطرت پر انحصار کیا جائے اور دوسرا آسمانوں وزمین میں اس میں سے استعمال کرو جس کے استعمال کی اجازت دی گئی اور پھر صرف استعمال ہی نہیں کرنا بلکہ وزن قائم کرنا ہے قسط کیساتھ، مثلاً اگر تمہیں لکڑی کی ضرورت ہے جس کے لیے تمہیں درخت کاٹنا پڑے گا تو ایسا نہیں کہ درخت

کاٹ کر لکڑی کو استعمال کر لو بلکہ اگر ایک درخت کاٹتے ہو تو وہاں قسط کے ساتھ یعنی آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے واپس اتنا ہی بڑا درخت لوٹانا ہے تا کہ میزان میں خسارہ نہ ہو میزان قائم رہے وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو جیسے کہ دودھ جس طرح پیدا کر رہے ہو جس طرح دودھ حاصل کر رہے ہو مصنوعی طریقوں سے، جانوروں کو ہارمونز اور طرح طرح کے کیمیکلز کھلا کر ان کے اجسام میں ڈال کر، جس طرح تم فصلیں اگا رہے ہو، پھل سبزیاں اگا رہے ہو کھادوں اور کیمیکلز سے، مصنوعی طریقوں سے، مصنوعی بیجوں سے، جو بھی لوگوں کی ضروریات زندگی ہیں ضروریات کی اشیاء ہیں جس طرح تم انہیں وجود میں لا رہے ہو یہ تم لوگوں کی اشیاء کا بیڑا غرق کر رہے ہو ان میں ان عناصر میں کمیاں کر رہے ہو جو عناصر جسم کی ضرورت ہوتے ہیں جب وہ عناصر اجسام کو نہیں ملتے تو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، بچے مفلوج پیدا ہوتے ہیں یوں لوگوں کو طرح طرح کی بیماریوں، مصیبتوں، تکالیف و ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں یہ تم زمین میں ہر طرف تباہیاں پھیلا رہے ہو، نسلوں کی نسلیں تباہ و برباد کر رہے ہو زمین میں ہر شئے کو تباہ و برباد کر رہے ہو اس لیے ایسا نہ کرو یہ سب کرنا چھوڑ دو، یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو جو کہ غیر فطرتی ہے اس میں سے کچھ بھی باقی بچنے والا نہیں ہے یہ سب کا سب فطرت کی ضد ہے فطرت اپنی ضد کو برداشت نہیں کرتی اس لیے نہ صرف تم دنیا و آخرت میں ہلاکت کا شکار ہو جاؤ گے بلکہ یہ سب جو کچھ بھی تم اس طرح اکٹھا کر رہے ہو بنا رہے ہو اس میں سے کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ باقی صرف اور صرف وہی رہے گا جو اللہ ہے یعنی فطرت خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ اسی میں ہے تمہارا کہ تم یہ سب کرنے سے باز آ جاؤ اگر تم واقعتاً مومنین ہو یعنی اللہ کی بات کو دل سے مان کر اس پر عمل کرنے والے ہو تو جان لو اللہ نے تمہیں یہ کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ نمازوں، روزوں اور حج وغیرہ کے نام پر جو کچھ بھی تم پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب کرنے کا حکم دیا ہے یہ ہے۔ یہ ہے الصلاۃ نہ کہ تمہاری نمازیں الصلاۃ ہیں وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر کہ تمہیں میں کسی بھی لحاظ سے محفوظ کر دوں بلکہ اگر تم میری بات مانو گے تو ہی ہر لحاظ سے محفوظ ہو جاؤ گے ورنہ جان لو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا ہی شکار ہو گے قَالُوْا يٰشُعَيْبُ آگے سے جواب دے رہے ہیں جس ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اے شعیب جو آج اس وقت بھیجا گیا ہے جو اللہ کا بھیجا ہوا ہونے کا دعویدار ہے یعنی اللہ کا رسول ہونے کا دعویدار ہے جو یہ سب حقائق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو کہہ رہا ہے کہ تمہاری نمازیں الصلاۃ نہیں بلکہ یہ جو تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ہر شئے کو صل کرنا ہے یعنی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہے اور رہنے دینا ہے یہ تھی الصلاۃ تو آگے سے اللہ کے بھیجے ہوئے کو جواب دے رہے ہیں اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ کیا ہے تیری صلاۃ یعنی تُو جسے صلاۃ کہہ رہا ہے وہ صلاۃ یہ ہے کہ تُو ہمیں جو کام کرنے کا کہہ رہا ہے کہ ہم ترک کر دیں اسے جو عبادت ہم کر رہے ہیں جسے ہم الصلاۃ کہہ رہے ہیں جسے ہم عبادت کہہ اور سمجھ کر کر رہے ہیں جو کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی کرتے رہے، ہم نے انہیں جس پر پایا ہم اسے ترک کر دیں؟ جسے تُو صلاۃ کہہ رہا ہے تُو ہمیں اسے ترک کرنے کا کہہ رہا ہے جو عبادت ہم کر رہے ہیں جو عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے رہے جسے وہ عبادت کہتے رہے جسے وہ الصلاۃ کہتے رہے؟ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اور جسے تُو صلاۃ کہہ رہا ہے تُو ہمیں یہ کرنے کا کہہ رہا ہے کہ ہم جو ہمارے اموال ہیں انہیں اپنے قوانین اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال میں نہ لائیں؟ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ اس میں کچھ شک نہیں تُو یہ کہہ رہا ہے کہ تیرے علاوہ آج تک کسی کو دین سمجھ آیا ہی نہیں کسی کو صلاۃ سمجھ آئی ہی نہیں صرف اور صرف ایک تُو اکیلا ہی ایسا ہے جس نے دین کو صلاۃ کو ہر لحاظ سے باریکیوں سے اور بہتر طریقے سے سمجھا ہے، نہیں ہم نہیں مانیں گے ہم اپنی صلاۃ یعنی نماز کو نہیں ترک کریں گے اور جسے تُو صلاۃ کہہ رہا ہے اسے ہم صلاۃ نہیں مانیں گے، ہم اس سے نہیں ہٹیں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا جس کو انہوں نے صلاۃ کہا وہی عبادت ہے ہم اسے ترک نہیں کریں گے ہم اپنے اموال کو اپنی مرضیوں و اپنے قوانین کے مطابق ہی استعمال میں لائیں گے۔

یہ سورۃ ھود کی آیات ہیں جن میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ شعیب نے کہا کہ ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہے یہ ہے صلاۃ لیکن حیران کن طور پر آگے سے جواب یہ آ رہا ہے کہ جسے تُو صلاۃ کہہ رہا ہے ہم اسے نہیں مانیں گے کیونکہ جسے تُو صلاۃ کہہ رہا ہے وہ یہ ہے کہ تُو ہمیں یہ کرنے کو کہہ رہا ہے کہ ہم جسے صلاۃ سمجھ کر رہے ہیں وہ صلاۃ نہیں جو تواتر کیساتھ ہمیں ہمارے آباؤ اجداد سے ملی جسے انہوں نے عبادہ کی جس کی انہوں نے عبادہ کی ہم تو اسی پر ہی قائم رہیں گے ہم تیری صلاۃ کو نہیں مانتے یعنی ان آیات میں بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کیا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ شعیب کہہ رہا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو جو لوگوں کے استعمال کی اشیاء ہیں ان میں پنگے نہ لو ان میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو ہر شئے کو فطرت پر ہی رہنے دو ورنہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ فساد کر رہے ہو اور آگے سے وہ لوگ بالکل واضح کہہ رہے ہیں کہ شعیب انہیں صلاۃ کی دعوت دے رہا ہے یہ شعیب کی صلاۃ ہے اور اس کے برعکس کہہ رہے ہیں کہ وہ اپنی صلاۃ کو ترک نہیں کریں گے جو کہ وہ اسے صلاۃ کہہ رہے ہیں جو انہیں ان کے آباؤ اجداد سے ملی اور وہ صلاۃ انہیں ان کے کسی کام میں کسی عمل میں مداخلت نہیں کرتی بلکہ بالکل آزاد چھوڑتی ہے کہ جو جی چاہے کرو اس کا صلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ یہ کہیں کہ ان آیات میں مدین اور ان کے بھائی شعیب اور جن میں شعیب کو بعث کیا گیا تھا ان کا ذکر ہو رہا ہے مثلاً اگر وَالٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا کا معنی کیا جاتا ہے اس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ جو مدین تھے ان کی قوم کی طرف ان کا ایک بھائی شعیب بھیجا تو پھر آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن میں اساطیر الاولین ہیں، مدین، ان کا بھائی شعیب اور ان کی قوم تو قرآن کے نزول سے پہلے ہی گزر چکے یعنی سلف ہو چکے جنہیں عربی میں الاولین کہا جائے یعنی وہ جو قرآن کے نزول سے پہلے تھے اب اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں الاولین کا ذکر کیا جا رہا ہے تو یہ بن جائیں گی اساطیر الاولین اور یوں اس بات کا بھی کفر ہو جائے گا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں جگہ جگہ یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ اللہ نے اس قرآن میں اساطیر الاولین نہیں اتاریں بلکہ اللہ نے الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ اتاری ہے اللہ نے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے الاولین کو جو قرآن کے نزول سے قبل تھے انہیں نہ صرف سلف یعنی گزرے ہوئے کر دیا بلکہ انہیں مثل کر دیا الآخرین کے لیے یعنی ان کے لیے جو قرآن کے نزول کے بعد والے ہیں جو قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران آنے والے ہیں۔

اس لیے قرآن میں جہاں جہاں بھی سلف کا ذکر ہے تو وہاں اصل میں سلف نہیں بلکہ ان کی مثل سے قرآن کے نزول کے بعد والوں کی تاریخ ہے قرآن کے نزول کے بعد والوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں مدین اور شعیب کا ہی ذکر کیا جا رہا ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہی اصل حقیقت ہے تو پھر آپ نہ صرف آیات کا کفر کر رہے ہیں کہ یہ آیات ہیں بلکہ آپ قرآن کے متشابہاً ہونے کا بھی کفر کر رہے ہیں۔

اللہ نے جو اتارا تھا وہ اساطیر الاولین نہیں بلکہ سلف کی مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ اتاری، اللہ نے جو اتارا وہ بیّن نہیں بلکہ متشابہاً ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت کا علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی قرآن کو کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔ اور اللہ قرآن کو بیّن کرتا ہے اللہ اپنی آیات کو بیّن یعنی کھول کھول کر واضح کرتا ہے جیسے کہ اس کا قانون ہے ایک تو اللہ العزیز الحکیم ہے وہ اپنا ہر کام اپنے وقت پر کرتا ہے نہ ہی وقت سے ایک لمحہ پہلے اور نہ ہی ایک لمحہ تاخیر کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر کے ذریعے اپنی آیات کو بیّن کرتا ہے یعنی کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے اپنی آیات کو کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔

وَالٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا یہ الاولین ہیں جنہیں سلف کر دیا گیا اور نہ صرف سلف یعنی گزرے ہوئے کر دیا بلکہ الآخرین کے لیے مثل کر دیا یوں الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے الآخرین کا ذکر کیا جا رہا ہے اب جب اس آیت کو بیّن کیا جائے تو یہ بات کی جا رہی ہے والی محمد اخاھم عیسیٰ اور محمد خاتم النبیّن اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن جو کہ محمد بنے انہیں جس قوم کی طرف بھیجا گیا جس قوم میں بعث کیا گیا ان کے آخرین میں جب وہ قوم وہ لوگ ضلالٍ مبینٍ میں چلے گئے تو ان کے بھائی عیسیٰ کو بعث کیا گیا اور آگے جو کچھ بھی کہا گیا وہ شعیب الاولین والے اور اس کی قوم کا ذکر نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس شعیب کی مثل جسے آج موجودہ قوم میں آنا تھا امیّن میں یعنی عیسیٰ، عیسیٰ کا ذکر ہے احمد عیسیٰ کی دعوت ہے اور آگے سے جو احمد عیسیٰ کو کہا جا رہا ہے ان کی طرف سے جن میں اسے بعث کیا گیا ان کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کی تاریخ آج سے چودہ صدیاں قبل اتار دی گئی تھی۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ان آیات کی صورت میں میری یعنی احمد عیسیٰ رسول اللہ و خاتم النبیّن کی تاریخ ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس بات کو غلط ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ ہر ایک کے سامنے ہے کہ وہ کون ہے جو قوم محمد کے آخرین میں بعث کیا گیا جس نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا، جس نے ہر وہ شئے کھول کر واضح کر دی جس جس میں بھی آپس میں اختلاف میں پڑے ہوئے تھے، جس نے کھول کھول کر واضح کر دیا

کہ الصلاۃ تمہاری یہ نماز نہیں ہے بلکہ الصلاۃ کا معنی ہے زمین کی تمام مخلوقات کو صل کرنا ہے یعنی ہر شئے کو اسکے اصل مقام پر رکھنا ہے یا رہنے دینا ہے، جو جو کچھ بھی تم کر رہے ہو فساد کر رہے ہو المیز ان میں خسارہ کر رہے ہو اور پھر آگے سے خود کو مسلمان کہلوانے والے مجھ پر فتوے لگا رہے ہیں مجھے گالیاں دے رہے ہیں میرے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں ان کا یہ یہی کہنا ہے کہ کیا تُو اکیلا ہے جسے حق سمجھ آ گیا جسے دین سمجھ آ گیا جسے عبادت سمجھ آ گئی جسے الصلاۃ سمجھ آ گئی باقی کسی کو بھی سمجھ نہ آیا۔ تُو جسے الصلاۃ کہہ رہا ہے وہ یہ ہے کہ تُو ہمیں کہہ رہا ہے ہم ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھیں ہم آسمانوں و زمین میں فساد کر رہے ہیں اسے ترک کر دیں، جو ہمارے اموال ہیں ہم انہیں اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال نہ کریں نہیں یہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ الصلاۃ وہی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا یعنی نماز ہم اسے ترک نہیں کریں گے تُو تو یہی کہہ رہا ہے کہ ہم اسے ترک کر دیں جسے ہم الصلاۃ کہہ رہے ہیں جسے ہمارے آباؤاجداد نے الصلاۃ کہا یعنی نماز کو۔

حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ اب دنیا کی کوئی بھی طاقت اپنی نمازوں کو یا جسے میں نے کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے علاوہ کسی کو بھی الصلاۃ ثابت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی الصلاۃ ہے۔ یوں ان آیات سے بھی آپ پر کھل کر واضح ہو چکا کہ الصلاۃ کیا ہے۔

پھر اس کے علاوہ دیکھیں آگے اس آیت میں جو کہا گیا

وَ یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شِقَاقِیۡۤ اَنۡ یُّصِیۡبَکُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ ہُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ. ھود ۸۹

آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ کس کی دعوت ہے؟ کیا یہ محمد کی تاریخ ہے محمد نے ایسا کہا تھا؟ نہیں بالکل نہیں کیونکہ اگر محمد نے ایسا کہا ہوتا تو محمد بشیر نہیں بلکہ نذیر ہوتا اور محمد کی موجودگی میں ان کے ساتھ بالکل وہی ہوتا ویسے اور ویسا ہی عذاب آتا جیسے اور جیسا عذاب ان قوموں پر آیا اور پھر جیسے رسولوں اور ان کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچا لیا گیا ایسے ہی محمد اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچا لیا جاتا اور باقیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا جو کہ نہیں ہوا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی صورت یہ نہ تو محمد نے کہا محمد کی دعوت تھی اور نہ ہی یہ آیات محمد کی تاریخ پر مبنی ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون ہے جس نے نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا انجام بھی بالکل انہیں قوموں کی طرح ہو گا جو قومیں اس سے پہلے ہلاک ہو چکیں جیسے کہ قوم نوح، قوم ھود اور قوم صالح اور جو قوم لوط اور جو ان کے بعد یعنی قوم شعیب اور آل فرعون کا انجام ہوا تھا۔

کیا آج آپ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود نہیں ہے جس نے نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ آپ کو کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے؟ اور پھر پورے کا پورا قرآن احمد عیسیٰ اللہ کے رسول کی یعنی میری تصدیق کر رہا ہے آج جو ہو رہا ہے جس طرح میں حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی میری، میرے کردار اور میری دعوت کی اور جو کچھ آج ہو رہا ہے اس کی تاریخ اتار دی گئی تھی اور قرآن کی ایسی تمام آیات نہ صرف میری تصدیق کر رہی ہیں بلکہ آپ کو آج کھول کھول کر یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا اللہ کو وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب دنیا کی کوئی بھی طاقت نہ تو نماز کو الصلاۃ ثابت کر سکتی ہے اور نہ ہی حق کا کفر کر سکتی ہے ہر کسی کو حق کو تسلیم کرنا پڑے گا ہر ایک گواہی دے گا لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اکثریت اپنے آباؤاجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کی مثل ہی گواہی دے گی جیسے قوم نوح نے خود گواہی دی کہ اے نوح تُو واقعتاً اللہ کا رسول ہے جیسے فرعون نے گواہی دی لیکن تب ماننا کوئی نفع نہیں دے گا کیونکہ تب ماننا مجبوری بن جائے گا تب کہا جائے گا کہ اب بھی انکار کرو اگر سچے تھے تو اپنی بات پر ڈٹے رہو لیکن تب ماننے کی رٹ لگائیں گے ماننے کی گواہی دینے کی ضد کریں گے جس کا ان میں سے کسی کو کوئی نفع نہیں ہو گا اس لیے آج آپ کے پاس وقت ہے کل کو آپ کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا۔

وَمِنَ الَّيلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. الاسراء ۷۹

’’ اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو)۔ (یہ شب خیزی) تمہاری لئے (سبب) زیادت ہے (ثواب اور نماز تہجد تم کو نفل) ہے قریب ہے کہ خدا تم کو مقام محمود میں داخل کرے۔ فتح محمد جالندھری

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ احمد رضا خان بریلوی

اور رات کو تہجد پڑھو، یہ تمہارے لیے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ‘‘

سورۃ الاسراء کی یہ وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر تہجد کے نام پر نماز اخذ کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اللہ نے قرآن میں نماز تہجد کا ذکر کیا ہے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس آیت سمیت پورے قرآن میں ایسی کوئی بات اللہ نے نہیں کی، کسی ایسی تہجد نامی نماز وغیرہ کو کوئی تصور تک بھی موجود نہیں لیکن شیاطین مجرمین چونکہ یہود ہیں یعنی یہ لوگ نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ۔ اب اگر کوئی ہے ہی ہدایت یافتہ تو پھر ظاہر ہے اگر کوئی ہدایت یافتہ کسی کی طرف جائے گا یا اس کی طرف کوئی آئے گا تو وہ خود کو تھوڑا ہی بدلے گا بلکہ اس کا تو دعویٰ ہے کہ میں تو ہوں ہی ہدایت یافتہ مجھے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اسے بدلنے کی ضرورت ہے جو میری طرف آ رہا ہے یا جس کی طرف میں جا رہا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ شیاطین مجرمین نے خود کو بدلنے کی بجائے قرآن کو ہی بدل ڈالا۔ ان لوگوں نے قرآن سے ہدایت لینے کی بجائے الٹا اپنے آباؤاجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات اور خرافات کو تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن متشابہاً ہے جس کا مطلب ہے کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ اسے کوئی بھی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ نے قرآن میں یہ بات واضح کر دی کہ قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔ اب جبکہ کہ قرآن متشابہاً ہے اللہ کے علاوہ اسے کوئی بھی کھول کر واضح نہیں کر سکتا تو پھر ان لوگوں نے کس طرح اس آیت سمیت قرآن کو بیّن کر لیا؟

اگر کوئی بھی شروع سے لیکر آخر تک قرآن کا ترجمہ و تفسیر وغیرہ کرتا ہے تو ایسا کرنے والا صرف اور صرف شیطان ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ایک تو قرآن متشابہاً ہے اور دوسرا قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور پھر قرآن کی کوئی بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا جس واقعے کی تاریخ پر مبنی وہ آیت یا آیات ہیں یوں قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جیسے جیسے واقعات رونما ہوتے جائیں گے بیّن ہوتا جائے گا یعنی کھل کر واضح ہوتا جائے گا اور پورا قرآن نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک ہی بیّن ہو گا۔ اب جب قرآن نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک بیّن ہو گا تو پھر ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کے تراجم و تفاسیر کر دیئے؟

بالکل ایسے ہی جس آیت سے شیاطین مجرمین نے اپنی تہجد کے نام پر خرافات کو ثابت کرنے کی کوشش کی پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت متشابہاً ہے اسے اللہ کے علاوہ کوئی بیّن کر ہی نہیں سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ العزیز الحکیم ہے یعنی اللہ اپنا ہر کام اس کے وقت پر کرتا ہے نہ ہی لمحہ بھر پہلے اور نہ ہی لمحہ بھر تاخیر کرتا ہے اس لیے یہ آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی یعنی کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہوتا جس واقعے کی یہ آیت تاریخ ہے اور تیسری بات یہ ہے

کہ اس آیت میں اللہ کے رسول سے خطاب کیا جا رہا ہے یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ پر مبنی ہے جیسا کہ اس سے پچھلی آیات بالکل کھول کر واضح کر دیتی ہیں کہ یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ ہے اور جب یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ ہے تو پھر جس رسول کی تاریخ ہے جب تک اس کی بعثت نہیں ہو جاتی تب تک اس آیت نے بیّن نہیں ہونا تھا جب اس آیت میں مخاطب صرف اور صرف اللہ کا رسول ہے تو پھر ان لوگوں نے اس آیت میں مخاطب غیر رسول کو کیسے لے لیا؟ اب آتے ہیں اس آیت سمیت اس کیساتھ باقی آیات کی طرف اور انہیں کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف ان کے تہجد نامی دجل کا پردہ چاک ہو جائے گا بلکہ یہ آیت آج اس وقت بعث کیے جانے والے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کرتی ہے یہ آیات احمد عیسیٰ رسول اللہ یعنی میری تاریخ پر مبنی ہیں یہ آیات آج یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا. اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا. وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. الاسراء ۷۷ تا ۷۹

سُنَّةَ سنت تھی یعنی یہی طریقہ تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس سنت یعنی طریقے کی بات کی جا رہی ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جب یہ آیات اللہ کے رسول کی تاریخ پر مبنی ہیں تو پھر جس رسول کی تاریخ پر مبنی یہ آیات ہیں جب تک اس کی بعثت نہیں ہو جاتی اور وہ خود کھول کر واضح نہیں کر دیتا کہ یہاں کس سنت کی بات ہو رہی ہے تب تک یہ آیات بیّن نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ اللہ اور اس کے اس رسول کے درمیان ہونے والی بات کی تاریخ ہے اس لیے جب تک وہ رسول بعث نہیں ہو جاتا تب تک اس کا بیّن ہونا یعنی کھل کر واضح ہونا ناممکن ہے اور جیسے ہی اللہ اپنا وہ رسول بعث کر دے گا تو اللہ کا رسول ان آیات کو بیّن کر دے گا یعنی اللہ اپنے اس رسول کی بعثت کے واقعے کے ذریعے ان آیات کو کھول کر واضح کر دے گا کہ یہ تھا وہ واقعہ یہ تھا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور آج جب اللہ نے اپنا رسول بعث کر دیا تو اللہ اپنے اسی رسول کے ذریعے ان آیات کو کھول کر واضح کر رہا ہے۔

آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ اللہ اپنا رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں یعنی نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی حق کی ایک رائی بھی نہیں ہوتی دنیا مکمل طور پر ظلمات میں یعنی گمراہیوں میں ڈوبی ہوتی ہے، جن میں رسول بعث کیا جانا ہوتا ہے وہ فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے ہیں ہر فرقہ خود کو اہل حق اور باقی سب کو باطل و گمراہ قرار دے رہا ہوتا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی ایک بھی حق پر نہیں ہوتا یہاں تک کہ حق ہوتا کیا ہے اس کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا اس کے باوجود ہر کوئی خود کو حق اور باقی سب کو باطل قرار دے رہا ہوتا ہے۔ لوگ رسول کا انتظار تو کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ نے رسول کی بعثت کا وعدہ کر رکھا ہے لیکن ہر کسی نے رسول کے حوالے سے اپنا اپنا نقشہ کھینچ رکھا ہوتا ہے ہر کسی کا دعویٰ ہوتا ہے کہ رسول انہی کے فرقے میں سے ہوگا انہی کی آ کر تصدیق کرے گا کہ یہی حق پر ہیں اور باقی سب باطل ہیں اس کے باوجود کہ اللہ نے قدر میں کیا ہوا ہے کہ اللہ اس وقت تک رسول بعث ہی نہیں کرے گا جب تک کہ لوگ ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے جاتے اب ظاہر ہے جب اللہ نے رسول کی بعثت ضلالٍ مبینٍ میں ہونے کے وقت طے کر دی تو پھر رسول کسی بھی فرقے سے کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ آ کر کسی کی بھی تصدیق کیسے کر سکتا ہے جب کہ اس وقت حق کا کوئی تصور تک بھی موجود نہیں ہوتا؟

بلکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ جب رسول آئے گا تو وہ کسی کی بھی تائید و تصدیق نہیں کرے گا وہ جو بھی بات کرے گا وہ ہر فرقے سے مختلف ہو گی ان کے متضاد ہو گی ہر کسی کے نزدیک وہ بالکل ایک نیا دین ہوگا ہر کوئی یہی کہے گا کہ یہ جو بات کر رہا ہے نہ تو اس سے پہلے ہم نے کہیں سے کسی سے بھی سنی اور نہ ہی ہمارے آباؤ اجداد نے ایسی بات سنی یہ تو ایک نیا دین لے آیا ہے۔ اس کے علاوہ رسول کی بعثت سے قبل چونکہ امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں تو ان لوگوں نے کسی بھی رسول و نبی کے آنے کا دروازہ بند کر رکھا ہوتا ہے کہ اب کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا اس لیے اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اس کی بات نہیں مانی جائے گی وہ کذاب ہی ہوگا اور جس رسول کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں اس کا بطور رسول انتظار نہیں کر رہے ہوتے بلکہ خود اپنی زبان سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کیونکہ ہم ذلیل و رسوا ہیں دنیا کی قومیں ہم پر مسلط ہیں اللہ اپنا ایک مسیحا بھیجے گا جو ہمیں اس ذلت و رسوائی سے نکال کر دوبارہ بلند مقام دلائے گا اور کہتے ہیں کہ وہ ہماری ہی طرح ایک عام شخص ہوگا لیکن وہ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر وہ اس بات کو تسلیم بھی کریں کہ رسول آئے گا تو ان لوگوں نے رسول کے بارے میں ایسے ایسے عقائد و نظریات گھڑ رکھے ہوتے ہیں جن کا حقیقت کیساتھ تعلق تو بعد کی بات ہے الٹا وہ حقیقت کی ضد ہوتے ہیں مثلاً جب

رسول آئے گا تو اس کے پاس معجزات ہوں گے، وہ الاموات کو الاحیا کرے گا اس کا مطلب یہ لیا جا رہا ہوتا ہے کہ جو وفات پا کر گڑھوں میں مدفون ہیں انہیں گڑھوں سے نکال کر جیتا جاگتا کر دے گا، اندھوں کو بینا کرنے کا مطلب لیتے ہیں کہ جن کی آنکھیں نہیں ہوتی انہیں چھومنتر کر کے آنکھیں لگائے گا ان کی بینائی واپس لائے گا، وہ جو کھاتے ہیں اور جو گھروں میں ذخیرہ کر رکھا ہوتا ہے اس کے بارے میں نبا دے گا سے مراد لیتے ہیں کہ بُوجھ لیا کرے گا کہ تم کیا کھا کر آئے ہو یا تم نے گھر میں کیا کچھ ذخیرہ کیا ہوا ہے اس کے علاوہ ان کے عقائد و نظریات ہوتے ہیں کہ رسول بہت سے معجزات کیساتھ آتے ہیں اس لیے جب رسول آئے گا تو اس کے پاس بہت سے معجزات ہوں گے۔

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ جب رسول کی بعثت سے قبل لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں یعنی ہر لحاظ سے مکمل طور پر سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوتے ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی تو ان کے تمام تر عقائد و نظریات یا ان میں سے کوئی بھی بات جو انہوں نے گھڑ رکھی ہوتی ہے وہ حق کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ حق ہو ہی نہیں سکتا اس کے علاوہ اللہ نے قرآن میں بھی بار بار یہ واضح کر دیا کہ رسول البیّنات کیساتھ آتے ہیں یعنی جب اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے تو وہ کوئی معجزات کیساتھ نہیں آتا بلکہ وہ آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر رکھ دیتا ہے وہ الاموات کو الاحیا کرتا ہے لیکن معجزات کیساتھ نہیں بلکہ البیّنات کیساتھ، وہ اندھوں کو بینا کرتے ہیں لیکن معجزات کیساتھ نہیں بلکہ البیّنات کیساتھ، وہ اس کے بارے میں نبا یعنی وہ علم دیتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں جو کھاتے ہیں اور جو گھروں میں رزق کے نام پر ذخیرہ کر رکھا ہوتا ہے لیکن معجزات کیساتھ نہیں اور وہ بُوجھتے نہیں بلکہ البیّنات کیساتھ نبا دیتے ہیں یعنی اس کے بارے میں وہ علم جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں وہ کھول کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ تم جو کھا رہے ہو تم سمجھ رہے ہو کہ یہ تمہارے لیے فائدے کی شئے ہے تم نے جو گھروں میں ذخیرہ کر رکھا ہے وہ تمہارا رزق ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یہ تم نے رزق کے نام پر بیماریاں و خبائث کو گھروں میں ذخیرہ کر رکھا ہے یہ جو رزق تم استعمال کر رہے ہو یہ سب کا سب خبائث ہیں یہ تمہارے لیے نقصان دہ ہے یہ تمہارا دشمن ہے یہ شیطان ہے۔

یوں جب رسول آتا ہے البیّنات کیساتھ یعنی آ کر حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور جو بھی بات کرتا ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے جو لوگوں کے پہلے سے عقائد و نظریات ہوتے ہیں یوں ایک تو وہ ان کے رسول سے منسوب کر کے گھڑے ہوئے معیار پر پورا نہیں اترتا اور دوسرا وہ جس کیساتھ آیا وہ ان کی خواہشات نہیں ہیں یعنی وہ جو بھی بات کرتا ہے وہ ان کی خواہشات کے ساتھ متصادم ہوتی ہے اس کی ہر بات ان کے آبا و اجداد سے منتقل ہونے والے دین پر کاری ضرب ہوتی ہے جو انہیں ناگوار گزرتا ہے، تیسرا وہ ان میں انہی سے ہوتا ہے انہی کی طرح پیدا ہوا، انہی کے درمیان پلا بڑا، انہی کی طرح کھاتا پیتا، انہی کی طرح اس کے بیوی بچے ہوتے ہیں، رشتے داریاں ہوتی ہیں تو ان کے لیے اسے اللہ کا رسول تسلیم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے یوں جب وہ ان کے پہلے سے طے کیے ہوئے معیارات پر پورا نہیں اترتا تو اکثریت اس کا کذب کرتی ہے اکثریت اس کی دشمن بن جاتی ہے، اکثریت اس کے خلاف محاذ کھولتی ہے، اس کو گالیاں دیتی ہے، اسے نقصان پہنچانے، اس کے ساتھ دشمنی کرنے میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتی اس کے علاوہ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو آتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہو، آپ کی دعوت حق ہے لیکن ان میں بھی ایک تعداد منافقین کی ہوتی ہے جو کسی بھی وقت اپنا کفر ظاہر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ بعض مقامات پر وہ چاہتے ہیں کہ جسے وہ اللہ کا رسول کہہ رہے ہیں وہ ان کے موقف کی تائید و تصدیق کرے اور جب انہیں مایوسی کا سامنا ہوتا ہے ان کی خواہش پوری نہیں ہوتی تو وہ اندر چھپا ہوا کفر ظاہر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یوں وہ رسول کے خلاف محاذ کھولتے ہیں اس کے دشمن بن جاتے ہیں اس کیساتھ دشمنی کرتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے جو کچھ بھی سیکھا اسی سے سیکھا وہ سب بھول جاتے ہیں اور صرف اور صرف اللہ کے رسول کیساتھ دشمنی کرتے ہیں اب ایک طرف اللہ کا رسول ہے جو ایک بشر ہوتا ہے ظاہر ہے اسے تمام تر بشری حاجات و تقاضے لاحق ہوتے ہیں وہ اپنے رات دن، اپنی نیند، اپنا چین سب کچھ قربان کر کے ان لوگوں پر احسان کر رہا ہوتا ہے وہ دنیا میں کسی کی بھی تہمت و ملامت کی پرواہ کیے بغیر پوری دنیا سے دشمنی مول لیتے ہوئے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوتا ہے وہ اپنے بیوی بچوں کو وقت دینے کی بجائے اپنی نیند پوری کرنے کی بجائے من پسند کھانے کھانے کی بجائے اتنی عظیم قربانیاں دیتے ہوئے ہر لحاظ سے کھول کھول کر ان پر واضح کرتا ہے ان پر احسان عظیم کرتا ہے تو آگے سے اس کیساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے تو اسے تکلیف ہوتی ہے اسے دکھ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ایک ہی ذات ہے جو اس کے دکھ درد کو سمجھ رہی ہوتی ہے اور وہ ہے اس کا ربّ اللہ یوں ایسی صورت میں اللہ اپنے رسول کو کہتا ہے سُنَّةَ سنت تھی یعنی یہی طریقہ تھا یہ جو جن حالات میں تجھے بھیجا ہے جن حالات و واقعات کا تجھے سامنا ہے، جو کچھ بھی تجھے برداشت کرنا پڑ رہا ہے

جو کچھ بھی منافقین کر رہے ہیں یا جس کا بھی سامنا تجھے کرنا پڑ رہا ہے تو یہ تجھا کیلئے کیساتھ نہیں ہو رہا مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا جو کچھ بھی تیرے ساتھ ہو رہا ہے جن حالات میں تجھے بھیجا گیا جن حالات وواقعات کا تجھے سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ سب کا سب تجھ سے پہلے بھی ہر رسول کیساتھ ہو چکا، تجھ سے پہلے بھی ہر رسول کیساتھ بھی یہی کیا گیا یہی ہوا، ہر رسول کو انہیں حالات وواقعات اور اسی ردعمل کا سامنا کرنا پڑا اور پھر ذرا غور کر جب ان کیساتھ بھی یہی سب ہوا جو تیرے ساتھ یہ لوگ کر رہے ہیں تو پھر ایسا کرنے والوں کیساتھ اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ تجھ سے پہلے جو بھی رسول بعث کیا گیا تو اس کا کذب کرنے والوں کیساتھ کیا ہوا؟ ان کا انجام کیا ہوا؟ جیسے تُو آج بالکل کمزور نظر آ رہا ہے کہ کسی کی نظروں میں تیری کوئی اہمیت وحیثیت نہیں بالکل ایسے ہی ان پر بھی وقت گزرا لیکن پھر کیا ہوا؟ تو جو کچھ بھی تب ہوا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا اور نہیں تو پار ہا ہماری سنت یعنی ہمارے طریقے کے لیے رائی برابر بھی کوئی ہیر پھیر یعنی جو تجھ سے پہلے ان قوموں کے آخرین میں رسول بھیجے گئے جنہوں نے آ کر کھول کھول کر متنبہ کیا اور جب وہ متنبہ نہ ہوئے وہ اپنی روش پر ڈٹے رہے تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ بالکل وہی انجام ان کا ہوگا تُو اللہ کے طریقے میں ایک رائی برابر بھی ہیر پھیر نہیں پار ہا بالکل وہی ہو رہا ہے اور وہی ہوگا اگر آج یہ تجھے قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا تجھ سے پہلے ہر رسول کو قتل کرنے کی کوشش نہ کی گئی؟ لیکن کیا کامیاب ہو گئے؟ نہیں نا تو پھر کیا آج اللہ کی سنت بدل جائے گی؟ یا آج اللہ عاجز آ جائے گا؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ انہیں کرنے دے جو یہ کرتے ہیں پھر دیکھ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ا ان کو کرنے دے جو یہ کرتے ہیں تجھے کیا کرنا ہے؟ قِمِ قائم ہونا ہے قائم کرنا ہے الصَّلٰوةَ الصلاۃ تھی جسے تُو نے قائم کرنا ہے اور کیسے قائم کرنا ہے یعنی تُو نے کیسے الصلاۃ کو قائم کرنا ہے آگے اسی کی راہنمائی کردی لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ تُو نے الصلاۃ کیسے قائم کرنی ہے اس کے لیے تیری راہنمائی کر رہا ہے سورج جو نظر آ رہا ہے کہ وہ طلوع ہوتا ہے اوپر چڑھتا ہے آگے بڑھتا ہے ڈھلتا ہے یہاں تک کہ غروب ہو جاتا ہے یعنی یہ جو تُو سورج کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ وہ رات کی طرف جا رہا ہے تو کیا حقیقت یہی ہے؟ کیا یہی حقیقت ہے جو سامنے آنکھوں سے نظر آ رہا ہے کہ سورج طلوع ہوتا ہے، اوپر چڑھتا ہے، آگے بڑھتا ہے، ڈھلتا ہے، ڈوب جاتا ہے، رات بھر غائب رہتا ہے، کبھی بالکل غائب ہو جاتا ہے، کبھی بالکل ٹھنڈا ہوتا ہے، کبھی اس کی حرارت میں شدت آ جاتی ہے، کبھی اس کی روشنی کم اور کبھی زیادہ کیا یہی حقیقت ہے کیا سورج ایسے ہی کرتا ہے یا پھر حقیقت یہ نہیں بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ سورج نہ تو نکلتا ہے، نہ اوپر چڑھتا ہے، نہ آگے کو بڑھتا ہے، نہ نیچے ڈھلتا ہے، نہ ڈوبتا ہے، نہ رات بھر غائب رہتا ہے، نہ ٹھنڈا یا زیادہ گرم ہوتا ہے، نہ اپنی روشنی کو کم یا زیادہ کرتا ہے بلکہ سورج کو جو ذمہ داری دی گئی اور جو اس کا مقام اس پر واضح کر دیا گیا وہ اپنے مقام پر ڈٹا ہوا ہے وہ اپنی ذمہ داری پر فوکس کیے ہوئے ہے دوسری مخلوقات ہیں جو اس کے سامنے آتی ہیں وہ ڈٹا رہتا ہے بالآخر اسے پسپا ہونا پڑتا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے، اگر وہ کبھی ٹھنڈا، کبھی گرم، کبھی روشنی کم تو کبھی زیادہ ہوتی نظر آتی ہے تو سورج ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ تو اپنی ذمہ داری پر فوکس کرتے ہوئے اس پر ڈٹا ہوا ہے اگر کوئی اس کے سامنے آتا ہے اس کے مقصد میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کے پیچھے نہیں پڑتا نہ ہی سورج اس کے خلاف اپنی کوئی منصوبہ بندی کرتا ہے بلکہ سورج صرف اور صرف اپنی ذمہ داری پر فوکس کرتے ہوئے اس پر ڈٹا ہوا ہے اور جو بھی اس کے مقصد میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے بالآخر اسے ہی پسپا ہونا پڑتا ہے تُو دیکھتا ہے کہ زمین کا ایک حصہ سورج کے سامنے آ جاتا ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ سورج غائب ہو گیا لیکن سورج غائب نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی ذمہ داری پر ڈٹا ہوا ہے بالآخر زمین کو اس کے آگے سے پسپا ہونا پڑتا ہے، بادل سامنے آتے ہیں تو بالآخر بادلوں کو اس کے سامنے سے پسپا ہونا پڑتا ہے تو جیسے سورج اپنی ذمہ داری پر ڈٹا ہوا ہے جو بھی اس کے سامنے آتا ہے اس کے مقصد میں رکاوٹ بنتا ہے تو بالآخر اسے ہی پسپا ہونا پڑتا ہے بالکل ایسے ہی تُو نے جو الصلاۃ قائم کرنی ہے اس کے لیے سورج کی مانند ڈٹ جا، کوئی بھی تیرے ساتھ دشمنی کرتا ہے، کوئی بھی تیرے خلاف محاذ کھولتا ہے، کوئی بھی تیرے خلاف منصوبہ بندیاں کرتا ہے، کوئی بھی تجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، کوئی بھی تجھے گالیاں دیتا ہے، برا بھلا کہتا ہے یا کچھ بھی کیوں نہیں کرتا تو اپنی توجہ ان کی طرف مت کرنا بلکہ انہیں ہر ایک کو ان کے حال پر چھوڑ دے انہیں کرنے دے جو وہ کرتے ہیں تو صرف اور صرف اپنے مقصد پر فوکس رکھ یہ سب تو اللہ کی منصوبہ بندی ہے یہ جو بھی تیرے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں جو بھی تیرا کفر کر رہے ہیں یہ سب کے سب تو اللہ کی منصوبہ بندی کا شکار ہیں ان سب کو نہ صرف پسپا ہونا پڑے گا بلکہ دنیا و آخرت میں ذلت ورسوائی اور عذاب عظیم کا ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. قُرْاٰنَ جملہ ہے جو تین الفاظ ''قر، ا، ن'' کا مجموعہ ہے قر کے معنی ہیں کچھ سامنے ہونا جسے سن اور دیکھ کر سمجھا جائے جسے آسان الفاظ میں پڑھنا کہتے ہیں یعنی آپ کی نظریں کسی شئے پر ٹکراتی ہیں تو نتیجتاً آپ اسے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کیا ہے اسے قر کہتے ہیں اور درمیان میں الف آئے تو کل

کا کُل بنا دیتا ہے اور آگے آخری لفظ ''ن'' ہے جس کے معنی ہم یعنی اللہ ہے یوں قرآن کا معنی بنتا ہے اللہ کو قر کرنا اور اللہ جو کہ کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اللہ کیا ہے جو کچھ بھی ہر طرف نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو جب اسی وجود کو سنا اور دیکھا تو اسے سمجھا جاتا ہے جب اسے مکمل طور پر سنا دیکھا اور سمجھا جائے تو یہ قرآن کہلاتا ہے اور فجر کے معنی پیچھے بھی واضح کیے جا چکے ہیں۔

اَلۡفَجۡرِ: جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''ال، ف، جر'' کا مجموعہ ہے۔ کسی بھی جملے کے شروع میں ''ال'' کا استعمال اسے مخصوص کر دیتا ہے یعنی عام کی نہیں بلکہ خاص کی بات کی جا رہی ہے اور اگلا لفظ ہے ''ف'' جس کے معنی ہیں پس یعنی جس کام کے بارے میں کہا جا رہا ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ہو کر رہے گا اسے دنیا کی کوئی طاقت ہونے سے نہیں روک سکتی، ایسے ہی اگر ''ف'' کیساتھ کوئی حکم دیا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ جو کہا جا رہا ہے وہ کرنا ہی کرنا ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ پھر اگلا لفظ ہے ''جر'' جس کے معنی ہیں بہنا، آگے کو نکلنا، آگے کو بڑھنا وغیرہ۔

فجر کے معنی ہیں پس آگے ہی بڑھنا یعنی جو شئے نکل رہی ہے آگے بڑھ رہی ہے خواہ اس کے سامنے کوئی بھی رکاوٹ ہو وہ اسے نکلنے سے آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی وہ اس رکاوٹ کو توڑ کر، اسے پھاڑ کر بھی آگے بڑھ جائے گی۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ جب بیج پھٹتا ہے اور اس میں سے پودا نکلتا ہے تو بیج کو پھاڑ کر پودے کے نکلنے کے مرحلے کو فجر کہتے ہیں، ایسے ہی مثال کے طور پر پانی کا پائپ ہو اگر اسے آگے سے بند کر دیا جائے اور پیچھے سے پانی آ تا رہے تو پانی اپنے آگے رکاوٹ کو پھاڑتے ہوئے اس میں سے برآمد ہو گا اس میں سے نکل پڑے گا اس مرحلے کو فجر کہتے ہیں، ایسے ہی اگر کسی کو کسی کام سے کسی عمل سے روکا جائے اس کے آگے رکاوٹ کر دی جائے اور وہ اس رکاوٹ کو توڑتے ہوئے پھاڑتے ہوئے آگے کو نکلے یعنی وہی کام کرے تو اس مرحلے کو فجر اور ایسا کرنے والا فاجر کہلائے گا۔ آپ ایسی ہی بہت سی مثالوں سے فجر کو سمجھ سکتے ہیں کہیں بھی کوئی شئے اپنے سامنے اپنے آگے رکاوٹ کو زبردستی ہٹاتے ہوئے آگے کو بہے، بڑھے یا نکلے اسے فجر کہتے ہیں۔

بالکل ایسے ہی رات کے آخری پہر جب سفیدی سیاہی کو پھاڑتے ہوئے نکل رہی ہوتی ہے تو اس مرحلے کو فجر کہتے ہیں، جب دنیا ظلمات میں ڈوب چکی ہوتی ہے ہر طرف ظلمات ہوتی ہیں جسے لیل کہا جاتا ہے نور یعنی حق ڈٹا رہتا ہے جس کی وجہ سے بالآخر ظلمات کو لیل کو حق کے آگے سے پسپا ہونا پڑتا ہے تو جس دوران حق یعنی نور ظلمات کو پھاڑ کر انہیں زبردستی توڑتے ہوتے برآمد ہوتا ہے نور نمودار ہو رہا ہوتا ہے اسے فجر کہتے ہیں۔

اور الفجر کہتے ہیں جتنی بھی فجر ہیں ان میں مخصوص فجر کو، جب ہر فجر کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے یا بات کا پس منظر واضح کر دیتا ہے کہ یہاں کس یعنی مخصوص فجر کی بات کی جا رہی ہے۔ اس آیت میں الفجر کا پس منظر واضح کرتا ہے کہ یہاں جب دنیا ظلمات میں ڈوب چکی ہوتی ہے ہر طرف جہالت کا راج ہوتا ہے اور بالآخر نور ہدایت ان ظلمات کو پھاڑ کر نکل رہا ہوتا ہے اس فجر کی بات کی جا رہی ہے الفجر یعنی مخصوص فجر۔

وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ اللہ اپنے رسول کو یاد دلا رہا ہے کہ ذرا غور کرو تمہیں کب بھیجا گیا؟ جب ضلالٍ مبینٍ تھیں تم ہماری طرف سے وہ نور ہو جو ان ضلالٍ مبینٍ یعنی ظلمات کو پھاڑ کر نکلنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور کیا تم حالات و واقعات کو قر انہیں کر رہے انہیں سمجھ نہیں رہے کہ ظلمات کو پھاڑ کر نکلنے کا وقت آ چکا ہے؟ یعنی غم نہ کرو انہیں جو کرتے ہیں کرنے دو انہیں دشمنیاں کرنے دو، جس حد تک جاتے ہیں جانے دو، جو حق کھل کر واضح ہو جانے کے باوجود بھی اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کر رہے تو جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا جا چکا ہے یہ اب تو نور کا ظلمات کو پھاڑ کر نکلنے کا وقت آ چکا ہے جس کے بعد ہر طرف اجالا ہو جائے گا یعنی تمہاری صورت میں ہمارا بھیجا ہوا نور ہر طرف پھیل جائے گا **اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا** اس میں کچھ شک نہیں قرآن الفجر تو قانون میں مشھود ہو چکا کہ جب تک دوبارہ دنیا ظلمات میں نہیں چلی جاتی تب تک تمہارا قرآن الفجر شاہد بن جائے گا یعنی اپنی چھاپ چھوڑ جائے گا اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً اگر کوئی پروجیکٹ شروع کیا جاتا ہے جو کہ ایک لمبے عرصے پر محیط ہو تو اس دوران بہت سے لوگ آتے ہیں جاتے ہیں ایک سے بڑھ کر ایک محنت کرتے ہیں لیکن جب وہ کام بالکل مکمل ہونے والا ہوتا ہے تو جو سب سے آخر میں جب کام مکمل ہو کر سامنے آنے والا ہوتا ہے کام کرتے ہیں گویا کہ سارا کریڈٹ انہیں مل جاتا ہے ان کی محنت ان کا کام ایک لمبے عرصے تک اپنی چھاپ یعنی اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک جنگ ہوتی ہے تو اس جنگ کے پس پردہ بہت سے محرکات ہوتے ہیں ایک لمبی مدت ہوتی ہے لیکن جب جنگ شروع ہوتی ہے تو ان محرکات کے آخر پر جنگ شروع کرنے والے کی چھاپ رہ جاتی ہے ایسے ہی جنگ کے دوران بہت سے لوگوں کی طرف سے جنگ بندی یا امن کی کوششیں کی جاتی ہیں لیکن بالآخر سارا کریڈٹ وہ لے جاتا ہے چھاپ اس کی

رہ جاتی ہے جس کی قیادت میں جنگ بندی کا اعلان کیا جاتا ہے یہ جو جب کام مکمل ہونے والا ہوتا ہے کام مکمل ہوتا ہے سب سے آخری مرحلہ ہوتا ہے جو بھی اس مرحلے کو پورا کرتا ہے اس کی چھاپ رہ جاتی ہے اس کا نام رہ جاتا ہے اس کا نام تاریخ میں امر ہو جاتا ہے اسے کہتے ہیں اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا اس میں کچھ شک نہیں کہ اب بالکل آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے اللہ کا نور جو تیری صورت میں آیا ہے ظلمات کو پھاڑ کر نکلنے کا وقت آ چکا ہے اور یہ وقت ایسا ہے کہ اس کے بارے میں قدر میں چھاپ چھوڑنا کر دیا اور یہ اللہ کے قانون میں قدر میں ہو چکا بس تھوڑے سے وقت کی دیر ہے جسے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے آج انہیں دشمنی کر لینے دے جو کوئی جو کچھ بھی کرتا ہے کر لینے دے وَمِنَ الَّيۡلِ اور لیل سے یعنی لیل تو تب شروع ہو جاتی ہے جب ظلمات چھانا شروع ہو جاتی ہے اور جب الفجر کا وقت آ جاتا ہے تو لیل تو ساری گزر چکی ہوتی ہے پیچھے لیل سے انتہائی تھوڑا سا حصہ رہ چکا ہوتا ہے کہ جب نور آ گیا تو اب ظلمات کو پسپا ہونا ہی پڑے گا اب نور بڑھے گا ہی بڑھے گا یہاں تک کہ پوری دنیا میں پھیل جائے گا تو کہا گیا کہ لیل سے جو تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے فَتَهَجَّدۡ جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ف، ت، ہ، جد'' کا مجموعہ ہے ف کا معنی ہے پس یعنی جو کہا جا رہا ہے کرنا ہی کرنا ہے آگے ''ت'' اس کا اظہار کر رہی ہے جو کرنا ہے آگے ''ہ'' اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس کا آگے ذکر ہے ''جد'' جس کا معنی ہے پانا یوں فَتَهَجَّدۡ کے معنی بنتے ہیں کہ پس جو تُو نے پایا بِهٖ نَافِلَةً اس کیساتھ یعنی جو ذمہ داری تیری ہے اس کیساتھ اگر مزید کوئی ذمہ داری تُو پاتا ہے کہ کسی دوسرے کی ذمہ داری ہے وہ نہیں کر رہا تو تُو پاتا ہے جو کہ تیری ذمہ داری میں شامل نہیں وہ اس کیساتھ نافلہ یعنی اضافی ہے لَّكَ تجھ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ تُو اسے کرے یا نہ کرے عَسٰۤى اَنۡ لیکن اگر اس کے باوجود تُو اس کو بھی پورا کرتا ہے یعنی وہ کام جو تُو پا رہا ہے کہ یہ بھی کیا جانا ہے لیکن جسے کرنا چاہیے وہ نہیں کر رہا حالانکہ تیری ذمہ داری میں وہ شامل نہیں اس کے باوجود اگر تُو اسے بھی کرتا ہے جو کہ تیری ذمہ داری میں شامل نہیں بلکہ زائد ہے تو پھر اس کا بدلہ کیا ہے آگے اس کا بھی ذکر کر دیا يَّبۡعَثَكَ تُو گویا کہ خود ہی اپنے آپ کو بعث کر رہا ہے یعنی درجات میں بلند کیا ایک مقام سے اٹھا کر اس سے اوپر والے مقام پر لے گیا رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ربّ ہے تیرا جس نے تجھے یہ موقع دیا پیچھے سے پیچھے یعنی درجات میں بلند سے بلند جو مقام ہے جو ہے ہی ہر لحاظ سے حمد والا مقام جیسے کہ جسم میں سب سے اوپر دماغ ہوتا ہے جس کا سارا وجود ہوتا ہے جس کے لیے ہوتا ہے بالکل ایسے ہی اگر تُو وہ بھی کرتا ہے جو تُو پاتا ہے لیکن تیری ذمہ داری میں شامل نہیں تو تُو درجات میں اس قدر بلند ہو گیا کہ اس سے اوپر درجہ ہی نہیں یعنی اللہ کے وجود میں دماغ بن گیا کہ آخرۃ میں پورا وجود ہی تیرا ہے۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر اگر کوئی عمارت تعمیر ہو رہی ہے وہاں ہر کوئی اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہا ہے اگر کوئی اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہر کوئی اسے نظر انداز کر دیتا ہے، اگر کوئی نقصان بھی کرتا ہے تو ہر کوئی اسے نظر انداز کر دیتا ہے سوائے ایک شخص کے وہ شخص ایسا ہے ایک تو اس کی جو اپنی ذمہ داری ہے وہ ہے وہاں جو جو کچھ چاہیے وہ فراہم کرنا لیکن وہ دیکھتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر رہا یا پھر کوئی کام کرنے والا ہے اور کوئی اسے کر نہیں رہا تو وہ اس کام کو بھی خود کرتا ہے اسے فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ کہیں کچھ غلط تو نہیں ہو رہا کہیں سے بھی نقصان کا اندیشہ تو نہیں جہاں سے بھی اندیشہ ہو تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ اس کی ذمہ داری ہے یا کسی اور کی ہے بلکہ وہ فوری اس کام کو کرتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ایک ہی شخص ہو سکتا ہے اور وہ ہے مالک، مالک ہی ہو سکتا ہے جسے فکر ہوتی ہے جو صرف اپنی ذمہ داری کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کے علاوہ بھی اگر اسے کہیں کوئی خامی یا لاپرواہی نظر آتی ہے تو اسے دور کرتا ہے اگر کوئی اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو وہ خود آگے بڑھ کر وہ کام کرتا ہے بالکل ایسے ہی اگر کوئی دنیا میں درجات میں بلند ہوتا ہوتا سات میں سے ساتواں درجہ حاصل کر لیتا ہے لیکن ساتواں درجہ بھی مزید درجات میں تقسیم ہے اس میں آنکھیں ہیں، کان ہیں، زبان ہے ایسے ہی سب سے اوپر دماغ ہے اب اگر کوئی زبان والا درجہ پا لیتا ہے اور اسے اس کے ساتھ دماغ کا درجہ جو کہ سب سے اوپر ہے حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے تو کیا وہ ضائع کرے گا؟ نہیں بالکل نہیں۔ اصل مقصد ہی یہی ہے اللہ کا ذکر کرنا جو کہ اپنا ہی وجود ہے اپنی ہی ذات ہے جب نیچے پاؤں سے درجات میں بلند ہونے کا سفر شروع کیا اور بلند ہوتے ہوتے ساتویں درجے پر زبان کا درجہ پا لیا تو وہیں کیوں بریک لگائی جائے بلکہ اگر اس سے بھی اوپر جانے کا موقع ملتا ہے تو اسے ضائع نہیں کیا جائے گا اور یہی اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کو کہہ رہا ہے کہ تیری ذمہ داری ہے حق کھول کھول کر واضح کرنا یعنی اس وقت تُو زبان ہے اگر اس کیساتھ تو اضافی ذمہ داری بھی پاتا ہے اور اب تجھ پر ہے کہ تُو اسے بھی پورا کرتا ہے یا نہیں اگر نہیں کرتا تو تُو زبان کے درجے تک ہی رہے گا اور اگر جو اضافی ہے اسے بھی کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ کام تو دماغ کا ہے مالک کا ہے یوں تُو مقام محمود یعنی سب سے بلند مقام دماغ کو پا لے گا۔

اب ان آیات سے ایک تو شیاطین مجرمین کے تہجد نامی بت کو پاش پاش کر دیا گیا، اس دجل کو چاک کر کے رکھ دیا گیا اور الصلاۃ کیا ہے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور دوسرا ان آیات نے آج آپ کو یاد دلا دیا کہ یہی اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور یوں ان آیات کی صورت میں قرآن نے میری تصدیق کر دی جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے کہ ہاں یہی ہے اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرین میں جس کی بعثت کا وعدہ کیا گیا تھا اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی۔ آج اس وقت ان آیات کا بیّن ہونا ہے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ ان آیات کو بیّن کرنے والا یعنی کھول کھول کر واضح کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ خود اللہ ہے یہ جو آپ کے سامنے موجود ہے جو آپ ہی کی طرح کا بشر ہے یہ اللہ کا رسول ہے۔

اس کے علاوہ یہ وہ آیات ہیں جن سے صبح فجر کے وقت قرآن پڑھنے جسے تلاوت قرآن کا نام دیا جاتا ہے کو اخذ کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس گمراہی کی حقیقت بھی کھل کر واضح ہو گئی اور تہجد کے نام پر پھیلایا ہوا دجل چاک کر کے رکھ دیا گیا۔ اس آیت میں مخاطب صرف اور صرف اللہ کا رسول ہے اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے کہ ایک تو تیرے اوپر جو ذمہ داری ہے وہ ہے اب اگر اس کیساتھ ساتھ تُو اضافی ذمہ داری پاتا ہے اور اگر اسے پورا کرتا ہے تو تُو مقاماً محموداً پالے گا نہ کہ اس آیت میں یا ان آیات میں کسی تہجد نامی گمراہی و دجل وفریب کا ذکر ہے۔

رکوع وسجود کے نام پر نماز نامی دجل کی حقیقت

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. البقرۃ ۴۳

یہ وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر نماز کو جماعت کیساتھ پڑھنے کا حکم اخذ کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ نے کہا کہ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کیساتھ اور پھر رکوع سے مراد لیتے ہیں جو نماز کے دوران یہ اپنے جسم کو جھکا لیتے ہیں جس سے ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں رکوع کرو رکوع کرنے والوں کیساتھ سے مراد ہے کہ باجماعت نماز پڑھو حالانکہ اگر رکوع کرو رکوع کرنے والوں کیساتھ کا مطلب یہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھو تو پھر اسی آیت کے شروع میں جو اقیمو الصلاۃ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یہ لوگ کیا مراد لیں گے؟ بہر حال حقیقت کیا ہے حق ہر لحاظ سے کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔

بالفرض اگر ایک لمحے کے لیے یہ بات مان لی جائے کہ اللہ حکم دے رہا ہے کہ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کیساتھ اس کا مطلب ہے نماز باجماعت پڑھو تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بنی اسرائیل بھی یہی نماز اور پھر باقاعدہ باجماعت نماز پڑھتے تھے؟ اور پھر اسی وجہ سے مریم کو بھی یہی حکم دیا گیا؟ جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. آل عمران ۴۳

اس آیت میں آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ مریم کو بھی وہی کہا گیا ہے جو سورۃ البقرۃ کی آیت میں کہا گیا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس وقت بنی اسرائیل الصلاۃ قائم کر رہے تھے اور ان کی الصلاۃ بھی یہی نماز تھی جو وہ ایسے ہی باجماعت نماز پڑھتے تھے اور مریم کو کہا گیا کہ اے مریم تُو گھر میں نماز پڑھنے کی بجائے پوجا خانے جا کر جماعت کیساتھ نماز پڑھا کر؟ اگر ایسا نہیں ہے یعنی اگر بنی اسرائیل نماز نہیں پڑھتے تھے، ان کے ایسے ہی پوجا خانے نہیں تھے جیسے کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے مساجد کے نام پر پوجا خانے ہیں اور نہ ہی مریم کو یہ کہا گیا کہ اے مریم تُو مردوں کیساتھ جا کر باجماعت نماز پڑھا کر تو پھر سورۃ البقرۃ

کی آیت میں ان لوگوں نے نماز باجماعت کیسے اخذ کر لی؟

پھر اس کے علاوہ اس آیت میں تو مریم کو قناعت کرنے کا کہا جا رہا ہے کہ اے مریم قناعت کر جس کا مطلب ہے کہ تجھ پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے اسے پورا کرنے کے لیے تجھے تکالیف کا، پریشانیوں کا، سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا، تجھے تیری ضروریات نہ ہونے کے برابر ملیں گی اس سب کے باوجود تُو نے صبر کرنا ہے جتنی ضرورت کی شئے ملے خواہ وہ کتنی ہی کم سے کم کیوں نہ ہو اسی پر اکتفاء کرنا ہے تو کیا نمازیں پڑھنے سے ایسے حالات آتے ہیں؟ اگر رکوع نماز میں اپنے جسم کو ٹیڑھا کر لینے کا نام ہے تو پھر کیا ایسا کرنے سے قناعت کرنا پڑتی ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ تو پھر رکوع کرنا رکوع کرنے والوں کیساتھ نماز باجماعت کہاں سے آ گئی؟

سورۃ آل عمران کی اس آیت کو کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف رکوع کیا ہے کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ جو حکم دیا گیا ہے رکوع کر رکوع کرنے والوں کیساتھ اور سورۃ البقرۃ کی آیت بھی کھل کر واضح ہو جائے گی کسی کے لیے بھی کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ یا ابہام باقی نہیں رہے گا۔

یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ لِرَبِّکِ وَاسۡجُدِیۡ وَارۡکَعِیۡ مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ. آل عمران ۴۳

اللہ کا جو کہ یہی وجود ہے یعنی فطرت، فطرت نے مریم کو کہا مطلب یہ کہ جو حالات و واقعات ہیں حالات و واقعات نے مریم سے کہا کہ یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ اے مریم کیا کرنا ہے؟ قناعت کرنی ہے لہذا اقناعت کرا اور قن جو کہ اردو میں قناعت کہتے ہیں قناعت کا معنی ہے کہ آپ کو آپ کی ضروریات نہ ہونے کے برابر ملیں، آپ پر حالات سخت سے سخت ہو جائیں تو ایسی صورت میں کوئی شکوہ وشکایت نہ کرنا بلکہ صبر کرنا برداشت کرنا۔ مریم پر ایسے سخت حالات بن گئے تھے اور جیسے کہتے ہیں نا کہ حالات نے صبر کرنا سکھا دیا یا حالات نے یا وقت نے تربیت کی وقت نے سکھا دیا یہی ہے ربّ کا یعنی اللہ کا سکھانا یا کہنا، جب حالات سخت ہو جاتے ہیں اور کہیں کوئی رستہ نظر نہیں آتا تو نوشتہ دیوار ہوتا ہے کہ صبر کرو یعنی برداشت کرو اور یہ اللہ کا یعنی اسی وجود کا جو کہ ایک ہی وجود ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہے ہی نہیں کا کہنا ہوتا ہے صبر کرو۔ بالکل ایسے ہی مریم پر حالات انتہائی سخت آ گئے کہیں سے کوئی رستہ نظر نہیں آ رہا تھا تو حالات نے واضح کر دیا کہ اے مریم جو بھی سختیاں ہیں مشکلات ہیں تکالیف ہیں انہیں برداشت کر یہ ہے یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ اور آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر تُو قناعت کرتی ہے یعنی انتہائی سختیوں ومشکلات میں گھبرانے کی بجائے اِدھر اُدھر بھاگنے کی بجائے صبر کرتی ہے یعنی برداشت کرتی ہے کوئی شکوہ وشکایت نہیں کرتی تو ایسا کس کے لیے کرے گی لِرَبِّکِ تیرے ربّ کے لیے اور آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا ہے کہ ربّ کون ہے؟ ربّ یہی وجود ہی تو ہے جسے آپ فطرت کہتے ہیں اب ظاہر ہے اگر فطرت نے ہی ایسے حالات کا شکار کیا ہے اور کوئی رستہ نظر نہیں آ رہا یعنی فطرت نے ہر رستہ بند بھی کیا ہوا ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ فطرت ایسا چاہتی ہے اور فطرت یعنی ربّ کہہ رہا ہے کہ ایسے حالات میں کسی سے بھی کوئی شکوہ وشکایت کرنے کی بجائے صبر کر اور آگے کہا گیا وَاسۡجُدِیۡ اور سجدہ کر یعنی خود کو مکمل طور پر جھکا دے، رائی برابر بھی اپنی کوئی مرضی نہ کر خود کو مکمل طور پر فطرت کے حوالے کر دے اور پھر آگے کہا وَارۡکَعِیۡ مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ رکع کا معنی ہے جب کوئی ذمہ داری لادی جائے تو جیسے جیسے ذمہ داری کا احساس ہوتا جائے تو خود کو جھکاتے جانا اس لیے کہ اگر خود کو جھکانے کی بجائے اکڑے ہی رہے تو جو ذمہ داری لادی گئی ہے وہ گر جائے گی اور مجرم ثابت ہو جائیں گے۔ اسے یعنی رکع یا رکوع کو ایک مثال سے آپ پر واضح کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں ایک آم کے درخت کی شاخ جب وجود میں آتی ہے تو ننھی سی ہوتی ہے اور شاخ جب وجود میں آتی ہے تو یہ بات پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے کہ وہ بغیر مقصد کے وجود میں نہیں لائی گئی بلکہ اسے وجود میں لانے کا کوئی مقصد ہے اسے کسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا اور وہ ذمہ داری ہے آم وجود میں لانا یعنی آم پیدا کر کے اسے پروان چڑھا کر استعمال کے قابل بنانا یعنی جس مقصد کے لیے آم وجود میں لانا اسے نہ صرف وجود میں لانا بلکہ پروان چڑھا کر اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل بھی بنانا لیکن آپ جانتے ہیں کہ جب شاخ وجود میں آتی ہے تو نہ ہی اس پر اس کو وجود میں لائے جانے کی وجہ یعنی مقصد واضح کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے کسی بھی قسم کی کسی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے بلکہ وہ بالکل آزاد ہوتی ہے۔ جیسے جیسے بڑی ہوتی ہے تو نہ صرف اس کا رخ بالکل سیدھا ہوتا ہے یعنی وہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی ہوتی ہے بلکہ ہواؤں کے چلنے سے لہلہاتی ہے۔ پھر جب وہ تھوڑی بڑی ہو جاتی ہے تو مشاہدہ کرتی ہے یعنی آس پاس کی شاخوں کو دیکھتی ہے کہ وہ نہ صرف آم وجود میں لا رہی ہیں بلکہ جیسے جیسے آم بڑھا ہوتا ہے تو وہ خود کو جھکاتے جاتی ہیں یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ مکمل طور پر جھک جاتی ہیں جس سے اس شاخ پر واضح ہو جاتا ہے کہ اسے بھی اسی مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا یعنی اس کا ربّ اس پر اس کا مقصد وجود واضح کر دیتا

ہے۔ پھر بالآخر ایک وقت آتا ہے کہ شاخ اپنے جوبن کو پہنچ جاتی ہے تو وہ نہ صرف اکڑی ہوئی ہوتی ہے بلکہ ہواؤں کیساتھ خوب لہلہا رہی ہوتی ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ اس پر وہ ذمہ داری لادی جائے جسے پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا کیونکہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے قابل ہوچکی ہوتی ہے وہ جوان ہوچکی ہوتی ہے یوں پھر اس پر وہ ذمہ داری لاددی جاتی ہے جو کہ محض آم کا بُور ہوتا ہے جس کا اتنا وزن نہیں ہوتا بالکل ہلکا ہوتا ہے اور شاخ کو اس کا کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا کیونکہ بُور لگنے کے باوجود شاخ نہ صرف اکڑی ہوئی ہوتی ہے بلکہ ہواؤں کے چلنے سے حسب سابق لہلہاتی ہے جس سے پھر بُور نیچے گرتا ہے تو شاخ کو احساس ہوجاتا ہے کہ اس پر جو ذمہ داری لادی گئی وہ اسے ٹھیک سے اٹھا نہیں رہی کیونکہ وہ اس ذمہ داری کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی یوں پھر جیسے جیسے آم بڑا ہوتا ہے یعنی شاخ کو ذمہ داری کا احساس ہوتا چلا جاتا ہے تو ویسے ویسے شاخ خود کو جھکاتی چلی جاتی ہے یعنی جیسے جیسے اسے اس کی ذمہ داری کا احساس ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے شاخ نہ صرف لہلہانا کم کرتی جاتی ہے بلکہ اس میں اکڑ کم ہوتی چلی جاتی ہے مطلب یہ کہ اپنی من مانیاں اپنی مرضیاں ترک کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ شاخ رائی برابر بھی اپنی مرضی نہیں کررہی ہوتی بلکہ وہ مکمل طور پر خود کو جھکائے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ خود کو وقت کیساتھ ساتھ جیسے جیسے ذمہ داری کا احساس ہوتا جائے جھکاتی نہیں اکڑی ہی رہتی ہے تو جو ذمہ داری اس پر لادی گئی وہ نیچے گر جائے گی اور وہ مجرم ثابت ہو جائے گی۔ اسے عربی میں رکع یعنی رکوع کہتے ہیں کہ جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپ کو وجود میں لایا گیا جب آپ اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں کہ اب آپ پر وہ ذمہ داری لادی جائے تو جیسے جیسے ذمہ داری کا احساس ہوتا جائے ویسے ویسے خود کو جھکاتے چلے جائیں یہاں تک کہ خود کو مکمل طور پر جھکالیں کہ ایک رائی برابر بھی اپنی من مانی اپنی مرضی نہیں کرنی۔

اللہ جو کہ ربّ ہے نے مریم کو کہا وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور رکوع کرساتھ رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی تجھے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا تھا اور پھر وجود میں لاکر اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل بنا دیا گیا تو آج جب تجھ پر وہ ذمہ داری لاددی گئی تو جیسے جیسے تجھے اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا چلا جائے تو خود کو جھکاتی چلی جا جیسے آسمانوں وزمین میں یعنی جیسے وجود میں باقی سب کے سب عباد خود کو جھکا رہے ہیں۔ اللہ کا یعنی ربّ کا یہ کس طرح کہنا ہے یہ اب تک آپ پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہوچکا ہونا چاہیے جب اللہ جو کہ ربّ ہے یہی وجود ہے جو ہر طرف نظر آرہا ہے جو کہ فطرت ہے تو پھر آپ خود بھی غور کریں کہ فطرت اگر کچھ کہتی ہے تو کیسے؟

آپ کو سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں، جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کے لیے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی تو ظاہر ہے یہ سب بغیر کسی مقصد کے تو دیا نہیں گیا اور پھر اگر سننے کی صلاحیت دی گئی تو اس لیے کہ آپ اسے سنیں جو بھی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں اور آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو ظاہر ہے اسی لیے کہ جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھیں اور پھر سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھیں جب آپ ایسے ہی کریں گے یعنی جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھیں گے تو جو بھی آپ کو سمجھ آئے گا یہ آپ کے ربّ اللہ کا آپ سے کلام ہوگا۔ مریم بھی جو سن اور دیکھ رہی تھی اسے سمجھ رہی تھی مریم نے دیکھا کہ کس طرح آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات سوائے انسانوں کے رکوع کررہی ہیں یعنی آسمانوں وزمین میں کوئی ایک بھی مخلوق ایسی نہیں کہ جو بغیر کسی مقصد کے وجود میں لائی گئی ہو اور پھر صرف وجود میں ہی نہیں لایا جاتا بلکہ انہیں وجود میں لانے والی ذات جو کہ یہی وجود ہے انہیں وجود میں لاکر پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل ہوجاتی ہے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لاکر پروان چڑھا کر اس مقام تک لایا گیا پھر اس کے بعد ہر مخلوق جیسے جیسے اسے ذمہ داری کو احساس ہوتا جاتا ہے وہ خود کو جھکاتے چلی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ خود کو مکمل طور پر جھکا دیتی ہے اور مریم پر واضح ہوگیا کہ جب اس کا ربّ ہی ہر طرف نظر آرہا ہے تو جو وہ مشاہدہ کررہی ہے یہ اس کا ربّ اس سے کلام کر رہا ہے اس کا ربّ اس سے بات کررہا ہے اس کا ربّ اسے کہہ رہا ہے کہ اے مریم تُو بھی ایسے ہی رکوع کر جیسے وجود میں باقی سب کے سب رکوع کررہے ہیں یعنی اے مریم تجھے بغیر مقصد کے وجود میں نہیں لایا گیا اور پھر تجھے پروان چڑھا کر آج اس مقام تک لایا گیا ہے تو بغیر مقصد کے نہیں بلکہ اس کا مقصد ہے اور مریم پر واضح کردیا گیا کہ وہ مقصد کیا ہے کیونکہ مریم ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ ضلالٍ مبینٍ ہیں۔ مریم انسانوں کو سن اور دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ اس وقت ہر کوئی ضلالٍ مبینٍ میں ہے کسی کو بھی حق کا علم نہیں تو جب ایسا وقت آجاتا ہے تو اللہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے تو مریم پر واضح ہوگیا کہ یہی مریم کا مقصد ہے اگر اس کے ربّ نے اسے ایسے ایسے حالات سے گزار کر اس مقام تک لایا تو ایسا کرنے کا مقصد یہی تھا کہ مجھے ایک ایسے بشر کو دنیا میں لانا ہے

وجود میں لاکر پروان چڑھا کر اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے قابل بنانا ہے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے۔ یہ تھی مریم پر لادی جانے والی ذمہ داری تو پھر جیسے جیسے مریم کو اس کی ذمہ داری کا احساس ہوتا چلا گیا مریم خود کو جھکاتی چلی گئی یہاں تک کہ مریم نے خود کو مکمل طور پر جھکا دیا یہ تھا مریم کا رکوع رکوع کرنے والوں کیساتھ۔

مریم کے ذریعے اللہ نے اپنا رسول عیسیٰ دنیا میں لایا اور اللہ رسول کو صرف اور صرف اسی وقت بعث کرتا ہے جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں یعنی ہر لحاظ سے مکمل طور پر کھلم کھلا سو فیصد گمراہیوں میں اس لیے کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مریم کو باقی لوگوں کیساتھ رکوع کرنے کا کہا گیا کیونکہ اس وقت انسانوں میں سے مریم کے علاوہ تو کوئی رکوع کر ہی نہیں رہا تھا کیونکہ اگر کوئی ایک بھی رکوع کر رہا ہوتا تو اللہ رسول کو بعث نہ کرتا۔ اس لیے یہ کہنا کہ مریم کو باقی لوگوں کیساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا گیا یہ بات بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا حق کے بالکل برعکس باطل ہے، اگر اس وقت لوگوں میں سے کوئی رکوع کر رہا ہوتا تو اللہ رسول بعث ہی نہ کرتا جب مریم کے ذریعے رسول کو دنیا میں لایا جا رہا تھا تو پھر بالکل واضح ہے کہ اس وقت انسانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو رکوع کر رہا تھا۔

یوں نہ صرف آپ پر رکوع کیا ہے کھل کر واضح ہو گیا بلکہ رکوع کرنا رکوع کرنے والوں کیساتھ، مریم کا رکوع کرنا رکوع کرنے والوں کیساتھ اور سورۃ البقرۃ کی آیت بھی بالکل کھل کر واضح ہو گئی جس سے رکوع وسجود کے نام پر نمازوں اور جماعت کیساتھ نمازوں والا دجل بھی کھل کر چاک ہو گیا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ.

البقرۃ ۲۷۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اس میں کچھ شک نہیں جو اللہ کی بات کو یعنی جو اللہ کے بھیجے ہوؤں کی دعوت کو جب اللہ کے بھیجے ہوئے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر رہے ہوں تو بغیر کسی لالچ، دباؤ، ڈر یا خوف کے دل سے تسلیم کر رہے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کر رہے ہیں جن سے آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے میں بگاڑ دور ہو کر اصلاح ہو رہی ہیں یعنی خامیاں وخرابیاں وغیرہ دور ہو کر ہر شئے پہلے جیسے ٹھیک ہو رہی ہے جیسے کہ اس وقت تھی جب لوگوں کو پہلی بار دنیا میں لایا گیا ان کی ابتداء کی گئی وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور کیا کر رہے ہیں یعنی اگر ایسا کر رہے ہیں کہ اللہ کی بات کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے میں اصلاح کرنے والے اعمال کر رہے ہیں تو الصلاۃ تھی جو قائم کر رہے ہیں وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ اور الزکاۃ تھی جو دے رہے ہیں یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہیں انہیں خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک کر رہے ہیں ہر اس شئے سے پاک کر رہے ہیں جو بھی فساد کا سبب بنے لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یہ جو اعمال صالح کر رہے ہیں یعنی الصلاۃ قائم کر رہے ہیں اور الزکاۃ دے رہے ہیں ان اعمال کا ان کا اجر ان کے ربّ کے ہاں ہے وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ اور ایسے جتنے بھی ہیں ان پر نہ تو کسی بھی قسم کا کوئی خوف ہے یعنی کہ کل کو یا آخرت میں نہ جانے ان کیساتھ کیا ہوگا وغیرہ انہیں کوئی خوف نہیں بالکل مطمئن ہیں اور نہ ہی انہیں کسی بھی قسم کا کوئی غم ہے یعنی کہ ماضی میں اگر کوئی گناہ کیے تھے تو ان کے حوالے سے بھی انہیں کوئی پچھتاوا نہیں ہے کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے۔

یہ انتہائی مختصراً اس آیت کو آپ کے سامنے کھول کر رکھا گیا جس سے آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس آیت کے شروع میں یہ کہا گیا کہ جو اللہ کی بات کو دل سے مان رہے ہیں اور پھر یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ اللہ کیسے اپنی بات پیش کرتا ہے انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر کے ذریعے ان سے ان کی ہی زبان

میں کلام کرتا ہے ان پر حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے جو کہ جب ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر رسول بعث کرتا ہے اور پھر جب تک کہ اگلا رسول بعث نہیں کیا جاتا تب تک اسی کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے ہی اللہ کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں جو انسانوں کی راہنمائی کر رہے ہوتے ہیں اللہ ان کے ذریعے اپنی بات پیش کر رہا ہوتا ہے تو جو لوگ بغیر کسی ڈر، خوف، لالچ یا دباؤ کے اپنی مرضی سے دل سے ان کی دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں اور پھر ان کی دعوت کیا ہوتی ہے وہ بھی بالکل واضح ہے کہ وہ صالح اعمال کرنے کا کہتے ہیں اور فساد سے رکنے کا کہتے ہیں یعنی حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیتے ہیں واضح ہو جاتا ہے کہ کون سے اعمال ہیں جن کے کرنے سے آسمانوں و زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان پر احسان ہوگا کہیں بھی کوئی بگاڑ کر دیا گیا تو وہ بگاڑ دور ہو کر واپس ہر شئے فطرت پر آجائے گی جو کہ اعمال صالحات ہیں اور وہ کون سے اعمال ہیں جن کے کرنے سے آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ان پر ظلم عظیم ہوگا فساد ہوگا آسمان و زمین میں خرابیاں ہو کر بالآخر تباہیاں و ہلاکتیں آئیں گی تو جو حق کو تسلیم کرتے ہوئے آسمانوں و زمین میں اصلاح کرنے والے اعمال کر رہے ہوتے ہیں ان کے ان اصلاح کرنے والے اعمال کو اس آیت میں دو حصوں میں تقسیم کیا گیا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور کیا کر رہے ہیں یعنی یہ جو اعمال کر رہے ہیں جو کہ صالح اعمال ہیں یہ الصلاۃ تھی جو قائم کر رہے ہیں اور الزکاۃ تھی جو دے رہے ہیں یعنی اعمال صالحات کو الصلاۃ اور الزکاۃ قرار دیا گیا اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ ایسوں کو نہ ہی کسی بھی قسم کا کوئی خوف ہوتا ہے کہ کل کو نا جانے ان کیساتھ کیا ہوگا اور نہ ہی کسی بھی قسم کا کوئی غم کہ کاش ہم ماضی میں ایسا نہ کرتے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو کیا نماز اعمال صالحات ثابت ہوتی ہے؟ کیا نماز پڑھنے سے آسمانوں و زمین میں اصلاح ہوتی ہے؟ مخلوقات پر احسان ہوتا ہے یا پھر الٹا صرف اور صرف اپنے ٹخنے، گھٹنے، ناک اور ماتھے ہی بے مقصد گھسائے جاتے ہیں؟ اگر تو نماز اعمال صالحات ثابت ہوتی ہے تو بلا شک و شبہ نماز ہی الصلاۃ ہے اور اگر نماز اعمال صالحات ثابت ہونے کی بجائے بذات خود اپنے آپ میں بے مقصد و فضول شئے ثابت ہو جاتی ہے جو آپ کو اپنے دجل کا شکار کرتے ہوئے اعمال صالحات سے ہی غافل کر دیتی ہے تو پھر نماز الصلاۃ نہیں بلکہ دجل عظیم ہے ایک ایسا دھوکا ہے جو آپ کو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے جسے دنیا کی کوئی بھی طاقت الصلاۃ ثابت نہیں کر سکتی۔

پھر اس کے علاوہ کیا نماز ایسا عمل ہے کہ جس کے کرنے سے یعنی نماز پڑھنے سے کسی بھی قسم کا کوئی خوف اور غم نہ رہے؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے جتنے بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور نمازیں پڑھنے والے ہیں الٹا نمازیں ان کے خوف اور غم میں اضافہ کر دیتی ہیں تو جس عمل کے کرنے سے خوف اور غم ہی ختم نہ ہو بلکہ ختم ہونا تو دور کی بات الٹا خوف اور غم بڑھ جائے وہ الصلاۃ کیسے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ الصلاۃ تو ہے ہی وہ جس کے قائم کرنے سے نہ تو کسی بھی قسم کا کوئی خوف رہے اور نہ ہی کسی بھی قسم کا کوئی غم رہے اور جب آپ جو الصلاۃ تھی اسے دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہاں واقعتاً جو الصلاۃ ہے اس کے قائم کرنے سے نہ تو کوئی بھی خوف رہتا ہے اور نہ ہی کوئی بھی غم رہتا ہے۔

مثلاً اسی آیت میں ہی واضح کر دیا گیا کہ اعمال صالحات کا کرنا الصلاۃ قائم کرنا کہلاتا ہے، اعمال صالحات کا مطلب ہے کہ وہ کام جن کے کرنے سے آسمانوں و زمین میں اول نہ تو کوئی کسی بھی قسم کی خرابی ہو اور دوم یہ کہ اگر پہلے سے کوئی خرابی کی جا چکی ہے تو وہ خرابی دور ہو کر آسمانوں و زمین یا ان میں جو شئے خراب کر دی گئی تھی وہ بالکل ٹھیک ہو جائے۔ مثال کے طور پر آپ انسانوں کو ہی لے لیں ذرا غور کریں کہ انسانوں کو کس نے وجود دیا؟ کیا انسانوں کو فطرت نے وجود نہیں دیا؟ تو پھر یہ بھی غور کریں کہ آج انسانوں میں جو تفریقات ہیں، جو فرقہ بندیاں ہیں، جو گروہ بندیاں ہیں، جو دشمنیاں ہیں، جو جنگ و جدل ہے یہاں تک کہ جس قدر ان میں بگاڑ ہے جسے عربی میں فساد کہا جاتا ہے کیا یہ سب فطرت یعنی ربّ نے ہی کیا یا پھر فطرت نے جب انسانوں کو وجود میں لایا یا فطرت جب انسانوں کو وجود میں لاتی ہے تو وہ کوئی فرق نہیں کرتی سب کو فطرت پر ہی وجود میں لاتی ہے؟ تو حقیقت بالکل سامنے ہے آج انسانوں میں جس قدر بھی بگاڑ موجود ہے خواہ وہ اختلافات ہوں، دشمنیاں ہو، طرح طرح کی تقسیمیں ہوں یا جس قدر بھی بگاڑ ہو چکا ہے یہ سب کا سب انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کا نتیجہ ہے اب اگر یہ مان لیا جائے کہ نماز ہی الصلاۃ ہے تو پھر نماز پڑھنے سے انسانوں میں جتنا بھی فساد ہے یعنی بگاڑ ہے یہ ختم ہو کر تمام تر تقسیمات ختم ہو کر انہیں بالکل ویسا ہو جانا چاہیے جیسا انہیں فطرت نے وجود میں لایا یا کم از کم ان میں تو یہ سب کا سب بگاڑ ختم ہو جانا چاہیے تھا اور ایک جسم کی مانند بن جانا چاہیے تھا جو نمازیں پڑھ رہے ہیں تو کیا نمازیں پڑھنے سے ایسا ممکن ہے؟ نمازیں پڑھنے سے ایسا ہوا؟ اگر نہیں تو پھر نماز الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ وہ ہے جس کے کرنے سے انسانوں میں تمام تر بگاڑ ختم ہو کر یہ ایک وجود بن جائیں اور وہ صرف اور صرف وہ اعمال ہیں جن اعمال کے کرنے سے بگاڑ دور ہوتا

ہے جس سے آپ پر واضح ہو جاتا ہے کہ اعمال صالحات کیا ہیں جو کہ الصلاۃ ہے۔
اور ایسا عمل جس سے بگاڑ کی بجائے اصلاح ہو اس کے لیے سب سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم ہونا لازم ہے یعنی عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل طور پر علم ہونا لازم ہے کہ آپ جو کرنے جا رہے ہیں وہ اصل میں ہے کیا اس کے کیا فائدے اور کیا نقصانات ہیں اگر آپ وہ عمل کرتے ہیں تو آسمانوں وزمین میں کہاں کہاں تک اس کے اثرات مرتب ہوں گے جب آپ کی یہ سوچ ہو گی تو آپ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کریں گے جب آپ مطمئن ہو جائیں گے یعنی آپ پر ہر لحاظ سے مکمل طور پر واضح ہو جائے گا کہ آپ کا عمل کہاں کہاں تک اور کس حد تک کس کس پر اثر انداز ہو گا اور اس سے کسی بھی قسم کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوگا بلکہ ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہوگا جس پر بھی اثر انداز ہوگا تو اسے نقصان کی بجائے فائدہ دے گا اگر کہیں خرابی ہے تو وہ دور ہو کر شئے ٹھیک ہو جائے تو ایسے اعمال کرنے سے کیا آپ کو کسی بھی قسم کا کوئی خوف ہوگا؟ خوف تو تب ہی ہوتا ہے جب آپ نے کچھ غلط کیا ہو جس کی وجہ سے آپ کو خوف لاحق ہوتا ہے کہ کل کو نہ جانے اس عمل کے کرنے کی وجہ سے آپ کو کس ردعمل کا سامنا کرنا پڑے اور پھر آپ کو غم بھی لاحق ہوتا ہے کہ کاش میں ایسا نہ کرتا؟ تو حق بالکل کھل کر واضح ہے کہ نہیں۔ جب عمل کرنے سے پہلے اطمینان حاصل کیا تو پھر خوف اور غم کس بات کا؟ خوف اور غم کا تو وجود ہی مٹ جاتا ہے۔ اور اللہ نے تو اس آیت میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ الصلاۃ وہ ہے جس کے قائم کرنے سے کسی بھی قسم کا کوئی خوف اور غم نہ رہے۔
اور جس کے کرنے سے خوف بھی ختم نہ ہو اور غم بھی ختم نہ ہو بلکہ الٹا ان میں اضافہ ہو تو وہ الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر عظیم دھوکہ ہے وہ دجل وفریب ہے اور جو بھی حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اس کا شکار رہے گا تو وہ اپنے لیے خسارے کا ہی سودا کرے گا۔ حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آیا آپ فلاح چاہتے ہیں جس کے لیے حق پر قائم ہونا ناگزیر ہے اس لیے آپ حق کے طلبگار رہیں یا پھر آپ اندھوں کی طرح اپنے ملاؤں، اپنے بڑوں کے پیچھے ہی چلنا چاہتے ہیں آپ اسی پر ڈٹے رہنا چاہتے ہیں جو نسل در نسل آپ تک پہنچا، آپ بندر وخنزیر ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف اللہ کے قانون میں اپنے آپ کو الاموات میں ثابت کرتے ہیں بلکہ دنیا وآخرت میں ذلت آمیز ہلاکت کا سودا کرتے ہیں۔

آپ پورے قرآن کو دیکھ لیں پورے قرآن میں آپ کو یہی بات ملے گی کہ الصلاۃ قائم کرنے سے اصلاح ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ پورے قرآن میں الصلاۃ قائم کرنے والوں کو صالحین کہا جس سے نہ صرف یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اعمال صالحات ہی الصلاۃ ہے بلکہ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اعمال صالحات کو ہی الصلاۃ کہا گیا۔
جیسے ایک کے بعد دو آتا ہے اور دو میں نہ صرف ایک اضافی ہوتا ہے بلکہ اس میں گزشتہ ایک بھی موجود ہوتا ہے اور اضافی ایک ہی اسے دو بناتا ہے ایسے ہی ''صلح'' اور ''صل'' ہے۔ صل گویا کہ ایک ہے اور صلح دو۔ اگر آپ صلح کو سمجھ لیں تو صل آپ کو خود بخود ہی سمجھ آ جائے گا۔ صلح کہتے ہیں ایسی دو یا دو سے زائد اشیاء جن میں بگاڑ ہو یعنی جس میں ربط قائم ہونے کی بجائے ربط ٹوٹ چکا ہو تو ان کے درمیان بگاڑ دور ہو کر دوبارہ ربط قائم ہو جانا یعنی ان کا واپس ایک ہی وجود بن جانا۔ مثال کے طور پر دو افراد کی مثال لے لیں جو کہ دو بھائی ہیں یا دوست ان میں بگاڑ آ جائے کہ بھائی چارہ ماند پڑ جائے یا ختم ہو جائے اگر دوست ہیں تو دوستی ختم ہو جائے یا دوستی دشمنی میں بدل جائے تو ان کے درمیان جو بگاڑ ہے اسے دور کر دینا جس سے وہ واپس پہلے جیسے ہو جائیں اسے صلح کہتے ہیں۔ اب ذرا غور کریں کہ صلح کیسے ہوتی ہے؟ جب ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر قائم کیا جائے ہر ایک کو اس کے اصل مقام پر اس کی جگہ پر لایا جائے تو ہی صلح ہوتی ہے یعنی بگاڑ دور ہو جاتا ہے اور شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا یہ صلح کا پچھلا مرحلہ ہے جیسے دو کا پچھلا مرحلہ ایک ہے جس کے بعد دو آتا ہے یعنی بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ صلح کا پچھلا مرحلہ جس کے بعد ہی صلح آتا ہے وہ صل ہے صل میں ح کا اضافہ کر دیا جائے تو صلح بن جاتا ہے۔ یوں اس طرح بھی نہ صرف آپ پر واضح ہو گیا کہ صل کے معنی کیا ہیں بلکہ جب الصلاۃ قائم کی جائے یعنی زمین میں ہر شئے کو صل کیا جائے ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھا جائے تو آسمانوں وزمین میں اصلاح ہو گی ایسے اعمال کو اعمال صالحات کہا جائے گا جو کہ الصلاۃ ہے۔

نماز بے بنیاد، باطل، بے کار و فضول عمل

وَاِذَانَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ. المائدہ ۵۸

قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور اس کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ واقعہ ہو نہیں رہا ہوتا یا ہو نہیں جاتا جس واقعے کی تاریخ پر مبنی وہ آیت ہے اور جیسے ہی وہ واقعہ ہوتا ہے تو قرآن کی اس واقعے کی تاریخ پر مبنی آیت یا آیات یاد دلا دیتی ہیں کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس قرآن میں اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں نہ صرف قرآن خود اس واقعے کی تصدیق کر دیتا ہے بلکہ قرآن کی وہ آیات کھل کر واضح ہونے کے ساتھ ساتھ حق و باطل بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ یہ آیت بھی کسی واقعے کی تاریخ ہے اور یہ آیت بھی اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہوتا جس واقعے کی یہ آیت تاریخ ہے اور یہ آیت اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے جیسا کہ نہ صرف یہ آیت آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں بلکہ یہ آیت بالکل کھول کر واضح کر دے گی کہ یہ آیت کس کی تاریخ ہے یوں نہ صرف یہ آیت یاد دلا دے گی کہ یہ کس واقعے کی تاریخ ہے اس کی تصدیق کر دے گی بلکہ الصلاۃ کیا ہے اس کی بھی کھل کر وضاحت ہو جائے گی۔

آیت پر بات کرنے سے پہلے آیت میں استعمال ہونے والے کچھ الفاظ کو کھول کر واضح کرنا ضروری ہے جن میں پہلا لفظ ہے ھُزُوًا جس کے معنی ہیں بے بنیاد و باطل ہونے کے باوجود شور مچانا، اپنی جھوٹی بے بنیاد و باطل بات، عقیدے و نظریے کو زبردستی منوانے کے لیے پر تشدد طریقہ و رویہ اختیار کرنا، جھوٹے اور غلط ہونے کے باوجود حق کے خلاف شور مچانا، اسے نہ مانتے ہوئے اس کے خلاف محاذ کھولنا یہاں تک کہ اس کی مخالفت اور اس کے خلاف دشمنی میں جس حد تک جایا جا سکے اس حد تک جانا یعنی حق کے مقابلے میں باطل جو بھی حرکتیں کرتا ہے اسے ھُزُوًا کہتے ہیں۔

پھر اگلا لفظ ہے لَعِبًا جس کے معنی ہیں ایسا کام، ایسی شئے جو بالکل بے مقصد، بے کار اور فضول ہو، جو صرف اور صرف وقت کا ضیاع ہو، کسی ایسے کام میں وقت کا ضائع کرنا جس سے کچھ حاصل نہ ہو، ایسے رستے پر چلنا جس پر چلنے سے منزل ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ایسا کام کرنا جس کے کرنے سے صرف اور صرف نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے، انتہائی حساس اور نازک شئے یا معاملے کو بالکل غیر سنجیدگی سے لینا، بالکل فضول و بے کار کام یا شئے، ایسا کام جس کے بارے میں کوئی علم نہ ہونا بغیر علم کے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہونا وغیرہ۔

وَاِذَانَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ. المائدہ ۵۸

وَاِذَانَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ آج سے چودہ صدیاں قبل مستقبل یعنی آج کی بات کرتے ہوئے کہا گیا اور جب تمہیں آگے چل کر مستقبل میں بلایا جا رہا ہے الصلاۃ کی طرف اتَّخَذُوْھَا تم نے کیا اخذ کیا ہوا ہے یعنی کیا پکڑا ہوا ہے کیا ہے جو کر رہے ہو الصلاۃ کے نام پر؟ ھُزُوًا تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے کہ الصلاۃ کیا ہے تم پر احسان عظیم کیا جا رہا ہے اور تم الٹا اللہ کے بھیجے ہوئے کیساتھ دشمنی کر رہے ہو، حق کے مقابلے میں اپنی بے بنیاد و باطل بات کو منوانے کے لیے یا اسی پر ڈٹے رہنے کے لیے شور مچا رہے ہو، گالم گلوچ کر رہے ہو، طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہو، سازشوں میں مصروف ہو، دشمنی میں جس حد تک جا سکتے ہو جا رہے ہو وَّلَعِبًا اور جو تم الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہو جسے تم الصلاۃ کہہ رہے ہو جو تم نے الصلاۃ کے نام پر اخذ کیا ہوا ہے وہ بالکل بے بنیاد و باطل شئے ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں، الصلاۃ کے نام پر جو تم لوگ کر رہے ہو جسے الصلاۃ کہہ رہے ہو نہ صرف وہ بے کار و فضول، بے مقصد شئے ہے بلکہ تمہیں الصلاۃ کا کوئی علم نہیں بغیر علم کے اندھوں کی طرح وہ کام کیے جا رہے ہو جس سے تمہیں کسی قسم کا فائدہ ہونے کی بجائے الٹا نقصان ہی ہوگا اور ہو رہا ہے، الصلاۃ جو کہ انتہائی نازک اور سنجیدہ امر ہے تم نے اسے بالکل غیر سنجیدہ لیا ہوا ہے، تم لوگ الصلاۃ کے نام پر جو کر رہے ہو وہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے

ہی غفلت ہے دھوکہ ہے جس کا تم لوگ شکار ہو چکے ہوئے ہو ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ وہ یعنی جو آج سے چودہ صدیاں قبل واضح کر دیا جو کہ پیچھے بیان کر دیا وہ اس کے سبب کے یہ لوگ کر رہے ہیں یعنی ان پر الصلاۃ کو کھول کھول کر واضح کر دیا کہ یہ تھی الصلاۃ اسے قائم کرنا ہے اور جو تم الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہو وہ بالکل بے بنیاد وفضول ہے اور یہ لوگ حق کو تسلیم کرنے کی بجائے جو آگے سے کر رہے ہیں اور جو الصلاۃ کے نام پر بے مقصد وفضول کام کر رہے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ سمجھ نہیں رہے یعنی یہ لوگ جو سنتے اور دیکھتے ہیں یہ لوگ جو سن اور دیکھ رہے ہیں انہیں صرف سننے اور دیکھنے کی ہی صلاحیتیں نہیں دیں بلکہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی لیکن یہ لوگ اس کا استعمال ہی نہیں کر رہے یہ لوگ عقل کا استعمال ہی نہیں کر رہے اگر یہ لوگ عقل کا استعمال کریں تو ان پر واضح ہو جائے کہ یہ لوگ جو الصلاۃ کے نام پر کر رہے ہیں وہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے، فضول و بے کار ہے، جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ محض وقت کا ضیاع ہے، وہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے، ہی غفلت و دھوکہ ہے جس کا یہ لوگ نسل در نسل شکار ہو چکے ہیں۔

اب آپ سے ہی سوال ہے آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ آیت کس کی تاریخ ہے؟ کیا یہ آیت آج آخرین میں بعث کیے جانے والے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی میری اور جن کی طرف مجھے بعث کیا گیا جو الصلاۃ کے نام پر بے کار وفضول عمل جو کہ نماز ہے میں مصروف ہیں کی تاریخ نہیں؟ کیا آج میں نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح نہیں کر دیا؟ وہ کون سا اللہ کا رسول ہے جس کی بعثت سے قبل الصلاۃ کے نام پر جو کچھ ہو رہا تھا وہ عمل بے بنیاد وفضول ہے ہر کوئی بغیر علم کے اس عمل کو کر رہا ہے کوئی بھی اسے سمجھ نہیں رہا محض اس بنیاد پر ہر کوئی کر رہا ہے کہ ہمارے آباؤاجداد نے اسے الصلاۃ کہا حالانکہ خود غور نہیں کر رہے عقل استعمال نہیں کر رہے کہ یہ بالکل بے بنیاد وفضول عمل ہے جو الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے، ہی غافل کیے ہوئے ہے، الصلاۃ کے نام پر دھوکہ ہے اور جب اللہ کے رسول نے آ کر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے، بجائے یہ کہ اس کی طرف سے کیے جانے والے احسان عظیم کی قدر کریں بلکہ الٹا اس کے خلاف محاذ کھول دیا، الصلاۃ کے نام پر کیے جانے والے بے بنیاد و باطل عمل کو ہی زبردستی حق منوانے کے لیے جس حد تک جاسکتے ہیں جا رہے ہیں؟ حق بالکل آپ کے سامنے ہے کہ وہ صرف اور صرف میں ہوں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف جس کی بعثت سے قبل الصلاۃ کے نام پر بے بنیاد و باطل عمل فضول عمل نماز کو الصلاۃ قرار دیا جا رہا تھا کوئی بھی عقل کا استعمال نہیں کر رہا تھا بلکہ جب میں نے حق کھول کھول کر واضح کر دیا الصلاۃ کیا ہے اسے کھول کھول کر واضح کر دیا اور الصلاۃ کی طرف دعوت دے رہا ہوں تو آگے سے وہی ردعمل سامنے آ رہا ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

نہ تو دنیا کی کوئی بھی طاقت نماز کو الصلاۃ ثابت کر سکتی ہے اور نہ ہی اسے با مقصد عمل ثابت کر سکتی ہے بلکہ اگر کسی میں تھوڑی سی بھی عقل ہے تو اس پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکا کہ الصلاۃ کے نام پر نماز بے مقصد، فضول، بے کار عمل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے، ہی غافل کیے ہوئے ہے، یہ الصلاۃ کے نام پر دھوکہ ہے جس کا الصلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ ایسا عمل ہے جو بغیر علم کے کیا جا رہا ہے، یہ ایسا عمل ہے جس سے کبھی بھی منزل حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ الٹا اس کا انجام جہنم ہے، یہ ایسا عمل ہے جس کا کسی بھی قسم کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا اس کا ہر لحاظ سے نقصان ہی نقصان ہے جہاں ایک طرف یہ الصلاۃ سے غافل کیے ہوئے ہے تو وہیں دوسری طرف اس سے فضول میں صرف اور صرف ٹخنے، گھٹنے، ناک اور ماتھا ہی گھستا ہے۔

یوں اس آیت سے نہ صرف الصلاۃ کھل کر واضح ہو گئی اور نماز نامی دجل بھی چاک ہو گیا بلکہ اس کے علاوہ اس آیت نے آج میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کر دی، یاد دلا دیا کہ یہ تھا وہ واقعہ، یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن کی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اب کوئی چاہ کر بھی میرا کفر نہیں کر سکتا ہر کسی کو ماننا ہی ہوگا لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اکثریت اپنے آباؤاجداد آل فرعون وگزشتہ ہلاک شدہ اقوام کی مثل تسلیم کرے گی جس کا انہیں کوئی نفع نہیں ہوگا کیونکہ تب ماننا مجبوری بن جائے گا تب یہ لوگ چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکیں گے بلکہ الٹا ماننے کی ضد کریں گے اس کے باوجود خسارہ ہی ان کا مقدر ہوگا۔